فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز
حیات و خدمات
حضور صدر الشریعہ
صدر الشریعہ سیمینار ۱۹۹۶ء
فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی
دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)

درگاہ شریف حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ گھوسی
جامعہ
دلکش منظر
hayat o khidmaat

باسمہ تعالیٰ

فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز

صدر الشریعہ سیمینار سنہ ۱۹۹۷ء میں پیش کئے گئے مقالات کا حسین گلدستہ

فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی

ناشر

دائرۃ المعارف الامجدیہ

گھوسی۔ ضلع مئو (یو۔پی)

کتاب ——— حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات
ترتیب ——— مولانا فیضان المصطفیٰ قادری
پروف ریڈنگ صغیر احمد، احمد رضا، سعید اختر، غلام محی الدین
طباعت باراول ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء
باہتمام (مولانا) علاء المصطفیٰ قادری
ناشر ——— دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، مئو

ملنے کے پتے

قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف
مکتبہ جام نور، مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶
امتیاز بک ڈپو، امجدی روڈ، گھوسی، مئو

ہم اپنی اس عظیم اشاعتی خدمت کو بطور

نذرانۂ عقیدت

اس ذاتِ گرامی کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جنکو دنیائے علم وسنیت ۔

عمدۃ المتکلمین ممتاز الفقہا محدّثِ کبیر فاتح افریقہ جانشین حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی **ضیاء المصطفیٰ** صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی ، مہتمم طیبۃ العلماء جامعۃ امجدیۃ رضویۃ گھوسی ۔ مئو کی حیثیت سے یاد کرتی ہے ، اور .... جن کے فیوض و برکات سے آج ہزاروں تشنگان علم سیراب ہو رہے ہیں اور اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں ۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف ۔

علاء المصطفیٰ قادری —— فیضان المصطفیٰ قادری

فہرست

میرا امجد مجد کا پکّا
اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں

(اعلیحضرت)

یہاں موجودین میں تفقّہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخّاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ (اعلیحضرت)

(الملفوظ)

فقیہ عصر حضرت مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للمتوحد بجلالہ المتفرد۔ وصلوتہ دوماً علی خیر الانام محمد وعلی آلہ وصحبہ

اس کے باوجود کہ اہل سنّت وجماعت کے صف اوّل کے تمام علماء ومشائخ باستثنائے چند سب کے سب بواسطہ یا بلاواسطہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے سلسلۂ تلمذ میں منسلک ہیں، یہ المیہ قابل حیرت بلکہ عبرت ہے کہ کماحقہ تو بڑی چیز ہے، حضرت صدر الشریعہ کے تعارف کے سلسلہ میں مطلقاً جمود رہا۔ سب سے پہلے اس کی طرف جناب علامہ مفتی عبد المنان صاحب کلیمی زید مجدہم کی توجہ ہوئی۔ جب کہ وہ گھوسی دار العلوم اہلسنّت شمس العلوم میں مدرس تھے۔

انھوں نے دائرۃ المعارف الامجدیہ قائم کیا۔ جس کے زیر اہتمام انھیں کی انتھک کوششوں سے فتاوٰی امجدیہ جلد اوّل طبع ہوئی۔ لیکن ان کے گھوسی سے چلے جانے کے بعد پھر تعطل پیدا ہو گیا۔

اس خادم کو بھی اس کا بار بار احساس ہوتا رہا کہ ہم لوگ اپنے سب سے بڑے محسن کے ساتھ انتہائی بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں میں نے جامعہ اشرفیہ کے اراکین کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر نکالیں۔ جس پر وہ لوگ بخوشی راضی ہو گئے۔ ماہنامہ اشرفیہ میں جو مضامین شامل ہیں ان کا اکثر حصہ بلکہ بہ منزل کل حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی صاحب کا ہی جمع کیا ہوا تھا۔ جن پر نظر ثانی کر کے میں نے اشاعت کے لئے دیا۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے پوری جماعت کی بے اعتنائی کا شدت سے احساس حضرت کے

وارث علم وفضل محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کو بھی تھا۔ انھوں نے حضرت کی یادگار میں جامعہ امجدیہ قائم کیا۔ ابتداءً زمین کی خریداری تعمیر اور بنیادی ضرورتوں کے پورا کرنے میں مصروف رہے۔ جب اس سے یک گونہ اطمینان ہوا۔ تو انھوں نے بتاریخ ۱/۲ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱/۱۲ مارچ ۱۹۹۷ء کو جامعہ امجدیہ میں حضرت صدرالشریعہ پر ایک سیمینار منعقد کیا۔ لیکن چونکہ یہ پہلا موقع تھا اس لئے حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کی شان کے مطابق یہ سیمینار نہ ہو سکا۔

پھر بھی جو کچھ ہوا وہ خود اتنا عظیم ہے کہ اس سے حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کی شان کے جو گوشے اجاگر ہوئے ہیں۔ وہ ذی علم انصاف پسند افراد کو چونکا دینے کیلئے کافی ہیں۔

چونکہ آج مدارس کی کثرت ہے اور مدرسین کی بہتات، اس لئے کسی بھی شخصیت کے تعارف میں یہ کہنا کہ وہ ایک اعلیٰ مدرس تھے، ایک بے حقیقت سا لفظ ہو کر رہ گیا ہے۔ لیکن جو لوگ دیدہ ور ہیں وہ اگر غور کریں گے تو ان کو معلوم ہو گا کہ ایک مدرس ہونا وہ بھی اعلیٰ مدرس ہونا اعلیٰ عالم ہونے کی دلیل ہے اس کو آپ یوں سمجھئے۔ مدرسین میں تین قسمیں ہیں، پہلی وہ قسم جو صرف تنخواہ وصول کرنے کیلئے مدرسہ میں حاضری دیتے ہیں اور کسی طرح خانہ پوری کرتے ہیں۔ مجھے معاف کیا جائے آجکل اکثر مدرسین ایسے ہی ہیں۔ دوسری قسم مدرسین کی وہ ہے جو مدرسہ میں حاضری تو اسی لئے دیتے ہیں کہ تنخواہ وصول ہو۔ لیکن کچھ پڑھاتے بھی ہیں۔ تیسری قسم مدرسین کی وہ ہے جن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ میرے سینے میں ہے وہ میں سب اپنے شاگردوں کے سینوں میں انڈیل دوں۔ ان کی اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ تنخواہ کیا مل رہی ہے، ملے گی یا نہیں ملے گی۔ حقیقت میں مدرس یہی تیسری قسم کے لوگ ہیں۔ اور پہلی دو قسم کے لوگ مزدور ہیں۔ اور اپنی مزدوری حاصل کرنے کے لئے درس و تدریس کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ آج علم کی جو بھی شمع جہاں بھی روشن ہے وہ تیسری قسم ہی کے نفوس قدسیہ کی برکات ہے۔

میں نے حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور قدست اسرارہم کو دیکھا۔ یہ لوگ مدرسہ کے اوقات کی پابندی تو ضرور کرتے تھے لیکن خود مدرسہ کے اوقات کے پابند نہیں تھے۔ کہ چھٹی ہوئی

اور کتاب بند کر دیا، طلبہ کو بھگا دیا جاؤ وقت ختم ہو گیا بلکہ آج کل کی اصطلاح میں اور ٹائم ہی نہیں بلکہ اور اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ آج مدرسین کو دو ایک بار جماہی آئی تو طلبہ سے کہہ دیتے ہیں جاؤ آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ان بزرگوں کا حال یہ تھا کہ شدید سے شدید بخار میں بھی سبق ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ حافظ ملت قدس سرہٗ کو ایک زمانہ میں گردے میں پتھری ہو گئی شدید درد ہوتا، شدت درد میں کبھی کبھی کمر پکڑ لیتے مگر سبق کا ناغہ نہیں کرتے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان کا بھی یہی حال تھا۔ چھٹیوں میں پڑھاتے، رات میں عشا بعد پڑھاتے، جس کا ثمرہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں آج ان کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ چھائے ہوئے ہیں۔ تقریر، تدریس، تصنیف، مناظرہ حتی کہ بیعت وارشاد پر مسند نشیں حضرات سب باستثنائے چند انھیں دونوں کے خوشہ چیں ہیں۔ ؎

ہم ہوئے کہ تم ہوئے کہ میر ہوئے   سبھی اس زلف کے اسیر ہوئے

یہ حضرات بار بار ارشاد فرماتے کہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے ہمیں ایسے ہی پڑھایا ہے کتنے خوش نصیب وہ لوگ ہیں جو انتہائی معرکۃ الآرا کتابیں جو داخل نصاب نہیں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے خارج اوقات میں انھیں پڑھایا حتی کہ اجمیر شریف میں بعد عصر تفریح کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اس وقت بھی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔

تدریس کا کمال یہ تھا کہ دقیق اور مغلق مسائل کو بھی اس پیرائے میں سمجھایا جائے جو طالب علم کو سمجھ میں آجائے۔ یہ آسان کام نہیں۔ اگر کسی مدرس میں یہ خوبی ہے تو اس کے تلامذہ میں پڑھنے لکھنے کا ذوق ہوگا۔ اُسے علم کی لذت ملے گی اور پھر وہ بغیر زجر و توبیخ اور زد و کوب کے پڑھنے میں مشغول رہے گا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ اس خاص وصف میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ منفرد تھے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج جہاں کہیں بھی علم کی شمع روشن ہے ان سب کا سلسلہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے منبع نور سے ملتا ہے۔

بہر حال یہ حضرت محدث کبیر اور ان کے صاحبزادہ والا شان اعز ارشد مولانا علاء المصطفےٰ صاحب زید مجدہم

ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ کا ہم سب پر احسان ہے کہ انھوں نے ہماری غفلت پر ہمیں چونکا دیا جس کے نتیجے میں ہم سب نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق چند پھول اس سیمینار کے موقع پر پیش کیے جن سب کا ایک حسین گلدستہ بنا کر قوم کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

بارگاہ امجدی سے بلا واسطہ فیض حاصل کرنے والوں میں چونکہ میں تقریباً سب سے معمر ہوں، اس لئے میں ان تمام اہل قلم حضرات کا مشکور ہوں جنھوں نے اس سیمینار میں حصہ لیا۔ مقالات لکھے تشریف لائے۔ اور سب کے لئے دعا گو۔ اور سب سے زیادہ اعزارشد مولینا علاء المصطفیٰ سلمہ کو دعا کا حقدار سمجھتا ہوں، جنھوں نے سیمینار کے انعقاد اور اس کے انتظام وانصرام، شرکاء کی مہمان داری وغیرہ سارے بار کو اپنے کندھوں پر لیا۔ اور اس کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

بڑی ناحق شناسی ہوگی اگر میں عزیز سعید مولانا آل مصطفیٰ سلمہ کی مساعی جمیلہ کا ذکر نہ کروں جو انھوں نے اس سیمینار کے انعقاد کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔ اور اب مولانا فیضان المصطفیٰ سلمہ نے سارے مقالات کو یکجا مرتب کر کے اس صحیفہ میں جمع کیا اور طباعت اور اشاعت کے لئے انھوں نے کوئی کمی نہیں کی۔ مولیٰ عزوجل ان سب لوگوں کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد شریف الحق امجدی
برکات منزل۔ برکات نگر گھوسی۔ ضلع مئو
۱۱؍ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ م ۱۶؍ اگست ۱۹۹۷ء

از:- فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی بی۔ اے

رشحاتِ قلم

پیکر

کشادہ پیشانی، فراخ چہرہ جس سے نورانیت عیاں، گندمی رنگ، متوسط قد، صحتمند بدن، زادہ بسطۃً فی العلم والجسم کی تصویر، گھنی داڑھی، بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک، خرام رفتار سے تواضع نمایاں، نشست و برخاست سنت نبوی کی آئینہ دار، گفتگو مختصر مگر معنویت سے لبریز، خوش مزاج، ملنسار اور بے شمار اوصاف کے حامل حضور صدر الشریعہ حکیم ابو العلاء مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ۔

جلوہ نمائی

آپ ۱۸۷۸ء میں مشرقی یوپی کے نہایت ہی زرخیز خطہ گھوسی کے محلہ کریم الدین پور میں پیدا ہوئے

مولانا حکیم جمال الدین صاحب کے گھر یہ تیسرے بیٹے کی ولادت تھی جو امجد علی کے نام سے موسوم ہوئے، حکیم محمد علی اور حکیم احمد علی آپکے بڑے بھائی تھے آپکے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین صاحب کا شمار علاقے کے بڑے عالموں اور حکیموں میں ہوتا تھا۔ طبی مہارت اور ریاست عظمت گڑھ کے راجہ کا درباری حکیم ہونے کی وجہ سے آپ کا ہر طرف شہرہ تھا۔ حضرت صدر الشریعہ نے جب ہوش سنبھالا تو ہر طرف غربت وافلاس کے سائے منڈلا رہے تھے۔ اقتصادی حالات ناگفتہ بہ تھے۔ ایسے ہی عالم میں آپ کی پرورش ہوئی چونکہ حکمت وطبابت اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ کئی پشتوں سے چلا آرہا تھا، اس لئے باوجود معاشی تنگی کے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

تعلیم وتربیت

مولانا محمد صدیق صاحب گھوسوی سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت علا ہدایت اللہ رامپوری سے درس لینے جونپور گئے وہاں مختلف علوم وفنون پر عبور حاصل کرنے کے بعد حضرت مولینا وصی احمد محدث سورتی کی درسگاہ پیلی بھیت پہنچے۔ اوران سے حدیث کا درس لیا۔ حضرت صدر الشریعہ نے جو کچھ پڑھا ایسے استاذ سے پڑھا جو اپنے فن کا امام تھا۔ فقہ وحدیث، منطق و فلسفہ، حکمت وطب وغیرہ متعدد علوم وفنون حاصل کئے، فقہی مہارت امام احمد رضا کے دربار سے حاصل کی۔ جنکی فقاہت کا یہ عالم کہ اگران کی تحریر امام اعظم دیکھ لیتے تو علمائے حرمین کے بقول ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ کو اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی سے پڑھی۔ جو بقول امام احمد رضا برصغیر کے امیر المومنین فی الحدیث تھے، منطق وفلسفہ اور دیگر عقلی علوم ماہر علم وفن علامہ ہدایت اللہ رامپوری سے حاصل کئے، جو امام علم وفن علامہ فضل حق خیرآبادی کے تلمیذ خاص تھے۔ طب حکیم عبدالولی لکھنوی سے پڑھی۔ اوراس طرح تعلیم حاصل کی کہ خود آپکے اساتذہ ومشائخ نے وفور شفقت میں آپ کی ذکاوت و فطانت اور علمی لیاقت واستعداد کی دل کھول کر داددی۔ امام احمد رضا نے فرمایا۔

| تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں سب سے زیادہ پائیے گا۔ اسکی وجہ یہی ہیکہ وہ |

استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے (الملفوظ)

حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری نے فرمایا:

"شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں"۔ [1]

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی نے فرمایا:

"مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے"۔ [2]

ایسا شاگرد کہ جس کے اساتذہ و مشائخ مدح سرا، ایسا طالب علم جو طالب علمی کے سابقہ سارے معیارات پر اترا۔ اور پھر خود معیار قائم کئے۔ اسلام کے نظریۂ تعلیم کو عملی طور پر شیشے میں اتارا جیسا کہ اسلام سفر چین جیسے دشوار گذار مرحلے پیش آنے پر بھی تحصیل علم کا درس دیتا ہے (الحدیث) اور قریباً ایک صدی قبل جب آپ جونپور میں زیر تعلیم تھے تو گھوسی سے جونپور تک کی اکثر مسافت پیدل طے کرتے جو کسی سفر چین سے ہرگز کم نہ تھا۔ شوال میں جاتے اور شعبان میں واپس آتے۔ پڑھانے والا وقت کا امام علم و فن اور پڑھنے والا ذکی و زیرک، محنت کش اور صاحب ذوق و طلب، پھر کیا تھا، تعلیمی ماحول، صالح تربیت اور ذوق صادق نے کندن بنا دیا۔

تدریس

دیپ سے دیپ جلتے ہیں، اور روشنی سے روشنی پھیلتی ہے، مگر یہ علم و فضل کا کوئی ایسا مہرتاباں طلوع ہوا جسکی چمک ہر طرف نظر آنے لگی، ہر سمت روشنی بکھری، سب اس روشنی کی طرف بڑھے تاریک راتوں کے مسافر آئے منزل سے ہمکنار ہوئے۔ شب دیجور کی ظلمتوں کے ستائے ہوئے روشنی لے گئے خود بھی چمکے اور ایک دنیا کو روشن کر دیا۔

مولانا وصی احمد محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث سے فراغت کے بعد ۱۳۲۴ھ، ۱۳۲۷ھ تک اسی

---

[1] صدر الشریعہ کتابچہ ۲ منہ

میں درس دیا۔ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ اہلسنت پٹنہ میں شیخ الحدیث ہوئے، یہاں ایک سال رہے ۱۳۲۹ھ میں منظر اسلام بریلی شریف شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ یہاں دس سال قیام فرمایا ۱۳۵۲ھ میں دوبارہ منظر اسلام بریلی شریف شیخ الحدیث کی حیثیت سے آئے ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ بہزار اصرار بلائے گئے اور صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۳ھ مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں صدر المدرسین ہوئے۔ ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں شیخ الحدیث ہوئے۔ جہاں گئے، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین بن کر گئے، اسی لئے آپ صدر المدرسین علی الاطلاق کہلانے لگے اور عوام آپ کو صدر صاحب کے نام سے پکارنے لگے۔ جدھر رخ کیا علم کے دریا بہائے ویرانوں کو آباد کیا اور دشت و کہسار کو رشک چمن بنا دیا۔

تدریسی مہارت

حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی فرماتے ہیں۔

> "مولانا امجد علی صاحب پورے ملک کے ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں" [1]

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعہ منظر اسلام میں درس دے رہے تھے اور دروازے کی اوٹ سے حضرت حجۃ الاسلام سماعت کر رہے تھے، فرماتے ہیں۔

> "مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو معلوم ہو رہا تھا کہ ایک بحر ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے" [2]

حضرت مجاہد ملت شروع سے ہی حد درجہ ذکی اور ذہین تھے طالب علمی کے زمانے میں اچھے اچھے استاذ

---

[1] کتابچہ صدر الشریعہ [2] منہ

آپ کے اعتراضات سے پریشان ہو جاتے۔ آپ الہ آباد میں زیر تعلیم تھے، کئی استاذ آئے اور چلے گئے آپ کو تشفی نہ ہوئی جب آپ نے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کا شہرہ سنا چل پڑے۔ حضرت صدر الشریعہ کی درسگاہ اپنے عروج پر تھی اجمیر شریف پہنچے اور حضرت صدر الشریعہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ علم وفن کا ابر برسا اور ایسا ٹوٹ کر برسا کہ آپ کی تشنگی بجھی اور خوب سیراب ہوئے اور آپ مولانا عبد الرحمٰن سے مجاہد ملت بن گئے۔ پھر تو ہمیشہ کے لئے حضرت صدر الشریعہ کے ہو کے رہ گئے۔

حافظ ملت آئے۔ کئی سال بارگاہ میں رہے، ابھی فراغت میں چند سال باقی تھے، گھر میں فقر و افلاس کے آثار نمایاں تھے، مجبوراً عرض کیا: ”حضور! مجھے دورۂ حدیث دے دیا جائے“! فرمایا ”آسمان ٹوٹ جائے، زمین پھٹ جائے یہ ہو سکتا ہے، مگر تمہاری کوئی کتاب پڑھنے سے رہ جائے یہ نہیں ہو سکتا۔“ استاذ کے حکم پر نیاز مند شاگرد نے سر تسلیم خم کیا۔ بالآخر جب فارغ ہوئے تو دُرِّ یکتا بن کر نکلے۔ علم پھیلایا، علم وحکمت کی روشنی بکھیری اور علماء کی ان گنت قطاریں کھڑی کر دیں۔

فقہی مہارت

مجدد اعظم امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے! کتنا بلند ہے؟ اس کی حد کسے معلوم؟ ایسے سمندر کی گہرائی اور وسعت کا اندازہ کون لگائے جس کے قطروں سے سارے پیاسے سیراب ہو رہے ہوں۔ جسے بھی علم ملا انھیں کی بارگاہ سے ملا۔ بصیرت ملی، دین کا درک ملا، دنیائے اسلام کے عظیم ترین فقیہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جو معاصرین میں سب سے بلند ترین پائے کے فقیہ ہیں وہ خود حضرت صدر الشریعہ کے بارے میں فرمائیں۔ کہ وہ فقہ میں ان کا پایہ بہت بلند ہے“ فرماتے ہیں کہ: تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں سب سے زیادہ پائیے گا“

تو اس کا اندازہ لگانا کس قدر مشکل ہو گیا۔ ہاں! جب باقیات صالحات اور آثار وخدمات پر نظر پڑی تو اہل خرد نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اندازہ لگایا۔ سترہ جلدوں پر مشتمل بہار شریعت حنفی مسلک کی انسائیکلوپیڈیا ہے، فقہ میں لکھی گئی بیشمار کتب میں بہار شریعت اپنی خصوصیات

یں منفرد ہے۔ زندگی کے سارے شعبوں کو محیط۔ ساری بشری ضروریات کو حاوی۔ مسائل قرآنی آیات واحادیث سے مبرہن، چنیں چناں سے خالی، ہر پہلو روشن اور واضح جسے عوام بھی سمجھ سکیں اور علماء بھی اس کی طرف رجوع لائیں اور ان سب حقائق پر تنہا وہ احساس بھاری جو مصنف کی ہزار کاوشوں کے بعد جذبۂ تشکر منعم نے دل کے کسی نرم گوشے میں جگایا تھا، وہ ایک مختصر سا جملہ "اگر اورنگ زیب عالمگیر ہوتے تو اس خدمت پر مجھے سونے سے تول دیتے" دوسری طرف فتاویٰ امجدیہ کی چار ضخیم جلدیں جس میں استدلال بھی ہے اور ردوابطال بھی، ترجیح راجح بھی اور تضعیف ضعیف بھی۔ فتاویٰ کی تمام خصوصیات لئے ہوئے فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ رضویہ کے بعد دنیائے سنیت کا سب سے گراں بہا سرمایہ ہے۔

حدیث دانی

حدیث کا درس آپ نے حضرت محدث سورتی سے لیا جو اپنے دور میں پورے برصغیر کے امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں ؛ "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے" اب مجالِ گفتگو کہاں ؟! مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے مہتمم فرماتے ہیں !

"۶ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمداللہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہ نے لیا۔ مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغ کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی وکمالِ مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار شریف، مؤطا شریف، طحاوی شریف کا قرأۃً وسماعۃً درس حاصل کرکے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں ان کے حسن لیاقت وفہم وذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی"۔[1]

[1] صدر الشریعہ صـ۶

علم حدیث میں آپ کی قلمی یادگار حاشیہ شرح معانی الآثار خدمت حدیث کا ایک عظیم شاہکار ہے جو باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ ۳۲ سطریں لئے ہوئے ہے۔ یہ حاشیہ علم حدیث میں آپ کی گہری دسترس پر شاہد عدل ہے۔

اتباع سنّت

سنت نبوی کی پیروی آپ کی زندگی کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ روزمرہ کی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا خصوصی لحاظ رکھتے۔ آپ نے تاحیات قوم کو سنت اور اتباع سنت کا درس دیا اور ادر عملی طور پر اپنی زندگی میں اسے برت کر بھی دکھایا۔ چنانچہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں نے حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ ۱۰ سال گزارا، الحمد للہ میں نے پوری مدت میں حضرت کو متبع سنت پایا" [۱]

زہد و تقویٰ

جو تقویٰ والے ہیں وہ اللہ کے دوست ہیں، انھیں خوف اور غم نہیں ہوتا (القرآن)
کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے (الحدیث) تقویٰ فضیلت اور رفعت و برتری کا معیار ہے جس میں جس قدر تقویٰ ہے وہ اسی قدر بلند ہے۔
حضور صدر الشریعہ کی پوری زندگی تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کی ایک مکمل تصویر تھی۔
مشہور ہے کہ ایک بار گھوسی میں عید کے چاند کی رویت نہیں ہوئی، مبارکپور سے رویت کی خبر آئی آپ نے کسی کو شہادت کے لئے مبارکپور بھیجا۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد کچھ لوگ آئے کہ حضرت کیا کریں فرمایا فلاں کو مبارکپور بھیجا ہے بولے وہ تو راستے میں ملے بولے، کسی کام سے اعظم گڑھ جا رہے ہیں

[۱] صدر الشریعہ نمبر ص ۱۴

آپ نے وہیں سے مردود الشہادۃ قرار دیکر اگلے دن روزہ رکھنے کا اعلان کروادیا۔ زہد و عبادت کا یہ عالم کہ صبح سے رات گئے تک سلسلۂ تدریس اور کثرت مشاغل کے باوجود نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز اشراق صلوٰۃ اوابین پابندی سے ادا فرماتے اور تہجد بھی پڑھتے تھے۔ سفر حضر، صحت و مرض ہر حال میں ایک پارہ قرآن شریف کی تلاوت لازمی ہوتی۔ حضور حافظ ملت فرماتے ہیں کہ ایک بار شدت بخار کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی اور اتنی دیر تک رہی کہ نماز ظہر کا وقت جاتا رہا۔ جب ہوش آیا تو وقت دریافت کیا جب معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت جاتا رہا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا، حضور! شریعت کی رو سے غشی کی حالت میں نماز قضا نہیں ہوتی۔ فرمایا غم اس کا ہے کہ ایک بار حاضری سے محروم رہ گیا۔

عشق رسول

آپ کے سینے میں عشق رسول کا ایک سمندر موجزن تھا جو وفور حلم میں خاموش رہتا مگر کبھی جب شہنشاہ مدینہ کا ذکر ہوتا، نعت گنگنائی جاتی تو ضبط کا پیمانہ لبریز ہوتا جاتا اور آنکھوں سے اشکوں کا دھارا ابن کر ابل پڑتا۔ عشق رسالت کے وہ جذبات جو پوری زندگی دل کی دنیا میں کروٹیں لیتے رہے آخری عمر میں آشکارا ہو گئے۔ پہلے حج سے واپس ہوئے تو زلفہائے رسالت پناہی کے اسیر ہو چکے تھے۔ محبوب داور کے عشق میں ایسے گرفتار ہوئے کہ ساری دنیا بھلا بیٹھے، نعت خوانوں سے نعتیں پڑھوا پڑھوا کر سنتے۔ اور ذکر رسول پر کسی ہجراں نصیب عاشق کی طرح ایسا روتے بلکتے کہ آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو جاتیں۔ بالآخر جب بیقراری حد سے بڑھی، شب فراق کی طوالت نے دل کی دنیا میں ہیجان برپا کردیا تو پھر زیارت مدینہ کا شوق جاگا، اس شوق نے عزم دیا اور حوصلہ بخشا۔ ۱۳۶۷ھ میں بخار زدہ آلام زندگی کا ستایا ہوا مریض عشق دیدار محبوب کے شوق میں مدینے کیلئے چل پڑا۔ دوران سفر آپ بار بار نعت شریف پڑھنے کا حکم دیتے اور خود بھی گنگناتے ایک بار جب نعت شریف کا یہ شعر پڑھا گیا۔

مرضت شوقا و مت ھجرا ـــــــــ فکیف اشکوا الیک شکوی

تو بیقرار ہو اٹھے اور روک کر فرمایا کہ اس شعر کو بار بار پڑھو اور خود بھی پڑھتے جاتے اور آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری تھا۔

مفتی مجیب الاسلام صاحب ادروی مدظلہ نے راقم الحروف سے فرمایا کہ "میں گھوسی سے لیکر بریلی شریف تک ساتھ گیا، جب آستانۂ اعلیٰ حضرت سے رخصت ہوئے تو دروازے پر ہی غشی طاری ہوگئی بخار شدید تھا، ہم نے رکشا کیا اور اپنا سہارا دیکر بریلی اسٹیشن کی طرف چل پڑے راستے میں کئی بار غشی طاری ہوئی۔ میں نے کہا۔ حضرت ڈاکٹر کو دکھا کر دوا لے لیں فرمایا۔ مولوی مجیب! اب دوا کی کیا ضرورت؟؟؟ یہ پورا سفر سچے عاشق کی ایسی داستان ہے کہ جس کے سامنے ساری داستانیں ہیچ ہیں۔ بالآخر دربار رسالت سے اس عاشق کو ایسا شرف قبولیت ملا کہ ہمیشہ کیلئے بارگاہ میں بلا لیا گیا"۔

صبر و رضا

ا اجمیر شریف قیام کے دوران آپ کے چھوٹے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ گرمی کا زمانہ تھا گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ حضور حافظ ملت فرماتے ہیں کہ "ہمارا دارالاقامہ حضرت کی قیام گاہ سے تقریباً ایک میل کی دوری پر تھا، ہمیں تاخیر سے خبر ملی، جب پہنچے تو تدفین ہو چکی تھی۔ ہم نے عرض کیا، حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی؟ فرمایا، خیال ہوا کہ گرمی کا وقت ہے آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ لہذا دفن کر دیا" [1]

آپ کے بڑے بیٹے حکیم مولانا شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ماہ رمضان میں ہوا۔ آپ اس وقت نماز تراویح میں مصروف تھے، انتقال کی خبر دی گئی، تشریف لائے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ پڑھا اور فرمایا ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہے اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ [2]

صبر و شکیب کا یہ عالم کہ گھر کے گیارہ افراد آپ کی زندگی میں انتقال کر گئے مگر صبر و ضبط کو

---

[1] صدر الشریعہ ص۱۳ قلمی مکتوب ۱۹۴۳ء۔ [2] منہ ص۱۳

لغزش نہ آئی، کمال صبر کا اعتراف حضرت صدرالافاضل نے اپنے ایک تعزیتی خط میں یوں کیا ہے۔
"صبر و اجر دنیا آپ سے سیکھتی ہے۔ بحمداللہ اسکی تلقین کی حاجت نہیں" صدرالشریعہ ص۱۳ قلمی مکتوب ۱۹۴۳ء

کام کی مشین

زندگی کام اور حرکت کا دوسرا نام ہے۔ دراصل وہی زندہ ہے جس کی زندگانی متحرک ہو جو جمود و تعطل سے متنفر ہو۔ مشہور انگریزی ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا نے اپنی آخری زندگی میں کہا تھا۔
"مجھے مرنے کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں، میری زندگی میرے لئے ایک مشعل ہے جسے آئندہ نسل کو سپرد کرنے سے پہلے میں اسے زیادہ سے زیادہ روشن دیکھنا چاہتا ہوں"[1]
حقیقت یہ ہے کہ حضرت صدرالشریعہ کو زندگی کی ایک ٹمٹماتی ہوئی شمع ملی تھی جسے روشن ترین مینارۂ نور بنا کر آپنے دوسری نسل کو سپرد کیا آپ کی خدمات اور شام و سحر کی مصروفیات سے یہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اسقدر کام تن تنہا ایک شخص انجام دے سکتا ہے؟ صرف بریلی شریف قیام کے دوران آپکی مصروفیات جو تھیں اسی کا اندازہ لگائیں کہ اوقات درس میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے شام کو اعلیحضرت کے خطوط سناتے اور ان کے جوابات املا کرتے، رات میں مطالعہ کرتے، ظہر بعد کنزالایمان کا املا ہوتا رات میں تفاسیر سے اسکا انطباق بھی کرتے جس میں رات کے ۲ بج جایا کرتے تھے یہ کام خارجی وقت میں ہوتا پھر بھی سرعتِ کار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال سے کم مدت میں پورا ترجمہ تیار ہو گیا۔ افتاء کا کام بھی کرتے، مزید برآں جماعت رضائے مصطفےٰ کی صدارت کی ذمہ داری مثلاً صلاح و فلاح کے مختلف کام۔ مطبع اہلسنّت کا پورا کام مثلاً رسائل رضویہ کی کتابت، پروف ریڈنگ، طباعت اور ہر ایک میں اس درجہ احتیاط کہ نقص کا شائبہ بھی نہ ہو پھر مطبوعات پورے ملک میں پھیلانا اور اس کے علاوہ بہت ساری ذمہ داریاں تھیں۔ رمضان شریف کی چھٹی کے دوران مستقل بہار شریعت کی تصنیف کا کام کرتے۔ دادوں کے زمانۂ تدریس میں

[1] ڈیل کارنیگی ۳۹ بڑے آدمی ص۱۸۔

طحاوی شریف کے تحشیہ کا کام اس قدر سرعت کے ساتھ ہوتا کہ صرف سات ماہ کی قلیل مدت میں حصہ اول کے حاشیہ کی ضخیم جلد تیار ہوگئی۔ اجمیر شریف قیام کے دوران بعد نماز فجر سے رات گئے تک تدریس کا کام انجام دیتے مزید طلبہ کی تربیت اور غیر مسلموں میں تبلیغ دین کا کام زوروں پر تھا۔ ان ساری مصروفیات کو دیکھکر لوگ کہا کرتے تھے کہ ـــــ "مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں"۔ [1]

علم کی لائبریری

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ ایک خط میں آپ سے مخاطب ہیں۔

> "اس ہیچمداں نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے میں سعی کر کے تھک گیا مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علماء کرام میں ایسی کون ذات ہے جس کی تحریر سے میرے قلب کو تسکین ہو، بجز آپ کی ذات گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی ...... میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرور کوئی جزئیہ مل جائے گا اگر خدا نخواستہ کوئی جزئیہ نہ ملے تو آپ کا علم اس پایہ کا ہے کہ کسی کلیہ تحت داخل کر کے حکم تحریر فرمادیں"۔ [2]

حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے"۔ [3]

حضرت علامہ موصوف علیہ الرحمہ ایک خط میں یوں مخاطب ہیں۔

> "بار بار عریضہ حاضر کرنا ممکن ہے کہ بار خاطر ہو لیکن اگر حضور کی خدمت میں اپنی حاجات پیش نہ کی جائیں تو پھر کس کے دروازے جائیں"۔ [3]

دوسرے سفر حج کے موقعہ پر حضور مفتی اعظم ہند سے چند مسائل کا استفتاء ہوا، آپ نے فرمایا جواب مستحضر نہیں کتاب دیکھنے کی فرصت نہیں انھیں حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو، چنانچہ وہ استفتاء پیش کیا

[1] صدر الشریعہ ص۷ [2] سوانح ص۳۷ [3] منہ ص۳۸

گیا آپنے شدت بخار کے عالم میں لیٹے لیٹے سارے سوالات حل فرما دیئے [1]

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں علماء کی فرمائش پر آپکی تقریر کیلئے حضرت صدر الافاضل نے یوں تعارف کرایا۔

"آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کا عنوان امتناع النظیر ہے۔ مسئلہ اگرچہ بہت دقیق ہے مگر بیان کرنے والا وہ عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط و مرکب وجود رابطی جیسے اہم و دقیق، منطقی و فلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے۔ فلسفہ اور علم کلام کے الٰہیات کے مسائل کو بدیہی کر کے سمجھا دیتا ہے۔"

حضرت محدثِ اعظم ہند نے اسی موقعہ پر فرمایا۔

"آج استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور اپنے وقت کے امیر المؤمنین فی الحدیث سورتی کے مجمع البحرین کے بحر ناپیدا کنار کے انمول موتیوں سے دامن بھرا جائیگا۔" [2]

یہ ساری باتیں اس حقیقت کی شاہد عدل ہیں کہ آپ کا مرتبہ علم و فن اتنا بلند تھا کہ ہر خورد و کلاں آپ کا معترف تھا۔ اس طرح کے نہ جانے کتنے جواہر پارے ہیں۔ جو حضرت صدر الشریعہ کی علمی مہارت و عبقریت اور فنی عبور کے قصیدہ خواں ہیں، مجدد اعظم امام احمد رضا کی بارگاہ فیض نے آپکو اپنا ثانی بنایا۔ حضرت محدث سورتی نے آپکو اپنا مظہر بنایا۔ علامہ ہدایت اللہ رامپوری نے آپکو اپنا آئینہ بنایا اور ان ساری عبقری شخصیتوں کے علم و عمل کا جب سنگم بنا تو اس نے صدر الشریعہ کا روپ دھار لیا یہی وجہ ہے کہ سید احمد اشرف بن اشرفی میاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ۔

"یہ علم کی لائبریری ہیں۔ (صدر الشریعہ)"

انمول ہیرا

حضرت شاہ مولانا وصی احمد محدث سورتی، امام احمد رضا کے ہمعصر اور اپنے وقت کے بڑے

---

[1] سوانح ص ۳۹۔ [2] منہ ص ۲۱ منہ ص ۹۰ - ۸۹

جیدعالم اور عبقری شخصیت کے مالک تھے آپ کی تصنیفات خصوصاً منیۃ المصلی پر آپ کا حاشیہ حد درجہ مشہور و مقبول ہوا۔ غیر مقلدوں کو مساجد سے نکالنے کے متعلق آپ کی تصنیف کے ۲۱ ہزار سے زائد اڈیشن ایک صدی سے کم مدت میں نکل چکے تھے (ماہنامہ اشرفیہ)

امام احمد رضا سے آپ کے بڑے اچھے مراسم تھے، حضور اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے آپ کو برصغیر کا امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیا تھا۔ اور آپ کے مشہور مدرسۃ الحدیث کی بنیاد اعلیٰحضرت نے ہی رکھی تھی۔ اسی مدرسۃ الحدیث میں حضرت صدر الشریعہ نے حضرت محدث سورتی کے عظیم سرمایۂ حیات تھے جسے کہیں کے بجائے اپنے ہی مدرسہ کی زینت بنائی۔ مگر جب حضور اعلیٰحضرت کی مختلف دینی و ملی تحریکات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہونے لگا تو آپ کو ایک اچھے مدرس اور مفتی کی ضرورت پیش آئی آپ نے حضرت محدث سورتی کی بارگاہ میں یہ ضرورت پیش کی۔ محدث سورتی نے آپ کی ضرورت کو سمجھا اور حضرت صدر الشریعہ کو آپ کے سپرد کردیا۔ اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں اپنی زندگی کا انمول ہیرا آپ کی نذر کررہا ہوں"

آخری یادگار

علامہ فضل حق خیر آبادی کے تلمیذ رشید علامہ ہدایت اللہ رامپوری ثم جونپوری نے جب جونپور آکر مسند تدریس سنبھالی تو جونپور کو شہرستان علم و فضل بنادیا۔ پورے برصغیر سے تشنگان علوم کشاں کشاں چلے آتے اور علم و حکمت کے گوہر سے اپنے دامن بھرتے، علم کے بحر ذخار سے اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ لیتے اور خوشی خوشی رخصت ہوتے مگر جب ۱۹۰۸ء میں جونپور آپ سے محروم ہوگیا تو شہرستان علم اجڑ گیا وہ دربار جہاں علم و ہنر کے دیوانے بستے تھے یکایک کھنڈر میں تبدیل ہوگیا۔

ادھر پیلی بھیت کی سرزمین پر مدرسۃ الحدیث نے بھی پورے ہندوستان کو اپنی طرف متوجہ

کرلیا تھا۔ امیرالمومنین فی الحدیث محدث سورتی کی درسگاہ کا ہر طرف شہرہ تھا۔ علم حدیث کے شائقین دور دراز علاقوں سے آتے اور علم حدیث میں باکمال اور ماہر بن کر جاتے، مگر وقت نے اس عظمت کو بھی باقی نہ رہنے دیا۔ محدث سورتی ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء میں وصال فرما گئے پیلی بھیت کی گلیاں سنسان پڑ گئیں مدرسۃ الحدیث کی ہماہمی نے سکوت اختیار کرلیا عمر کے آخری لمحات میں وہ ایک احساس تھا جو کشور علم و فن کے ان دونوں تاجداروں کو تسکین بخشتا تھا۔ وہ یہ کہ ایک امجد علی پیدا کردیا ہے۔ بلاشبہ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ان کے آئینہ دار تھے ان کی امانت تھے، ایک آخری تحفہ تھے جو ان بزرگ ہستیوں نے اسلامیان ہند کو زندگی کا آخری سرمایہ بنا کر پیش کیا تھا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق صدر شعبۂ دینیات حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں

> "اس وقت سنی حنفی کوئی ایسا مدرس نہیں ہے جو معقول و منقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو۔ میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ علیہ الرحمہ (علامہ ہدایت اللہ رامپوری) کے صرف آپ ہی یادگار ہیں" (مکتوب قلمی ۱۹۳۲ء)

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

علم و فن کی وہ ایک امانت تھی جسے اساطین ہند نے حضرت صدرالشریعہ کو سونپی تھی، جسے آپ نے اپنے وسیع ظرف میں سمیٹا اور پوری امانت داری کے ساتھ اپنے دوسری نسل کو سپرد کردیا۔ مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) سے لیکر منظر اسلام (بریلی شریف) تک اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ (دادوں علی گڑھ) سے لیکر مدرسہ معینیہ عثمانیہ (اجمیر شریف) تک جہاں بھی آپ نے مسند تدریس سنبھالی علم کے دریا بہا دئیے۔ آپکی تدریس کا شہرہ جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گیا۔ جسے جہاں خبر ہوئی وہ علمی جواہر کے حصول کیلئے چل پڑا۔ افغانی آئے، ایرانی آئے، افریقی آئے، ہندوستان کے کونے کونے سے لوگ پہنچے۔ اوقات درس میں تدریس کا سلسلہ چلتا، فجر کے بعد بھی تدریس ہوتی۔ مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد درس جاری رہتا۔ قیلولہ میں طلبہ کے ساتھ سوال و جواب کا سلسلہ، عصر کے بعد تفریح میں ساتھ ساتھ طلبہ کا قافلہ اور علمی سوال و جواب کا تبادلہ۔ سارا وقت انھیں کاموں میں گزرتا، جب کبھی وقت بچتا تو تصنیف کا

کام شروع ہوجاتا۔ ابتدائے شباب سے لیکر آخری عمر تک پوری زندگی اسی میں کٹی، چنانچہ پورے ہندوستان کو علم و حکمت سے بھر دیا، آپکے دربار سے ایک سے ایک فقیہ اور محدث پیدا ہوئے، ایک سے ایک منطقی اور فلسفی پیدا ہوئے، ایک سے ایک واعظ و خطیب نکلے، علم و فن کی ماہر اور کمال شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ وہ ایک سمندر ہے جس سے نکلنے والے دریاؤں نے پوری دنیا کو سیراب کر دیا اور آج بھی سیراب کر رہے ہیں۔ وہ ایک پھول ہے جس سے پھوٹنے والی خوشبو نے پوری دنیا کو عطر بیز بنا دیا ہے۔

معطر ہے تیرے کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

مجدّد اعظم کی نوازشیں

۱۳۳۹ھ کے شعبان کا مہینہ ہے۔ امام کے دربار میں چہل پہل ہے در و دیوار روشن، ماحول خوشگوار، ہر طرف رونق ہی رونق ہے۔ امام احمد رضا بیحد مسرور ہیں، کسی خوشی میں آج آپ کی قیامگاہ کو سجایا گیا ہے۔ نشست گاہ میں تین تخت خصوصی طور پر بچھائے گئے ہیں، ساری چیزیں نہایت ہی سلیقے کے ساتھ رکھی گئی ہیں۔ گویا کسی کی آمد کی خوشی ہو، ایک کرسی پر امام اہلسنت جلوہ افروز ہوئے۔ حاضرین دربار میں اکٹھا ہو گئے۔ بڑے بڑے علمائ بڑے بڑے دانشور روشن خیال مفکرین و عمائدین موجود تھے۔ سب کو امام اہلسنت نے مخاطب کیا۔ اور جو کچھ تقریر کی اس کا خلاصہ یہ تھا۔

"آج ہم ایک غلام ملک میں زندگی گزار رہے ہیں، ہندوستانی قوم کے سینوں میں اب آزادی کے سپنے بیدار ہونے لگے، ہماری قوم اب جاگ چکی ہے۔ اہل ہند نے اپنی جدوجہد جاری رکھی تو آزادی کا سورج یقیناً طلوع ہوگا۔ مگر یہ آزادی کیسی ہوگی؟ ہندوستان میں مسلمان بھی رہتے ہیں ہندو بھی رہتے ہیں، سکھ اور عیسائی بھی رہتے ہیں۔ لامحالہ آزادی کیسی ہوگی۔ اور ملک کے بنیادی قوانین کوئی ایسا لائحہ عمل پیش کرنے

سے قاصر ہونگے۔ جو مسلمانوں کے معاملات کیلئے قاضئ شرع کا تقرر کر سکے۔ لہذا میں آج ہی اس کا آغاز کرنے جارہا ہوں تاکہ آزادی کے بعد مسلمانان ہند کو کسی دشواری کا سامنا نہ کرنے پڑے"

پھر آپ نے مولانا امجد علی اعظمی کو اس مخصوص نشست پر بیٹھادیا جو نمایاں اور مزین تھی اور مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری اور مفتئ اعظم ہند علیہما الرحمہ کو آپ کی داہنی اور بائیں نشست پر بیٹھادیا، اور ارشاد فرمایا۔

"آج میں مولانا امجد علی اعظمی کو پورے ہندوستان کیلئے قاضئ شرع مقرر کرتا ہوں اور ان دونوں حضرات کو دارالقضاء کیلئے مفتی اور معاون قاضی نامزد کرتا ہوں پھر دعاؤں سے نوازا۔ اس پر حاضرین کی خوشی کی انتہا نہ رہی، سبھی نے اس اقدام کا پرجوش خیرمقدم کیا۔ اور اسی روز سے حضرت صدرالشریعہ غیر منقسم ہندوستان (بشمول پاکستان و بنگلہ دیش) کے قاضی ہوگئے۔

شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ حشمت علی خاں۔ اعلیٰحضرت سے بیعت ہونا چاہتے تھے چنانچہ ایک جلسے میں اسی نیت سے گئے جہاں بریلی سے بہت سے علماء آئے ہوئے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام سے شیر بیشۂ اہلسنت نے کہا کہ اگر آپ میں سے کوئی اعلیٰحضرت کا وکیل بالبیعت ہو تو میں اس کے ہاتھ پر اعلیٰحضرت کی بیعت کرنا چاہتا ہوں، حجۃ الاسلام نے فرمایا۔ "ہم میں یہ شرف صرف مولانا امجد علی صاحب کو حاصل ہے" چنانچہ آپ نے وہیں حضرت صدرالشریعہ کے ہاتھ پر اعلیٰحضرت کی بیعت کرلی[1]

آپ کی غیر معمولی لیاقت اور فقہی مہارت کی بناپر اعلیٰحضرت نے صدرالشریعہ کا لقب عنایت فرمایا۔ اور آخری وقت میں اپنے وصایا شریف میں تحریر فرمادیا۔

"نماز جنازہ کی چودہ دعائیں اگر حامد رضا خاں خوب از بر کرلیں تو وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ ورنہ مولوی امجد علی نماز جنازہ پڑھائیں"

وصیت کے مذکورہ الفاظ پر غور کیجئے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کیلئے نماز جنازہ پڑھانے کی

[1] سوانح ص ۱۲۱

شرط یہ رکھی کہ فتاویٰ میں مذکور مخصوص دعائیں انھیں خوب ازبر ہوں لیکن صدر الشریعہ کیلئے کسی قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی۔

اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں ایک سے ایک باکمال عالم تھے فنکار خطیب تھے۔ کشور علم وفن کے تاجدار تھے، ایک سے ایک ذی حیثیت شخصیتیں تھیں۔ مگر آپ کی نگاہ کرم جب بھی اٹھتی تو حضرت صدر الشریعہ پر مرکوز ہو کر رہ جاتی۔

پیش رفت

حضرت صدر الشریعہ کی خدمات پر نصف صدی گزر چکی ہے۔ اس دوران اہلسنت میں جو جمود اور تعطل رہا وہ حیرت انگیز ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مفتی عبد المنان صاحب کلیمی، مفتی محمود اختر صاحب اور مولانا علاء المصطفیٰ صاحب قادری مبارکباد کے اولین مستحق ہیں جنھوں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل دائرۃ المعارف الامجدیہ قائم کیا اور اس کی طرف سے ۱۹۷۸ء میں ایک عظیم الشان صدر الشریعہ سیمینار کیا جس میں ملک و بیرون ملک کے اہل قلم خصوصاً تلامذہ صدر الشریعہ سے وقیع مقالات لکھوائے گئے جو حضرت صدر الشریعہ کی حیات وخدمات کے بنیادی ماخذ ہیں۔

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ اس نے ۱۹۹۵ء میں صدر الشریعہ نمبر شائع کر کے نصف صدی کا جمود توڑا۔ اور حضرت صدر الشریعہ کی حیات وخدمات پر تحقیقات کی ایک نئی سمت کا آغاز کیا، دائرۃ المعارف الامجدیہ کے فراہم کردہ تقریباً تمام مقالات ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر میں شائع ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ بھی مدیر ماہنامہ اشرفیہ نے متعدد معیاری مضامین تحریر کروائے۔ اس پیش قدمی پر ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر و ارکان قابل صد مبارکباد ہیں۔

گزشتہ چند سالوں سے "دائرۃ المعارف الامجدیہ" کا احیاء نو عمل میں آچکا ہے۔ جس کے نتیجہ میں فتاویٰ امجدیہ کی دو جلدیں جو اب تک غیر مطبوعہ تھیں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ نیز سوانح صدر الشریعہ شائع کر کے بھی دائرۃ المعارف نے غیر معمولی پیش قدمی کی ہے۔ یونہی جامعہ امجدیہ رضویہ کے شعبۂ نشر واشاعت

اس
نے بھی سلسلے میں خاصی دلچسپی اور توجہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نصف صدی بعد ہی سہی حضرت صدر الشریعہ پر تحقیقات کا مکمل آغاز ہو چکا ہے۔ اگرچہ گذشتہ نصف صدی میں ہم بہت کھو چکے ہیں۔ لیکن مذکورہ پیش رفت سے جو بیداری آئی ہے اس نے بہت کچھ پا لینے کی امید دلائی ہے اور یہی امید ایک ایسی شمع ہے۔ جس کے سہارے حضرت صدر الشریعہ پر تحقیقات کی نامعلوم سنگلاخ وادیوں میں بھی دور تک پہنچا جا سکتا ہے۔

جشنِ زرّیں

۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ کو حضرت صدر الشریعہ پوری دنیائے سنیت کو روتا بلکتا چھوڑ کر دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ قوم و ملت کے اس عظیم سانحہ کو مکمل نصف صدی گزر چکی ہے سال گذشتہ آپ کی وفات حسرت آیات کے پچاس سال مکمل ہونے پر جشن زرّیں منایا گیا۔ پورے ہندوستان کے اہل سنت نے اس تقریب میں دل کھول کر حصّہ لیا۔ کم و بیش بیس قسم کے مختلف عبارتوں سے مزین و متنوع اسٹیکر شائع کئے گئے۔ چار پانچ قسم کے خوبصورت بیج بنائے گئے جو شرکاء عرس۔ زائرین اور ارباب حل وعقد کے سینوں پر آویزاں تھے۔ حضور صدر الشریعہ کی حیات و خدمات اور جشن زرّیں کے تعلق سے متعدد کتابچے اور پمفلٹ بانٹے گئے۔ خصوصًا فتاویٰ امجدیہ کی چوتھی جلد اور سوانح صدر الشریعہ کا اجراء عمل میں آیا۔ دور روز تک گھوسی کے گلی کوچوں میں دور دراز سے آئے ہوئے زائرین کی چہل پہل رہی اور قرب جوار کے علاقوں میں بھی دھوم دھام رہی۔ ہر طرف خوشی کا ماحول تھا۔ ہر نگاہ بارگاہ صدر الشریعہ میں خراج عقیدت پیش کر رہی تھی۔ دیوانوں کا ایک سیلاب تھا جو حضرت صدر الشریعہ کی خدمات کو عقیدتوں کا سلام پیش کرنے امڈ پڑا تھا۔

صدر الشریعہ سیمینار

اس موقعہ پر جو سب سے نمایاں پروگرام ہوا وہ صدر الشریعہ سیمینار ہوا۔ جس میں علماء ملّت دانشوران قوم

اور اصحاب فکر و قلم کو مختلف منتخب موضوعات پر مقالہ تحریر کرنے کی دعوت دی گئی۔ اکثر لوگوں نے بڑے خلوص اور عرق ریزی کے ساتھ مقالہ لکھکر سیمینار میں پیش کیا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے اور بیرون ہند، پاکستان، ہالینڈ، امریکہ وغیرہ سے متعدد مقالے آئے۔ جو حضرات مقالے نہ لکھ سکے تھے، انھوں نے بذات خود سیمینار میں شرکت کی۔ دنیائے سنیت کی حق مقتدر ہستیوں نے سیمینار کو زینت بخشی، ان میں تاج شریعت حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری، فقیہ عصر شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صاحب خواجۂ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب، حضرت مولانا شبیہ القادری صاحب، حضرت علامہ عبد المبین صاحب نعمانی وغیرہ قابل ذکر ہیں[1]۔ سیمینار یکم ذی قعدہ کو تین نشستوں میں منعقد کیا گیا۔ پہلی نشست ۹؍ بجے صبح سے ایک بجے تک حضرت علامہ ارشد القادری کی صدارت میں ہوئی، دوسری نشست دو بجے سے پانچ بجے شام تک محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری کی صدارت میں ہوئی اور تیسری نشست بعد نماز مغرب سے ۱۰؍ بجے رات تک حضرات شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی کی صدارت میں رکھی گئی، پہلی دو نشستوں میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ تیسری نشست کی نظامت شیخ التفسیر والادب حضرت مولانا محمد احمد مصباحی نے فرمائی۔ اس دوران متعدد مقالہ نگاروں نے اپنے مقالے پڑھ کر سنائے اور اس پر مباحثے بھی ہوئے۔ آخر میں سربرآوردہ علماء نے اپنے تأثرات پیش کئے۔ اور سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

احوال واقعی

صدر الشریعہ سیمینار میں جس قدر مقالے پیش کئے گئے۔ ان میں سے اکثر مقالے اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ تمام مقالات پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ ضرورت کے مطابق حذف و اضافہ میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ حسب ضرورت حاشیہ کی شکل میں تشریحات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ کچھ

[1] صدر الشریعہ سیمینار کے شرکاء کی پوری فہرست ص ۳۴ پر ملاحظہ کریں ۱۲

ایسے مضامین بھی شامل اشاعت ہیں جو سیمینار کیلئے تحریر کئے گئے۔ مگر تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے سیمینار میں پیش نہ کئے جاسکے۔ مولانا قمر الحسن بستوی (امریکہ) کا مضمون سیمینار ختم ہونے کے دوسرے دن پہنچا۔ مولانا عبد المبین نعمانی صاحب کا مضمون بھی بعد میں موصول ہوا۔ علاوہ ازیں راقم الحروف نے مزید مقالات کے لئے ملک و بیرونِ ملک اہل قلم سے رابطہ قائم کیا۔ جس کے نتیجہ میں متعدد معیاری مضامین موصول ہوئے۔ دو چند بار رابطہ کرنے پر علّامہ سید ظہیر الدین صاحب زیدی اور علّامہ سید محمد حسینی صاحب اشرفی مصباحی نے بھی اپنی تحریروں سے نوازا۔ اور بھی مختلف مضامین جو تادم تحریر وصول ہوتے رہے۔ انھیں شامل لیا گیا ہے۔ چند ایسے مقالات بھی شامل اشاعت کرلئے گئے ہیں جو ۱۹۷۸ء میں منعقد پہلے صدر الشریعہ سیمینار (منعقدہ شعبۂ نسواں دار العلوم شمس العلوم گھوسی زیر نگرانی دائرۃ المعارف الامجدیہ) میں پیش کئے گئے تھے جو اس سے قبل ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر اور ملک کے مختلف موقر جرائد میں شائع ہوچکے ہیں۔ مجموعہ کو جامع اور مفید تر بنانے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اصحاب فکر و دانش کے مشوروں سے حضرت صدر الشریعہ کے اساتذۂ و مشائخ، تلامذہ اور خلفاء و مریدین کے مختصر تذکرے کا بھی اضافہ کردیا گیا ہے۔ آخر میں طیبۃ العلماء اور بانی طیبۃ العلماء کا تعارف بھی شامل کیا گیا ہے، مقالات کی ترتیب میں مقالہ نگار کی شخصیت کے بجائے اس بات پر توجہ دی گئی ہے کہ مضمون حضرت صدر الشریعہ کی زندگی کے کس شعبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے مقالات کی ترتیب رکھی گئی ہے۔ شیر بیشۂ اہلسنت اور حضرت سلیمان اشرف بھاگلپوری علیہما الرحمہ کی مختصر سوانح پر مشتمل تحریر تاخیر سے وصول ہوئی جس کی وجہ سے شامل اشاعت نہ کی جاسکی اور ان حضرات کے سلسلے میں جتنی معلومات از خود فراہم ہوسکیں انھیں شامل کرلیا گیا۔

مساعی اور تشکر

جشن زرّیں کے انعقاد میں از اوّل تا آخر بیشمار لوگوں کی کوششیں شامل رہیں عرس کمیٹی کے ارکان شب و روز لگے رہے۔ بیشمار انتھک کوششوں کے ذریعہ ہی جشنِ زرّیں کی تقریبات بحسن و خوبی انجام

پذیر ہوئیں۔ خصوصاً حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری مدیر جامعہ امجدیہ رضویہ کی مساعی اور حسن انتظام ہی ساری تقریبات اصل خمیر ہیں۔ صدر الشریعہ سیمینار کے سلسلے میں حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب مصباحی کی جدوجہد ناقابل فراموش ہے۔ عناوین کی ترتیب، ملک و بیرون ملک اہل قلم سے رابطہ معیاری مقالات تحریر کروانے پر پوری توجہ خصوصاً سیمینار کے موقعہ پر ۱۵۰ رصفحات پر مشتمل حضرت صدر الشریعہ کی پہلی مختصر سوانح حیات کی تالیف آپ کے زرّیں کارناموں میں شمار کئے جا سکتے ہیں مختلف تقریبات میں حضرت مولانا جمال مصطفیٰ صاحب اور حضرت حافظ محمد سمیع اللہ صاحب امجدی اور جامعہ امجدیہ رضویہ کے تمام اساتذہ کی کوششیں بھی تقریبات کے انعقاد میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جدید تقاضوں سے آشنا، ماہر علوم وفنون حضرت مفتی نظام الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی غیر معمولی کاوشوں کے بھی ہم تہہ دل سے شکرگزار ہیں جنھوں نے سیمینار پر بھی خصوصی توجہ دی اور سیمینار میں پیش کئے گئے مقالات کی اشاعت کے لئے جب نظر ثانی کی درخواست کی گئی تو بڑی خندہ پیشانی اور خوش دلی کے ساتھ قبول فرمایا۔ اس مجموعہ کے اکثر مقالات آپ ہی کی نظر ثانی اور تصحیح کے بعد شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس مجموعہ کی ترتیب کے سلسلے میں ابی الکریم شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا فداء المصطفیٰ صاحب قادری اور حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم صاحب اعظمی کے مفید اور قیمتی مشوروں کے ہم مشکور ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سارے لوگ ہیں جنکی بے لوث جدوجہد صفحۂ ذہن پر نقش ہے۔ جن کی تصویریں نگاہوں میں بسی ہیں مگر ذکر میں خوف طوالت دامن گیر ہے، ہم ان سبھی حضرات کی بارگاہ میں احسانمندی اور تشکر کے گرانقدر جذبات نچھاور کرتے ہیں۔

اعتراف تقصیر

مقالات پر نظر ثانی اور کتابت سے لیکر پریس کے حوالہ کرنے تک ہر مرحلہ پر حتی الامکان احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اغلاط کے امکانات کو حتی المقدور ختم کیا گیا ہے۔ پروف ریڈنگ پر

بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ان سب احتیاط کے باوجود " الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" کے تئیں ہر مرحلے میں کسی بھی نوعیت کی غلطی کا امکان باقی ہے۔ نظر ثانی، کتابت، پروف ریڈنگ یا نفس مضمون میں کسی طرح کی غلطی ہو تو قارئین کی اصلاح پسند طبیعت سے قوی امید ہے کہ ہمیں آگاہ کریں گے۔ تاکہ آئندہ اڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔ زیر نظر مجموعہ کے مندرجات کے تعلق سے کوئی چیز قابل گرفت ہو تو ادارہ سے رابطہ کریں یا راقم الحروف کو آگاہ فرمائیں، اور اگر اس مجموعہ کے مطالعہ سے کوئی نئی تجویز ابھرے تو اس سے آگاہی کے بھی ہم مشتاق ہیں۔ فی الحال فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کے جتنے گوشے میسر ہوئے وہ عقیدتمندانِ صدر الشریعہ کی نذر ہیں۔

فیضان المصطفےٰ قادری مصباحی

خادم

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

رہائش:۔ قادری منزل گھوسی

شرکائے سیمینار

نمبر	نام	ادارہ	نمبر	نام	ادارہ
۱	علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب	دارالعلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد	۲۴	مولانا اسید الحق صاحب	دارالعلوم قادریہ چریہ محمد پور فیض آباد
۲	" محمد احمد مصباحی "	جامعہ اشرفیہ مبارکپور	۲۵	" فضل رسول "	کریم الدین پور گھوسی
۳	مفتی محمد نظام الدین "	" "	۲۶	" مفتی محمود اختر "	دارالعلوم محمدیہ بمبئی
۴	مولانا عبد المبین نعمانی "	دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو	۲۷	" ممتاز عالم "	شمس العلوم گھوسی
۵	علامہ اختر رضا ازہری "	بریلی شریف	۲۸	" عاصم "	" "
۶	مولانا شبیہ القادری "	غوث الوریٰ کالج سیوان (بہار)	۲۹	" فداء المصطفیٰ "	" "
۷	" نصر اللہ "	فیض العلوم محمد آباد	۳۰	" رضوان احمد "	" "
۸	" عارف اللہ "	" "	۳۱	" قمر الدین "	" "
۹	" فخر الدین نظامی "	" "	۳۲	" کمال "	بگہی "
۱۰	" امجد علی "	" "	۳۳	" غفران "	پورب محلہ "
۱۱	" مسیح اللہ "	" "	۳۴	" رئیس احمد "	دارالعلوم امجدیہ بمبئی
۱۲	" معراج القادری "	جامعہ اشرفیہ مبارکپور	۳۵	" عبد الرحمٰن "	جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی
۱۳	" عبد الحق "	" "	۳۶	" محمد صدیق "	" "
۱۴	" کمال اختر "	" "	۳۷	" آل مصطفیٰ "	" "
۱۵	" ارشاد احمد "	" "	۳۸	" شمشاد احمد "	" "
۱۶	" صدر الوریٰ "	" "	۳۹	" ابو الحسن "	" "
۱۷	" مبارک حسین "	" "	۴۰	" علاء المصطفیٰ "	" "
۱۸	" زاہد سلامی "	" "	۴۱	" بہاء المصطفیٰ "	منظر الاسلام بریلی شریف
۱۹	" مقبول احمد "	" "	۴۲	" جمال مصطفیٰ "	جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۲۰	" مولانا عرش محمد "	ضیاء العلوم ادری	۴۳	" فیضان المصطفیٰ "	جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی
۲۱	" شفیق عالم "	" "	۴۴	" حافظ محمد سمیع اللہ امجدی "	" "
۲۲	" جعفر "	" "	۴۵	" شمس الدین "	دارالعلوم اہلسنت رکسہا شریف غازی پور
۲۳	" خورشید "	" "			

خطبۂ استقبالیہ

مولانا آل مصطفےٰ مصباحی

بموقعہ صدر الشریعہ سیمینار منعقدہ ۱۱/۱۲/مارچ ۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً :۔ گرامی مرتبت حضرات علمائے کرام، فقہائے عظام، اصحاب افتاء، ارباب دانش وجملہ حاضرین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کے اس علمی و دینی سیمینار میں سب سے پہلے میں اپنے جملہ رفقائے کار کی جانب سے آپ حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ حضرات اپنی علمی مصروفیتوں اور گوناگوں ذمہ داریوں کے باوجود سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے یہاں تشریف لائے۔ آپ کی آمد سے جامعہ کی سرزمین فخر و مسرت سے جھوم اٹھی ہے۔ اور ہمارے دل شکر و سپاس اور فرحت و انبساط کے جذبات سے لبریز ہیں۔ کہ آپ جیسے ارباب علم و فضل اور اصحاب فکر و قلم کی خدمت کا یہ زریں موقع ہمیں نصیب ہوا

حضرات آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ قصبہ گھوسی مشرقی یوپی کا ایک مردم خیز خطہ ہے۔ جسے مدینۃ العلماء کہا جاتا ہے یہاں ہر دور میں اہم علمی، دینی اور ادبی شخصیتوں نے جنم لیا ہے۔ ؎

لیکن گھوسی کی عالمی شہرت کی زریں تاریخ کا آغاز اُس وقت سے ہوتا ہے جب یہاں کے افق پر ایک ایسا ستارہ نمودار ہوا۔ جس کی روشنی نہ صرف ایشیا، بلکہ یورپ تک پہونچی، جس نے اپنی تدریس، تحریر، تقریر افتاء، قضاء اور مناظرہ کے ذریعے اسلامیات خصوصاً فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت کا ایسا گراں قدر کارنامہ انجام دیا، جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ نام تو اُن کا صرف امجد علی رکھا گیا تھا مگر علمی جلالت کی بنا پر اہل علم نے "صدر الشریعہ" اور "فقیہ اعظم ہند" کے گرانقدر القاب سے نوازا۔ بہار شریعت

حاشیہ طحاوی شریف عربی، فتاوی امجدیہ، رسالہ قامع الوہیات وغیرہ کتب ورسائل آپ کی قلمی یادگار اور عظیم ترین علمی شاہکار ہیں۔ مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے آپ کی فقاہت اور علمیت پر اپنے اعتماد کامل کا اظہار فرمایا ہے۔ جو بجائے خود ایک مہتم بالشان سند ہے۔

لیکن یہ ایک انتہائی افسوسناک بات ہے کہ پچاس سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود اس نابغۂ روزگار شخصیت کی حیات وخدمات پر اب تک کماحقہٗ کام نہ ہوسکا۔ تقریباً پندرہ سال پیشتر "دائرۃ المعارف الامجدیہ" کے حساس اور متحرک وفعال ارکان نے حضرت صدر الشریعہ پر ایک کامیاب سیمینار منعقد کیا تھا۔ جس میں فقیہ گرامی کے بعض شاگردوں کے بھی مقالے اکھٹے کئے گئے تھے، جن میں سے بیشتر مقالوں کی اشاعت ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر میں ہوچکی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کے سوانح کی جمع وتالیف کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اس طویل عرصہ میں بنیادی مآخذ کے بیشتر اوراق منتشر ہوگئے جنھیں اب حاصل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جہاں تک سوانح نگاری کا معاملہ ہے، اس تعلق سے عینی شاہدین کی روائتیں اصل مآخذ اور بنیادی عناصر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ان حضرات کی غالب اکثریت دنیا سے جاچکی ہے، جنھوں نے اپنی آنکھوں سے فقیہ گرامی کے اعمال واخلاق کا مشاہدہ کیا تھا۔ بہر حال جتنا بھی مواد دست بُرد زمانہ سے محفوظ رہ سکا ہے وہ بھی بہت اہم اور غنیمت ہے ہم اس کے آئینہ میں حضرت صدر الشریعہ پر خاصا کام کرسکتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ پر یہ دوسرا سیمینار ہے اور جامعہ کے زیر اہتمام پہلا سیمینار جو ہم جیسے ناتواں عقیدت کیشوں کا نقطۂ آغاز ہے، کسی بھی اہم کام کے آغاز میں امید وبیم کی کشمکش ہوتی ہے۔ لیکن آپ جیسے مخلص علماء کا علمی تعاون شامل رہا۔ تو رفتہ رفتہ دائرہ کار بڑھتا جائیگا، اور کام کے لئے آسانیاں فراہم ہوتی جائیں گی۔ اس سیمینار میں عناوین کے انتخاب کا معاملہ کچھ اس طرح رکھا گیا۔ کہ جن حضرات کے پاس فقیہ گرامی کے تعلق سے روائتیں محفوظ ہونے کی ہمیں اطلاع ملی۔ ہم نے انھیں متعین عنوان سے آزاد رکھا تاکہ جو بھی مواد ان کے پاس ہو ہم اُسے محفوظ کرلیں۔

اور جن حضرات کے پاس چشم دید واقعات یا روایات نہیں ہیں۔ ان کے لئے عناوین منتخب کر دیئے گئے جو زیادہ تر حضرت صدر الشریعہ کی اہم تحریری یادگاروں (بہار شریعت، فتاویٰ امجدیہ، حاشیہ طحاوی شریف) کی خصوصیات سے متعلق ہیں۔ تاکہ مضامین میں جدت و ندرت کے ساتھ ساتھ موصوف کی قلمی یادگاروں کی قدر و قیمت اور عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ نیز تحقیق و ریسرچ کرنے والوں کیلئے اہم مواد بھی اکٹھا ہو جائے۔

ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ مقالہ نگاری کیلئے آپ کو اتنا وقت نہ مل سکا جتنا ایک تحقیقی و علمی مقالے کیلئے ضروری تھا۔ مگر ہمارے سامنے سب سے بڑی مجبوری پچاسویں عرس امجدی کی تھی۔ جسے بطور خاص جشن زریں (گولڈن جبلی) کے طور پر منانے کا پروگرام صرف چند ماہ قبل مرتب ہوا تھا۔ ہم نے یہ چاہا کہ اس حسین موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔ اور علمائے کرام اور ارباب فکر و قلم کی خدمات حاصل کرکے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات اور علمی و فکری کارناموں کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ اکٹھا کیا جائے۔ آپ حضرات کی علمی مشغولیات اور وقت کی قلت کے باعث زیادہ مقالے تو ہمیں موصول نہ ہو سکے لیکن جتنے بھی مقالے شریک سیمینار ہیں۔ وہ اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے بہت اہم ہیں ہم پر امید ہیں، کہ اگر ہمارے فکر و شعور کا یہ کارواں یوں ہی رواں دواں رہا۔ اور آپ کے نیک جذبات ہمارے ہم سفر رہے۔ تو مستقبل میں کوئی علمی قدم اٹھاتے ہوئے ہم مایوسی کے شکار نہ ہوں گے۔ ؎

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو، تو نہیں خطرۂ افتاد
(اقبالؔ)

نیاز مند
آلِ مصطفیٰ مصباحی
خادم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو۔ یو پی۔
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۱۷ھ
۱۹۹۷ء

خطبۂ صدارت بموقعہ صدر الشریعہ سیمینار

علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی۔ صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

مرشدی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی ہستی غیر منقسم ہندوستان میں بلکہ اب پوری دنیا میں مذہب اہلسنت وجماعت کی بقا اور تحفظ کیلئے قطب الارشاد کی حیثیت رکھتی ہے آج اہلسنت کے قائدین وعمائد پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو وہ سب حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ وابستہ ہیں۔ مدرسین ہوں یا مقررین، مفتی صاحبان ہوں یا مشائخ طریقت، مناظرین ہوں یا مصنفین، ان سب کی غالب اکثریت جو بمنزلۂ کل کے ہے، حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ کی ہے، ہمارے بڑے بڑے اداروں کے مدرسین، ہماری مرکزی خانقاہوں کے پیر صاحبان میں جو اصحاب علم ہیں وہ سب کے سب صدر الشریعہ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہیں، آج ہندوستان کے گوشے گوشے میں جو دینی مدارس قائم ہیں وہ سب حضرت صدر الشریعہ ہی کی رہین منت ہیں۔ مالی اعتبار سے تدریس کا کام بمنزلۂ صفر ہے خصوصیت کے ساتھ حضرت صدر الشریعہ کے عہد مبارک میں دینی خدمات میں مالی اعتبار سے سب سے منفعت بخش پیری مریدی تھی یا پھر وعظ وتقریر، روحانی اعتبار سے حضرت صدر الشریعہ اتنے بلند پایہ تھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے متعلقین میں سوائے حضرت صدر الشریعہ کے کسی کو اپنی بیعت لینے کا وکیل نہیں بنایا تھا یہ شرف حضرت صدر الشریعہ ہی کو حاصل تھا۔ ذرا خیال کیجئے!

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

قدس سرہٗ روحانیت کے ایسے لعل شب چراغ تھے کہ ان کے مرشد برحق خاتم الاکابر سیدنا و مولانا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی تاجدار سند غوثیہ برکاتیہ نے ان کے بارے میں فرمایا

"مجھے اس کی فکر تھی کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اے آل رسول میرے لئے کیا لایا ہے تو کیا پیش کرونگا، اب جبکہ مولانا احمد رضا خاں صاحب مل گئے تو یہ فکر دور ہوگئی۔ اب اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ اے آل رسول میرے لئے کیا لایا ہے تو میں مولانا احمد رضا خاں کو پیش کر دوں گا" [1]

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ تحفہ مختلف وجوہ سے چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ ایک معمولی آدمی کسی معمولی آدمی کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی اور ایک متوسط دوسرے متوسط کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی اور ایک رئیس دوسرے رئیس کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی اور ایک رئیس اعظم دوسرے رئیس اعظم کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی پھر رعایا اگر بادشاہ کو تحفہ پیش کرے تو اس کے بھی حسب تفصیل بالا مختلف مدارج ہوں گے۔ پھر تحفہ وقت اور تقریب کے اعتبار سے بھی بدلتا رہتا ہے، عام حالات

---

[1] اس خادم نے یہ روایت حضرت سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفٰے صاحب اور احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب قدست اسرارھم سے براہ راست نجی مجلسوں میں اور عرس قاسمی کے مجموں میں بارہا سنی ہے اور آج بھی ان کے صاحبزادگان حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب نظمی اور حضرت سید امین میاں صاحب بار بار بیان کرتے رہتے ہیں لیکن ایک مظفر پوری اس روایت سے انکار کرتا ہے۔ جب مارہرہ مطہرہ کے ذمہ دار بزرگوں نے اس روایت کو خود بیان فرمایا ہے اور آج بھی خانقاہ برکاتیہ کے ذمہ دار افراد اسے بیان کرتے ہیں تو ان کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ اس ذات کے دل میں اس کے والد ماجد کی حیات ظاہری ہی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عداوت اور بغض ظاہر ہوگیا

میں جو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس کی حیثیت اور ہوتی ہے اور کسی تقریب کے موقع پر جو پیش کیا جاتا ہے اس کی حیثیت اور۔ پھر تقریب کی شان کے اعتبار سے تحفہ بدلتا رہتا ہے۔ عام تقریبات کا تحفہ اور ہوگا اور خاص تقریبات کا تحفہ اور، اور سب سے اعلیٰ تقریب کا تحفہ سب سے اعلیٰ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ مجدد اعظم تو بلا شبہ ان کے مرشد، مرشد اعظم، اب ذرا توجہ کے ساتھ ذہن حاضر کر کے سنیئے! قیامت کا دن رب العالمین کے دربار اعظم کا دن ہے۔ نہ تو رب العالمین نے اس کے پہلے اتنا بڑا دربار منعقد کیا اور نہ آئندہ منعقد فرمائے گا۔ تمام اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین اور ان کی امت کے تمام علماء کاملین اور اولیاء عارفین، مومن کافر، متقی فاسق، بادشاہ رعایا، ظالم و عادل، سبھی حاضر ہوں گے، اس دربار اعظم میں اپنے عہد کے مرشد اعظم نے رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے جو تحفہ متعین فرمایا ہے وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ذات ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم الاکابر کے خزانۂ عامرہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے زیادہ قیمتی کوئی ہیرا نہیں۔

علاوہ ازیں اہل سنت و جماعت کے عوام و خواص کو تسلیم ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے حتیٰ کہ آج جو لوگ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر علانیہ کیچڑ اچھال رہے ہیں ان کے سب سے بڑے بزرگ شیخ المشائخ مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اعلیٰ حضرت کو قطب الارشاد بتایا ہے جسے ان کیچڑ اچھالنے والوں کے والد ماجد حضرت محدث اعظم ہند نے ناگپور کے

بقیہ حاشیہ ص ۳۹ کا:۔ تھا۔ اس کے ازالے کی ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کوشش کی اور جب مایوس ہو گئے تو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کہیں گمراہ نہ ہو جائے کیونکہ اس کے دل میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عداوت بھری ہے اسی عداوت کا نتیجہ ہے کہ جناب ڈاکٹر مختار الدین آرزو سے حیات اعلیٰ حضرت کے تین حصے خوشامد اور چاپلوسی کر کے حاصل کر لیئے۔ نہ خود چھاپا ہے نہ کسی کو چھاپنے کیلئے دیتا ہے۔

خطبۂ استقبالیہ میں تحریر کیا ہے ۔

مجدّد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ جب اپنے مرشد کی نظر میں اتنے وقیع تھے اور قطبُ الارشاد تھے اور اعلیٰ حضرت نے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کو اپنی بیعت لینے کا وکیل بنایا۔ اسی سے حضرت صدر الشریعہ کی روحانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کا اندازہ ہوتا ہے ۔

یہی وہ نکتہ تھا جس نے مجھ بے بضاعت کو حضرت صدر الشریعہ کا غلام بننے پر مجبور کیا عام اذہان میں نورانیت کا مدار چہرے کا رنگ و روپ ہوتا ہے اور شہرت عام، حضرت صدر الشریعہ کے عہد میں ہندوستان کی خانقاہوں میں بڑے بڑے مشہور بڑے وجیہہ و شکیل، حسین مشائخ عظام تھے جو مسلّم الثبوت بزرگ تھے۔ یہ لوگ حسن ظاہر اور باطن دونوں سے آراستہ تھے۔ میں ان سب لوگوں کا عقیدتمند اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہوں، دوسری طرف حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نہ کسی مشہور خانقاہ کے سجادہ نشین تھے اور نہ پیری مریدی میں شہرت یافتہ، رنگ بھی گندم گوں تھا لباس بھی انتہائی سادہ موٹا گدی کا۔ لیکن میں انہیں کا غلام بنا۔ ؎

همه شهر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ جس طرح علم ظاہر کے بحر ناپیدا کنار تھے اسی طرح علم باطن کے بھی جس طرح وہ علم ظاہر کے تاجدار تھے اسی طرح علم باطن کے بھی اور ان کا فیض ان کے عہد میں پوری دنیا تک پہونچا اور آج بھی پہونچ رہا ہے ۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ چاہتے تو پیری مریدی کا سلسلہ پھیلاتے اور دوسرے پیروں کی طرح عوام کی نظروں میں بہت بڑے بزرگ بھی تسلیم کئے جاتے اور معاشی طور پر بھی پیروں کی طرح مالا مال ہوتے لیکن اس کے باوجود حضرت صدر الشریعہ نے اپنے لئے بنیادی طور پر دین کی جو خدمت اختیار کی وہ تدریس کی تھی ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہماری جماعت میں علماء کی کمی تھی، دوسری طرف دار العلوم دیوبند

سے ہر سال سینکڑوں مولوی فارغ ہوکر نکلتے اور ملک میں پھیل کر دیوبندیت پھیلاتے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا۔

"مولانا احمد رضا خاں صاحب اور علماء دیوبند میں فرق یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب اعلیٰ سے اعلیٰ اسلحے تیار کرکے میگزین بھرتے رہے مگر ان ہتھیاروں کو استعمال کرنے کیلئے ان کے پاس سپاہی نہیں تھے۔ اور علماء دیوبند زیادہ سے زیادہ سپاہی پیدا کرتے رہے اس لئے وہ پھیلتے جارہے ہیں۔"

اس عہد میں علماء اہلسنت کی قلت اور علماء وہابیہ کی کثرت کا ایک منظر خود ہمارے ضلع اعظم گڈھ میں دیکھ لیجئے ایک سروے کے مطابق اعظم گڈھ میں ڈھائی سو سے زائد وہابی مولوی تھے۔ اور علماء اہلسنت میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تنہا۔ اور ایسے مناظرے میں وہابیوں کے اسٹیج پر ڈیرھ سو وہابی مولوی تھے جبکہ اہل سنت کے اسٹیج پر تین یا چار نو فارغ علماء تھے۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے اس خلاء کو محسوس فرمایا اور اپنے لئے تدریسی خدمت اختیار فرمائی اور پورے خلوص، تن دہی کے ساتھ پڑھانا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ملک کے گوشے گوشے میں علماء اہلسنت کی کثیر تعداد موجود ہے اور میرا اندازہ ہے کہ ہر سال ہمارے ہندوستان کے مدارس سے کم از کم پانچ سو علماء فارغ ہو رہے ہیں حضرت صدر الشریعہ کی تدریس کی برکت سے اہل سنت میں ایسے ایسے عالم پیدا ہوئے جو پوری دنیا پر بھاری تھے۔ شیر بیشۂ اہل سنت ابو الفتح مولانا حشمت علی خاں صاحب لکھنوی۔ حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب گرداس پوری بانی مظہر اسلام لائل پور پاکستان، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اعظم اڑیسہ، صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی

صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان میں سے ہر ایک کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ پورے عالم پر بھاری تھے۔ یہ تو میں نے چند نام گنائے ہیں۔ ان کے علاوہ ہزار ہا صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے تلامذہ ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے اور مذہب حقہ اہل سنت کی حمایت اور مذاہب باطلہ کے ردّ وطرد کرتے رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بد مذہبوں کے دار العلوم سے گمراہی وضلالت کا جو سیلاب امڈ رہا تھا۔ وہ جہاں تک پہونچا تھا۔ وہیں پہونچ کر تھم گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ۔ الحرب سجال ینال منا وننال منہ۔ لڑائی ایک ڈول ہے کبھی وہ ہم سے لے لیتا ہے اور کبھی ہم اس سے لے لیتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے فیض سے آج ایسے افراد پیدا ہو چکے ہیں کہ وہابیوں کے مضبوط سے مضبوط قلعوں میں گھس کر وہابیوں کو بے دخل کرتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ بات باعث خوشی نہیں کہ لکھنؤ جہاں صرف دو ایک مسجدوں میں ہمارے امام تھے وہاں آج اسّی مسجدوں میں

ہمارے امام ہیں۔ دلّی جس کا حال بھی تقریباً وہی تھا جو لکھنؤ کا تھا لیکن آج ایک سو بیس مساجد میں ہمارے ائمہ ہیں اور دلّی میں فاتح عالم علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی بڑھاپے میں جواں ہمتی کی بدولت جامعہ نظام الدین اولیا ر قائم ہے اور لکھنؤ میں ایک گمنام اور خاموش مگر خلوص کے ساتھ خدمت دین انجام دینے والے عزیزم قاری ابو الحسن برکاتی کی کوششوں سے ایک طویل وعریض خطے پر دار العلوم وارثیہ قائم ہے۔ آپ جھانک کر دیکھیں گے تو ہر جگہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض کا جلوہ نظر آئے گا۔ مجھے کہنے دیجئے

یک چراغیست درین خانہ کہ از پرتو آن
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
سبھی اس زلف کے اسیر ہوئے

لیکن ہماری جماعت کے جمود اور تعطل کا یہ عالم ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے وصال کے بعد ۴۹ رسال تک پوری دنیائے سنیت میں اس سلسلے میں خاموشی رہی۔ اس خصوصی شرف

میں بھی جامعہ اشرفیہ کا کوئی حریف نہیں کہ اس نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر صدر الشریعہ نمبر نکال کر پوری دنیا میں تہلکہ مچادیا۔ جو واقف کار تھے انھیں پرانی یادیں تازہ ہوگئیں اور جو ناواقف تھے انھیں معلوم ہوگیا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے بعد اپنے جتنے جانشین چھوڑے ان سب کی صف اوّل میں حضرت صدر الشریعہ کا مقام ہے اور اسی صدر الشریعہ نمبر ہی نے وارثین صدر الشریعہ کو اس بات پر ابھارا کہ حضرت صدر الشریعہ کے پچاسویں عرس مبارک کے موقع پر جشن زرّیں منایا جائے جس کیلئے آپ تمام حضرات یہاں تشریف لائے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ اس مجمع میں حضرت صدر الشریعہ کے خلفاء میں سے صرف میں ہی اکیلا ہوں نیز بلا واسطہ تلامذہ میں بھی نیز حضرت صدر الشریعہ کے خاندان کا ایک فرد ہوں، آپ تمام حضرات کا صمیم قلب کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے اس اہم سیمنار میں شرکت فرمائی۔

میں نے حضرت صدر الشریعہ نمبر کیلئے جو مضمون املا کرایا تھا اس میں تقریباً حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے اہم حالات کو جمع کردیا ہے اور اب اس وقت کوئی ایسی بات ذہن میں نہیں آرہی ہے جسے قلم بند کراؤں۔

لہ حاشیہ:۔ ماہنامہ "اشرفیہ" کے "صدر الشریعہ نمبر" کی اشاعت سے تقریباً بیس سال پہلے ہی نبیرۂ صدر الشریعہ مولوی علاء المصطفےٰ صاحب اور مولانا عبد المنان صاحب کلیمی نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے زرّیں کارناموں سے متعلق وہ قیمتی مضامین جن میں معلومات کا ایک بے بہا خزانہ پوشیدہ تھا ان مقتدر ہستیوں سے حاصل کرلئے تھے جو حضرت صدر الشریعہ کے معاصرین تھے۔ یا جنکو حضرت صدر الشریعہ سے شرف تلمذ حاصل تھا یا پھر وہ حضرت کی خلعتِ خلافت سے سرفراز تھے اور قریب قریب وہ سارے لوگ اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔

کئی بار ارادہ کیا گیا کہ ان بیش قیمت مضامین کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ حضرت صدر الشریعہ کے مرتبے اور مقام سے دنیا کو واقف کرایا جائے مگر افسوس کہ مادّی وسائل کی کمی اور حضرت صدر الشریعہ کے متوسلین کی بے توجہی کی وجہ سے وہ معلوماتی مضامین منظر عام پر نہ آسکے صدر الشریعہ نمبر کا اکثر حصہ انھیں مضامین پر مشتمل ہے۔ مگر افسوس کہ کئی نادر مضامین نہ شائع ہوئے نہ کسی مضمون کی اصل کاپی واپس ملی۔

حضرت صدر الشریعہ

علامہ مولانا بدر القادری صاحب اسلامک اکیڈمی ہالینڈ

اسم گرامی: محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولینا خیر الدین (علیہم الرحمہ)

ولادت: ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء بمقام گھوسی

وفات: ۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ / ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء

صدر الشریعہ حجۃ العصر علیہ الرحمہ اپنے دور میں شریعت مطہرہ کی برہان تھے، جن پر صرف کسی ماں کی گود، اور باپ کی آغوش یا علاقہ وخطہ کو نہیں بلکہ بلد و شہر اور ملک کو ناز ہو سکتا ہے۔ چودھویں صدی ہجری کا دامن ان کی علمی و دینی خدمات سے لبریز ہے، انھوں نے اپنی مساعیٔ جمیلہ سے ایک عہد کو روشن کیا ہے اور خدمات جلیلہ کے لافانی نقوش سے دامن گیتی کو مالا مال فرمایا ہے۔ ان کا عہد آفریں کارنامہ علوم اسلامیہ کے انحطاطی دور میں صاحبان کمال، پیدا کرنا ہے جو مستقبل کے ہندو پاک میں اسلام و سنیت کے معمار ثابت ہوئے اور جن کے دم سے مذہب حقہ کا بھرم قائم رہا۔

نشوونما صدر الشریعہ کے آبا، واجداد علوم وفنونِ اسلامیہ کے دلدادہ تھے والد ماجد اور جد امجد کو علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی اس کے بعد اپنے چچازاد بھائی حضرت مولانا صدیق علیہ الرحمہ سے عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں ــــ اور پھر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری متوفی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء کی درسگاہ میں حاضر ہوئے ان دنوں مدرسہ حنفیہ جونپور سے حضرت استاذ الاساتذہ کے فیضان علمی کا باڑا بٹ رہا تھا اور علوم مشرقیہ کے متلاشی دور دراز سے

لہ تذکرہ علمائے اہلسنت ص: ۱۵ پر مولانا محمود احمد قادری نے اور الیواقیت المہریہ ص: ۹۷ کے حوالے سے صدر الشریعہ نامی کتابچہ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ ص: ۵ پر صدر الشریعہ کے دادا کا نام مولانا خدا بخش لکھا ہے۔ فقیہ عصر علامہ مفتی شریف الحق امجدی کی تحریر سے بھی اس کی تصدیق ہوئی۔

شیراز ہند کا رخ کر رہے تھے۔ استاذ الاساتذہ کی فیض رساں درسگاہ سے اس دور کے ماہرین علوم برآمد ہوئے۔ ایک سے ایک یکتائے روزگار نے استفادہ کیا۔ حصول علم کی راہ میں تلمیذ کی سعادت مندی بڑی اہم چیز ہوتی ہے۔ جو مشفق اساتذہ کو بخوشی، اپنے سینے کے درر و موتی تلمیذ کے دامن میں انڈیلنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

صلاحیت فکر، ذہن رسا، محنت شاقہ اور لگن کے ساتھ ساتھ جن طلبہ کے پاس اساتذہ کی بارگاہ میں سعادت مند با ادب اور خدمت گذاری کی توفیق مل گئی وہ اپنے زمانے میں آفتاب بن کر چمکتے ہیں۔ صدر الشریعہ کو حضرت استاذ الاساتذہ اور اپنے تمام مربیوں سے ایسی ہی نسبت تھی۔ استاذ الاساتذہ کا صدر الشریعہ کے بارے میں یہ فرمان نہایت اہم ہے۔ "شاگرد ایک ہی ملا۔ وہ بھی بڑھاپے میں" [1]

صدر الشریعہ نے استاذ الاساتذہ سے تمام علوم و فنون کی تکمیل کی۔ مدرسہ حنفیہ امام بخش جونپور میں آپ ۲ شوال ۱۳۱۴ھ کو داخل ہوئے تھے۔ اپنے وطن گھوسی سے اعظم گڈھ تک پیدل چل کر، اور وہاں سے اونٹ گاڑی کے ذریعہ جونپور تک کا سفر ہوا کرتا تھا۔

صدر الشریعہ نے جس چشمۂ علم و آگہی سے سیرابی حاصل کی۔ علامہ سلیمان اشرف سابق صدر شعبہ دینیات علی گڑھ (متوفی ۱۳۵۸ھ) اس کے بارے میں اس طرح فرمایا کرتے۔

> "استاذ گرامی حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں صاحب قدس سرہٗ یوں تو تمام طلبہ پر عنایت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن تین اشخاص مولانا محمد صدیق (برادر بزرگ صدر الشریعہ) مولانا محمد امجد علی، اور سلیمان اشرف پر حضرت کی خاص الخاص نظر کرم تھی چاہتے تھے کہ جو کچھ میرے سینے میں ہے نکال کر ان سب کو بخش دوں"

جونپور سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو علم حدیث وغیرہ کی تکمیل کا اشتیاق ہوا۔ اور پیلی بھیت کے محدث وقت کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ اس سفر کیلئے استاذ الاساتذہ

[1] بروایت حافظ ملت و شمس العلماء مولانا شمس الدین جونپوری علیہما الرحمۃ۔

نے حافظ الحدیث حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ سنہ ۱۹۱۶ء) کے نام تعارفی خط تحریر فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا

"میں اپنا ایک مخصوص عزیز طالب علم آپ کے پاس بھیجتا ہوں اس کی تعلیم پر توجہ فرمائیں"

حضرت محدث سورتی قدست اسرارہم نے بھی اس گوہر شب تاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور علوم نبویہ کے خمخانہ سے خوب خوب سیراب فرمایا اپنے اس تلمیذ کے کمال حصول کی داد خود محدث سورتی نے ان الفاظ میں دی ہے۔

"مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے" [1]

"صدر الشریعہ" نامی کتابچہ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی مطبوعہ سنہ ۱۹۷۶ء میں ہے۔

"حجۃ العصر شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) میں حاضر ہو کر درس حدیث لیا۔ اور سندِ فراغت حاصل کی، زمانۂ طالب علمی میں آپ کی علمی صلاحیت و حسن لیاقت کا اندازہ ذیل کی تحریر سے ہو سکتا ہے۔ جو مہتمم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت نے تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع کی تھی

"۶ ذی الحجہ کو بحمدہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہ نے لیا۔ مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغ کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی و کمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ مسند شریف، کتاب الآثار شریف، موطا شریف، طحاوی شریف کا قرأۃً و سماعۃً درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا۔ جس کے باعث ممتحن صاحب و حاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت و فہم و ذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی۔

ضیاء الدین مہتمم مدرسہ" [2]

دیارِ شیخ میں

محدث سورتی کی درسگاہ سے فراغت کے بعد لکھنؤ محلہ جھوائی ٹولہ کے حکیم عبد الولی صاحب سے علم طب کا درس لیا۔ کم و بیش تین سال تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں خدمت درس پر مامور رہے۔ ایک سال پٹنہ میں رہ کر

---

[1] ماہنامہ فیض الرسول، بروایت شیخ العلماء مارچ سنہ ۱۹۶۶ء [2] تحفۂ حنفیہ پٹنہ محرم سنہ ۱۳۲۵ھ ص: ۴۰ بحوالہ صدر الشریعہ ص: ۶

مطب کیا۔ مگر قدرت کو ان سے معالجِ امراضِ جسمانی کا نہیں بلکہ امراض روحانی و قلبی کے علاج اور ملتِ بیمار کی مسیحائی کا کام لینا مقصود تھا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کو اپنے دار العلوم منظر اسلام کے لیئے قابل مدرس کی ضرورت تھی حضرت محدث سورتی نے ان کا نام پیش کر دیا اور انھیں پٹنہ سے بریلی شریف جانے کا حکم دیا علم اپنے اندر جو حرارت رکھتا ہے۔ صدر الشریعہ کی ذات پر اس کے اثرات ظاہر تھے، صدر الشریعہ نے طب کا علم حاصل کر کے پٹنہ میں مطب اس ارادہ سے کھولا تھا کہ وہ علم کو کسب معاش کا ذریعہ نہیں بنانا چاہتے تھے۔ یہ ان کے گونا گوں صفات اور علمی حمیت کا اثر تھا۔ بریلی پہونچ کر علم سے تپیدہ سینہ کو عرفان و احسان کا سایۂ کرم مل گیا۔ اور صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کا دست مبارک تھام کر اپنا مقصود حیات پالیا علم و فضل کے پیکر پر معرفت و حقیقت کا رنگ چڑھنے لگا۔ اور صدر الشریعہ کی شخصیت دو آتشہ بن گئی۔ بریلی شریف میں صدر الشریعہ منظر اسلام کے معلم و مدرس کی حیثیت سے آئے تھے۔ مگر اس دور کی شہرۂ آفاق درسگاہوں سے

باعزاز فراغت کے باوجود صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کے حضور روحانی و قلبی علوم کے حصول کے واسطے طفل مکتب کی حیثیت اپنا لی، ادب شناس، آسودۂ علم امجد علی کو امام اہلسنت کی صحبت نے گوہر شب تاب بنا کر عشق و آداب رسول کا معلم بنا دیا۔ اور "صدر الشریعہ کا لقب مرحمت فرمایا۔" شیخ کامل نے فیوض و برکات کی داد و دہش سے فقیہ عصر کے منصب پر لا کھڑا کیا۔ مخر سے خود فرمایا۔

میرا امجد مجد کا پکا ؛ اس سے بہت کچیاتے یہ ہیں

اسلام و سنیت کی انتھک خدمت اور، بارگاہ شیخ کامل کے فرائض کی ادائیگی میں صدر الشریعہ کے غایت انہماک نے انھیں کام کی مشین بنا دیا تھا۔ منظر اسلام میں خدمت تدریس، مطبع اہل سنت کا انتظام جماعت رضائے مصطفےٰ کے فرائض مفوضہ کی ادائیگی۔ فتویٰ نویسی، رسائل و کتب کی پروف ریڈنگ، اور خدمت مرشد میں حاضری صدر الشریعہ کی ذمہ داریاں تھیں۔

صدر الشریعہ کو امام احمد رضا فاضل بریلوی

قدس سرہ کی بارگاہ میں تقرب خاص کا مقام حاصل تھا۔ وہ امام وقت کے عرفان کی دولت سے مالا مال تھے۔ امام احمد رضا کے پیکر میں پوشیدہ عبقری شخصیت کو انھوں نے پہچان لیا تھا۔ اس لیے خلوت و جلوت میں حاضری اور اکتساب فیوض میں پیش پیش رہتے اسی لحاظ سے آپ پر اعلیٰ حضرت کی چشم التفات بھی تھی۔

فاضل بریلوی کا فقیہ المثال ترجمۂ قرآن "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء صدر الشریعہ کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس ترجمہ کی تحریک کی اور بات یہ طے ہوئی کہ روز آنہ وقت فرصت صدر الشریعہ حاضر ہوتے آیات قرآنیہ کی تلاوت ہوتی، اور فاضل بریلوی برجستہ ترجمہ ارشاد فرماتے جاتے اور یہ لکھتے جاتے۔

اعلیٰ حضرت کے اخیر ایام تک حضرت صدر الشریعہ بہائے امام سے جھڑنے والے دُر و موتی کو سمیٹتے رہے۔ مولانا حسنین رضا خاں مرتب وصایا لکھتے ہیں

> "مولانا امجد علی صاحب نے کچھ وصایا شریف قلمبند کئے تھے جو حضور اقدس نے القاء فرمائے تھے۔" [۱]

صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اٹھارہ سال کا زمانہ گذارا اور تفقہ فی الدین میں کمال حاصل کیا۔ بہار شریعت حصّہ سوم پر اپنے قابل فخر خلیفہ کے بارے میں امام احمد رضا لکھتے ہیں۔

ذو المجد والجاہ والطبع السلیم۔ والفکر القویم والفضل والعلی الاعظی بالمذھب والمشرب والسکنی [۲]

ایک بار فرمایا۔

> "امجد علی کو درس نظامی کے تمام فنوں میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے۔" [۳]

قاضی القضاۃ

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حالات اور ضرورت دینی کے پیش نظر بریلی شریف میں پورے ملک

---

[۱] امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۸۳ء ص ۲۰ - ۲۱

[۲] بہار شریعت حصہ سوم - [۳] بروایت شیخ العلماء - فیض الرسول (ماہنامہ) مارچ ۱۹۶۶ء -

ہندوستان کے لئے (جس میں موجودہ پاکستان و بنگلہ دیش بھی شامل تھا) شرعی دار القضاء قائم فرمایا تھا۔ اور اس کے لئے تمام مشاہیر علماء ہند و مفتیان عصر میں سے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو احکام شرعی کے نفاذ اور مقدمات کے فیصلہ کے واسطے قاضی شرع مقرر فرمایا تھا اس اہم کام کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت نے کتنا اہتمام فرمایا۔ حضرت برہان الملۃ (علیہ الرحمہ) کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

"ایک دن صبح قریب نو بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے۔ تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا۔ ہم سب حیرت زدہ تھے، کہ حضور یہ اہتمام کس لئے فرما رہے ہیں۔ پھر حضور امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"میں آج بریلی میں دار القضاء شرعی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں"

اور انھیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر، قالین پر انھیں بٹھا کر فرمایا "میں آپ کو ہندوستان کے لئے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں"، مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں، جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے، پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے۔ جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا۔ اس کے بعد حضور نے اس خادم برہان کو بلایا۔ اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر، اس مسند پر حضرت صدر الشریعہ کے متصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا۔ میں نے تمہارے فتوے دیکھے، افتاء کے لئے تمہارے دماغ کو بہت مستعد پایا ہے میں تمہیں مسند افتاء پر بٹھا کر دار القضاء شرعی کیلئے مفتی مقرر کرتا ہوں، اس کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لے کر، میرے پہلو میں بٹھایا، اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے ان سے فرما کر، پھر ہم دونوں کو مخاطب

کر کے فرمایا کہ

"دار القضاء شرعی کیلئے قاضیٔ شرع مولانا امجد علی کو، اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج سے تم دونوں ہندوستان کے دار القضاء شرعی، مرکز بریلی میں، مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کئے جاتے ہو ہم دونوں سے کچھ کلمات فرمائے اور ہم دونوں نے۔ اس سعادت عظیم پر سر نیاز خم کیا اور اٹھ کر ہم نے اعلیٰ حضرت کی قدمبوسی کی۔ اعلیٰ حضرت نے دست مبارک اٹھا کر بہت دیر تک دعا فرمائی۔

حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے ہی دن قاضیٔ شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ فرمایا،، [1]

اسی مضمون کو راقم الحروف نے نظم کیا ہے:

شرع کا قاضی امام العصر نے تجھ کو کیا
تیری ہے یہ شان و عظمت حضرت امجد علی

نوری و برہان ہوئے تیرے مشیران قضاء
زیب کرسئی عدالت حضرت امجد علی

صدر یار جنگ کا اعتراف

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے عنفوان شباب ہی سے تدریسی خدمات شروع کی تھیں۔ اور آخری دور تک کرتے رہے۔ بریلی شریف منظر اسلام کے زمانے ہی میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کی ضرورت نے پکارا۔ آپ مرشد کا آستانہ چھوڑ کر کہیں اور نہیں جانا چاہتے تھے۔ مگر ضرورت دینی سے جانا پڑا ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں اجمیر شریف گئے۔ اور ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں بریلی شریف آگئے۔

تین سال بعد دار العلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں علی گڈھ کی دعوت پر تشریف لے گئے اور وہاں سات سال تک علم و فن کے موتی لٹاتے رہے۔

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، جو نہایت متبحر علمی شخصیت کے مالک تھے اور ایک دور میں حیدرآباد دکن میں وزیر برائے مذہبی امور کے درجہ پر فائز تھے۔ اور درس و تدریس کی اعلیٰ قدروں سے آگاہ تھے۔ صدر الشریعہ کے تلامذہ نے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں جب امتحانات میں اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا ثبوت دیا تو

[1] استقامت ڈائجسٹ کا نپور مفتی اعظم ہند نمبر ص: ۲۴

نواب صدر یار جنگ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے صدر الشریعہ کے تدریسی ملکہ کا اعتراف کیا۔

تقریر کی ابتدا اس طرح کی کہ خطبہ کے بعد سب سے پہلے۔ حضرت صدر الشریعہ کو مخاطب کیا۔ پھر حاضرین علماء و طلبہ و دیگر حضرات کی جانب متوجہ ہوئے، بانی مدرسہ اور منتظمہ کے بارے میں چند جملے کہنے کے بعد آپ نے اس زمانے کے فارغین و مدرسین میں استعداد کی قلت، اور سطحیت کا شکوہ کیا۔ پھر ملک کے عربی مدارس، اور ان کے سرکاری، بورڈ کے ذریعہ ہونے والے امتحانوں پر سخت تنقید کی اور اس کے خلاف صحیح رخ پر اسلامی علوم کا احیاء کرنے والی چند شخصیتوں میں حضرت صدر الشریعہ کے وقار علمی کا زبردست خطبہ پڑھا۔ فرمایا

"مدارس عربیہ میں یہ جو امتحانات، مولوی مولوی فاضل، منشی منشی فاضل، یونیورسٹیوں کے دلائے جاتے ہیں آپ یقین کیجئے کہ وہ ایک بلا ہے۔ اور طاعون کی طرح ایک وبائے عظیم ہے۔ یہ چیز علوم دینیہ کی بربادی کا سبب ہے، جس سے گریز اشد ضروری ہے۔ یہاں سے جو چند طلبہ کی دستار بندی کی گئی۔ اور اسناد عطا کی گئیں وہ قابل شکر ہے۔

حضرات! آج کل مدارس بہت ہیں۔ مدرس بہت، طلبہ بہت، میں ہندوستان کے مختلف مدارس میں پھرا۔ اور دیکھا مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشے تک پھر جائیے۔ اور مدرس تلاش کیجئے۔ صحیح معنوں میں مدرس نہیں ملیں گے۔ میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں۔ ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں، ان کے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا صاف بتلا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد ہے۔ نام کے مولوی نہیں ہیں۔

(روداد مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ ۱۳۵۷ھ و ۱۳۵۸ھ)

دادوں کے اسی مدرسہ میں مولینا عبدالشاہد خان شیروانی نائب مدرس تھے، انھوں نے صدر الشریعہ کے بارے میں اظہار خیال کیا:

"مولانا محمد امجد علی اعظمی، سات سال سے صدر مدرس تھے، بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے۔ کہنہ مشقی کی بنیاد پر درسیات پر پوری مہارت رکھتے تھے" [1]

۱۳۲۷ھ ۱۹۴۳ء میں دادوں سے اپنے وطن کے قریب بنارس کچی باغ کے مدرسہ مظہر العلوم میں ایک سال قیام کیا مگر شیخ کی ڈیوڑھی چھوڑ کر کہیں قرار نہ ملا۔ بالآخر ۱۳۲۶ھ ۱۹۴۵ء میں پھر بریلی شریف لوٹ آئے اور درس و تدریس تصنیف و تالیف میں مصروف ہوئے۔

مہارت تدریس

حضرت صدر الشریعہ صرف ایک کامل مدرس ہی نہیں بلکہ تدریسی و دینی اخلاص مندی کا عظیم مرقع تھے۔ اپنے طلبہ کو علم و آگہی کے ساتھ ساتھ خلوص و للہیت کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی پڑھاتے اور سکھاتے تھے۔ ذہن و دماغ کو علم کی روشنی تو دیتے ہی تھے اخلاق و کردار کو قرآن و سنت کا پیکر محسوس بنانا بھی جانتے تھے۔ ان کی درسگاہ کے باوقار فضلاء اس بات کی منہ بولتی تصویر ہوتے تھے۔ اور ان روشن میناروں کو ہند و پاک کے لاکھوں کروڑوں بسنے والوں نے بچشم خود دیکھا ہے صدر الشریعہ کے نام اور تلامذہ جن کے دیکھنے سے نگاہیں روشن، اور دل دولت ضمانت پاتے ہیں۔ ان میں کے چند نام یہ ہیں

(۱) حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور متوفی ۱۳۹۶ھ

(۲) محدث پاکستان حضرت علامہ شاہ سردار احمد قادری رضوی بانی منظر اسلام لائل پور متوفی ۱۳۸۲ھ

(۳) شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی گھوسوی شیخ الحدیث براؤں شریف متوفی ۱۳۹۷ھ

(۴) صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی صدر المدرسین مدرسہ اسلامی اندر کوٹ میرٹھ متوفی ۱۹۷۸ء

(۵) مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی (۶) شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی

[1] باغی ہندوستان۔ از محمد عبد الستار خاں شیروانی ص: ۲۴۰

خاں پیلی بھیتی، (۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المصطفیٰ قبلہ ازہری، (۸) امین شریعت مولانا رفاقت حسین کانپوری، (۹) شمس العلماء مولانا شمس الدین جونپوری، (۱۰) حضرت مولٰینا غلام یزدانی گھوسوی، (۱۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی گھوسوی، (۱۲) حضرت مولانا اسد الحق اندوری، (۱۳) حضرت مولٰینا محمد محسن فقیہ شافعی بمبئی (۱۴) حضرت مولانا محمد مبین الدین امروہوی، (۱۵) حضرت مولانا وقار الدین کراچی (۱۶) حضرت مولانا اعجاز ولی کراچی، (۱۷) حضرت مولانا افضل الدین حیدرآباد (۱۸) حضرت مولانا سید ظہیر الدین علی گڈھ (۱۹) حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری، (۲۰) حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب سندھ (۲۱) حضرت مولانا مجیب الاسلام صاحب ادروی (۲۲) حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ بمبئی (۲۳) حضرت مولانا حامد فقیہ بمبئی۔

علامہ شفیق جونپوری نے کہا۔

سلامی جا بجا ارض و سما دیں مہ و خورشید اے صدر الشریعہ
تیرے خدام پیشانی جھکا دیں
جدھر جائیں فرشتے سر جھکا دیں

مسلم یونیورسٹی کا نصاب ساز بورڈ

صدر الشریعہ کی علمی و فنی مہارت، اور دینی علوم میں ملکہ کی شہرت اس دور کے ہندوستان کے اہل علم میں پھیل چکی تھی۔ چنانچہ جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قیام ہوا، اور اس کو مسلمانوں کے ایک عظیم علمی و تہذیبی ادارہ کی حیثیت دی جانے لگی۔ تو ضروری تھا کہ علوم اسلامیہ کے لئے بھی اس میں باقاعدہ انتظامات ہوتے۔ یہ تو نہ ہو سکا۔ البتہ شعبۂ دینیات کے نام سے ایک شعبہ کی منظوری عمل میں آئی۔ اور اس کے نصاب تعلیم کے بارے میں فروری ۱۹۲۶ء میں ملک بھر کی علوم آگاہ شخصیتوں کا ایک اجتماع ہوا۔ اس سلسلہ میں حضرت صدر الشریعہ کو بھی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ارباب حل و عقد کی جانب سے دعوت ملی۔ اور آپ بھی نصاب تعلیم مرتب کرنے والے اس اجتماع میں تشریف لے گئے۔

مولوی سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔

"مسلم یونیورسٹی کے بعض ارکان کی کوشش ہے کہ یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ کا بھی ایک صیغہ قائم ہو

کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لئے جب روپیہ فراہم کیا جارہا تھا تو مسلمانوں کو اس کی توقع دلائی گئی تھی۔ اس لئے اب وعدہ کے وفا کرنے کے دن آگئے ہیں۔ چنانچہ اس غرض سے منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر، چند ایسے علماء جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصاب ہائے تعلیم اور درسگاہوں کا تجربہ رکھتے تھے۔ علی گڈھ میں جمع ہوئے، اور متواتر سات اجلاسوں میں جو ۱۱ر فروری سے ۱۷ر فروری تک منعقد ہوتے رہے۔ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا، اور اس کے لئے ایک نقشۂ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے ایم اے تک کا پیش کر کے یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا۔ اس مجلس کے ارکان حسب ذیل حضرات تھے، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، مولانا سلیمان اشرف صاحب صدر علوم شرقیہ مسلم یونیورسٹی، مولانا مناظر احسن صاحب استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، و مولانا امجد علی صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر اور خاکسار اور مولانا عبدالعزیز صاحب میمن راجکوٹی استاذ ادبیات عربی مسلم یونیورسٹی نے بھی خاص خاص موقعوں پر شرکت کی۔" [1]

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے صدر علوم مشرقیہ علّامہ محمد سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ، صدر الشریعہ کے تبحر علمی کے دل سے معترف تھے، صدر الشریعہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"میرے علم میں، مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ، اور استاذ علیہ الرحمہ (علّامہ ہدایت اللہ رام پوری) کے صرف آپ ہی یادگار ہیں"[2]

پہلا حج

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے پہلا حج قیام بریلی کے دوران ۱۳۳۷ھ ۱۹۲۲ء میں کیا۔ اور وہاں سے فارغ ہو کر زیارت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے۔ اسی سفر حرمین کے دوران آپ کی ملاقات حضرت علّامہ الشیخ سلیمان جزولی علیہ الرحمہ سے ہوئی۔ علامہ جزولی، عظیم ترین فاضل اور صاحب نسبت بزرگ تھے، انھوں نے

[1] ماہنامہ معارف اعظم گڈھ فروری ۱۹۲۶ء، [2] مکتوب محررہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۲ء۔

صدر الشریعہ کو دلائل الخیرات شریف کی اجازت دی، اور اجازت نامہ میں انھیں عالم و فاضل تحریر فرمایا

تصانیف

صدر الشریعہ کو رب تعالیٰ نے تصنیف کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا۔ قیام بریلی کے زمانے سے کثرت مشاغل سے کچھ وقت نکال کر ۱۹۱۵ء سے ۱۹۴۲ء تک کے زمانے میں آپ نے شریعت کے مسائل مفتیٰ بہ اور جزئیات پر محتوی ۲۷۰۰ صفحات پر مشتمل عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا، بہار شریعت تیار فرمادیا[1] جس کے چھ حصوں کو امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حرف حرف سنا تھا۔ اور بعض پر تقریظ لکھی تھی

فتاویٰ امجدیہ : متوسط سائز کے سترہ سو صفحات پر مشتمل ہے اس میں ۱۳۴۰ھ سے شوال ۱۳۶۷ھ تک کے اہم فتاوے درج ہیں۔ دو جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ فتاوے کی زبان بھی بہار شریعت کی طرح نہایت صاف شستہ اور عام فہم ہے۔ دقیق علمی مباحث پر محققانہ کلام بھی ہے عام اسلوب یہ ہے کہ۔ پہلے استفسارات کے جواب مرقوم ہیں۔ پھر دلائل و براہین۔ بعض مقامات پر تنقیح و توضیح کے لئے اختلافات ائمہ کا بیان، اور قول مفتیٰ بہ کی منقول و معقول حیثیات کو اجاگر فرماتے ہیں۔

حاشیہ شرح معانی الآثار : امام ابو جعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی عظیم تصنیف، جامع حدیث و فقہ، مقبول ترین کتاب کا حاشیہ ہے علامہ طحاوی کی اس کتاب کی عظمت کا اعتراف ان کے ہمعصر علماء نے بھی کیا ہے اور مابعد کے لوگوں نے بھی اس سے قابل قدر اعتنا کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ کتاب نہایت وقیع شمار ہوتی آئی ہے۔ بعض رازداران علم حدیث نے اسے سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کے ہم وزن قرار دیا ہے۔ قدیم علماء نے اسکی شرح بھی لکھی ہے۔

صدر الشریعہ نے ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء میں

---

[1] بہار شریعت کے بارے میں برہان الملۃ فرماتے ہیں آپ کا شرعی فقہی محققانہ شاہکار فتاویٰ، بہار شریعت، حسب ارشاد حدیث شریف صدقہ جاریہ اور علم ینتفع بہ ایسا حیات بخش ایمان افروز علم افزا زندہ جاوید شاہکار ہے۔ جو فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ عالمگیریہ کی طرح مسائل شرعیہ و احکام و جزئیات فقہیہ کا جامع و مستند ہے جس کا ایک اردو داں خوب سمجھ کر مطالعہ کرے تو بجائے خود فقیہ بن جاتا ہے۔ ۱۲ ب

اس کے تحشیہ کا کام (بزبان عربی) شروع کیا اور ۷ ماہ کے قلیل عرصہ میں نصف اوّل پر حاشیہ لکھ ڈالا۔ جو باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ ۳۵-۳۶ سطریں لئے ہوئے ہے۔ مگر ضعف بصر کی وجہ سے یہ کام اور آگے نہ ہو سکا۔

قامع الواہیات فی جامع الجزئیات

یہ رسالہ بھی صدر الشریعہ نے اہل بدعت کی تردید کرتے ہوئے بزبان عربی تحریر کیا ہے۔ جو ان کے تبحر علمی اور دقت نگاہ کا ایک نمونہ ہے۔

افسوس کہ آج کے دور میں کوئی عالمگیر نہیں جو ان علمی جواہر پاروں کی قدر کرے۔ مدت دراز کے بعد دائرہ معارف امجدیہ نے حضرت کی تصانیف انیقہ اور آثار مبارکہ کی حفاظت کا بندوبست کیا ہے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء

وصال

دوسری بار سفر حج و زیارت کی نیت سے شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے ہمراہ جانے کے لئے بمبئی تشریف لے گئے۔ طبیعت پہلے ہی سے سخت خراب تھی۔ بحری جہاز کے چھوٹنے کا وقت آیا تو آپ دوسرے عالم سے لو لگا رہے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے روتے ہوئے تنہا جہاز پہ قدم رکھا اور ادھر ان کے رفیق نے رفیق اعلیٰ سے ملاقات فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قدم رکھنے کی نوبت بھی نہیں آئی سفینے میں
مدینے کا مسافر ہند سے پہونچا مدینے میں

تاریخ وصال: اِنَّ المتقین فی جنّٰت وعیون سے برآمد ہوتی ہے ۱۳۶۷ دوشنبہ ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء صدر الشریعہ کے فرزندان گرامی میں سب کے سب عالم و فاضل، دین و دانش میں قابل ہیں۔ جن سے ہندو پاک کی علمی انجمنوں میں اجالا ہے۔ ابقاھم اللہ، وادام انوارھم

خاکسار نے عرض کیا ہے۔

آبروئے علم تیرے کفش برداروں سے ہے
تو ہے وہ بحر کرامت حضرت امجد علی

⁂

خاک گھوسی تیرے دم سے زندہ و تابندہ ہے
تیری لمعانی یہاں چاروں طرف رخشندہ ہے

زیر ترتیب "شمالی ہند میں سلسلہ قادریہ" کا ایک ورق

حضرت مولانا امجد علی قادری اعظمی

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ریڈر شعبہ اسلامیات، ہمدرد یونیورسٹی نئی دلی ۶۲

صدر الشریعہ حضرت مولانا شاہ محمد امجد علی قادری محلہ کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو میں ۱۲۹۹ھ / ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حکیم جمال الدین تھا آپ کے اجداد میں مولانا خدا بخش اور مولانا خیر الدین بڑی شہرت کے حامل تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی والد ماجد اور اپنے عم زاد بھائی حضرت مولانا محمد صدیق صاحب علیہما الرحمۃ والرضوان سے کسب فیض کر کے جونپور چلے گئے۔ وہاں مدرسہ حنفیہ میں داخلہ لیکر حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ درسیات کی تکمیل کرنے کے بعد حجۃ العصر حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کی خدمت میں درس حدیث حاصل کرنے کیلئے پیلی بھیت پہنچے۔ وہاں مدرسۃ الحدیث میں داخلہ لیکر احادیث مبارکہ کی خصوصی تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۰۲ء میں اسی ادارہ سے سند حدیث حاصل کر کے سلسلۂ تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

حضرت مولانا شاہ امجد علی اچھے طبیب بھی تھے۔ طبابت آپ کا آبائی پیشہ تھا۔ اس فن میں کامل مہارت کیلئے آپ نے حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ کی شاگردی اختیار کی تھی اور اس فن میں کامل مہارت حاصل کرنے کے بعد کچھ دنوں ذریعہ معاش کے طور پر طبابت بھی کیا تھا۔ آپ جیسے بالغ نظر انسان کیلئے خالص پیشۂ طبابت بالکل قطعی نامناسب تھا اس لئے آپ اپنے استاذ محترم حضرت محدث سورتی کے مشورے سے مدرسہ منظر اسلام بریلی سے وابستہ ہو گئے اور درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے لگے۔ بریلی شریف میں قیام کے دوران مطبع اہلسنّت کا انتظام و انصرام اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبۂ علمیہ کی صدارت بھی آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ ان تمام

ذمہ داریوں کو اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی بنیاد پر بحسن وخوبی انجام دیا۔ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڈھ اور مدرستہ الحدیث پیلی بھیت میں بھی آپ نے تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ دوران تدریس جن طلبہ نے آپ سے علمی تشنگی بجھائی ان کی طویل فہرست ہے۔ مگر جن طلبہ کو شہرت دوام ملی اور ملک وملت کیلئے جنھوں نے کار ہائے نمایاں انجام دیئے ان میں درج ذیل حضرات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا قادری بریلی شریف

۲۔ شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا محمد حشمت علی قادری پیلی بھیت شریف

۳۔ حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی مبارکپور اعظم گڈھ

بریلی شریف قیام کے زمانہ میں آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وارادت اور اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا تھا اور اسی پر بس نہیں بلکہ شیخ کی پاکیزہ زندگی اور عشق رسالت سے سرشار طبیعت نے آپ کی زندگی پر اتنا اثر ڈالا کہ آپ انھیں کے ہوکر رہ گئے مرشد کی صحبت نے آپ کو روحانی سعادتوں کے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا جن کی عظمت وبلندی کا اندازہ مشکل سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

آپ کی شخصیت مستجمع الصفات تھی آپ محاسن وکمالات کے جامع تھے۔ ایک شریف النفس خدارسیدہ شخصیت کے لئے جتنی خوبیاں ممکن ہوسکتی ہیں، بحمدہٖ تعالیٰ سب آپ میں موجود تھیں۔ آپ کی شخصیت کا تحلیلی تجزیہ شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔

> "آپ شریعت وطریقت دونوں علموں کے جید عالم اور عامل تھے۔ اتباع سنت میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت، معاملات کی صفائی، لوگوں کے خطاء وقصور کو معاف کردینا، آپ کا طریقہ کار تھا، ظاہر وباطن، قول وفعل خلوت وجلوت میں آپ یکساں تھے۔

آپ کے مواعظ و نصائح حکیمانہ ہوتے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر مؤثر طریقہ پر فرماتے اکل حلال و صدق مقال آپ کا شیوہ تھا۔ سادگی و تواضع کے ساتھ صاحب رعب و جلال بھی تھے...... حسن اخلاق، صبر و شکر توکل و قناعت خودداری و استغنا آپ کے امتیازات و خصوصیات میں سے تھے۔ آپ زہد و اتقار کے بلند مدارج پر فائز تھے۔ بلاشبہ آپ ولی کامل تھے۔ [1]

حضرت صدر الشریعہ کا صرف ایک علمی پہلو جس کا تعلق تفقہ فی الدین سے تھا بہار شریعت کی شکل میں اہل علم کے سامنے آیا ورنہ اس بحر علم وفن کے نہ جانے کتنے دھارے ہیں جن تک عوام تو عوام خواص کی بھی رسائی نہ ہوسکی ہے۔ جن لوگوں کو آپ کی صبح و شام دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ آپ کی علمی عبقریت اور روحانی عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جماعت اہلسنت کے نامور عالم مفتی عبدالمنان اعظمی کو ایک عرصہ تک آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ایک شب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"میں معمول کے مطابق سحری کھا کر سو گیا اچانک فجر سے پہلے میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ سیدی صدر الشریعہ قدس سرہٗ یونہی مصلے پر بیٹھے مراقبہ کی حالت میں ذکر ہی میں مصروف ہیں اور اسم جلالت کی ضرب سے پورا کمرہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سے گونج رہا ہے"۔ [2]

درج بالا واقعہ سے آپ کی روحانی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہت سے قریبی لوگوں کو بھی آپ کی اس روحانی عظمت کی خبر نہیں۔ آپ نے اخفا کے ساتھ۔ زہد و اتقار عبادت و ریاضت میں جو مجاہدات فرمائے ہیں وہ بیان سے بالاتر ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کو بیعت و ارادت کا شرف حاصل تھا اس سلسلے میں آپ نے لوگوں کو مرید اور علماء کے ایک طبقہ کو اسی سلسلے کی خلافت عطا فرمائی آپ کے مریدین اپنے نام کے ساتھ "امجدی" لکھتے ہیں۔ موجودہ دور کے اکابر علماء اس سلسلے سے وابستہ ہیں اور انھیں کے ذریعہ آپ کا فیضان جاری و ساری ہے۔

آپ کو تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں درک تھا

---

[1] اسلامی اخلاق و آداب ص ۳۲۳ [2] صدر الشریعہ نمبر ص ۱۶۳

لیکن فقہ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ فقہ میں کامل مہارت حاصل ہونے کے سبب آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شیخ احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو "صدر الشریعہ" کے لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ فقہی جزئیات و کلیات پر مشتمل آپ کی کتاب "بہار شریعت" جو اب بیس جلدوں میں دستیاب ہے "کو قبول عام حاصل ہوا۔ مجموعہ فتاوی جو چار جلدوں پر مشتمل ہیں اس پر مستزاد ہیں۔ فتاوی کی تا دم تحریر دو جلدیں ہی حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی کی شبانہ روز مساعی سے منظر عام پر آچکی ہیں لہ شرح معانی الآثار کا ایک نامکمل حاشیہ بھی ہے جو ۳۶ سطری میں ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے مسودہ بخط مصنف دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی میں محفوظ ہے۔ آپ کی ان علمی نگارشات کے پس منظر میں مولانا محمود احمد صاحب مصنف تذکرہ علمائے اہلسنت کا یہ تجزیہ مبنی بر صداقت معلوم ہوتا ہے

"آپ یگانۂ عصر، مفسر، فقیہ، معقولی، محدث اور صاحب ارشاد بزرگ تھے" (۱)

۲ / شوال ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء حج و زیارت کی غرض سے بحالت بخار گھر سے بریلی آئے اور اسی حالت میں مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا کے ہمراہ بمبئی پہنچے مگر حرمین شریفین کا قصد کر کے گھر سے نکلنے والا یہ مسافر راستہ بدل کر آخرت کی طرف چل پڑا اور ۲ / ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ بروز دو شنبہ دن گذار کر شب میں ۱۲ / بجکر ۲۶ / منٹ پر خدا کے گھر میں حاضری دینے کے بجائے جوار رحمت باری میں چلا گیا۔ حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اپنے وطن گھوسی میں مدفون ہوئے۔ ان المتقین فی جنت وعیون مادۂ تاریخ وصال ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لہ اب بقیہ فتاوی امجدیہ کی دو جلدیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں، چاروں جلدیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ف

(۱) تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۵۴

از حضرت علامہ سید ظہیر احمد صاحب قبلہ زیدی علی گڑھ

حضرت صدر الشریعہ اپنی ذات و صفات کے آئینہ میں

استاذی المحترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تصور کے ساتھ ہی یہ شعر ذہن میں آجاتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

عالمانہ عزّ و وقار کے ساتھ جسم مبارک زادہ بسطۃً فی العلم والجسم کا مظہر، سعادت آثار کشادہ پیشانی، پرنور سرمگیں آنکھیں، پرکشش بیضاوی چہرۂ مبارک، سیاہ ریش اور اس میں معدودے چند سفید بال جیسے سپیدۂ صبح کا آغاز، آواز میں رعب و جلال کے ساتھ محبت و شفقت و ملاطفت کی آمیزش، پروقار گفتار، ظاہر و باطن پاکیزہ، صاحب صدق وصفا، وارث وراثۃ الانبیاء، قدوۃ الفقہاء استاذ العلماء، سید الصالحین، متبع سنن سید المرسلین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) افضل المدرسین اکمل المعلمین، حافظ شریعہ، اعلم الاحادیث النبویہ جیسی عظیمہ و جلیلہ صفات کے ساتھ مسند علوم شرعیہ پر جلوہ فرما، یہ ہے وہ تصور جو حضرت ممدوح ابو العلیٰ مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کے ساتھ میرے ذہن و دماغ میں ابھرتا ہے اللہ جل شانہٗ کی بے شمار رحمتیں ہوں آپ پر اور آپ کے مرقد مبارک پر آمین۔

آپ کے اس ادنیٰ خادم و تلمیذ و مستفیض نے جو کچھ بیان کیا اس میں قطعاً مبالغہ آرائی نہیں اور نہ آئندہ آپ کی ذات و صفات مقدسہ سے متعلق بیان کرنے میں کوئی مبالغہ آرائی ہوگی، الحمد للہ تعالیٰ کہ اپنی پوری زندگی میں میں نے اپنے کسی ممدوح کی شان میں مبالغہ آرائی نہیں کی اور اس مذموم صفت سے میں نے ہمیشہ اپنا دامن

بچایا ہے اور اس وقت جبکہ میں اپنی عمر کی آٹھویں دہائی کے آخری سال میں ہوں، مبالغہ آرائی و کذب بیانی سے اپنا دامن کیوں ملوث کروں گا اور اپنی عاقبت کو کیوں خطرہ میں ڈالوں گا۔ پھر اگر حقیقت پسندانہ اور شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مبالغہ آرائی سے نہ ہمارے اسلاف کرام کو کوئی فائدہ نہیں جو بزرگ ہستیاں اس دنیا سے تشریف لے جا چکیں اور رب رحیم و کریم نے انھیں اپنے یہاں اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا ہے ان کی مدح و ثنا میں اگر غیر حقیقی خصائص و کمالات بیان کئے جائیں تو بلاشبہ اس مبالغہ آرائی سے اُن کو کوئی نفع پہونچنے والا نہیں ہاں اس فعل کے مرتکب کیلئے ضرور خطرہ ہے کذب بیانی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔ اس لئے میں حضرت والا کی شان میں جو کچھ بھی بیان کروں گا وہ صداقت کے ساتھ وہی ہو گا جو مجھے معلوم و مشہود ہوا حضرت کے ساتھ میری مرافقت کی مدت تقریباً چھ سال رہی میرا تمامتر بیان اسی مدت کے مطالعہ پر مبنی ہے یا پھر گاہے گاہے حضور میں حاضری پر۔ رب تعالیٰ مجھے اظہار صداقت اور حقیقت بیانی کی توفیق عطا فرمائے اور میری عاقبت بخیر فرمائے آمین۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو رب رحمٰن و رحیم کی بارگاہ قدس سے صدق و صفا، اخلاص و للّٰہیت اور نور قلب سے کیا حصّہ ملا تھا اس کا علم و ادراک کسی غیر کی استطاعت میں نہیں ہے یہ توان کا اور ان کے رب کے ساتھ اپنا معاملہ ہے، لیکن اس ناچیز کو جو محسوس و مشہود ہوا اُسی کا حقیقت پسندانہ اظہار و بیان اپنی صلاحیت کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

اولیاء کرام، علماء صالحین مرشدان و اساتذۂ کاملین کے تذکروں سے صحیح مقاصد یہ ہیں کہ ہم اُن کی تقویٰ و طہارت، تزکیۂ نفس اور علوم سے بھرپور سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنی اصلاح کریں، ان کے فیضانِ نور سے سعادتیں حاصل کریں، اور ان کے اتباع میں اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کریں، اور یہ کہ ہم ان کے رفع درجات اور

قرب مقامات کیلئے دعائیں کریں، ان کے
سوا میرے نزدیک ہر مقصد بے معنی ہے
اللہ عزوجل ہمیں اپنی رحمت سے اپنے ان
نفوس قدسیہ کے صدقہ میں تقویٰ و طہارت
اور تزکیۂ نفس کی زندگی عطا فرمائے اور
ان کے فیضانِ نوری سے ہمیں مستفید
فرمائے آمین۔

حضرت کی پوری حیات مبارکہ اتباع
شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الوف التحیۃ والسلام
پر عمل کرنیکی آئینہ دار ہے۔ تحصیل علم کی عمر کا
آغاز ہوا تو "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم
ومسلمۃ" پر لبیک کہا اور علم کے حصول
میں "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" کے
مقتضا پر عمل فرماتے ہوئے دور دراز مراکز
علم کا پاپیادہ سفر فرمایا علم کی محبت پر وطن
و اعزا کی محبت کو قربان کر دیا۔ اللہ تبارک
وتعالیٰ نے آپ کی حسنِ نیت اور سعی پیہم
کو شرف قبول عطا فرمایا اور آپ کو کمال علم
سے متصف فرما دیا، اور ایک عظیم و جلیل
المرتبت، جامع و ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ
و ماہر سنن و آثار فقیہ اعظم مجدد ملت فخر اسلاف
و اماثل اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں
رضی اللہ عنہ و اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ، کی
خدمت فیضدرجت میں پہونچا دیا جن کے
فیضان علوم نوریہ شرعیہ نے آپ کو وہ
فضل و کمال عطا فرمایا کہ آپ چاند ستاروں
کی طرح آسمانِ علم پر جلوہ گر ہوئے، آپ
کا شمار "ارباب علم" میں ہو گیا جسکی تشریح
میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ "الذین یعلمون بما یعلمون"
یعنی ارباب علم وہ لوگ ہیں جو کمال علم
کے ساتھ اپنے علم کے مطابق کمالِ عمل بھی
رکھتے ہیں۔

زندگی بھر آپ کا مشغلہ تعلیم و تعلم رہا
یقیناً انشاء اللہ العزیز آپ کا شمار اس گروہ
میں ہے جسکی عظمت و فضیلت کے بارے
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد
فرمایا۔ "اَمّا ھؤلاءِ فیتعلمون الفقہ
او العلم ویعلمون الجاہل فھم افضل وانما
بعثتُ معلما ثم جلس فیھم" رواہ الدارمی
عن عبداللہ بن عمرو۔ مش ص ۳۶
پوری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو سے
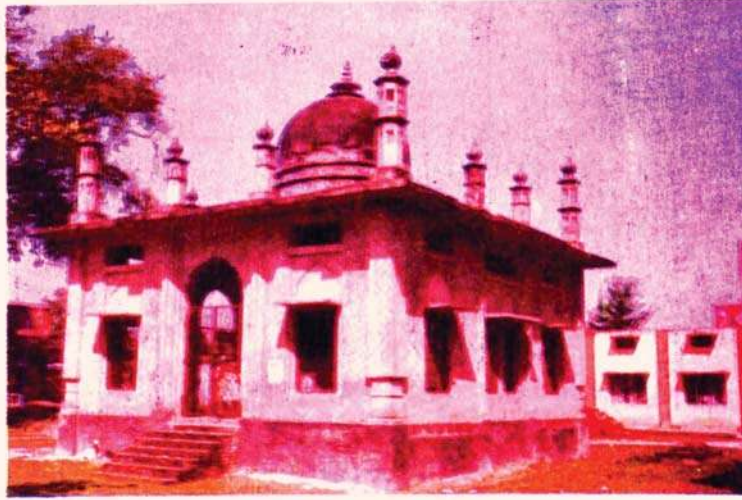
حضور صدر الشریعہ کے مزار کا بیرونی منظر

حضور صدر الشریعہ کے مزار کا اندرونی منظر
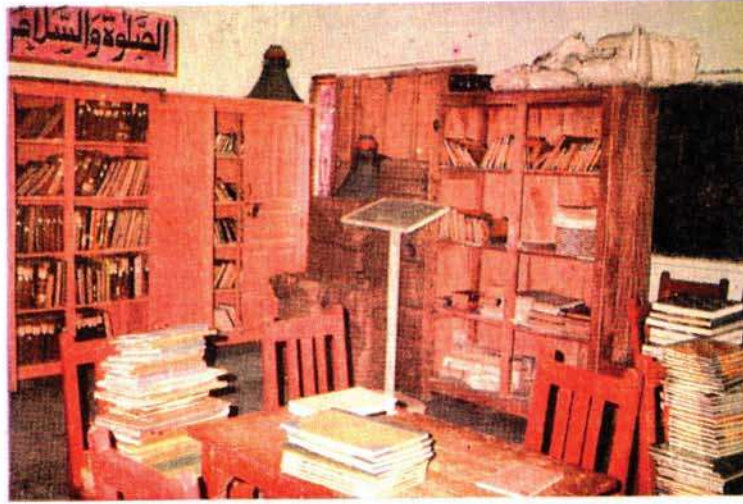
جامعہ امجدیہ رضویہ کی لائبریری کا وہ حصّہ جسمیں
حضور صدر الشریعہ کی ذاتی لائبریری دیکھی جا سکتی ہے

جامعہ امجدیہ رضویہ کے شعبۂ نشر و اشاعت کی مطبوعات کا ایک منظر

مروی ہے کہ "ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد مبارک میں دو مجلسوں پر گذر فرمایا اور فرمایا کہ یہ دونوں گروہ خیر ہی پر ہیں لیکن ان میں سے ایک کو افضلیت ہے ان میں سے وہ گروہ جو عبادتِ الٰہی میں مصروف ہے اور اس کے ذکر میں مشغول ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو انھیں دے یا نہ دے لیکن دوسرا گروہ جو فقہ یا علم حاصل کر رہا ہے اور بے علموں کو علم دے رہا ہے وہ افضل ہے اور بلاشبہ میں معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ فرما کر آپ اس تعلیم و تعلّم کی مجلس میں تشریف فرما ہو گئے"

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی پوری زندگی حدیث مبارک "وتعلّموا العلم وعلّموها الناس" کی تعمیل میں بسر فرمائی بلاشبہ یہ وہ شرف ہے جو ہر ایک کا نصیبہ نہیں یعنی اخلاص وللہیت کے ساتھ تعلیم و تعلّم اور اس پر خود عمل کرنا۔

آپ فقیہ اعظم تھے اور حدیث شریف میں ہے ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد "یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری اور سخت ہے" اس لئے اعتقاد و عمل کے بارے میں شیطان کی ضلالت سے بچانے کیلئے کوئی نرم گوشہ آپ کے اندر نہ تھا اس معاملہ میں آپ بہت ہی سخت تھے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ پر آپ کا عمل تھا۔

حدیث مبارکہ میں حضور پاک رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج ومن لم یستطع فان الصوم له وجاء" اے گروہ نوجوانان تم میں سے جو عقد و نکاح کی قدرت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نکاح کرلے اور جسکی استطاعت نہیں کہ وہ نکاح کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے اور پاکدامنی کی زندگی گذارے روزہ اسکی بہترین ڈھال ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں فرمایا "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" نکاح میری سنّت ہے

چاہیئے کہ اس سنت کو اختیار کرو اور جس نے استطاعت کے باوجود اس سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں،، یعنی کسی کو نکاح کی حاجت ہو اور اس کی استطاعت بھی ہو پھر بھی نہ کرے تو ایسا شخص شیطان کا آلہ کار بن سکتا ہے اور اس کے پاکیزہ خیالات و عمل میں شیطان کو دخل اندازی کی راہ ملنی آسان ہے اس کا مامون و محفوظ رہنا بہت مشکل ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

،،تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم ،، یعنی نکاح کرو تو ایسی عورت سے کرو جو محبت کرنیوالی ہو جسکی خاندانی روایت کثیر الاولاد ہونیکی ہو کیونکہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا ،،

ایک حدیث میں اس کی تشریح یعنی کثرت امت کی تشریح میں بتایا گیا کہ قیامت کے دن کل امتوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں اسی صفیں صرف میری امت کی ہوں گی باقی چالیس میں تمام انبیاء کی امتیں ہوں گی،، الحمد للہ تعالیٰ

آپ نے ان احادیث کی روشنی میں اور ان کی اتباع میں اس سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کیا اور ایسی ہی عورتوں سے نکاح کیا جو ولود کی صفت رکھتی تھیں، ودود ہونے کی صفت تو اس حقیر کو معلوم نہیں کیونکہ یہ ایک خانگی مخفی امر ہے البتہ ولود ہونے کی صفت آشکارا ہے جس کو میں نے ہی کیا سب ہی نے بچشم سر مشاہدہ کیا۔ آپ کا اپنی ازواج کے ساتھ وہی سلوک تھا جس کی تعلیم و ہدایت حضور علیہ السلام نے فرمائی،،، کہ تم میں سب سے بہتر وہ شوہر ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہو ،، — ان ازواج سے آپ کی بارہ اولادیں ہوئیں نو بیٹے اور تین بیٹیاں، ان سب کی تعلیم و تربیت آپ نے شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق فرمائی بلاشبہ یہ خصوصیت اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی جو ہر ایک کا مقسوم نہیں ہے۔ اولاد کی

تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں احادیث مبارکہ میں فرمایا گیا۔ ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَاَنْ یؤدِّبَ الرجل ولدہ خیر لہ من ان یتصدق بصاع "آدمی اپنے لڑکے کو بہترین تعلیم و ادب سکھلائے یہ ہزاروں صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے (صاع ایک وزنی پیمانہ ہوتا تھا) یعنی بڑی مقدار میں اناج تقسیم کرنا جس سے سینکڑوں بھوکے ضرورت مندوں کی بقاء زندگی حاصل ہو اس سے زیادہ بہتر اپنی اولاد کو صحیح تعلیم و تربیت اور ادب حَسَن دینا ہے جس سے امت کو روحانی مسرتیں اور بہترین زندگی گذارنے کا سلیقہ آجائے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت گذاری کرنے لگیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "مانحل والدٌ ولدہ افضلَ من ادبٍ حَسَنٍ" باپ کا اپنے بیٹے کو اس سے بہتر و افضل تحفہ کوئی نہیں کہ وہ اُسے ادب حسن سے روشناس کرے" اسی طرح بچیوں کی تربیت کے بارے میں بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ "من عال ثلث بنات او مثلھن من الاخوات فَاَدَّبَھُنَّ و رحمھنَّ حتی یُغْنِیَھُنَّ اللّٰہ اوجب لہ الجنۃ وَمَنْ اَذْھَبَ اللّٰہ بکریمتیہ وجب لہ الجنۃ قال یا رسول اللّٰہ وما کریمتاہ قال عیناہ رواہ فی شرح السنۃ عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ یعنی جو شخص اپنی تین بیٹیوں یا بہنوں کی (اور ایک بیٹی کے بارے میں بھی ہے) کی پرورش کرے اور ان کو بہترین ادب سکھلائے اور ان کیساتھ رحمدلانہ سلوک کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں بے نیاز فرمادے (یعنی وہ جوان ہوکر اپنے گھروں کی ہوجائیں) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کیلئے جنت عطا فرماتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے جس بندے کی بصارت و بینائی لے لیتا ہے اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے"

بلاشبہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ آپ نے اپنی تمام اولاد کو علم دین سے نوازا عالم و فاضل بنایا اور ان کو ادب حسن کا تحفہ عطا فرمایا یہ بھی آپ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصارت لیکر آپ کو جنت کی بشارت دی انشاء اللہ تعالیٰ آپ قیامت میں گروہ اولیاء و علماء صالحین میں ہوں گے۔

اعلی اللہ درجاتہ فی الجنۃ۔

قوت تاثیر:۔ تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ اور تلقین میں قوت تاثیر اُن ہی مقدس ہستیوں کو ملتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ قول و عمل کی یکسانیت کی خوبی عطا فرماتا ہے۔ قول اور عمل کی ہم آہنگی تمام انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ملے گی اور تمام اولیاء اللہ کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " یا ایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون " اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تمہارا عمل نہیں ہے

ایک اور مقام پر قرآن پاک میں ارشاد ہے " ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا۔ اُس سے بہتر بات کس کی ہے جو دعوت الی اللہ دے اور خود بھی عمل صالح سے متصف ہو " سرکار دو عالم روحی فداہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ " العلم بلا عمل کالجسد بلا روح " وہ علم جس کے ساتھ عمل کی ہم آہنگی نہ ہو وہ بغیر روح کے جسم کے مانند ہے " حقیقت یہی ہے کہ معلم و داعی اگر عمل صالح سے متصف ہیں تو ان کی دعوت و تعلیم میں اثر ہو گا اور جس درجہ عمل قوی و مستقیم ہوگا تاثیر بھی اسی درجہ کی قوت کی ہو گی۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بھی ان مشائخ عظام، علماء ذی احترام اور اساتذۂ سابقین و صالحین کے گروہ میں اپنے امتیازی وصف کے ساتھ شامل ہیں جنھیں اپنے علم نافع اور عمل صالح کی وجہ سے شرف قبولیت عامہ حاصل ہوا آپ کی قوت تاثیر بھی زبردست تھی جس مشاہدہ آپ کے تلامذہ کی شخصیات میں کیا

جاسکتا ہے اور آپ کی تصنیفات کی
مقبولیت سے ہوسکتی ہے۔ آپ نے اپنے
اخلاص باطنی کیفیات، تقویٰ و طہارت
تزکیۂ نفس، احکام الٰہیہ کو شرح و بسط کے
ساتھ پھیلایا جس سے تاقیام قیامت
آپ کو اجر غیر مجذوذ ملتا رہے گا آپ کے
تلامذہ میں سے اگر کوئی اپنی فہم و عقل کی
پیدائشی کمی کی وجہ سے اپنے ہم درس علماء
کی صف میں کوئی بزرگ مقام حاصل نہ
کرسکا پھر بھی آپ کی قوت تاثیر سے اُسے
یہ فیض ضرور حاصل ہوا کہ وہ صالح زندگی
گذارنے لگا۔ آپ کے تمام تلامذہ اس
خصوصیت کے حامل ہیں کہ ہر ایک کی
زندگی تزکیۂ نفس اور عمل صالح کی زندگی
رہی مگر وہ جن کے نصیب ہی میں یہ
سعادت نہ تھی یا وہ جو تربیت قبول کرنے
کے جوہر سے خالی تھے جیسا کہ کسی شاعر
نے کہا ہے ؎

نہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سرو کنار جو کا

وارثِ انبیاء

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے "العلماء ورثة الانبیاء" علماء وارثین انبیاء کرام ہیں علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ وراثت درہم و دینار، زمین جائیداد نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کی وضاحت فرمادی فرمایا۔ نحن معشر الانبیاء لانرث و لانورث " انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے یہاں مراد متاع دنیا ہے اور پہلی حدیث جس میں علماء کو وارث فرمایا گیا اُس سے مراد وراثت علمی و روحانی و وراثت تبلیغ دین ہے انبیاء کی اس وراثت کے کئی پہلو ہیں (۱) علم و فضل کی وراثت (۲) انبیاء کے تقرب الی اللہ اور روحانیت و معرفت الٰہی کی وراثت (۳) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات و کرامات کی وراثت (۴) انبیاء علیہم السلام کے معمولات و اعمالِ صالحہ کی وراثت (۵) اور ان کی دعوت

الی اللہ و تبلیغ دین کی وراثت۔ علماء والیاء میں سے کسی کو ان تمام اقسام سے حصہ ملتا ہے اور کسی کو ان میں سے کچھ کا۔ قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے فرمایا گیا۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذالک الفضل العظیم۔ "پھر ہم نے کتاب یعنی قرآن کا وارث اپنے ان بندوں کو بنایا جن کو ہم نے چن لیا ان میں سے کچھ وہ ہیں جو کوتاہئ عمل میں مبتلا ہوئے اور کچھ وہ ہیں جو درمیانہ راہ پر ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں پر سبقت لے گئے یہی بڑا فضل ہے" (یعنی انھوں نے عمل بھی کیا اور دعوت و تبلیغ بھی)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ قطعًا اور یقینًا وارثین انبیاء میں سے ہیں بارگاہ الٰہیہ جلّ مجدہٗ سے آپ کو انوار علم سے وافر حصہ عطا فرمایا گیا آپ مبلغ دین و علم اور علماء صالحین میں سے ہیں آپ اپنے نور علم سے کثیر مخلوق طالبان علم کو فیض یاب فرمایا۔

آپ کی درسگاہ سے علم کے چشمے جاری ہوئے اور تشنگانِ علم بڑی تعداد میں ان سے سیراب ہوئے اور ایسے صاحب علم و فضل اور اصحاب بصیرت باکمال علماء پیدا ہوئے جنھوں علم دین کی روشنی سے مغرب و مشرق کو منور کیا برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش کے اکثر علماء آپ ہی کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں آپ کے علم کی شعاعیں بلاد مغرب و امریکہ کو بھی روشن کر رہی ہیں، و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

تفقہ فی الدین

آپ کی عظیم خصوصیت تفقہ فی الدین ہے جس کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، فرمایا گیا "من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین"، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے جس بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اُسے تفقہ فی الدین عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم فقہ اور علوم شرعیہ میں اپنے تمام معاصرین سے

ممتاز فرمایا اور آپ نے دین و شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی وہ خدمت کی جو دوسروں کا مقسوم نہ تھی آپ اس پر سختی سے عامل بھی تھے۔ آپ کی نگاہ فقہی جزئیات پر حاوی تھی، کتب فقہیہ پر آپ کا مطالعہ نہایت درجہ وسیع تھا نہ صرف فقہ بلکہ احادیث مبارکہ پر بھی آپ کی نظر وسیع تھی اور قرآن کریم کی آیاتِ احکام و دیگر آیات اور ان کے مفاہیم و مستنبطات پر بھی آپ اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ بہار شریعت کے سترہ حصے مرتب فرمائے اور ان میں فقہ کے ۳۸۱ تین سو اکیاسی عنوانات کے تحت آپ نے نو ہزار نو سو ترانوے یعنی تقریباً دس ہزار مسائل و جزئیات بیان فرمائے۔ فتاوائے امجدیہ کے مسائل اس کے علاوہ ہیں۔ یہ دس ہزار مسائل و جزئیات آپ نے سینتالیس معتبر و مستند اور معتمد علیہا کتب فقہیہ کے حوالوں سے بیان فرمائے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ کے مطالعہ میں مجتہدین فی الشرع، مجتہدین فی المذہب مجتہدین فی المسائل اور اصحاب التخریج و اصحاب الترجیح وغیرہ جملہ علماء فقہ کی تصانیف رہیں اس کے علاوہ اہل فتوی مفتیان کرام کی جملہ کتب فتاوی بھی آپ کے پیش نظر رہیں۔ یقیناً آپ نہایت عظیم المرتبت فقیہ تھے۔ اور ضعیف و مردود اور صحیح و قوی و اقوی اقوال کا علم رکھتے تھے نیز راجح و مرجوح، مفتی بہ و غیر مفتی بہ اقوال و مسائل پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔

بہار شریعت میں آپ نے ابواب فقہ کے عنوانات کے ماتحت ۳۹۵ آیات قرآنیہ سے استنباط کیا ہے جو احکام شرعیہ اوامر و نواہی، جائز و مستحبات سے متعلق ہیں اس سے آپ کے علم تفسیر و اصول تفسیر و طریق استنباط سے متعلق عظیم مطالعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ یقیناً تمام آیات احکام آپ کے وسیع مطالعہ میں تھیں اور قرآن پاک کے دیگر علوم سے بھی آپ کثیر معلومات رکھتے تھے۔

بہار شریعت میں ہی آپ نے فقہی ابواب و عنوانات سے متعلق دو ہزار دو سو تیئس ۲۲۲۳ احادیث کریمہ تحریر فرمائی ہیں ان کے علاوہ

طحاوی شریف کی شرح میں آپ نے کثیر احادیث کا استخراج فرمایا یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آثار و سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ میں آپ کس درجہ کمال رکھتے تھے اس سلسلہ میں آپ نے بشمول صحاح ستہ بیالیس ۴۲ کتب احادیث کا حوالہ دیا ہے جن میں سے ہر مجموعۂ حدیث معتبر و مستند ہے۔ اگر ہم احادیث شریفہ سے متعلق آپ کے علم کا کچھ اندازہ لگانا چاہیں تو یہ امر نگاہ میں رکھیں کہ آپ نے زائد از چالیس سال مسلسل درس حدیث دیا اور صحاح ستہ کی تعلیم دی اور ان کی تفہیم و تدریس اور تشریح کے لئے آپ نے محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصانیف و شروح کا مطالعہ جاری رکھا یہ امور ہمیں اس یقین تک پہونچاتے ہیں کہ علوم احادیث پر بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ اللہ ارحم الرحمین آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور مقام قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الوف التحیۃ والتسلیم۔

مذکورہ بالا امور یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ و طفیل میں آپ کو تفقہ فی الدین کے مقام پر فائز فرمایا تھا اور آپ فقیہ اعظم ہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ "فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر ثواب محدث سے کم نہیں ہے بلکہ درحقیقت فقیہ قرآن کریم، احادیث شریفہ، تفسیر اور فقہ کا جامع ہوتا ہے، اشباہ ہی میں بیان کیا گیا ہے کہ۔ حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ و سلامہ علی نبینا و علیہم کے علاوہ کوئی دوسرا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اسے کتنا ثواب دیگا اور اللہ تعالیٰ اُسے کیا صفات حمیدہ عطا فرمائے گا کیونکہ ارادۂ الٰہی مغیبات میں سے ہے مگر فقہائے کرام اس امر کو جانتے ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "من یرد اللہ بہٖ خیراً یفقھہ فی الدین" اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ

فرماتا ہے تو اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ اسی حدیث پاک سے اس ارحم الراحمین واصدق الصادقین کی رحمت سے یہ حسن ظن پیدا ہوتا ہے کہ وہ فقہائے صالحین ومتقین کو اپنے کرم خاص سے بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت استاذ محترم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے فقیہ فی الدین کے مرتبہ پر فائز فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھی اپنے رب کی رحمت سے بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد۔

آپ کے معمولات

قیام دادوں کے دوران آپ کے معمولات کیا تھے یہ بھی اپنی ایک خصوصیت رکھتے ہیں۔

علی الصباح نمازِ فجر کے لئے مسجد تشریف لے آتے پانچوں اوقات کی نماز آپ نہایت درجہ پابندی کے ساتھ صحیح ومسنون اوقات میں ادا فرماتے جماعت آپ ہی کی اقتدار میں ہوتی۔ نمازِ فجر سے فراغت کے بعد آپ طلوع آفتاب کے بعد وقت نماز اشراق تک تلاوتِ قرآن کریم فرماتے پھر نماز اشراق ادا کرنے کے بعد زنان خانہ تشریف لیجاتے اور ناشتہ وچائے سے فارغ ہوکر مدرسہ تشریف لے آتے۔ مدرسہ کے پورے اوقات میں ہر گھنٹہ میں آپ درس دیتے تھے کوئی گھنٹہ آپ اپنا خالی نہ رکھتے۔ مدرسہ سے فارغ ہوکر گھر تشریف لیجاتے دوپہر کا کھانا نوش فرماتے، قیلولہ فرماتے اور نمازِ ظہر کیلئے مسجد تشریف لے آتے بعد نمازِ ظہر آپ اپنے دار المطالعہ میں تشریف فرما ہوتے اور وہاں بہار شریعت کی تصنیف کا سلسلہ جاری رہتا۔ نمازِ عصر کے بعد دار الاقامہ کے وسیع وعریض کھلے صحن میں تشریف فرما ہوتے وہاں کبھی طلباء اپنے علمی مسائل حل کر لیتے تھے اور کبھی بستی سے کچھ عقیدت مند حاضر ہوتے اور ان سے "ادخال السرور علی اخیہ المسلم" کے مطابق اُن میں فرحت وانبساط پیدا کرنے والی گفتگو فرماتے، نماز مغرب

ادا فرما کر صلوۃ الاوابین ادا فرماتے پھر گھر تشریف لیجاتے اور ما حضر تناول فرما کر نماز عشا کیلئے مسجد تشریف لے آتے۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد آپ پھرا۔ پنے دار المطالعہ میں تشریف فرما ہوتے اور وہاں سے بالعموم بارہ بجے شب سے قبل نہ اٹھتے تھے جب آپ مکان تشریف لیجاتے طلبہ پر نظر رکھتے کہ کون مطالعہ کر رہا ہے اور کون خواب استراحت میں ہے اسی کے مطابق طلبہ کی ہمت افزائی یا زجر و توبیخ ہوتی تھی۔

بظاہر دیکھنے میں آپ کو یہ معمولات نہایت سادہ اور آسان دیکھائی دیں گے لیکن درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی مصروفیات و مشاغل کی روشنی میں دیکھیں تو ان معمولات کو مسلسل بلا ناغہ پابندی سے ادا کرنا ایک کرامت سے کم نہیں اور اس میں ایک عظیم و اہم نکتہ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں محرمات و نواہی سے بچنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور دراصل تقویٰ محرمات و نواہی، مکروہات و مشتبہات سے بچنے کا نام ہی ہے متقین کا درجہ اُن ہی حضرات کو ملے گا جو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ محرمات و منہیات سے اجتناب کریں۔ اور مقربین حضرات وہ ہیں جو تقویٰ کے ساتھ بکثرت نفل نماز ادا کرتے رہیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے معمولات زندگی میں آپ دیکھیں گے کہ کہیں یہ شائبہ بھی نہیں ملے گا کہ آپ نے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ ممنوعات میں سے کسی ممنوع کا ارتکاب بھی کیا ہو۔ اس لئے بلا شبہ آپ کا شمار گروہ متقین میں سے ہے وان للمتقین مفازا حدائق واعنابا۔ کی بشارت پانے والے گروہ میں آپ بھی شامل ہوں گے انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ جل و علا۔

ھذا ما سنح لی وما تیسر لی واللہ المستعان علی ما تصفون وصلوات اللہ وسلامہ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد النبی الامی وعلی الہ واصحابہ واولیائہ وعلماء امتہ اجمعین۔

یہ مضمون وجود میں نہ آتا اگر عزیزم مولوی فیضان المصطفےٰ سلمہ ورفع اللہ درجاتہ کا مسلسل وپیہم اصرار نہ ہوتا۔ کبھی کبھی کیفیات صحت ایسی ہوتی ہیں کہ قلم ہاتھ میں لینے کو بھی جی نہیں چاہتا اور توجہات میں اس درجہ انتشار پیدا ہو جاتا ہے کہ سوائے ایک ذات کے اور کوئی چیز ہوتی نہیں اور بغیر تخیلات اور ان کو ترتیب کئے کوئی مضمون وجود میں نہیں آسکتا۔ میں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں آیات و احادیث پاک کے حوالہ سے لکھا ہے اور اس حیثیت سے اس مضمون میں ایک غیر مشترک خصوصیت ملے گی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس ناچیز کو اجر عطا فرمائے آمین۔

مضمون لکھنے والے اور پڑھنے والے تو بہت ہیں دعا یہ ہے کہ رب کریم کچھ ایسے لکھنے پڑھنے والے بھی پیدا فرمائے جو آپ کی اور علماء صالحین کی اتباع کریں اور ان کی زندگیوں کو اپنے لئے راہ عمل اختیار کریں۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس فقیر کیلئے دعائے خیر، دعائے مغفرت دعائے صحت دعائے حسن عاقبت فرمائیں امید کہ اپنی دعاؤں میں اس ناچیز کو فراموش نہ کریں گے۔

الفقیر الی اللہ الغفار الصمد
ظہیر الدین احمد الزیدی القادری غفرلہ
مورخہ ۹ ربیع الاخر ۱۴۱۸ھ ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء مقام بیت السادات
سول لائنز دودھ پور علی گڈھ

شہیدِ حجاز

صدر الشریعہ کا جنازہ بمبئی سے گھوسی تک ایک عینی شاہد کی زبانی واقعات کی رقت انگیز تفصیل

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ

میں اپنے اس افتخار کے لئے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوں کہ مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ الرضوان کے آخری لمحات کا نہ صرف عینی شاہد اور خادم ہوں بلکہ حضرت کا جنازۂ مبارکہ بمبئی سے گھوسی تک پہنچانے کا اعزاز بھی تنہا مجھی کو حاصل ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب ہمارا قیام ناگپور میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم کے صدر مدرس کی حیثیت سے تھا اچانک ایک دن بمبئی سے حضرت صدر الشریعہ کا ٹیلگرام موصول ہوا کہ تم فوراً بمبئی پہنچو۔

ناگپور سے بمبئی کا سفر صرف بارہ گھنٹے کا تھا۔ اسی دن بمبئی کے لئے روانہ ہوگیا۔

دوسرے دن صبح کے وقت جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دھوراجی کے عبد الکریم رحمت والے میمن کے یہاں قیام ہے جو حضرت کے مرید خاص تھے۔ جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا حضرت بستر علالت پر ہیں اور غشی کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ جو میری سگی بہن تھیں وہ بھی حضرت کے ساتھ ہی تھیں۔

تفصیل دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ دونوں حضرات بریلی شریف سے اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج و زیارت کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں سخت بارش ہوئی اور حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگ گئی

جس کی وجہ سے بخار آگیا۔ اور بمبئی پہنچتے پہنچتے حضرت پر نمونیہ کا حملہ ہوگیا۔

بڑی مشکل سے انھیں بمبئی اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا۔ پہنچتے ہی فوراً شہر کے مشہور معالج بلوائے گئے اور ان کا علاج شروع ہوگیا۔ کئی دن کے علاج کے بعد بھی افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو حضرت کے حکم پر مجھے بمبئی پہنچنے کے لئے ناگپور ٹیلگرام دلوایا گیا سخت بخار اور نمونیہ کی شدت سے حضرت پر غشی کی کیفیت طاری رہتی تھی لیکن کبھی کبھی ہوش میں آجاتے تھے۔ اسی وقفے میں حضرت نے مجھے پہچان لیا اور ارشاد فرمایا اچھا ہوا تم آگئے مفتیِ اعظم اور حضرت کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔ بمبئی میں مفتیِ اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔ حضرت کی عیادت کے لئے روزانہ تشریف لاتے تھے۔ تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کیلئے تشریف لائے ان کی آمد پر عقیدت مندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ اسی اثناء میں نعت خوانی شروع ہوگئی جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرعہ پڑھا۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا مجھے تکیہ کے سہارے بیٹھادو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی آنکھیں بند کئے ہوئے حضرت اسی طرح بیٹھے رہے۔ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے شب میں جہاز کے کھلنے کا وقت تھا۔ سرِ شام ہی حضور مفتیِ اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے لئے تشریف لائے وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آسکتی جو دمِ رخصت دونوں پر طاری تھی۔ پرنم آنکھوں نے کیا کہا، لرزتے ہوئے ہونٹ کیا کہنا چاہتے تھے کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتیِ اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا۔

جایئے! میں بھی پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔

بالیں سے جدا ہوتے وقت مفتیِ اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا۔ جہاں سے ایک ہجراں نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا۔

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتیِ اعظم اپنی

آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔
ان کے نورانی چہرے پر آنسوؤں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا۔

مفتیِ اعظم کے رخصت ہوتے ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ گھر گھراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار تیز ہو گئی۔ فوراً ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انھوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہیں ہوا اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ کہا کہ اب حضرت کا آخری وقت آگیا ہے جو کچھ جسے کہنا سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار و قرائن سے جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں۔ تو انھوں نے ہمشیرۂ مخدومہ کے لئے کمرہ خالی کر دیا۔ جب وہ تشریف لائیں اور حضرت کو اس حال میں دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اس وقت میرے اور اُن کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اتنا کہہ کر پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں کہ "روتی کیوں ہو میں تمہارے ساتھ گھوسی چلوں گا۔"

اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تیز رو مسافر چلتے چلتے اچانک رک جائے اور کچھ کہہ کر پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔ جب ہمشیرۂ مخدومہ روتے روتے نڈھال ہو گئیں تو گھر کی عورتیں انھیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

اس کے چند منٹ کے بعد سانس کی رفتار مدھم ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہہ، شریعت کا صدر شہیر اور طریقت کا بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔

لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کے پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینۂ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے

روانگی کا سائرن بجایا تھا۔

حجاز کی مقدس سرزمین پر حضورِ مفتیِ اعظم کا ورودِ مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا لیکن ان کا رفیق سفر ان سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

اس حادثۂ فاجعہ کی خبر بجلی کی طرح بمبئی کے طول وعرض میں پھیل گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے خبر کی تحقیق کے لیے چل پڑا۔ صبح ہوتے ہوتے ہزاروں کی بھیڑ جمع ہوگئی، رات ہی کو حضرت کے متوسلین و معتقدین نے اپنے طور پر طے کرلیا تھا کہ حضرت کو بمبئی ہی میں رکھا جائے اور یہیں ان کا نہایت شاندار مقبرہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انھوں نے مناسب جگہ کی تلاش بھی شروع کردی۔

صبح کو ان لوگوں نے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہم لوگوں کی اپنی خواہش ہے لیکن حضرت مخدومہ کی رائے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی مرضی معلوم کئے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے۔ رات بھر حضرت مخدومہ کو غشی پر غشی آرہی تھی وہ اس قابل ہی نہیں تھیں کہ اُن سے کوئی بات کی جائے صبح کو کچھ طوفان تھما تو حضرت کے جنازۂ مبارکہ کے متعلق معتقدین کی خواہش سے میں نے انھیں باخبر کیا۔ یہ سنتے ہی وہ اُبل پڑیں اور بڑی مشکل سے یہ کہہ سکیں کہ حضرت کا جنازہ ہم اپنے ساتھ گھوسی لے جائیں گے۔ بچوں نے پوچھا کہ ابا میاں کہاں ہیں تو میں کیا جواب دوں گی۔ ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ حضرت کو یہاں رکھا جائے اتنا کہنے کے بعد پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

مخدومہ آپا جان کی یہ بات میں نے ان لوگوں تک پہنچا دی۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ اس بات کے لئے راضی ہوئے۔ جنازۂ مبارکہ کو بمبئی سے باہر لے جانے کے لئے کئی مراحل طے کرنے تھے۔ پہلا مرحلہ تو ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنی تھی کہ لاش باہر جا سکتی ہے۔ دوسرا مرحلہ کارپوریشن کی اجازت کا تھا اور تیسرا مرحلہ ریلوے سے ریزرویشن کا تھا۔

سب سے پہلے وہ ڈاکٹروں سے سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لئے گئے۔ ڈاکٹروں

نے بتایا کہ اس شرط پر ہم لاش کو باہر جانے کی اجازت دیں گے کہ پیٹ چاک کرکے اندر کا سارا حصہ ہم نکال دیں گے اور اندر کچھ دوائیں رکھ دیں گے۔

یہ خبر لے کر وہ گھبرائے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مخدومہ سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ اس کے لئے رضامند ہیں۔ مخدومہ یہ خبر سنتے ہی رونے لگیں اور کہا کہ میں ہرگز اس کے لئے راضی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی پردۂ غیب سے کوئی صورت ضرور نکلے گی کیونکہ حضرت نے اپنی وفات سے کچھ ہی دیر پہلے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم روؤ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ وہ پھر جائیں اور اپنی کوشش جاری رکھیں۔ خدا نے چاہا تو اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ اور کوئی نہ کوئی صورت غیب سے ضرور نکلے گی۔

چنانچہ مخدومہ کے حکم پر وہ لوگ دوبارہ جے جے اسپتال گئے اور اس کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور واقعہ کی ضرورت واہمیت سمجھاتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آپریشن کے بغیر لاش کو باہر لے جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو از راہ کرم ہماری مدد کیجئے۔ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اسے حسن اتفاق ہی کہئے یا خدا کی غیبی مدد کہ آج ہی تین دن کے دورے پر امریکہ سے ایک سرجن آیا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے فن میں اکسپرٹ مانا جاتا ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں شاید اس کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو جس میں آپریشن کی ضرورت نہ پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر واپس آیا تو اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی اس نے بتایا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بس اتنا کیجئے کہ جب جنازہ تابوت میں رکھ دیا جائے تو سیل کرنے سے پہلے میرے پاس آجائیے۔ آپ کو چند گولیاں دی جائیں گی، انھیں تابوت میں رکھ دیجئے اُس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر باہر کی ہوا تابوت کے اندر داخل نہ ہو تو تین مہینے تک لاش خراب نہیں ہوگی۔

مخدومہ آپا جان کو جب اس کی اطلاع

دی گئی تو وہ سجدۂ شکر میں گر پڑیں۔ اور بیساختہ کہا کہ یہ حضرت صدر الشریعہ کا کھلا ہوا تصرف ہے پہلا بنیادی مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اب کارپوریشن سے اجازت کا مرحلہ باقی تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ چند گھنٹوں میں طے ہو گیا۔ اب تیسرا مرحلہ ریلوے کے محکمہ سے تعلق رکھتا تھا۔ سارے کاغذات لیکر جب وہ لوگ اسٹیشن پہنچے تو حسن اتفاق سے بمبئی کے ایک انتہائی بارسوخ شخص سے وہاں ان کی ملاقات ہو گئی جس کا ریلوے کے حکام پر بہت گہرا اثر تھا۔ اس نے تھوڑی ہی دیر میں کلکتہ بمبئی میل سے مغل سرائے تک سکنڈ کلاس کے دو برتھ ریزرو کرا دیئے اور جنازۂ مبارکہ کے تابوت کے لئے ایک وین بھی گھوسی تک کے لئے بک ہو گیا۔

جب وہ لوگ سب کچھ کرا کر قیام گاہ پر واپس لوٹے تو غسل کی تیاری ہو رہی تھی۔ ظہر کے وقت تک تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ ہو گئے۔ ظہر کے بعد ہزاروں عقیدتمندوں کے ہمراہ ایک بہت بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض جمعیۃ علمائے اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے انجام دیئے اُس زمانے میں انھیں کے دفتر سے محرم الحرام کے جلسوں کے لئے واعظین و مقررین فراہم کئے جاتے تھے۔ محرم کے زمانے میں بھنڈی بازار میں واقع ان کا دفتر مسافر خانے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

کلکتہ بمبئی میل اس وقت ۹ بجے شب میں بمبئی سنٹرل سے روانہ ہوتا تھا۔ حضرت کا جنازہ مبارکہ عصر کی نماز کے بعد قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا۔ راستے بھر تابوت شریف پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی گلاب کی پنکھڑیوں اور ہاروں سے تابوت شریف اس طرح ڈھک گیا تھا کہ تابوت شریف نظر نہیں آتا تھا۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں جنازہ مبارکہ مغرب کے وقت اسٹیشن پہنچا۔ مغرب کی نماز پلیٹ فارم پر ادا کی گئی۔ جیسے ہی تابوت شریف پلیٹ فارم پر رکھا گیا ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ مجمع

میں بہت سے نعت خواں حضرات بھی موجود تھے۔ فرطِ شوق میں انھوں نے نعت خوانی شروع کردی۔ اس وقت کا منظر اتنا رقت انگیز ہوگیا تھا کہ لوگ بے قابو ہوگئے اور ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ بڑی مشکل سے صلاۃ وسلام کے بعد دیوانوں کا یہ شور تھما۔

۸ بجے شب میں ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور اس میں تابوت کے رکھنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی کلمہ طیبہ اور درود و سلام کی گونج میں تابوت شریف اٹھایا گیا اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد ریلوے حکام نے دروازے کو مقفل کرکے سیل کردیا بہت سے لوگ پھولوں کا ہار لئے ہوئے وہاں اُس وقت پہنچے جب دروازہ سیل ہوچکا تھا تابوت شریف پر پھول ڈالنے کا موقع نہ مل سکا تو باہر ہی انھوں نے جگہ جگہ پھولوں کے ہار لٹکا دیئے تابوت شریف رکھ دیئے جانے کے بعد ہم اور مخدومہ آپا جان دونوں سکنڈ کلاس کے ایک ریزروڈ ڈبے میں بیٹھ گئے۔ جب ٹرین کھلی تو نعرہائے تکبیر و رسالت سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔

ہمیں رخصت کرنے کے بعد حضرت کے مریدین و متوسلین نے بمبئی سے لے کر بنارس تک اُن تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں ٹرین رکتی تھی اہل سنت کے علما و عمائدین کو فون کے ذریعہ مطلع کردیا کہ حضرت صدر الشریعہ کا جنازۂ مبارکہ کلکتہ بمبئی میل سے آپ کے اسٹیشن سے گزر رہا ہے۔ اطلاع ملتے ہی ہر جگہ اہل سنت کے حلقوں میں اعلان کرادیا گیا کہ حضرت کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے آپ اسٹیشن پر پہنچیں۔ اس اعلان کے نتیجے میں ہر بڑے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے کھڑے رہے جیسے ہی ہماری ٹرین پہنچتی لوگ اس ڈبے کی طرف دوڑتے جس میں حضرت کا تابوت شریف رکھا ہوا تھا۔ میں اپنے سکنڈ کلاس کے دروازے پر کھڑا ہوجاتا اور لوگوں سے پھولوں کے ہار اور عطر و گلاب کے تحفے وصول کرتا۔

جب ہماری ٹرین جبل پور پہنچی تو حضرت برہان الملۃ علامہ مفتی برہان الحق صاحب

علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت مدھیہ پردیش اسمبلی کے رکن تھے، اپنے سیکڑوں معتقدین ومتوسلین کے ساتھ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ انھوں نے اپنے ذاتی اثر ورسوخ سے اسٹیشن ماسٹر کو اس بات کیلئے تیار کرلیا کہ وہ تابوت شریف کا سیل توڑ تابوت شریف پر پھول ڈالنے اور عطر چھڑکنے کا موقع دے۔ چنانچہ وہاں سیل توڑ دی گئی اور لوگوں نے تابوت شریف کی زیارت کی اور اس پر پھولوں کے ہار ڈالے۔ باقی سامان ہمارے حوالہ کردیا۔

جب ٹرین مغل سرائے پہنچی تو بنارس اور گرد ونواح کے سیکڑوں معتقدین واحباب وہاں جمع تھے۔ حضرت سے ارادت رکھنے والی کچھ خواتین بھی تھیں۔ لوگوں نے نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں بریک وین سے تابوت شریف کو نکالا اور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے بنارس جانے والی ٹرین پر لے گئے وہاں بریک وین کے سامنے ریلوے کے حکام پہلے ہی سے موجود تھے۔ تابوت شریف اندر رکھوانے کے بعد دروازہ مقفل کرکے سیل کردیا۔

جب ہماری گاڑی بنارس پہنچی تو بہت بڑا ہجوم جنازے کے استقبال کے لئے پہلے ہی سے وہاں کھڑا تھا۔ نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں لوگوں نے تابوت شریف کو بریک وین سے باہر نکالا اور اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چھوٹی لائن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔ یہاں گورکھپور جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔ یہاں بھی ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور تابوت شریف اندر رکھ دیئے جانے کے بعد اسے مقفل کردیا۔ مخدومہ آپا جان اور ہم سکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔

ایک بجے دن کے وقت ہماری ٹرین اندارا جنکشن پہنچی یہاں گھوسی جانے کے لئے ٹرین بدلنی تھی۔ پورا پلیٹ فارم اہل سنت کے علماء، طلبہ، اور حضرت کے عقیدتمندوں سے بھرا ہوا تھا۔ جیسے ہی ٹرین پہنچی لوگ بے قابو ہوگئے۔ نعرہائے تکبیر ورسالت کے گونج میں تابوت شریف گورکھپور جانے والی ٹرین سے اتار کر گھوسی جانے والی ٹرین کے بریک وین میں رکھا گیا۔ یہاں سے

کچھ خواتین بھی مخدومہ آپا جان کے ساتھ سکنڈ کلاس
کے ڈبے میں بیٹھ گئیں۔

گھوسی اسٹیشن پر محشر آلام کا رقت انگیز منظر

جب ہماری ٹرین گھوسی کے اسٹیشن
پر پہنچی تو ہر طرف غم زدہ انسانوں کا ایک سیلاب
امنڈ رہا تھا۔ پلیٹ فارم پر تل رکھنے کی جگہ
نہیں تھی۔ ہر طرف نالہ و گریہ کا ایک کہرام بپا
تھا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان
کی سربراہی میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور
کے سارے اساتذہ طلبہ اور علاقہ کے علماء
عوام کے بے قابو ہجوم کو نظم و ضبط کی تلقین
کر رہے تھے۔

بڑی مشکل سے تابوت شریف کے
ڈبے تک جانے کے لئے راستہ بنایا گیا
اور حضور حافظ ملت کو علماء کے مجمع کے ساتھ
وہاں پہنچایا گیا۔ ڈبے کا دروازہ کھلتے ہی
لوگ جذبات کے تلاطم میں بے قابو ہو گئے
حافظ ملت نے علماء کی مدد سے تابوت شریف
کو اتروا کر کاندھا دیا۔ اس کے بعد صرف
اتنا یاد ہے کہ تابوت شریف کاندھوں اور
سروں سے گزرتے ہوئے پروانوں کے
سیلاب میں قادری منزل کریم الدین پور
کی طرف بڑھتا رہا۔

قادری منزل میں پہلے ہی سے
ایک کہرام برپا تھا جیسے ہی تابوت شریف
دروازے پر پہنچا قیامت کا ایک منظر تھا
حج و زیارت سے واپسی پر باپ کے استقبال
کی تیاری کرنے والے آج یتیمی کا داغ لئے
ہوئے باپ کے جنازے کا استقبال
کرنے کے لئے دروازے پر کھڑے تھے۔
قاری رضاء المصطفےٰ جن کی عمر اس وقت
تیرہ چودہ برس کے قریب تھی ان پر تو
ایک عجیب دیوانگی کی کیفیت طاری تھی
بڑی مشکل سے انھیں قابو میں کیا گیا۔
حضرت کی دو صاحبزادیوں سعیدہ اور عائشہ
خاتون نے جب اپنی غم نصیب ماں کو دیکھا
تو روتے روتے ماں بیٹیوں کی ہچکیاں بندھ
گئیں۔ خاندان کے لوگ بھی غم سے
ایسے نڈھال تھے کہ ان کا رونا دیکھا نہیں
جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے تابوت شریف
آنگن میں اتارا گیا۔ جیسے ہی اوپر کا تختہ

کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہو گئی۔ حافظ ملت اور چند مخصوص علما نے مل کر جنازۂ مبارکہ تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا۔

کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا اس کے بعد خاندان کے علماء اور اعزہ و اقارب زیارت سے مشرف ہوئے۔ پرنور چہرہ دیکھنے کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیخودی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ جسے ایک عاشق باکمال ایک حق پرست مرد مومن اور ایک زندۂ جاوید فقیہہ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آکر دیکھ لے۔ جب خاندان اور جماعت کے اہم حضرات زیارت سے فارغ ہو چکے تو دیدار عام کے لئے جنازۂ مبارکہ باہر لا کر رکھ دیا گیا۔

یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی کہ بہت سے بدعقیدہ لوگ حضرت صدر الشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو گئے۔ حضرت کی تدفین کیلئے وہی جگہ منتخب کی گئی جس کی نشاندہی حضرت نے ایک ہفتہ قبل اپنے سفر حج پر روانہ ہوتے وقت فرمائی تھی۔ دیدار عام کے بعد جنازۂ مبارکہ اس باغ میں لے جایا گیا جہاں پہلے سے قبر شریف تیار تھی۔ حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے لحد میں حضرت کو اتارا۔ شام ہوتے ہوتے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور مجد و شرف کا تابناک سورج عالم جاوید کے افق کے نیچے ہمیشہ کیلئے ڈوب گیا۔

قصبہ گھوسی کے بہت سے لوگ آج بھی اس کے شاہد ہیں کہ دفن ہونے کے بعد بہت دنوں تک قبر شریف سے خوشبو نکلتی تھی۔ جس سے سارا باغ معطر ہو جاتا تھا تیسرے دن فاتحۂ سوم میں مضافات کے علاوہ دور دور سے لوگ شریک ہوئے۔ ماتم گساروں کے اجتماع میں علمائے کرام نے حضرت کی علمی و دینی خدمات اور ان کی

مقدس شخصیت پر اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا۔

عرس چہلم کے موقع پر ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے جو شریک نہ ہو سکے انھوں نے اپنے پیغامات ارسال کئے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعزیتی مکتوب اتنا دلدوز اور رقت انگیز تھا کہ پڑھتے وقت پڑھنے والا بھی اشکبار تھا اور سننے والے بھی اشکبار تھے

چہلم شریف کے بعد سال بھر تک اہل سنت کے مشاہیر اکابر علماء فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ یکم اور ۲ ذی قعدہ کو حضرت کا سالانہ عرس شریف خلف اکبر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب سجادہ نشین آستانۂ قادریہ رضویہ امجدیہ کی سربراہی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جو اب ایک علمی اور فکری تقریب کی صورت اختیار کرتا

استاذ الاساتذہ جامع معقولات حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ نے کافی جدوجہد کے بعد حضرت کے روضۂ مبارک کی نہایت شاندار عمارت بنوائی ہے۔ اب حضرت مولانا عبدالشکور صاحب اعظمی اور ان کے رفقائے کار نے اس کی تعمیر جدید کے لئے ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کیا ہے۔ خدا کرے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ اور حضرت صدر الشریعہ کے روحانی اور علمی فیض کا چشمہ اسی طرح جاری رہے۔

از حافظ خالد حسن خالد

محمد مصطفےٰ کا عشق تھا امجد کے سینے میں
دل و جان و خرد سب کچھ تھا مکے میں مدینے میں

رہے مشغول روز و شب سدا وحدت کے پینے میں
رہے مسرور مرنے میں رہے سرشار جینے میں

عمل کی علم کی دولت ہے قصر قادری منزل
کمی کس چیز کی ہے شاہ امجد کے خزینے میں

کیا زیر و زبر سب کو شکست فاش دی انکو
منافق جو کہ رکھتے تھے نبی سے بغض سینے میں

سفینہ منتظر ہی تھا کہ اتنے میں صدا آئی
مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

امیدیں لے کے آیا ہوں کرم فرمایئے حضرت
گزارے زندگی خالد ادب میں اور قرینے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صلی علیٰ سید الخلق محمد وآلہ واصحابہ لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقائہ

اسلام اور سُنّت کا مُحافظ

• حضرت مولانا افتخار احمد صاحب علیہ الرحمہ ابن جناب عبد الحفیظ مرحوم ۱۹۱۵ء میں خالص پور ضلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی پھر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڈھ پہنچے اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے مختلف کتب کا درس لیا اور علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ ۱۹۳۵ء میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد مگہر ضلع بستی میں خدمت تدریس انجام دی پھر ۱۹۶۲ء میں شتیلا پور ضلع مہراج گنج تشریف لائے اور یہاں مکتب کو یکہ و تنہا دار العلوم کی شکل دیدی۔ پھر آپ مگہر گئے مگر اب وہاں زیادہ قیام نہ رہا اہل شتیلا پور کے اصرار پر دوبارہ ڈیڑھ سال بعد ۱۹۷۹ء میں شتیلا پور تشریف لائے اور آخر تک یہیں قیام فرمایا۔ اور دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۰ر صفر المظفر ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶ر جون ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ پورے اہلسنت اور خصوصاً اہلیان شتیلا پور کو چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی مذہبی سرگرمیوں اور علمی تحریکات کا علاقہ دور افتادہ ہونے کی وجہ سے نہ تو آپ کی خدمات اور کارنامے نمایاں ہوسکے اور نہ آپکی شخصیت معروف ومشہور ہوئی۔ مگر آپ کی شخصیت کی اہمیت وعظمت کا پتہ مہراج گنج کے ان باشندوں سے لگایا جا سکتا ہے جن کی نگاہوں میں آپ کے علمی رعب وجلال کردار کی پاکیزگی وبلندی اور قوم وملت کیلئے بیکراں ایثار وخلوص اور بے لوث خدمات

کی بیشمار تصویریں گھوم رہی ہیں۔ درج ذیل مضمون حضرت نے اپنی حیات کے آخری لمحات میں تحریر فرمائے۔ جو حضرت حافظ محمد سمیع اللہ صاحب امجدی۔ استاد جامعہ امجدیہ رضویہ کی کوششوں سے حاصل ہوا۔ ۸۲ رسالہ بوڑھے درویش عالم دین کے لرزتے ہاتھوں سے نقش کی گئی آخری متاع حیات قارئین کی نذر ہے۔۱۲۔ مرتب

میں افتخار احمد بن عبد الحفیظ مرحوم خالص پور کا رہنے والا ہوں جو اس اطراف کے مقامات میں مشہور ہے اسی گاؤں میں مجاہد دوراں محترم عزیز مولانا عبد الجبار خانصاحب (ریٹائرڈ صوبیدار میجر راجپوت رجمنٹ) رہنے والے ہیں اسی گاؤں میں ہمارے ملک کے نامور اور مشہور لیڈر اور ہنگامہ خیز بیانات کے مالک حضرت مولانا حافظ عبید اللہ خاں صاحب دام ظلہ (ممبر راجیہ سبھا دلی) بھی رہنے والے ہیں اور میرا نانی ہالی خاندان فتح پور تال نرجا، جو اس اطراف کا اہل علم کا مرکز اور مشہور گاؤں ہے۔ وہیں کے میرے نانا صاحب حضرت مولانا علیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہنے والے تھے۔ اسی گاؤں میں محسن سُنّیت و اسلام حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب تھے۔ آپ نے میرے ماموں جناب حافظ مختار احمد خاں صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر سے فرمایا کہ افتخار احمد کو حضرت صدر الشریعہ کی خدمت اقدس میں پہنچا دو وہاں سے اس کو بہت کچھ مل جائے گا۔ مولانا محمد سعید خاں صاحب مجھے لیکر حضرت کے دولت خانہ "قادری منزل" محلہ کریم الدین پور شریف میں لے گئے اور فرمایا کہ ان کو تعلیم دیجئے۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ ریاست دادوں ضلع علی گڈھ میں تشریف رکھتے تھے دوسرے دن حضرت کی ہمرکابی میں علی گڈھ کو روانہ ہوا۔ چونکہ میں نے اس سے پہلے کوئی بڑا سفر نہیں کیا تھا۔ اس لئے مجھکو یہ سفر بہت تعجب خیز معلوم ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ اس وقت میری تعلیم "شرح جامی"، "قطبی"، وغیرہ کی ہو رہی

تھی اور یہ تحتانی درجہ ہے اس لئے نچلے
مدرسین کے پاس یہ تعلیم رکھی گئی۔
ہمارے منطق کے استاذ اس وقت
کہیں گئے تھے تو ایک دن کا سبق حضرت
نے اپنے پاس لے لیا۔ منطق کے ایک مسئلہ
کی تقریر تھی اس کے متعلق حضرت نے
ایسا بیان کردیا جیسا کہ دریا کو کوزے
میں بند کردیا۔ زمانہ دراز ہوچکے باوجود وہ
تقریر مجھکو اب تک یاد ہے [1]

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت
پر میں کیا لکھ سکتا ہوں جب کہ آپ کی
علمیت اور عظمت کی تھاہ عالم العلماء نہ
لگا سکے۔ مولانا عبدالغفار صاحب بلیاوی
نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ حضرت نے
خواب میں حضرت ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ
سے ملاقات کی اور مسئلہ تقدیر پر مکالمہ
فرمایا صبح اٹھ کر حضرت امام صاحب کیلئے
ایصال ثواب کیا۔ مسئلہ تقدیر ایسا
ہے کہ اس پر کلام کرنا ممنوع ہے۔ مگر
حضرت دریائے علم تھے آپ کو جو شبہات
وارد ہوئے تو آپ نے حضرت امام صاحب
کے سامنے پیش فرمایا۔

علم کی تمنا آپ کو اتنی زیادہ تھی کہ اپنی اولاد کو بیرون
ملک بھیجا۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے
حضرت مولانا محمد عبدالمصطفے صاحب ازہری
کو جامع ازہر مصر میں علم ادب پڑھنے کیلئے
بھیجا، مولانا ازہری صاحب کئی برس کے
بعد تکمیل علم کرکے ہندوستان واپس
آئے تو سب سے پہلے ریاست دادون
علی گڑھ میں پہنچے اتفاقاً دوسرے دن طلباء
کا تقریری پروگرام تھا مولانا ازہری صاحب
نے کھڑے ہوکر عربی زبان میں تقریر فرمائی
اس وقت جو اہل علم موجود تھے انھوں
نے بڑی تعریف کی۔ اور کیوں نہ تعریف کرتے
جبکہ آپ جامع ازہر مصر سے فراغت کرکے
آئے تھے۔ کچھ دنوں وہاں قیام فرمایا
اس کے بعد اپنے وطن محلہ کریم الدین پور
گھوسی تشریف لائے اس کے بعد بہت

[1] اس جملے پر طبیعت مچل پڑی کہ کاش وہ تقریر نقل فرمادیتے! تاہم فقیر نے اس تقریر کو کسی بھی قیمت پر حاصل کرنے کا عزم کیا
اور ربیع الاول کی چھٹی میں سفر کا ارادہ کرلیا مگر تقدیر نے مہلت نہ دی اور حضرت نے ۱۰ صفر کو ہی ہم سب کو خیرباد کہہ دیا۔ مرتب غفرلہ

دنوں تک ہندوستان میں رہ کر کے دینی تعلیم دیا۔ جب ہندوستان اور پاکستان کا بٹوارہ ہوا تو آپ پاکستان چلے گئے وہاں جا کر آپ نے بہت اونچا مقام حاصل کیا وہاں آپ کو اَعْلَمُ الْعُلَمَا میں گنا جاتا تھا وہاں آپ کے بھائی لوگ اب بھی رہتے ہیں۔

پانی کا ایک قطرہ جس کی کوئی حیثیت نہیں وہ سمندر جس کی انتہا معلوم نہیں وہ قطرہ اس سمندر کے بابت کیا کہہ سکتا ہے۔ حضرت تواضع اس قدر فرماتے تھے کہ اس کا ایک واقعہ جناب قدرت اللہ صاحب محلہ پرانا گورکھپور، گورکھپور نے ایک مرتبہ مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے دوکت کدہ پر گیا حضرت حافظ قدرت اللہ صاحب حقہ کے بہت شوقین تھے حضرت صاحب خود اپنے دست قدرت سے حقہ چڑھا کر لاتے تھے اور حضرت حافظ صاحب موصوف کو دیتے تھے۔ فرمایا کہ حضور یہ کیا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ آپ میرے مہمان ہیں جب میرے یہاں کوئی موجود نہیں ہے تو میں خدمت نہ کروں تو کون کرے گا۔

جب ریاستِ داؤون میں ہم گئے تو ایک شب ایک آدمی کے وہاں میلاد شریف تھا وہاں حضرت تشریف لے گئے بیان فرمایا اس کا حاصل مطلب مجھے یہ یاد ہے کہ فرمایا کہ ایک مرتبہ دربار رسالت میں کچھ لوگ آئے گفتگو کرتے کرتے زیادہ رات ہو گئی اس زمانے میں آج کی جیسی کوئی آسانی نہ تھی آج جب آدمی اندھیری رات میں چلتا ہے تو راستہ پانے کیلئے ایک ٹارچ اپنے پاس رکھتا ہے۔ بہر حال وہ دو صحابی رات گئے اپنے گھروں کو اندھیری رات میں روانہ ہوئے ان لوگوں کے پاس دو عصا (دو لاٹھیاں) تھیں جب وہ لوگ چلے تو ایک آدمی کے عصا کے سر پر روشنی ہو گئی اور اسی کے روشنی میں چلنے لگے جب ایک کا مکان قریب آگیا اور وہ اپنے مکان کو جانے لگے تو دوسرے صحابی کے عصا کے سر پر خود بخود ایک روشنی قائم ہو گئی اور اسی کے روشنی میں وہ اپنے گھر

پہونچ گئے۔

میں اس بیان کو بہت غور سے سن رہا تھا واپسی سے جب اپنے اپنے کمروں میں آئے تو مولانا عبد المصطفےٰ صاحب اعظمی جو اس وقت مجلس میں موجود تھے وہ اس بیان کے وقت اونگھ رہے تھے میں نے کہا کہ حضرت صاحب نے آج یہ بیان فرمایا آپ تو سو رہے تھے لیکن ہم لوگ اس کو سن کرکے دین کی دولت اپنے دامن میں سمیٹ رہے تھے۔

میں نے حضرت صاحب کی ایک خاص کرامت یہ دیکھی ہے کہ جتنے لوگوں نے آپ سے تعلیم حاصل کیا ہے ان میں سے ہر ایک دنیائے علم کا آفتاب تھا کوئی شاگرد آپ کا ایسا نہیں تھا جو دوسرے کے مقابلے کے وقت کسی قدر کمزور ہو پہلے بھی اور آج بھی۔

اساتذہ کے تلامذہ کے بابت یہ دیکھا جاتا ہے کہ کچھ شاگرد تو اچھے ہوتے ہیں جو علمی میدان میں نام پیدا کرسکتے ہیں اور کچھ کسی کام کے نہیں ہوتے مگر حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردانِ رشید سب اساتذہ کے شاگردوں سے زیادہ اَعلَم اور مہذب تھے۔ حضور کے شاگردوں میں سے تو میں بہت کو نہیں جانتا مگر ان میں سے حضور حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی ثم مبارکپوری کی خدمت اقدس میں بہت دنوں تک رہا ہوں تو میں نے یہ دیکھا ہے کہ آپ کے شاگرد سب اپنی اپنی جگہ پر ماہتاب علم تھے حضور حافظ ملت کے شاگردوں میں حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولینا مفتی عبد المنان صاحب مبارکپوری (جو آجکل شمس العلوم گھوسی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور لوگوں کو علم دین سے سیراب فرما رہے ہیں) حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ، یہ سب حضور حافظ ملت کے ممتاز اور نامور اور لوگوں میں محترم اور اوصاف جمیلہ کے مالک تھے اور

مالک ہیں، یہ سب حضرت صدر الشریعہ کی کرامت ہے۔

اگر آپ غور سے دیکھیں گے تو ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش نیپال، اور ممالک یورپ میں بھی بہت سے مقامات پر جہاں، جہاں ایمان اور اسلام کی روشنی ہے وہ سب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کی کرامت ہی حکمرانی کر رہی ہے۔ اور یہ بات عند اللہ ولی اللہ ہونے کی علامت ہے۔

آج تمام دنیائے اسلام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے احسان اور بڑائی کے سامنے سر بسجود ہے اور ساری دنیا آپ کی تعریف کر رہی ہے۔ قرآن نے فرمایا۔ جن کی لوگ تعریف کریں اور اچھائی سے یاد کریں وہ اللہ کے نزدیک اس کا محبوب ہوتا ہے۔

دربار اہلسنت، بریلی میں آپ کا بلند تر مقام

پہلے بھی اور آج کل بھی مسلمانوں میں برادری کا چرچا، اور اونچ نیچ کا تذکرہ بہت ہوتا ہے مگر اسلام کے نزدیک یہ تفریق غلط ہے۔ قرآن فرماتا ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت دار وہ ہے جو تم میں زیادہ خدا سے ڈرنیوالا ہے۔

زمانہ رسالت میں اور اس کے بعد بھی۔ یہ صورت کبھی بھی نہیں تھی۔ دہاں تو یہ تھا کہ ؎

"ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز\
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز"

عرب کی سطوت، حشمت اور بزرگی کے سامنے دنیاوی اعتبار سے دوسری دنیا کچھ نہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملک حبش کے رہنے والے تھے مگر مسجد نبوی شریف میں مؤذن تھے۔ آپ کو لوگ بلال رسول اللہ کہتے تھے۔ جب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو جنازہ مسجد میں رکھا گیا اور آپ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (کشف المغطا عن کتاب المؤطا، اکمال فی اسماء الرجال۔ ترجمہ عمر بن خطاب)

حالانکہ اس وقت حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما، اور بڑے بڑے عظیم القدر صحابہ بھی موجود تھے حضرت عمر کے صاحبزادگان بھی موجود تھے مگر نماز پڑھانے کے وقت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا گیا، جو ملک روم کے رہنے والے تھے۔

یہ اس بات کو قولاً اور عملاً بتانے کیلئے کہ عوام میں عزت اور ذلت کا مسئلہ بے بنیاد اور خود ساختہ ہے۔ دیکھئے قرآن فرماتا ہے اور وہ نقشہ کھینچ رہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کو کیا جواب دیا۔ تو قرآن فرماتا ہے۔ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ ترجمہ۔ تو اس کی قوم میں سے کافروں کی ایک جماعت نے کہا ہم تجھکو اپنا ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے تمہاری تابعداری کی ہے وہ لوگ ہیں جو ہم میں سے ذلیل ہیں۔

اس کی تفسیر میں۔ تفسیر وحیدی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذات، اور نسب، اور شرافت، میں حلال پیشہ کرنے سے کچھ فرق نہیں آتا اور ہمیشہ پیغمبروں کی تصدیق پہلے پہلے غریب لوگوں نے ہی کی ہے۔ اور خدا کے نزدیک ان کی عزت دنیا کے ان کتوں سے بہت زیادہ ہے جو اپنے عہدے، مال اور دولت پر مغرور رہتے ہیں۔ (پ۱۲ سورہ ہود ع ۳)

مگر امام اہل سنت حضرت مولینا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ان تعصبات کی کوئی حقیقت نہ تھی اور وہاں عمل کرکے یہ دیکھایا گیا کہ یہ تفریق بین المسلمین مسلمانوں کے تباہی کا باعث ہے۔

امام اہل سنت نے "کشف ضلال دیوبند" لکھا ہے اس میں اپنے تمام شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں حضرت صاحب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

میرا امجد مجد کا پکا
جس سے بہت کچھاتے یہ ہیں

امجد یعنی بہت زیادہ عزت دار اور مجد۔ امام اہلسنت نے حضرت کے متعلق یہ دو لفظ استعمال کر کے یہ ثابت کر دیا کہ امام اہلسنت کے نزدیک حضرت کتنے عظیم المرتبت اور عزت کے مالک ہیں۔ وصایا شریف میں امام اہلسنت نے اپنی نماز جنازہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ نماز جنازہ کی دعائیں یاد کر لی جائیں نماز جنازہ حامد رضا خاں پڑھائیں۔ یا مولوی امجد علی۔ دیکھئے جب جنازہ کا وقت ہوتا ہے تو جنازہ پڑھانے والا خدا کے روبرو صاحب جنازہ کی بخشش کی دعا کرتا ہے۔ گویا کہ امام اس وقت میں بندہ اور خدا کے درمیان ایک واسطہ ہوتا ہے کہ صاحب جنازہ کی عرض کو خدا کے دربار میں پیش کرتا ہے تو ایسے وقت میں بہت وجیہہ اور باعزت اور مقبول بندے کو اس وقت سامنے کیا جاتا ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب کے متعلق اس موقع پر امام نے صرف حامد رضا خاں کہا اور حضرت صاحب کے متعلق مولوی کا لفظ استعمال کیا لفظ مولوی اگرچہ آج کل عام انسانوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے مگر دریائے علم اگر کسی کو صرف مولوی کہہ دے تو اس کا مولوی کہنا ہی اس آدمی کیلئے بہت فخر کی بات ہو جاتی ہے۔ تو امام کا آپ کے متعلق مولوی کے لفظ کے استعمال نے حضرت کی تعریف میں چار چاند نہیں ہزار چاند لگا دیا۔

حضرت والا نے مضمون کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں اور پھر عقیدت میں آنکھیں جھکیں دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔

(مفتی خلیل احمد مارہروی علیہ الرحمہ)

حضرت صدر الشریعہ اپنے معاصرین میں

علامہ ارشد القادری بانی و مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

حضرت صدر الشریعہ علامہ حکیم امجد علی مصنف بہار شریعت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اس اعتبار سے تاریخ کے اُن اعاظم رجال سے ہیں جن کی عظمتوں کا اعتراف ان کے اخلاف ہی نے نہیں بلکہ ان کے عظیم المرتبت معاصرین نے بھی کیا ہے۔

محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفٰی صاحب کی سرپرستی میں عزیزم مولانا علاء المصطفٰی سلمہٗ اور اُن کے قابل قدر رفقاء نے جس بصیرت و ذہانت کیساتھ حضرت صدر الشریعہ کی علمی شخصیت پر جشن زرّیں کا اہتمام کیا ہے وہ اس اعتبار سے بہت زیادہ سراہنے کے قابل ہے کہ انھوں نے حضرت صدر الشریعہ کے تعلق سے تاریخ کے بہت سے پارینہ اوراق الماریوں سے تلاش کر کے اہل قلم کے حوالہ کر دیئے ہیں تاکہ وہ سجا کر اہل علم و نظر کے سامنے پیش کر سکیں

اس وقت ہمارے سامنے اکابر اہل سنت کے قلمی خطوط کا جو گرانقدر ذخیرہ موجود ہے اسی میں حضرت صدر الافاضل، حضرت مفتی اعظم ہند حضور محدث اعظم ہند، حضرت مبلغ اعظم علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی، میرٹھی، اور حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے قلمی خطوط خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو حضرت صدر الشریعہ کے نام لکھے گئے ہیں۔

خود حضرت صدر الشریعہ نے بھی اپنے قلم سے اپنے فرزندوں کے نام جو خطوط تحریر فرمائے ہیں وہ اگرچہ نجی سطح کے ہیں لیکن اس جہت سے ہم انھیں بھی تاریخ کا ایک اہم ذخیرہ قرار دیتے ہیں کہ اُن سے حضرت صدر الشریعہ کی زندگی کا یہ رخ ہمارے سامنے آتا ہے کہ وہ اپنے خانگی مسائل میں کتنے حساس، کتنے باخبر، کتنے کریم النفس، اور کتنے عاقبت اندیش تھے،

ان خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ مجد و شرف کی برتری، علم و فضل کی بے پایاں عظمت، اور جماعت کی محیط مصروفیات کے باوجود گھر کا

چھوٹے سے چھوٹا جزئیہ بھی ہر وقت نظر میں رہتا تھا اس سے حضرت کی قوت استحضار اور ہمہ گیر توجہ کا پتہ چلتا ہے۔

چونکہ حضرت صدر الشریعہ اپنے خطوط کے آئینے میں ،، ہمارے مقالے کا موضوع نہیں ہے اس لئے اس موضوع پر ہم اپنے قلم کے رشحات کسی اور موقعہ کیلئے اٹھا رکھتے ہیں۔

معاصرین کے ان خطوط میں جہاں حضرت صدر الشریعہ کے فضل و کمال کا اعتراف جھلکتا ہے وہیں معاصرت کے باوجود اپنے اکابر کی عالی ظرفی، وسیع القلبی، اور باہمی مودت داخلاص کے قابل تقلید جذبے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

یہ خطوط اگرچہ امتداد زمانہ یا بے توجہی کے باعث بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ لیکن جتنے حصے بھی پڑھے جا سکنے کے قابل ہیں ان سے نصف صدی بیشتر کے علمی مذہبی اور سیاسی حالات کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے۔ خصوصیت کیساتھ اسی عہد کے بدلتے ہوئے حالات میں ہمارے اکابر نے مسائل کا کس طرح سامنا کیا اور اپنا دینی و جماعتی تشخص برقرار رکھنے کیلئے انھوں نے کیا کیا اقدامات کئے، ان خطوط کے بین السطور سے ان امور پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

خطوط کے اقتباسات اور تبصرے

اتنی تمہید کے بعد اب آیئے! ہم پچاس سال پیچھے پلٹیں اور اس عہد کے بزرگوں کی قلمی تحریروں کے آئینے میں اپنے روشن ماضی کا دیدار کریں۔

حضرت صدر الافاضل کا پہلا خط

زبان و قلم کے شہریار، علم و حکمت کے تاجدار حضرت صدر الافاضل علامہ سید شاہ حکیم محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے کون واقف نہیں ہے۔ تفسیر خزائن العرفان نے ان کے علمی تبحر، اور قرآن کے علوم و معارف پر ان کے گراں مایہ افکار کو گھر گھر پہونچا دیا ہے

کیونکہ کنز الایمان کا حاشیہ ہونے کی حیثیت سے اسکی پیدائش ہی کنز الایمان کی گود میں ہوئی۔ اور اسے بھی کنز الایمان کی معیت میں قبول عام اور شہرت دوام کا اعزاز حاصل ہو گیا۔

اسلوب تحریر کے اعتبار سے حضرت صدر الافاضل کو اپنے عہد کا بلند پایہ اور صاحب طرز ادیب کہا جاتا ہے۔

اس خط کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے یہاں یکے بعد دیگرے کئی اموات ہوئیں۔

اس موقعہ پر حضرت صدر الافاضل نے حضرت صدر الشریعہ کے نام یہ تعزیتی مکتوب ارسال فرمائے۔

خط کا متن یہ ہے۔

حضرت مولانا المحترم اجل المولیٰ تعالیٰ صبرکم واعظم اجرکم وابقاکم بالسلامۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے یہ پیہم صدمات اور دردانگیز حالات دوسروں کیلئے بھی دل ہلا دینے اور خون رلا دینے والے ہیں خود آپ کے دل پر کیا گزری ہوگی، اس کا تصور بھی دلدوز ہے۔

مولیٰ سبحٰنہٗ ان اموات کو آپکے رفع درجات کا وسیلہ بنائے اور آپ کو اور آپ کے تمام عیال واطفال کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

صبر واجر دنیا آپسے سیکھتی ہے بحمدہٖ تعالیٰ اسکی تلقین کی حاجت نہیں۔ مرحومین کے لئے انشاء المولیٰ تعالیٰ کئی قرآن شریف ختم کرکے ایصال ثواب کیا جائیگا۔ اور آپ کی صحت وسلامتی کیلئے ہر ختم کے بعد دعا کیجائیگی۔ بیمار ہوں۔ میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام

محمد نعیم الدین عفی عنہ

خط کی جامعیت وبلاغت اور غمگسارا اسلوب بیان اپنی جگہ پر ہے۔ دراصل محسوس کرنے کی چیز اخلاص ومودت کا وہ عاطفہ جو خط کی سطر سطر سے پھوٹ رہا ہے۔

دوسرا خط

حضرت محترم دام مجدہم السامی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

آرزومندان بھاگلپور اب پھر عرصہ کے بعد آپ کی زیارت کی تمنا کرتے ہیں۔ غالباً ۲۸ ربیع الآخر شریف کو وہاں جلسہ ہے۔ مجھے انھوں نے آپ کی خدمت میں التجائے شرکت عرض کرنیکے لئے وکیل بنایا ہے۔

براہِ کرم ان حضرات کی استدعا قبول فرماکر مطمئن فرمائیں۔

صحیح تاریخ کی بعد میں خط یا تار سے اطلاع دیجائیگی آپ اس طرح رخصت حاصل فرمالیں کہ اگر دو ایک روز کا فرق بھی ہو جائے تو دقت نہ ہو جلسہ بتقریب گیارہویں شریف، مقام فتح پور ضلع بھاگلپور میں ہوگا۔ سیورا اسٹیشن پر اترنا ہوگا ممکن ہو سکا تو میں بھی ہمراہ ہو سکوں گا۔ والسلام مع الاکرام جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

معاصرت کے باوجود خط کا ایک ایک فقرہ اخلاص وانکسار کے نقطۂ انتہا کو چھو رہا ہے۔ ایک طرف عظمت وکمال کے پہاڑ کی بلندی اور دوسری طرف محبت واخلاص کی افتادگی ملاحظہ فرمائیے ایسا لگتا ہے کہ آرزوئے شوق صدر الشریعہ کی راہ میں بچھی جارہی ہے۔ اتنے بلند کردار کے اب کہاں ملتے ہیں۔

غالباً اس جذبے کا عکس صدر الافاضل کے ایک سعید تلمیذ حضرت مولانا احمد یار خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی روح پر نظر آتا ہے حضرت صدر الشریعہ کے نام موصوف کا ایک مکتوب اسی جذبۂ اکرام کا آئینہ دار ہے۔ اسے پڑھئے اور سوچئے کہ اپنے بزرگوں کیساتھ عقیدت وتکریم کا وہ پاکیزہ ماحول ہم کس طرح واپس لائیں۔

صاحبِ تصانیف کثیری حضرت علّامہ احمد یار خان نعیمی کا مکتوبِ گرامی

۷۸۶/۹۲

قبلۂ عالم حضرت حامی سنت ماحی بدعت، امام العلماء رأس الفقہاء مولانا صاحبؒ قبلہ

السّلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

کانپور سے ایک رسالہ شحنۂ شریعت جاری ہے اس میں کسی مجہول شخص نے بہار شریعت کے اس مسئلے پر اعتراض کیا ہے کہ مقابر اولیاء اللہ پر عمارت بنانا ناجائز ہے۔ وہ رسالہ اس ماہ نومبر میں آپ کی خدمت میں بھی حاضر کیا گیا ہے اور آپ سے جواب کا مطالبہ کیا ہے۔

گذارش ہے کہ جناب والا ہرگز ہرگز اس کو جواب نہ دیں۔ وہ نہایت بیہودہ پرچہ ہے۔ اکابر علماء کی پگڑیاں اچھالنا اسکا شیوہ ہے میں نے اس کو جواب دیدیا ہے کہ اس مسئلہ کا بلکہ بہار شریعت کے ہر ہر مسئلے کا میں ذمہ دار ہوں۔ وہ کتاب نہایت صحیح ہے اس پر اعتراض کرنے والا جاہل ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ ہمارے اکابر ہر کس وناکس کے منہ لگیں۔ لہٰذا جناب ہرگز اسکو جواب نہ دیں۔ والسلام

احمد یار خان

مسجد حاجی پیر بخش مرحوم شہر گجرات (پنجاب)

خط کے مضمون سے اپنے اکابر کی عظمت کے تحفظ کیلئے اُس غیرت احساس کا پتہ چلتا ہے جو ہر چھوٹے کے اندر موجود ہونا اسکی سعادتمندی اور ارجمندی کی دلیل ہے۔ اس طرح کا خط کسی

امجدی کی طرف سے ہوتا تو اپنائیت کی بات اتنی قابلِ تحسین نہ ہوتی جو ایک نعیمی کی تحریر سے ظاہر ہے۔

صدر الافاضل کا تیسرا خط

حضرت محترم دام بالمجد والفضل والالطاف والاکرام

السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہٗ

مزاج مبارک بخیر باد

حضرت مولانا شائستہ گل صاحب حاضرِ خدمت ہو رہے ہیں۔ آپ سرحد کے سنی عالم ہیں۔ اور مانکی شریف کے زیب سجادہ حضرت شاہ محمد امین الحسنات صاحب دام مجدہم کے فرستادہ ہیں ان کا پیام لائے ہیں۔

مجھے حضرت موصوف کی تجویز سے پوری طرح اتفاق ہے۔ امید ہے کہ حضرت بھی پسند فرمائیں گے۔ میں بھی آپ کی رائے سامی کا منتظر رہوں گا۔ والسلام مع الاکرام

محمد نعیم الدین عفی عنہٗ

اس خط کو پڑھتے ہوئے یہ تمنا مچل مچل کر رہ گئی ہے کہ "نامہ بر" کے ذریعہ حضرت صدر الشریعہ کے نام جو پیام آیا تھا۔ خط کے بین السطور سے کاش اس کا بھی کچھ سراغ مل گیا ہوتا۔ تجویز کا متن ہمارے سامنے ہو یا نہ ہو اتنی بات بہرحال مسلم ہے کہ تجویز کا تعلق ضرور کسی عظیم الشان مہم سے تھا۔ اور اقدام کیلئے جماعت کے اکابر کی منظوری حاصل کرنی ضرور تھی۔ صدر الافاضل کا یہ لکھنا کہ "میں بھی آپ کی رائے سامی کا منتظر رہوں گا" جماعت میں حضرت صدر الشریعہ کی رائے کا وزن معلوم کرنیکے لئے بہت کافی ہے

چوتھا خط

الجمہوریۃ العالیۃ الاسلامیۃ المرکزیہ

آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد

حضرت محترم دام مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہٗ

سنی کانفرنس کے دستور کیلئے ملک کی سنی کانفرنسیں بیچین ہیں۔ تقاضے بہت زیادہ ہیں۔ اور کام بھی رکا ہوا ہے۔

اس لئے بمجبوری ۲۰ر محرم ۱۳۶۶ھ بروز یکشنبہ اس لئے مقرر کردیا ہے کہ آپ تشریف لاکر دستور کی تکمیل فرمادیں

اس تاریخ کیلئے حضرت مفتیٔ اعظم دامت برکاتہم سے بھی تشریف آوری کی التجا کی گئی ہے، اور حضرت محدث صاحب اور حضرت ملک العلماء کو

بھی اس تاریخ کیلئے مدعو کیا گیا ہے۔ خواہش ہے کہ عرس کچھوچھہ شریف سے قبل دستور مکمل ہو جائے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے عرس شریف میں شائع ہو جائے۔

جواب فوراً ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

والسلام مع الاکرام

محمد نعیم الدین عفی عنہ ۶ / دسمبر ۱۹۴۰ء

یہ خط اس وقت کی جماعتی تنظیم سنی کانفرنس سے متعلق اکابر کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتا ہے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ جماعت کے سارے اکابر اس تنظیم کے ساتھ منسلک تھے۔ اور جماعت میں حضرت صدر الشریعہ کی کیا اہمیت ہے اس پر بھی تیز روشنی پڑتی ہے۔

مسلک، مدارس اور تصانیف کیساتھ ساتھ اگر یہ تنظیم بھی ہمیں وراثت میں ملتی تو آج ہماری جماعتی زندگی کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا

نامۂ گرامی تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

جمعیۃ اصلاح و ترقی اہلسنت سوداگران بریلی ۲۰ شعبان ۵۹ھ

مولانا المحترم زید فضلہ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ ملا۔ تاریخ جلسہ مندرجہ ذیل ہے ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ / شعبان ۵۹ھ بروز دوشنبہ سہ شنبہ چہارشنبہ۔ مولوی عبد المصطفیٰ و مولوی عطاء المصطفیٰ کو اجازت دی جا سکتی ہے وہ مکان سواریوں کو لیکر چلے جائیں مگر آپ جہاں تک ممکن ہو اول ہی تاریخ سے جلسہ میں شرکت فرمائیں۔

ہر سال انتظار لوگ کرتے ہیں اور امسال بھی شدید انتظار رہے گا۔ مولوی سردار احمد صاحب کی بھی یہی خوشی ہے اور وہ سلام عرض کرتے ہیں۔

انشاء المولیٰ تعالیٰ ہم سہ روز جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں گے۔ فقط والسلام

راقم الحروف ساجد علی خاں بھی سلام عرض کرتا ہے اور دعا کرتا ہے حضور بالخیر جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں۔ آمین فقیر مصطفیٰ رضا

یہ خط اگرچہ نجی سطح کا ہے لیکن اس سے اُس تعلق کا پتہ چلتا ہے جسے روا ینایئت کہا جاتا ہے صدر الشریعہ کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کا تعلق اتنا قریبی اور گہرا تھا کہ صدر الشریعہ کا سفر آخرت بھی بمبئی تک انہی کی معیت میں ہوا۔ حضرت صدر الشریعہ کی حیثیت مفتی اعظم کے مدرسہ منظر اسلام کے

سرپرست کی سی تھی ۔

حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا گرامی نامہ

حضرت محترم دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

جمہوریت اسلامیہ کا دستور بڑی کدوکاوش
اور غور وفکر کے بعد مرتب ہو گیا۔ جو حاضر خدمت ہے
اس کے مطالعہ سے حضرت پر روشن ہوگا کہ اس کے
تعمیری پروگرام میں خلافت راشدہ کی روح کام کر رہی
ہے۔ اور سارا ماخذ اسلامی قوانین ہیں

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ناظم اعلیٰ
(صدر الافاضل) دامت برکاتہم کی شدید ناسازئ
طبع نے کچھ تاخیر پیدا کردی۔ لیکن جس امر مہم کو انجام
دیا گیا ہے اس کی اہمیت پر نظر فرما کر آپ خود فیصلہ
کرینگے کہ مرض شدید بھی درحقیقت سبب تاخیر نہ ہو سکا

اب آپ اسکو ملاحظہ فرمائیں اور اگر کسی اضافہ
یا ترمیم کی رہنمائی کرنی ہو تو اسکو قلمبند فرمادیں اور
اپنی مہر تصدیق ثبت فرما کر مسودہ کو مرکزی دفتر میں
واپس کردیں۔ جس کیلئے پندرہ دن کافی سے
زیادہ ہیں۔ تاکہ جلد ملک میں دستور کو نافذ کردیا
جائے۔ والسلام

آپ کا مخلص
فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی

اس خط کے ذریعہ تین باتوں پر خاص طور سے
روشنی پڑتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تاریخ میں
ہم پر ایک ایسا عہد ضرور گزرا ہے جبکہ جماعت کے
سارے اکابر ایک پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے اور
اسے سنی کانفرنس کا پرچم کہا جاتا ہے۔ دوسری بات
یہ ہے کہ کچھوچھہ مقدسہ بھی جماعتی تنظیم کے دھارے
سے اس وقت الگ نہیں تھا اور اسکی نمائندگی حضور
محدث اعظم ہند فرما رہے تھے۔ لیکن محدث اعظم ہند
کے وصال شریف کے بعد سے آج تک ان کے
جانشین حضرات نے جماعتی زندگی کے دھارے
سے منسلک ہونے کا کوئی موقعہ حاصل نہیں کیا
اور ہمیشہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں اکیلے اذان
دیتے رہے۔

اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ محدث اعظم ہند
کی نظر میں حضرت صدر الشریعہ کی رائے کی آتنی
اہمیت تھی اور انکی صوابدید پر انھیں اتنا اعتماد تھا
کہ دستور مکمل ہوجانے کے باوجود صدر الشریعہ کیلئے
دستور میں ترمیم واضافہ کا حق محفوظ رکھا۔

[مجمع البحرین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب
صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کا گرامی نامہ]

یہ خط اس وقت کا ہے جب صدر الشریعہ دار العلوم

معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین کی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ سید صاحب نے اپنے اس خط میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی طرف یہ پیشکش حضرت صدر الشریعہ کے سامنے رکھی ہے کہ وہ کرنال تشریف لیجائیں اور وہاں وقف اسٹیٹ کے تحت جو تعلیمی ادارہ چل رہا ہے اس میں افتا اور تدریس کا کام کریں۔

حضرت کو کرنال لیجانے کیلئے مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کو کتنا اصرار تھا۔ اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کا کس کس طرح حضرت کو وہاں کے لئے ہموار کر رہے تھے۔ اس کا اندازہ ان کے خط کے اس فقرے سے لگائیں۔

> ہاں! مولانا شیروانی نے یہ ضرور فرمایا ہے کہ وہاں ہر طرح کا امن ہوگا نہ کوئی کمیٹی نہ ارکان نہ مہتمم۔ (قلمی خط)

خط کا یہ حصہ بعجلت سفر کرنے پر زور دیتا ہے۔ سید صاحب خط کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

> متعلقین کو مکان پہنچا کر علیگڈھ تشریف لائیں یا ان کو وہاں چھوڑ کر اجمیر ہی سے آجائیں۔ میں آپ کے ہمرکاب حبیب گنج جاؤں گا

اہل علم کیلئے خط کا یہ حصہ خاص طور پڑھنے کے قابل ہے۔

> میری نیاز مندانہ گذارش ہے کہ آنجناب درس کے سلسلہ کو جاری رکھیں۔ اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقولی و منقولی صحیح استعداد کیسا تھ پڑھا سکتا ہو"
>
> میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ اور استاذ علیہ الرحمہ (حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب) کے صرف آپ ہی یادگار ہیں۔

میرا اپنا قیاس ہے کہ حضرت مولانا شیروانی کی یہ درخواست صدر الشریعہ نے منظور نہیں فرمائی ورنہ ان کی سرگزشت حیات میں کرنال جانے کا ذکر ضرور کہیں ملتا۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ مولانا شیروانی حضرت صدر الشریعہ کی علمی قابلیت اور ان کی عظیم تدریسی مہارت سے اس حد تک متاثر تھے کہ صدر الشریعہ کیلئے ریاست دادوں کے دار العلوم سعیدیہ تشریف لیجانے کا وہی تعلق سبب بنا۔

نوٹ:۔ افسوس کہ اس خط میں کوئی تاریخ نہیں پڑی ہے۔ صرف حمد و صلوٰۃ کے بعد دستخط کی جگہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ لکھا ہوا ہے۔

مجمع البحار مبلغ علم حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کا نامہ گرامی

> یہ خط تعلیم و تدریس کے سلسلے میں حضرت صدر الشریعہ

کی مرجعیت اور اہلسنت کے عربی مدارس میں ان کے اثر و رسوخ پر پوری طرح روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت مبلغ معمولی شخصیت کے آدمی نہیں تھے، بین الاقوامی زبانوں پر مکمل عبور کے نتیجے میں ان کی شخصیت آفاقی بنگئی تھی۔ دنیا کے وسیع خطے میں بڑے بڑے علمی مراکز ان کے زیر اثر تھے۔ عرب ملکوں کی علمی اور دینی شخصیتوں سے ان کے بہت گہرے روابط تھے اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے وہ عالم اسلام کے کسی بھی علمی مرکز کو منتخب کر سکتے تھے۔

لیکن اس مقصد کیلئے انھوں نے خصوصیت کیساتھ صرف حضرت صدر الشریعہ کی طرف رجوع کیا۔ اس خط سے باہمی مودت و اخلاص کا بھی پتہ چلتا ہے اور تعلیم کے مسئلے میں حضرت صدر الشریعہ کی صوابدید پر حسن اعتماد کا بھی اور اس کا بھی سراغ لگتا ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے ہمارے مدارس کی تعداد کتنی محدود تھی۔

حضرت مبلغ اعظم اسلام کے خط کا متن یہ ہے

محمد عبد العلیم الصدیقی القادری

محلہ مشائخان میرٹھ،

۱۶ر فروری ۱۹۴۱ء مطابق صفر المظفر ۱۳۶۳ھ

اکرم الاخوان واصدق خلان مولانا المحترم دامت برکاتہ

السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ

امید کہ مزاج وہاج بعافیت ہوں گے دھوراجی سے رخصت ہوکر متمنی تھا کہ والا نامہ شرف صدور بخشے مگر ہنوز محروم رہا۔ آنجناب اب گھوسی پہنچ چکے ہونگے۔ میں سفر کاٹھیاواڑ سے واپس ہوکر صرف ۲۰، ۲۲ دن میرٹھ ٹھہرا پھر بمبئی آیا اور اب دکن میں دورہ کر رہا ہوں ۲۴ر فروری تک یہاں قیام ہے۔ من بعد محبوب نگر پھر حالات نے اگر اجازت دی تو مدراس ورنہ براہ ناگپور میرٹھ واپسی۔

نصاب تعلیم کا جو مسودہ حاضر خدمت کیا غالباً آنجناب نے اسے مکمل فرمادیا ہوگا اگر نہ کیا ہو تو اب وقت نکال کر تکمیل فرمادیں کہ اب اسکی ضرورت ہے۔

محبوب و شبیر سلمہما کے متعلق حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ سوچکر رائے قائم فرمائیں گے محبوب سلمۂ نے بریلی میں انتظام کرلیا اور مولانا سردار احمد صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ یہ خبر نہیں کہ ٹھہرنے اور کھانے کا اس نے کیا انتظام کیا ہے دریافت کر رہا ہوں۔ شبیر کے متعلق ہنوز کوئی خاص خبر نہیں ملی۔

محبوب کے خط سے پتہ چلا کہ ابھی دادوں میں ہے
ہیں فرزندان حضرت قبلہ مولانا احمد مختار
(رحمۃ اللہ علیہ) سلمہا کی تعلیم کے باب میں سخت
متردد ہوں ۔ موجب پریشانی یہ ہے کہ وہ
گنج مرادآباد میں رہتے ہیں ۔ ابتک کوئی ایسے
مدرس دستیاب نہ ہو سکے جو اخلاص و محبت
کیساتھ پوری توجہ سے انھیں ان کے مکان
پر رہکر پڑھائے ۔ پندرہ بیس روپئے اور کھانا
دیا جاتا رہا مگر کام نہ ہو سکا ۔ اولاً حضرت
مدرس کی بے توجہی ۔ ثانیاً لڑکوں کی بدشوقی
ثالثاً، گنج مرادآباد کا ماحول ۔

وہ خود مرادآباد جامعہ نعیمیہ میں آئے
سال گزشتہ چند ماہ اور امسال دو ماہ وہاں
ٹھہرے مگر وہاں کی تعلیم اور بعض منتظمین کے
طرزِ عمل سے نالاں اور مدرسین ان کی بدشوقی
سے پریشان رہے آخر وہ گنج مرادآباد واپس
آ گئے ۔

اب جناب سے مشورہ کرتا ہوں اس لئے
کہ یہ ایک بڑی ذمہ داری میرے کمزور کاندھوں
پر ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ آنجناب کو بھی
ان بچوں کیساتھ بھائی صاحب قبلہ اور میرے
تعلقات کی بنیاد پر خاصی ہمدردی ہے ۔

کیا مذکورہ مشاہرہ کی شکل میں کوئی ایسے
مستعد مدرس مل سکتے ہیں ۔ جو گنج مرادآباد
کے ماحول میں رہتے ہوئے پوری قوت کیساتھ
بچوں کو قابو میں رکھکر تعلیم دے سکیں ۔

کیا بیرونی مقامات پر کوئی مدرسہ آپ ایسا
تجویز فرما سکتے ہیں جہاں ان کے اکل و شرب
و نگرانی اخلاق کا معقول انتظام ہو سکے پندرہ
بیس یا تیس ان کے کھانے کے لئے مہیا کیا
جا سکتا ہے ۔

کیا آنجناب ایسی کوئی صورت مہیا
فرما سکتے ہیں ۔ کہ وہ آنجناب کی خدمت میں
حاضر ہوں اور وہاں کسی کنبہ کیساتھ ان کے
کھانے پینے کا انتظام کر دیا جائے ۔ اور کھانے
کی قیمت اس کنبہ والوں کو دیدیجائے جو بہ
اطمینان انھیں دو وقت کھانا پہنچا دیں ۔ اور
آنجناب نیز فرزند ارشد حضرت عبد المصطفےٰ صاحب
سلمہٗ اسے اپنی خدمت کے اوقات میں انھیں
اسباق دیدیا کریں اور اپنے بچوں کی طرح
ان کی نگرانی رکھیں ۔

اور اسباق اگرچہ برائے نام اسوقت

غالباً مختصر معانی، ہدیہ سعیدیہ، قطبی وغیرہ ہیں۔
نگران کی حالت کا موازنہ کرکے صحیح رائے قائم
کیجا سکتی ہے۔ کہ کیا ہونے چاہیں۔
جواب کا جلد متمنی ہوں اس لئے کہ
ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ پتہ حاضر کرتا ہوں
جس پتے پر موقعہ فرمائیں۔ جواب ارشاد فرمائیں
(۱) ۲۲ر فروری ۴۲ء تک معرفت ناظم سررشتہ
نظامت صنعت وحرفت حیدر آباد دکن
(۲) ۳ر مارچ تک معرفت سید قمر الدین مجوزہ
ورنہ مستقل پتہ میرٹھ کا ہمیشہ کیلئے ہے۔
اعز محترم مولانا عبد المصطفےٰ سلمہٗ کی خدمت میں
سلام مسنون۔

خادم فقیر عبد العلیم صدیقی القادری

یہ معلوم کرکے آپ کو خوشی ہوگی کہ حضرت
صدر الشریعہ نے اپنی خصوصی توجہ اور پوری دردمندی
کے ساتھ حضرت مبلغ اعظم کے بچوں کی تعلیم وتربیت
کا نہایت معقول انتظام کردیا۔
لیکن اس گرامی نامہ کے پس منظر میں دراصل
دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ بھرے ہندوستان میں
اپنے بچوں کی تعلیم کے مسئلے میں حضرت مبلغ اعظم
کو صدر الشریعہ کی صوابدید اور ان کے جذبۂ اخلاص
وموَدت پر کتنا اعتماد تھا؟ اور کس یقین کیساتھ
انھیں یہ احساس تھا کہ اس مشکل کا حل صدر الشریعہ
ہی کے پاس ہے۔

حضرات! اس موقعہ پر تاریخ کے حوالہ
سے ایک خاص نکتے کی طرف میں آپ کی توجہ
مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ بریلی سے لیکر اجمیر مقدس
[illegible]ادوں، اور بنارس تک حضرت صدر الشریعہ
کی تدریسی زندگی کا اگر آپ جائزہ لیں تو آپ
اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ درسیات میں مہارت
رکھنے والے اساتذہ کی تیاری حضرت کی
زندگی کا خاص نصب العین تھا۔ اور اس حقیقت
کا انھیں پوری طرح ادراک تھا کہ علم کا مرکز
افراد ہیں۔ سنگ وخشت کی عمارتیں نہیں
اور زمانہ گواہ ہے کہ ہندو پاک کے سنی
مدارس کے اندر جہاں جہاں بھی نئی نسلوں میں
علم کا نور منتقل ہو رہا ہے، اس میں امجدی نسل
کے علماء کا زبردست حصّہ ہے۔
دبستان امجدی کے علمی شجرے میں دو شخصیتوں
کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جن سے اساتذہ
اور علماء کی نسل چلی اور آج تک چل رہی ہے۔
[illegible]ندوستان میں استاذ العلماء حضور حافظ ملت

علیہ الرحمۃ والرضوان اور، پاکستان میں شیخ الاساتذہ بقیۃ السلف حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ دونوں ملکوں میں یہی دو عظیم منبع ہیں جن سے چھوٹی بڑی بہت ساری نہریں نکل کر مختلف بلاد و امصار سے ہوتی ہوئی ہر آن بحر و بر کی سرحدوں کو عبور کر رہی ہیں ۔

یہاں تک کہ ایشیا یورپ، افریقہ اور امریکہ کے سنی مراکز و مدارس میں علم کا کوئی روشن چراغ آپ کو ایسا نہیں ملیگا جسکی لو کسی شمع امجدی سے منور نہ ہوئی ہو ۔

ملک و بیرون ملک کے وسیع خطوں پر امجدی نسل کے علماء کس طرح اثر انداز ہوئے اور انھوں نے ملک کے ملک اپنی علمی صلاحیتوں سے کس طرح فتح کئے ایک ایسی تاریخ ہے جو نصف صدی کے مختلف ادوار پر پھیلی ہوئی ہے اس کا تفصیلی جائزہ لینا کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ۔ البتہ مختلف ملکوں میں رہنے والے امجدی نسل کے علماء اگر سر جوڑ کر بیٹھیں اور الگ الگ اپنی یادداشتوں کو جمع کریں تو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ سمندر کی لہروں کی طرح چشمۂ امجدی کا علمی فیضان ہر آن پورے تسلسل کیساتھ نئی نسلوں میں منتقل ہو رہا ہے ۔

صرف مبارکپور کے ذریعہ امجدی نسل کے علماء کا شجرۂ نسب شاخ در شاخ اتنا پھیل گیا ہے کہ آج کئی بر اعظموں پر اس کا سایہ پڑ رہا ہے ۔ دبستان عزیزی کی ہر درسگاہ سے برستے ہوئے بادلوں کا فیضان نالوں تک، نالے نہروں تک اور نہریں دریاؤں تک اور دریاؤں کی اٹھتی ہوئی موجیں ہر چہار سمت سے حافظ ملت کے مرقد انور کا ہر آن بوسہ لے رہی ہیں ۔

حضرات! خانوادۂ امجدی کے علمی فیضان کی جو تفصیلات میں نے پچھلے صفحات میں سپرد قلم کی ہیں ۔ ان کا تعلق حضرت صدر الشریعہ کی معنوی نسل سے ہے ۔ اب آئیے تھوڑی دیر کیلئے ہم ان کی صلبی نسل کا بھی جائزہ لیں ۔

اپنے ہمعصروں میں یہ امتیازی خصوصیت صرف حضرت صدر الشریعہ کو حاصل ہے کہ ان کی اولاد ذی استعداد اساتذہ اور خدا ترس علماء پر مشتمل ہے ۔ جیسے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ حضرت مولانا محمد یحییٰ علیہ الرحمہ ۔ حضرت علامہ عبد المصطفےٰ الازہری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا عطاء المصطفےٰ علیہ الرحمہ حضرت مولانا حافظ قاری رضاء المصطفےٰ، حضرت

علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ، مولانا ثناء المصطفیٰ، حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ، اور حضرت مولانا فداء المصطفیٰ، یہ سارے فرزندان صدر الشریعہ صرف علماء ہی نہیں بلکہ علماء گر بھی ہیں۔ خدمت دین کے علاوہ کوئی دوسری مصروفیت اس خانوادے کو آج تک راس نہیں آئی کسی نے ذریعہ معاش کی کوئی دوسری لائن اختیار کرنے کی کوشش بھی کی تو قدرتی طور پر انھیں اپنی ناکامیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ مجبوراً انھیں اسی ڈگر کی طرف لوٹنا پڑا کہ جسے حضرت صدر الشریعہ نے اختیار کیا تھا۔

اس خانوادے کی یہ بھی ایک حیرت انگیز روایت ہے کہ علماء کے زمرے میں صرف اولاد ذکور ہی نہیں بلکہ اولاد اناث بھی ہیں اور سلسل کے ساتھ یہ سلسلہ نسل در نسل آگے بڑھ رہا ہے آج کے دور انحطاط میں درسیات پر عبور رکھنے والے قابل صف رجال بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن حضرت محدث کبیر کی قائم کردہ لڑکیوں کی رہائشی درسگاہ کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی میں درس نظامیہ کے نصاب کی تکمیل کرانے والی اکثر عالمات استاذہ اسی خانوادہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس خانوادے پر فضل خداوندی کا یہ رخ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ صرف اولاد ہی نہیں بلکہ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں جلیل القدر علماء اور عالمات پر مشتمل ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت صدر الشریعہ کے بھائیوں کی اولاد بھی اسی اعزاز و اکرام کی حامل ہیں۔ مثال کے طور پر شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ اور مرجع اساتذہ حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ اور شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی جو بقید حیات ہیں اسی خانوادے کے گلہائے سر سبد ہیں۔

حضرات! بلا شبہ خاندان امجدی کی اس عظیم اور منفرد خصوصیت کو حسن اتفاق پر ہرگز محمول نہیں کیا جاسکتا پشت در پشت اور نسل در نسل علماء اور عالمات کی پیداوار کا یہ نہ ٹوٹنے والا تسلسل ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ یقیناً اس کے پیچھے موہبت الٰہی اور عنایت رسالت پناہی کا کوئی انعام و اکرام ضرور کارفرما ہے جو امام احمد رضا کے تعلق سے صدر الشریعہ کی عظیم دینی اور علمی خدمات کے صلے میں ان کی نسل کو عطا ہوا ہے۔

خدائے قدیر اس چمن کو علم اور دین کی خوشبو سے معطر اور شاداب رکھے۔

ارشد القادری

۹ مارچ ۹۶ء جشن زریں حضرت صدر الشریعہ

جامعہ امجدیہ۔ گھوسی۔ ضلع مئو

صدر الشریعہ اور شہزاگانِ رضا

از: شہزادہ صدر الشریعہ مولانا بہاء المصطفےٰ صاحب قادری

یہ دنیا فانی ہے جو آیا اس کو فنا ہونا ہے مگر کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے کارنامے کی وجہ سے زندۂ جاوید ہو جاتی ہیں۔ ایسوں کو فراموش کرنا اور ان کی خدمات کو بھلا دینا ناممکن ہے۔ انھیں میں ایک شخصیت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے جنکے کارنامے رہتی دنیا تک مشعلِ راہ و نظر ہیں۔ جب ہم آپ کے حالات زندگی پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں آپ کا اہم کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور امت کی فلاح وصلاح کے لئے ملتا ہے۔ سرکار اعلیٰحضرت کے بعد آپ جماعت علماء میں سورج کی طرح روشن و تابندہ ہیں۔ اور آپ کا فرمان حکم آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ جب کوئی مسئلہ لاینحل بین العلماء ہوتا تو وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ آپ کے فیصلہ پر پھر کسی کو دم زنی کی مجال نہ ہوتی۔

مرجع علماء مجھے اچھی طرح یاد ہے مجھ سے آپ کے شاگرد رشید مولانا مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ایک بار عرس رضوی کے مبارک موقع پر اد پر دالانے کمرے میں حضور مفتی اعظم ہند، صدر الشریعہ، صدر الافاضل علیہم الرحمہ یہ تینوں گرامی قدر حضرات تشریف فرما تھے۔ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے خادم سے فرمایا کہ اسٹوپ پر چائے بنالو۔ (پہلے اسٹوپ اسپرٹ سے گرم کیا جاتا تھا) حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا مولانا اسپرٹ کا استعمال حرام ہے۔ اس پر صدر الافاضل نے فرمایا۔ استعمال کہاں کر رہا ہوں۔ میں تو اسپرٹ کو ضائع کر رہا ہوں بہت دیر تک اس پر گفتگو ہوتی رہی۔ مگر کسی نتیجے پر نہیں پہونچی پھر دونوں حضرات صدر الشریعہ کی جانب متوجہ ہوئے حضرت درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے حقہ نوش کر رہے تھے اور دونوں حضرات کی گفتگو سنتے ہوئے مسکراتے جاتے متوجہ کرنے پر فرمایا صدر الافاضل سے دریافت کریں۔ اسپرٹ کی خرید آپ نے کس لئے کی ہے صدر الافاضل نے فرمایا اسٹوپ جلانے کیلئے اس پر

فرمایا اس کا اس طرح جلانا ہی استعمال ہے یہ ضائع کرنا نہیں ہے۔ اس پر صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

ایک مسئلہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ ایک بار صدر الشریعہ بریلی شریف میں چارپائی پر مشرق کی جانب سر کرکے اور گھٹنے کھڑے کئے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ ہم لوگ سوالات کر رہے تھے اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے حضرت قبلہ کی سمت پیر کئے ہوئے ہیں۔ آپ نے جلال میں دونوں پیر اٹھاکر زور سے چارپائی پر مارا۔ اور فرمایا یہ قبلہ ہے؟ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر پیر مڑے ہوں یا گھٹنا کھڑا کرکے کوئی لیٹے یا بیٹھے تو قبلہ کیجانب پیر کرنا نہ ہوگا

ہر ادا ایک مصلحت آپ کا کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور ہر کام میں کوئی دینی مصلحت ضرور ہوتی جیسا کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا محمد نعیم الدین صاحب صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف بیان کرتے ہیں کہ میرے بڑے والد صدر الشریعہ سے گھوسی ملاقات کیلئے کسی ضروری کام سے گئے اس وقت حضرت کی بینائی بہت کمزور ہو چکی تھی گھڑی بھی نہیں دیکھ پاتے کہ کتنا بجا ہے۔ مگر گھڑی لگاتے تھے۔ اس پر بڑے والد نے عرض کیا جب حضور وقت نہیں دیکھ سکتے۔ تو پھر گھڑی رکھنے سے کیا فائدہ۔ فرمایا اگرچہ میں نہیں دیکھ سکتا مگر کسی جانکار سے دیکھا کر نماز کا وقت تو معلوم کر سکتا ہوں۔ (اس وقت گھڑی رکھنے کا عام چلن نہیں تھا)

خاندان رضا کے فرد کی حیثیت سے حضور صدر الشریعہ خاندانِ رضا کے ایک فرد شمار کیئے جاتے ہر اہم کام میں آپ کا عمل دخل ہوتا حضرت علامہ حسنین رضا قبلہ ابن استاذ زمن حسن بریلوی نے مجھ سے بار بار فرمایا کہ اگر کوئی ہم سے پوچھتا آپ حضرات کتنے بھائی ہیں ہم کہتے چار چوتھے صدر الشریعہ ہیں ایسا کیوں نہ ہو سرکار رضا فرماتے ہیں۔ "میرا امجد مجد کا پکا" صدر الشریعہ نے اپنی ہستی فنا فی الشیخ کرکے رضا کے ولد روحانی ہوگئے اس کا برملا اظہار شہزادگان فرمایا کرتے ہیں۔

شمس بین الشمسین شہزادگان اعلحضرت بایں فضل و کمال چندے آفتاب چندے ماہتاب جس پر دنیائے سنیت فخر و ناز کرتی تھی صدر الشریعہ جب بریلی شریف کسی موقعہ پر تشریف لاتے دونوں تاجدارانِ اہلسنت بگھی لیکر اسٹیشن استقبال کیلئے تشریف لیجاتے بصد اصرار بگھی پر بیچ میں بیٹھاتے اور خود تاجداران اہلسنت بغل میں دونوں جانب

تشریف رکھتے بریلی کے بزرگ فرمایا کرتے ہمارے لئے دونوں شہزادگان کو ایک ساتھ دیکھنا اسی وقت ممکن ہوتا جب صدر الشریعہ بریلی شریف تشریف لاتے گھر کے مرید خلیفہ کی ایسی عزت و توقیر کی نظیر ہمیں صرف مارہرہ مطہرہ میں ملتی ہے جبکہ دیگر خانقاہوں میں مرید کو گھر کا غلام سمجھا جاتا ہے۔

شاہزادگان کا احترام

صدر الشریعہ بھی شہزادگان رضا کا نہایت ادب و احترام فرماتے جب بریلی تشریف لاتے شہزادگان کی شان کے لائق تحفہ پیش کرتے ایک بار جے پور سے ناگرہ جوتا نہایت خوبصورت اور قیمتی لاکر حجۃ الاسلام کی خدمت میں پیش کیا حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بار بار الٹ پلٹ کر دیکھتے اور تعریف کرتے کسی نے دریافت کیا حضرت اتنا عمدہ خوبصورت جوتا کہاں سے آیا فرمایا میرے بھائی صدر الشریعہ جے پور سے لائے ہیں صدر الشریعہ کے مرید بریلی اکثر آپ کی موجودگی میں آتے تو خود اور مریدوں سے حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں نذر پیش کرتے اور کرواتے۔

اعلیٰحضرت کا انتخاب

مولانا نور الحسن و مولانا ظہور الحسن الحق (غالباً یہی نام ہیں) یہ دونوں حضرات علم معقولات میں اپنے کو منفرد سمجھتے تھے۔ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ہمارا اور صدر الشریعہ کا امتحان لے لیں جو کامیاب ہو اس کو منظر اسلام کا صدر المدرسین بنا دیں یا نہیں صدر الشریعہ اس وقت منظر اسلام کے صدر المدرسین تھے اس پر اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر ارشاد فرمایا میں نے سب کا امتحان لے لیا ہے۔ مگر میرے دل کو مولوی امجد علی بھا گئے ہیں اس کا کیا کروں۔ ع:۔ پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے۔

چشم دید نوازشیں

حضور صدر الشریعہ کے تعلق سے سرکار مفتی اعظم ہند میرے ساتھ عنایت خسروانہ فرماتے۔ جب حضرت سبحان رضا عرف سبحانی میاں مہتمم منظر اسلام و سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ کی شادی کی تقریب میں علماء کرام و معززین شہر مجلس میں موجود تھے حضرت نے مجھ بے نوا کو دیکھ کر فرمایا آپ تخت پر میرے پاس بیٹھیں میں نے عذر کیا بعد اصرار مجھے تخت پر اپنے روبرو بیٹھایا جبکہ تخت پر صرف نوشاہ میاں اور حضرت تشریف فرما تھے پھر علماء کی تالیف قلوب کے لئے فرمایا بہت سے علماء ہیں مگر تخت پر جگہ تنگ ہے ورنہ سب کو تخت پر بیٹھاتا اسی تعلق سے آج بھی تمام نبیران رضا مہر دنیاوی شر سے محفوظ رکھے غایت درجہ میرے ساتھ کرم فرماتے ہیں

جس کا میں شکریہ ادا نہ کر پاتا اسی وجہ سے تمام شہزادگان و شاگردانِ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ شہزادگان رضا و نبیران رضا کے ساتھ حسن عقیدت اور تعلقات خصوصی زیادہ رکھتے ہیں اور سرکار اعلیٰ حضرت کے دیگر خلفاء کرام کے شہزادگان اور شاگردان کا تعلق ایسا نہیں ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور حسن عقیدت عطا فرمائے۔ (آمین)

والدہ مرحومہ کی تمنّا

میں نے بارہا خیال کیا اور ایسے مواقع بھی آئے کہ اب میں بریلی شریف میں نہیں رہوں گا۔ بلکہ ایک بار تو حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ سے بھی ذکر کیا اس پر استاذ العلماء نے فرمایا۔ روپئے پیسے کے اعتبار سے بریلی شریف سے بڑھ کر ایک سے ایک جگہ ہے مگر جو بات بریلی شریف میں ہے وہ کہیں نہیں ہے۔ آپ بریلی شریف میں رہیں اللہ تعالیٰ کشائش فرمائے گا پھر تو چند دنوں کے بعد کشائش و فراوانی ایسی شروع ہوئی کہ اب تو بریلی شریف دوسرا وطن اصلی ہوگیا۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ مخدومہ والدہ مرحومہ اکثر فرماتیں میری تمنّا و خواہش ہے کہ میری اولاد میں سے کوئی ہمیشہ بریلی شریف رہے جہاں ان کو صدر الشریعہ کا خطاب و مقبولیت عام عطا ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اعلیٰ حضرت کے فیوض و برکات حضور صدر الشریعہ کے طفیل بیش سے بیش تر فرمائے اور دیار رضا میں پھلتے پھولتے شاد و آباد رہیں۔

(آمین)

"کامیاب انسانوں کی زندگی اپنانی چاہئے
میں نے حضرت صدر الشریعہ کو ان کے تمام معاصرین میں کامیاب و مؤثر پایا اسلئے خود کو انھیں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔

(حافظ ملّت علیہ الرحمہ)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور تصوف

از حضرت مولانا محمد عاصم صاحب اعظمی ایم اے پی ایچ ڈی

تصوف ایک صالح اخلاقی و روحانی نظام ہے جس کی بنیاد دین و شریعت کے اصولوں پر رکھی گئی ہے اسکا مقصد ایمان واذعان کی حقیقی روح اور تزکیہ باطن کا حاصل کرنا ہے تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں اہم مقصد ہے وہی تزکیہ و تصفیہ صوفیہ کا مرکز عمل ہے تزکیہ ہر پہلو سے ہمارے نفس کی تربیت کرتا ہے جس سے ہمارا نفس نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔

تصوف کی اصل

متقدمین صوفیہ شریعت کے کمال اتباع ہی کو طریقت سمجھتے تھے وہ خود علم شریعت کے رمز شناس اور دین کی نزاکتوں کا کامل ادراک رکھتے تھے علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ما کان المتقدمون فی التصوف الا رؤساء فی القرآن والفقہ والحدیث والتفسیر۔

قدیم صوفیاء قرآن وحدیث فقہ اور تفسیر کے امام تھے۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۲۵)

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ متقدمین صوفیہ کے نزدیک تصوف کی اصل کتاب و سنت ہی ہے ان کے نزدیک حدود شریعت کی حفاظت صوفی کیلئے شرط اوّل ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لو نظرتم الی رجل اوتی من الکرامات حتی یرفع فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود۔

اگر تم کسی کو دیکھو اسقدر کرامت دی گئی کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے تو اس سے دھوکا نہ کھاؤ یہاں تک کہ یہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی اور حدود شریعت کی حفاظت میں کیسا ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"جس شخص نے قرآن وحدیث کے احکام کو نہیں سمجھا اور ان کا علم حاصل نہیں کیا تصوف میں اسکی اقتدار نہیں کی جا سکتی ہے کیونکہ ہمارا یہ علم تصوف کتاب و سنت سے مقید ہے اور اجماع و قیاس کا مرجع بھی یہی دونوں ہیں (رسالہ قشیریہ)

متذکرہ بالا اقوال و اقتباسات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تصوف و سلوک کے ماخذ و مصادر قرآن و سنت ہی ہیں اور اہل تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف کی عمارت قرآن و سنت ہی پر قائم ہوتی ہے فی الحقیقت اسلامی تصوف کی بنیاد قرآنی تعلیمات، احادیث رسول، صحابۂ کرام کی پاکیزہ زندگی اور تابعین و تبع تابعین کی مقدس سیرت پر ہے۔

متقدمین صوفیہ کا تصوف

قدیم اہل تصوف کے نزدیک تصوف کا مفہوم اس قدر تھا کہ اتباع کتاب و سنت میں کامل جد و جہد کی جائے اسوۂ صحابہ کو دلیل راہ بنایا جائے اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے، عبادت وطاعت کو مقصود حیات تصور کیا جائے، قلب کو غیر اللہ کی محبت سے خالی کیا جائے اور نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے تزکیہ باطن و تہذیب اخلاق میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ ان کے نزدیک ترک و تجرید کا مفہوم بس اسقدر تھا کہ تمام امور دنیوی اور رشتہ و قرابت کو چھوڑ کر گوشۂ عزلت اختیار نہ کر لیا جائے، بلکہ حیات و کائنات کے تعلقات و معاملات کو برتتے ہوئے اللہ کی یاد اور اسکی طاعت و بندگی کا حق ادا کیا جائے نفس کو دنیاوی آلودگی سے پاک و صاف رکھا جائے، حرص و طمع کبر و عُجب سے دامن دل داغدار نہ ہونے پائے، چنانچہ حضرت شہاب الدین نقشبندی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی طریقت کی بنیاد کس چیز پر ہے۔ جواب دیا، "خلوت در انجمن"، یعنی بظاہر لوگوں کے ساتھ اور باطن خدا کے ساتھ سے

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا تصوف

صدر الشریعہ بدر الطریقہ

حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں شرف بیعت حاصل کیا تھا اور انھیں سے اس سلسلہ کی خلافت بھی پائی تھی یہ وہ خانوادۂ طریقت ہے جو معرفت وسلوک کیلئے علم وعمل کو لازم قرار دیتا ہے اور طریقت کیلئے شریعت کی پابندی پر زور دیتا ہے۔

بانی سلسلہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند ارجمند کو جو وصیت فرمائی وہ خانوادۂ قادریہ کے بنیادی دستور کی حیثیت رکھتی ہے۔

"میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقوی اور طاعت اختیار کرو اور احکام شریعت کی پابندی لازم رکھو، سینہ کو خباثت نفس سے صاف رکھو ایذا دہی سے باز رہو خود آزار خلق کا تحمل کرتے رہو، آداب درویشی نگاہ میں رکھو، بزرگوں کی بزرگ داشت کرتے رہو، برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو خردوں کو نصیحت کرتے رہو، رفیقوں سے جنگ نہ کرو، ایثار کو اپنے اوپر لازم کرلو، (فتوح الغیب مقالہ ص ۵۷)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

"کتاب وسنت اپنے سامنے رکھو، تامل وتدبر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو، اور انھیں دونوں کو اپنا دستور العمل بناؤ، قال وقیل اور ہوا وہوس سے دھوکہ نہ کھاؤ" (فتوح الغیب ص ۳۶)

حضرت صدر الشریعہ نے حضرت علامہ ہدایت اللہ رامپوری علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان سے تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، اور مروجہ علوم وفنون کا درس لیا تھا۔ یہ دونوں شیوخ محض علوم ظاہری میں کمال نہ رکھتے تھے بلکہ علم باطن اور سوز دروں کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ مشفق اساتذہ اور مرشد کامل کی تربیت خاص نے حضرت صدر الشریعہ میں اس صالح صوفیانہ فکر وعمل کی جوت جگائی جو مشائخ قادریہ کا طرۂ امتیاز اور انکی خصوصیت تھی۔

صدر الشریعہ نے اپنے اوراد و اعمال صوفیانہ کیلئے خانقاہ یا گوشۂ عزلت کا انتخاب نہ کیا، بلکہ مشائخ قادریہ شیخ معروف کرخی شیخ سری سقطی، سید الطائفہ جنید بغدادی اور بانی سلسلہ حضرت غوث الثقلین کی سنت طریقت اختیار کی اور خلق خدا میں رہ کر دین و شریعت کی خدمت بھی انجام دی اور تزکیہ و تصفیہ کے عمل سے لوگوں کے اندر روحانی قدریں بھی بیدار کیں۔

حضرت صدر الشریعہ کی پوری زندگی متقدمین اہل تصوف کی نہج پر گذری اور آپ کا فکر و کردار اور نظریہ و عمل صالح صوفیانہ اقدار کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا چنانچہ شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان جنھوں نے حیات صدر الشریعہ کا بہت قریب سے مطالعہ کیا تحریر فرماتے ہیں

> "حضرت صدر الشریعہ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے منطق و فلسفہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا آپ کی ذہانت بھی آپ کی کرامت تھی جس مضمون کو ایک مرتبہ دیکھ لیا سالہا سال تک یاد رہا......

مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے تو ایسا پڑھایا کہ ہزاروں مفلسوں اور تہی دستوں کو علم دین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دیں..... اس علمی کمال کے ساتھ آپ عمل صالح اور خلوص کے بھی حامل تھے آپ کی عبادت اور زہد و تقویٰ بلکہ آپ کا ہر کام خلوص سے ہوتا تھا اس وجہ سے آپ کا کلام پرتاثیر ہوتا تھا آپ کی دعا و مناجات سے رقت قلبی کا پتہ چلتا تھا آپ مستجاب الدعوات بھی تھے صابر و متحمل المزاج بھی تھے۔ عفو و درگذر آپ کا طریقہ کار بھی تھا۔ دینی نقصان کے پیش نظر آپ اظہار ناراضگی فرماتے۔ احقاق حق اور ابطال باطل آپ کا شیوہ تھا غیبت و چغلی اور نفسانی عداوت سے آپ کو نفرت تھی کینہ، بغض، و حسد سے آپ پاک و صاف تھے۔

بہترین سیرت بلند اخلاق، تہذیب و شائستگی کے پیکر تھے آرام طلبی و عیش پرستی سے آپ کو نفرت تھی مسکین پرور بیکس نواز تھے۔ صادق القول و عدہ وفا

تھے، حرص وآز، تکبر وغرور سے بری تھے ایک عالم باعمل اور صوفی کیلئے جو محاسن ہونے چاہیں وہ آپ میں موجود تھے۔
(اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر صـ۱۴)

شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ ......

"ایک طاعت لازمی ہے اور ایک طاعت متعدیہ طاعت لازمی تو وہ ہے جس کا فائدہ اسی ایک طاعت کرنے والے کی ذات کو پہونچتا ہے اور وہ نماز وروزہ حج اور اوراد وتسبیحات ہیں اور اسی طرح کی دوسری چیزیں ہیں لیکن طاعت متعدی وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ اور راحت پہونچے خرچ کرنے اور شفقت برتنے سے اور حتی الامکان دوسروں کے حق میں مہربانی کرنے سے اس کو طاعت متعدیہ کہتے ہیں اس کا ثواب حد وحصر سے زیادہ ہے۔ (فوائد الفواد صـ۲۲۷)

صوفیاء وصلحاء امت نے طاعت لازمی کے ساتھ طاعت متعدیہ کو بھی اپنا شعار بنایا اور اپنی فیض بخشیوں سے عالم اسلام کو مالامال کیا۔

حضرت صدر الشریعہ کی پوری زندگی اسی محور تصوف پر گردش کرتی ہے وہ طاعت لازمی کے ساتھ طاعت متعدیہ کے پابند رہے۔ اوراد واعمال، طاعت وعبادت، ذکر وفکر کے ذریعہ انھوں نے اپنے آئینۂ دل کو مزکی ومصفی کیا تو دوسری جانب انھوں نے تشنگان علوم نبوت کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کیا اور روحانی تربیت کے ذریعہ انکے اندر تصوف کا صالح ملکہ پیدا کیا، اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ عوام الناس کے ایمان واعتقاد اور اعمال واخلاق کو درست کرنے کی سعئ بلیغ فرمائی جو بلاشبہ انکا عظیم دینی وروحانی کارنامہ ہے جس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔

مشائخ گری ایک اہم کارنامہ

چودہویں صدی ہجری کا عہد اسلامیان ہند کیلئے بڑا ہی الم انگیز اور ہمت شکن دور تھا انگریزی سماج کے ہاتھوں بساط سلطنت الٹ چکی تھی معاشی بدحالی مسلم معاشرہ کو اپنی گرفت میں لے چکی تھی صرف اقتدار ومعیشت کا ہی بحران

نہ تھا بلکہ علمی، ثقافتی اور اخلاقی زبوں حالی بھی اپنے نقطۂ عروج کو چھو رہی تھی ہر طرف حرماں نصیبی اور حزن وملال کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس بات کی تھی کہ ہندوستان میں بھی بغداد کی تاریخ دہرائی جاتی اور جس طرح یورش تاتار کے بعد پستی وزوال کے شکار مسلمانوں کی پناہ گاہیں خانقاہیں ہی تھیں اور صوفیہ ومشائخ نے ٹوٹے ہوئے دلوں پر سکون و طمانیت کا مرہم رکھ کر گرتی ہوئی مسلم سوسائٹی کو سہارا دیا تھا ٹھیک اسی طرح برصغیر ہند کے مسلم سماج میں مشائخ طریقت کے فیض روحانی سے اعتماد ویقین کی فضا بحال ہوتی اور بگڑی ہوئی اخلاقی حالت میں سدھار آتا قلب کی طمانیت اور روح کا سکون شعور وفکر کی اصلاح کرتا جسکی مدد سے کھوئے ہوئے اقتدار کی بازیافت کی راہ ہموار ہوتی۔

مگر افسوس صد افسوس کہ اس دور کی اکثر وبیشتر خانقاہیں روحانیت سے خالی اور مشائخ طریقت سوز دروں اور دولت اخلاص وعمل سے عاری تھے تصوف کے حلقوں میں دینداری کے بجائے دنیاداری داخل ہو چکی تھی اور تصوف حقیقت سے الگ مخصوص رسم بن کر رہ گیا تھا۔ طریقت کو شریعت سے جدا کر کے چند ظاہری مراسم پر زور دیا جاتا تھا ان حالات میں خانقاہ اور خانقاہ نشین دونوں ہی اصلاح کے محتاج تھے بھلا وہ لوگوں کی سیرت واخلاق کی اصلاح کیا کرتے اور روحانیت سے بے خبر جاہل صوفیہ روحانی انقلاب پیدا کیسے کر سکتے تھے۔

عمرو بن عثمان مکی سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ تو فرمایا۔

> ”تصوف یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اسی کام میں مصروف ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت کیلئے بہترین اور مناسب ہو“

اس نقطۂ نظر سے اگر ہم حضرت صدر الشریعہ کی علمی ودینی خدمات کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے وقت کے عظیم صاحبِ باطن صوفی تھے جنھوں نے کسی خانقاہ یا زاویئے

کو اپنے اوراد و وظائف ترک و تجرید کا مسکن بنانے اور مریدوں کا وسیع حلقہ پیدا کرنے کے بجائے دین کی ان اہم ضرورتوں کو محسوس کیا جن سے ان کے معاصر صوفیہ یا تو غافل تھے یا احساس کے باوجود وقت کے مطالبات کو پورا کرنے کی صلاحیت ہی نہ رکھتے تھے۔

ہم اوپر عہد صدر الشریعہ کی خانقاہوں اور مشائخ کی بے فیضی اور جہل کا جو سرسری تذکرہ کر چکے ہیں انکا تقاضا تھا کہ خانقاہی نظام کی اصلاح کیجائے اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ ایسے مردان کامل پیدا کئے جائیں جو علم شریعت میں مہارت رکھتے ہوں دین کے تقاضوں اور اسلامی تصوف کی روح کو سمجھتے ہوں تاکہ سادہ لوح عوام کو جاہل پیروں اور گمراہ سوفیوں کے دام تزویر سے نکال کر سچا طالب حق اور متبع شریعت بنائیں اور تصوف کے چہرے کو فلسفہ و حکمت اور عجمی جہالت کے غبار سے صاف کریں۔

تصوف میں جو غیر اسلامی اور فلسفیانہ عناصر شامل ہوئے ان کو اس نظام روحانی سے خارج کر کے خالص اسلامی تصوف کو رواج دیں فکر و عمل کی تمام جہتوں میں قرون اولیٰ کے صوفیہ کے ان عقائد و افکار اور اعمال و تجربات کو عام کریں جس سے اس دور میں بھی وہی خوشگوار روحانی انقلاب رونما ہو جو اسلامی تاریخ کی ابتدائی صدیوں میں سلحا رامت کی مساعی جمیلہ سے پیدا ہوا تھا۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صدر الشریعہ نے عام مشائخ کیطرح مرید سازی کی جدوجہد نہ کی بلکہ آپ کی پوری کوشش ایسے صالح پاکیزہ باطن علماء کی جماعت پیدا کرنے میں صرف ہوئی جنکی کوششوں نے برصغیر ہند میں تصوف کے ڈوبتے ہوئے سفینہ کو بچایا اور روایتی صوفیہ و مشائخ کی جاہلانہ روش سے عوام کو بچانے کی بھرپور کوشش کی۔

اس طرح صدر الشریعہ نے مرید نہیں بلکہ ایسے صالح مشائخ پیدا کئے جن سے ہندوستان کی اکثر و بیشتر خانقاہیں خالی تھیں آپ کا یہ وہ مہتم بالشان کارنامہ

تھا جو مجدد اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی
علیہ الرحمۃ والرضوان کے تجدیدی کارناموں
کا عکس اور پرتو تھا۔

صدر الشریعہ کے دامن علم سے جو
وابستہ ہوا وہ صرف باکمال عالم ہی نہیں
بلکہ اسلامی تصوف کی حقیقی روح کا رمز
شناس بھی بن گیا حضرت صدر الشریعہ
نے مردم گری اور مشائخ سازی کا جو اہم
فرض انجام دیا اس سے قطع نظر آپ کے
تصنیفی کارناموں پر نگاہ ڈالی جائے تو
یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بہار شریعت
کے ذریعہ آپ نے صحیح اسلامی عقائد اور
احکام شریعت سے اردو دنیا کو روشناس
فرمایا دنیا ر اسلام کو ایسا جامع فقہی
انسائیکلوپیڈیا عطا فرمایا جسکی روشنی میں
دین کی راہ پر چلنا آسان ہو گیا جو خدا
رسی اور معرفت کی منزل اولین ہے
اس کتاب کے بعد آپ تصوف و طریقت
کے مسائل پر بھی ایک جامع کتاب تصنیف
فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے جو کتاب وسنت
اور سلف صالحین کے عارفانہ تجربات و
مشاہدات کا نچوڑ ہوتی، چنانچہ صدر الشریعہ فرماتے ہیں

"اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب (بہار شریعت)
کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی
لکھی جائے گی جو تصوف و سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی
جسکا اظہار اس سے بیشتر نہیں کیا گیا تھا ہوتا وہی
ہے جو خدا چاہتا ہے چند سال کے اندر متعدد حوادث
پیہم ایسے درپیش ہوئے جنھوں نے اس قابل بھی مجھے
باقی نہیں رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل
تک پہونچاتا۔"

یہ کتاب کسی رند بادہ خوار کے ہذیانات
کا مجموعہ نہیں بلکہ بادۂ معرفت کے ایسے سرشار
کے قلم سے نکلا ہوا شاہکار ہوتا جس کے
مسلک طریقت میں سُکر نہیں بلکہ صحو کو
اختیار کیا گیا اور جس کے نقطۂ نظر میں
طریقت شریعت سے الگ نہیں اس طرح
بہار شریعت کے ساتھ بہار طریقت بھی
معرفت و حقیقت کی جستجو کرنے والوں کے
لئے بہترین تحفہ ہوتا۔

صدر الشریعہ کے عہد سیاسی ماحول

مولانا ارشاد احمد صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی کی حیات مبارکہ (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) تا (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کے یہ لمحات بڑے ہی اضطرابی تھے۔ اس مختصر سی مدت میں حالات زمانہ کے اندر جس قدر عظیم انقلاب رونما ہوئے، شاید ہی کبھی ہوئے ہوں۔ ۱۸۵۷ء کے غدر سے ان انقلابات کی داستان شروع ہوئی ہے۔ انگریزوں کے ظلم وستم نے جذبات کی چنگاریوں کو جس قدر دبانے کی کوشش کی اسی قدر وہ شعلۂ جوالہ بنتی گئیں۔ جس نے طوفان نے فرنگی استعمار کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں بالآخر جس کا نتیجہ انگریزوں کے انخلاء کی شکل میں ظاہر ہوا۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کی نوے سالہ مدت میں مختلف تحاریک سامنے آتی ہیں۔ تحریک تقلید مغرب، تحریک حلت ربوا، تحریک فتوائے دار الحرب تحریک انسداد گاؤ کشی، تحریک ترک حیوانات، تحریک ہجرت، تحریک کھدر تحریک خلافت، تحریک ترک موالات تحریک شدھی، تحریک پاکستان وغیرہ ان تحاریک کے پس منظر اور پیش منظر کے مطالعہ کے بعد جو چیز سب میں مشترک نظر آتی ہے۔ وہ ہے مسلمانوں کے تنزل وادبار کا نظریہ۔ اور یہی زاویہ نظر ہر جگہ کارفرما نظر آتا ہے۔

تجارت کے سہارے ہندوستان میں انگریزوں کے قدم ۱۶۰۰ء میں پہنچ چکے تھے اور تجارت سے سلطنت تک پہنچتے پہنچتے اس میں تقریباً دو سو سال کا عرصہ لگ گیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۶ء میں

اودھ کی دولت آصفیہ پر قبضہ کرلینے کے بعد انگریزوں کا دائرۂ حکومت کشمیر سے راس کماری اور درۂ خیبر سے برما تک پھیل چکا تھا لے

دسمبر ۱۸۸۵ء میں مسٹر ایلن آکسٹوین ہیوم کے ذریعہ ہندوازم کی نمائندہ جماعت "انڈین نیشنل کانگریس" کی تاسیس عمل میں آئی۔ لیکن اس کی وجہ سے سیاسی ماحول میں کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آئی۔ اس لئے ۶ر اکتوبر ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کا منصوبہ پیش ہوا۔ پھر ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کا حادثہ پیش آیا ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ کا معاہدہ ہوا) ۱۳ر اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ امرتسر کا افسوسناک سانحہ رونما ہوا ادھر عالمی سطح پر بھی سیاست ایک نیا موڑ لے رہی تھی۔ ستمبر ۱۹۱۱ء میں اٹلی کے طرابلس پر استعماری چیرہ دستیوں کے جواب میں جنگ بلقان چھڑ گئی جس کا خاتمہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۳ء میں ہوا۔ اس کے بعد فوراً ۲۸ر جولائی ۱۹۱۴ء کو پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ ۲ر اگست ۱۹۱۴ء کو دولت عثمانیہ نے جرمنی کیساتھ جنگی معاہدے پر دستخط کئے اور ۲۸ر اکتوبر کو دولت عثمانیہ جرمنی اور آسٹریا کی حلیف بن کر جنگ میں شامل ہوگئی ٢ے

۱۹۱۸ء میں پہلی جنگ عظیم کے اختتام کے بعد جرمنی کی شکست کی قیمت دولتِ عثمانیہ کو بھی ادا کرنی پڑی یہاں تک کہ ۱۹۲۵ء میں سعودی سپوتاژوں کے سہارے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ ٹھیک اسی شکست وریخت کے زمانے میں ۱۳ر نومبر ۱۹۱۹ء کو ہندوستان کے اندر تحریک خلافت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کا ماؤتھ پیس سلطنت ترکیہ کی خلافت تھی لیکن درون خانہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو ان کی غداری کا سبق سکھایا تھا۔ اور انھیں جذبات کا نقطۂ عروج تحریک ترک موالات تھی۔ جو ۱۹۲۰ء میں درحقیقت مسلمانوں کے اقتصادیات کی کمر توڑنے اور انھیں تعلیمی

لے تقدیم دوام العیش ص ۱۳ ٢ے امام احمد رضا اور احیاء دین۔ کیپٹن شکیل اعوان ص ۹۸-۹۷

اور ثقافتی اعتبار سے پسماندہ اور ازکار رفتہ کردینے کے لئے برپا کی گئی تھی۔ تاکہ سیاست کے ساتھ ساتھ اقتصاد و تمدن کی کمان بھی ہندوازم کے علمبرداروں کے ہاتھ میں چلی جائے۔ ٹھیک اسی زمانے میں امام الہند کی عجیب سی آواز سنائی دیتی ہے۔

ہندوستان دارالحرب ہے۔ یہاں سے دیندار مسلمانوں کو ہجرت کرنا چاہئے،، یہ تحریک ہجرت تھی جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ اٹھارہ ہزار سیدھے سادھے مسلمان اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے افغانستان ہجرت کر گئے مگر تباہیاں ان کا مقدر تھیں وہاں بھی پناہ نہ ملی۔

پھر ۱۹۲۵ء میں ہندوستان کے حلقہ بگوشان اسلام کو دوبارہ ہندوتوا کے جھنڈے تلے لانے کیلئے آریہ سماج کے بانی شردھانند کی قیادت میں شدھی تحریک چلائی گئی جس کے جارحانہ اثر سے لاکھوں نومسلم دولت اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس وقت علماء اہل سنت (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی بھرپور تبلیغی کوششوں سے مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔[۱]

ربیع الاول ۱۳۵۴ھ / جون ۱۹۳۵ء

میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لاھور کی مسجد شہید گنج کو ظلماً شہید کردیا۔[۲]

جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے اندر جذبوں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا، جس کی قیادت اس دور کے علمائے اہلسنت نے کی اور قوم کے جذبات کو صحیح رخ عطا کیا۔

مسلمانوں کی زبوں حالی اور غیروں کے پرفریب ارادوں کو بھانپتے ہوئے امام اہلسنت الشاہ احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کی تائید میں علمائے اہلسنت نے قوم کے سامنے نظریہ پاکستان پیش کیا۔ کیونکہ ان کے سامنے قوم کے ملی وجود کے تحفظ کی یہی ایک راہ تھی کہ اسلامی اصولوں پر مبنی مسلمانوں کی خود مختار حکومت کا

---

[۱] اندھیرے سے اجالے تک ص ۲۲۴۔ [۲] ایضاً ص ۲۷۲۔

قیام عمل میں لایا جائے جس کا اقتدار اعلیٰ اسلامی نظریات کے ہاتھوں میں ہو اس مقصد کے حصول کے لئے ۱۹۲۵ء میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری قدس سرہٗ کی صدارت اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ کی نظامت میں "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تاسیس عمل میں آئی جس کے پرزور تبلیغی دوروں سے نظریۂ قیام پاکستان کیلئے راہ ہموار ہوئی جس کا نقطۂ عروج ۱۹۴۶ء کی عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ اپریل) تھی جس میں اہل سنت والجماعت کے تقریباً پانچ ہزار علماء ومشائخ اور ہر اجلاس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین نے شرکت کی [1]

جس کے نتیجہ میں پاکستان عمل میں آیا۔

یہ تھا صدر الشریعہ کے حیاتی دور کے سیاسی نشیب وفراز کا اجمالی خاکہ۔ اس مختصر سی تمہید سے یہ بات ضرور سمجھ میں آگئی ہوگی کہ صدر الشریعہ قدس سرہٗ کو زندگی کے سیمابی لمحات میسر آئے جس میں پرشور ہنگامے ہی ہنگامے نظر آتے ہیں۔ اور کوئی بھی ذی شعور انسان جس کے پہلو میں درد بھرا دل دھڑکتا ہو ان ہنگاموں سے خود کو الگ نہیں رکھ سکتا۔ صدر الشریعہ نے بھی اسلامی سیاست کے نقطۂ نظر سے ان تحاریک میں حسب موقع شرکت کی جبکہ عام طور سے آپ کا دائرۂ عمل علمی اور مذہبی کاموں تک محدود تھا جن تحاریک میں کسی نہ کسی طور سے آپ کی شرکت کے تذکرے ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مسجد کانپور کی شہادت کا واقعہ جو ۱۹۱۳ء میں ہوا۔ (۲) تحریک خلافت ۱۹۱۹ء۔ (۳) تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء (۴) تحریک شدھی ۱۹۲۵ء (۵) قضیہ مسجد گنج شہید لاہور ۱۹۳۵ء۔ (۶) تحریک قیام پاکستان اب آیئے اس اجمال سے تفصیل کی طرف چلتے ہیں۔

---

[1] تذکرۂ محدث اعظم پاکستان (۲/ ۱۲)۔

(۱) کانپور کی مسجد کا سانحہ ۱۹۱۳ء

پروفیسر مسعود احمد گناہ بے گناہی میں لکھتے ہیں۔

"۱۹۱۳ء میں مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ مسجد کے پاس سے سڑک نکالتے وقت جب حکومت نے سڑک میں دبا لیا تو اس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج ہوا حتیٰ کہ گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار ۱۶ راگست ۱۹۱۳ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی راجہ صاحب محمود آباد، اور سر رضا علی وغیرہ شامل تھے لفٹنٹ گورنر سے ملا اور پھر ۱۴ راکتوبر ۱۹۱۳ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی جن میں ایک شرط یہ بھی تھی۔!

چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کئی فٹ بلند ہے اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع وہ بدستور تعمیر کرئے جائیں گے لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تا کہ راہ رو اس پر سے گذر سکیں۔ ؎۱

تحریک خلافت و تحریک ترک موالات

پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ اور اس کے ہمنواؤں کے جلو میں تقریباً دو لاکھ (ہندو مسلم) ہندوستانی فوجی شریک ہوئے۔ کیونکہ برطانیہ نے دوران جنگ (۱۹۱۷ء/۱۳۳۵ھ) میں غیر منقسم ہندوستان کو با اختیار حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا ؎۲

لیکن انگریزوں نے وعدہ وفا کرنا کب سیکھا تھا؟۔ اس لئے یہ خواب، خواب ہی رہا۔ ہندوؤں کے انتقامی جذبات بھڑک اٹھے، وہ انھیں اس بدعہدی کا سبق سکھانا چاہتے تھے۔

۱۹۱۸ء میں اس جنگ عظیم کے اختتام پر جرمنی ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا اور اس کی پشت پناہی کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ بھی بکھر کر رہ گئی۔

یہ زوال آشنا سلطنت ہندیوں کیلئے سیاسی مہرہ کا کام کر گئی۔ اسے خلافت ترکیہ

؎۱ گناہ بے گناہی ص ۲۶ ۔ ؎۲ النور ۔ سید سلیمان اشرف بہاری ص ۱۴۹ ۔

قرار دے کر مسلمانوں کے جذبات کو ہوا دی گئی ۔ بس پھر کیا تھا جذبات کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ جذبات کی یہ سلگتی چنگاریاں لمحوں میں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گئیں۔ پورا متحدہ ہندوستان اس کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ اور ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر پوری قوم الجہاد الجہاد کا نعرہ بلند کر رہی تھی چند حساس دل قوم کی اس حالت پر تڑپ اٹھے۔ مگر کیا کہتے؟ اور کس سے کہتے؟ جذبات کا یہ طوفان کچھ کہنے نہیں دے رہا تھا۔

ابھی یہ طوفان تھمنے بھی نہ پایا تھا کہ ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کے اشارے پر تحریک ترک موالات شروع کی گئی۔ اس تحریک کے طوفان بے تمیزی میں ملی تشخص اور اسلامی امتیاز سب کچھ ختم ہو چلا تھا اور ستم یہ کہ اس تحریک کی قیادت زعمائے اسلام کر رہے تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مسٹر گاندھی کے پرجوش حامیوں میں تھے جب پانی سروں سے اونچا ہو گیا تب اکابرین اسلام اٹھ کھڑے ہوئے اور شعار اسلام کے تحفظ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ طعنے سہے گالیاں سنیں، لیکن حقانیت کی پامالی ان سے دیکھی نہ گئی اور پھر کیا ہوا؟ حق کا جگمگاتا، چمکتا، دمکتا پر نور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتے نکلا اور ایک عالم نے دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا۔ [1]

اب ذرا ان فتنہ سامانیوں کی قدرے تفصیل سنتے چلئے جن سے اسلامی قدریں پامال ہو رہی تھیں اور دینی وقار گاندھی گردی کی نذر ہو رہا تھا۔ اس وقت ہندوستانی فضا میں اس قسم کے آواز بلند ہو رہے تھے۔ (۱) ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے خدا کی رسی مضبوط پکڑنے سے چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر ہم کو دنیا ضرور ملے گی (مولانا شوکت علی)۔ (۲) اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے (ظفر الملک) (۳) خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک کے

[1] دوام العیش ص ۳۴۔

لیڈر (گاندھی) ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے آرہے ہیں۔ (۴) چل فخر قوم حضرت گاندھی کو دیکھ آئیں۔ تعریف کر سکے ان کی یہ نا درست۔ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔ اک دھوم مچ گئی کہ مسیحا وہ آگئے۔ بھارت کے حق میں رحمت داور بنے ہیں وہ (سپاس نامہ برائے گاندھی)

(۵) فقیر......... کو آپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی جانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اسی شعر کے موافق۔ ع

عمرے کے بآیات واحادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی " فقط فقیر عبد الباری عفا اللہ عنہ۔ (۶) غیر مسلم میت کو کندھا دینا ممنوع تھا معاف فرمائیے بھولے باہمن گائے کھائی۔ اب کھاؤں تو رام دہائی (شوکت علی) (۷) خدا نے گاندھی کو تمہارے واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ (عبد الماجد بدایونی)[1]

اس ابتر ماحول میں امام اہلسنت نے "دوام العیش" اور بستر مرگ سے، "المحجۃ المؤتمنہ" جیسی شاہکار تصانیف کے ذریعہ قوم کے جذبات کی صحیح رہنمائی فرمائی اور اسلامی تشخصات کو مٹنے سے بچالیا۔

ان ہنگامہ آرائیوں کا نقطۂ انجماد ۱۹۲۱ء میں بریلی کی وہ خلافت کانفرنس تھی جو بزعم خویش اس تحریک کے مخالفین پر حجت الہیہ تمام کرنے کے لئے منعقد کی گئی تھی۔ لیکن اسی کانفرنس نے خلافت کے حامیوں کی زبانیں بند کر دیں، لب سل دیئے، اور کچھ ہی دنوں کے بعد کمال پاشا کے ذریعہ خلیفہ کی معزولی نے ان بے معنی پر جوش جذبات پر اوس ڈال دی اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے

بریلی کانفرنس کی مجلس نشریات نے پہلے دو اشتہار شائع کئے۔ ایک کا عنوان تھا۔ "زندگی مستعار کی چند ساعتیں" اور دوسرا اس نام سے شائع ہوا۔ "آفتاب صداقت کا طلوع"، جس میں تعریض وتصریح کے ملے جلے انداز میں تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کے مخالفین کو دعوت مبارزت دی گئی تھی۔ علمائے

[1] دوام العیش ص ۲۲

اہل سنت نے دین کی حفاظت کے
پاکیزہ جذبوں کے ساتھ اس کھلے چیلنج
کو قبول کر لیا اور جماعت رضائے مصطفےٰ
علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے صدر مقاصد علمیہ
صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی قادری قدس
سرہٗ کا مرتب کردہ ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ
بنام حجت تامہ ان حضرات کی خدمت میں
بھیج دیا تاکہ قبل از وقت جوابدہی کے لئے
خود کو تیار کرلیں اور یہ سب پر خلوص جذبوں
کے عمل میں آیا جس سے مقصود صرف
تحقیق حق تھی نہ کچھ اور صدر الشریعہ قدس سرہٗ
کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

جناب مولوی عبد الباری فرنگی محلی
و عبد الماجد صاحب بدایونی و مسٹر ابو الکلام
آزاد صاحب۔

الحمد لربنا وکفی وسلام علی عبادہ الذین
اصطفیٰ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حفاظت اماکن مقدسہ و حمایت
سلطنت اسلامیہ کا نام بہت دلکش ہے
کسی مسلمان کو بقدر قدرت اسکی فرضیت
سے خلاف ہو سکتا ہے؟۔ مگر شرع

مطہر نام نہیں دیکھتی کام دیکھتی ہے۔
ہم غربائے غریب اسلام قدیم کے فدائیوں کو
ان کاروائیوں پر جو اچھا نام دکھا کر کی جارہی
ہیں شبہات ہیں۔ اگر وہ دفع ہو جائیں
اور ثابت ہو کہ وہ کاروائیاں قرآن عظیم
و حدیث کریم و اسلام قدیم و فقہ قدیم کے
موافق ہیں تو ہم کیوں ثواب سے محروم رہیں
ورنہ آپ حضرات کیوں عذاب مول لیں
..... سچ سچ اسلامی گذارش ہے کہ مقصود
ہار جیت نہیں بلکہ صرف اس قدر کہ جس
فریق کا قدم حق سے جدا ہے، ہدایت پالے
ورنہ کم از کم عام مسلمین تو دیکھ لیں کہ حق
کس طرف تھا اور کس نے اسے قبول کرنے
سے اعراض کیا۔[1]

بریلی کانفرنس کے ارباب حل و عقد
کے پاس جو وفد اس سوالنامے کو لے کر گیا
اس میں یہ حضرات شامل تھے۔ (۱) مولانا
حسنین رضا قادری ناظم مقاصد علمیہ۔
(۲) جناب محمد ہدایت یار خاں نوری۔ صدر
مقاصد انتظامیہ (۳) سید ضمیر الحسن جیلانی
رضوی۔ ناظم اعلیٰ مقاصد انتظامیہ ۔

[1] دوامع الحمیر ص ۴۱

(۴) ماسٹر عظیم الدین صاحب رضوی (بی اے) رکن (۵) محمد محمود علی خاں رضوی رئیس شہر کہنہ (۶) سیٹھ محمد طاہر حاجی جمال رضوی صاحب (۷) سید سلطان احمد صاحب [1]

اس وفد نے ناظم جمیعتہ العلماء جناب عبدالودود صاحب سے ان کے دولت کدے پر ملاقات کی آنجناب بمشکل راضی ہوئے، اس کے بعد اسٹیج پر گفتگو کیلئے مندرجہ ذیل حضرات منتخب ہوئے۔ (۱) حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی قادری اعظمی۔ صدر۔ (۲) مولانا محمد حسنین رضا قادری۔ ناظم۔ (۳) ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین رضوی صدر مدرس مدرسہ خانقاہ سہسرام (۴) صدرالافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین قادری مرادآبادی۔ [2]

پھر بعد میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف قادری صاحب تشریف لائے توان کا نام بھی شامل کرلیا گیا۔

اب میں "اتمام حجت تامہ" کے چند اہم مندرجات پیش کرتا ہوں جس کی روشنی میں قارئین حضرات صدرالشریعہ کی سیاسی بصیرت اور ناقدانہ نگاہ کی بلندی کے ساتھ ساتھ ان سوالات کی اہمیت کا بھی اندازہ لگا سکیں گے جس سے ابوالکلام جیسا زبان آور انسان بھی مہر بر لب تھا اور اخیر میں یہ اعتراف کرتے ہوئے رخصت ہوا کہ "ان کے جس قدر اعتراض ہیں حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے" [3]

آپ کا دوسرا سوال تھا۔ مسلمانوں کی سیاست دین ہے یا جدا؟ ۔۴۲ ویں سوال کا تجزیاتی پہلو داد دینے کے قابل ہے جس کے سامنے مخالف کیلئے مجال دم زدن باقی نہیں رہتی۔ لکھتے ہیں

شوراج کے اصل مقصود ہے اور غصّہ نہ کیجئے توشاید خلافت وغیرہ کا نام اس کا حیلہ ہو۔ بہر حال اس کی دو صورتیں ہیں

(۱) سلطنت انگریزوں کی رہے اور آپ حضرات کونسلوں میں دخیل ہوں۔

---

[1] ایضاً ص ۴۷۔ [2] ایضاً ص ۵۱ [3] دوامع الحمیر ص ۵۷

طلبائے جامعہ امجدیہ رضویہ کے دارالمطالعہ امجدی لائبریری
کا ایک منظر۔
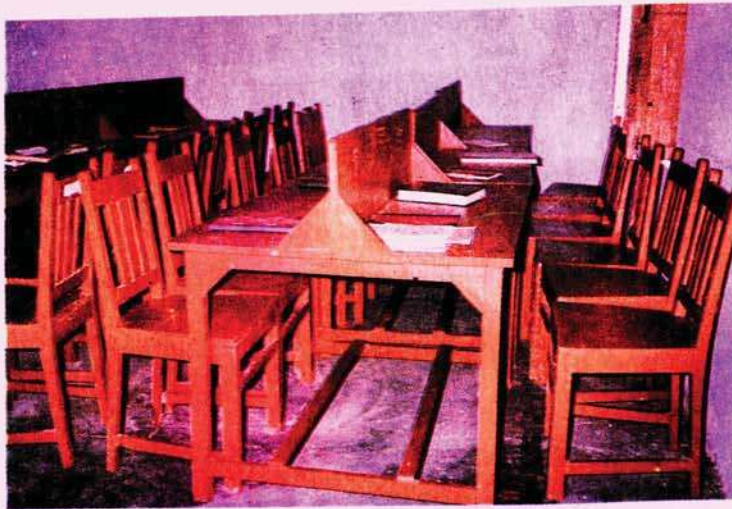
مسجد جسمیں صدر الشریعہ نماز ادا فرماتے اور ہر سال رمضان میں اعتکاف کرتے
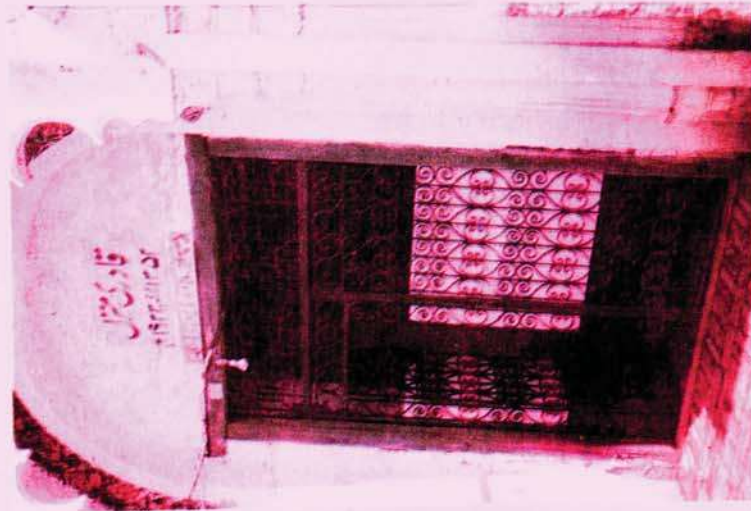
قادری منزل کا بیرونی منظر جسے صدر الشریعہ نے تعمیر کروایا۔

یہ اس ترک موالات کا صریح رد ہے جس کی آپ کو کد ہے۔ آپ حامی موالات نصاریٰ اور اپنے منہ دشمن اسلام ہوئے یا نہیں ؟۔ (۲) نصاریٰ کی سلطنت ہی نہ رکھیئے اب پانچ صورتیں ہیں۔

(۱) کسی کی سلطنت نہ ہو ملک بالکل خود سر ہو ـــــ یہ بداہتہً ناممکن اور چوروں ڈاکوؤں، زانیوں، قاتلوں، کیلئے چوپٹ دروازے کھول دینا ہے۔

(۲) ہنود کی سلطنت ہو اور آپ اس کے غلام۔ اس پر قطعاً ہنود راضی نہ ہوں گے اور اتحاد کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹے گی

(۳) دونوں کی سلطنت مجتمع ہو کر تمام احکام وانتظام آپ اور ہنود کی رائے سے نافذ ہوں اور وقت اختلاف کثرت رائے معتبر ہو جو یقیناً ہنود کیلئے ہوگی۔ (۵) تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا۔ اتنا ہندوؤں کا ان دونوں صورتوں میں احکام کفر تمام ملک یا بڑے حصے میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے احکام کفر پر رضا کفر یا کم از کم سخت بددینی ہے یا نہیں ؟ [۱]

۶۷ ویں سوال میں شرعی قباحتوں بلکہ کفر کی سرحدوں کو چھوتے افعال واقوال ذکر کرکے قائدین خلافت کی قوتِ محاسبہ کو بیدار کرتے ہیں۔

"آپ حضرات بریلی تشریف لاتے ہیں۔ یہاں کی انجمن آپ کی تابع نے گاندھی کی آمد پر ایک سپاس نامہ چھاپا جس میں مشرک کو مسیحا اور دلوں کا حاکم اور مردہ قوم کو جلانے والا، آب حیات پلانے والا، بے کسوں کا حامی دیا اور گمراہوں کا رہبر، رحمت اور پاک دل وغیرہ وغیرہ کیا کیا کہا حتٰی کہ لکھدیا۔ ع

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

اور یہ کہ اس کے فیض قدم سے شہر دلہن بن گیا مطلع انوار ہوگیا۔ ایک ایک کوچہ رشک گلشن ہر مکان قصور بہشتی پہ طعنہ زن۔ آیا ان لوگوں پر اعلان کیساتھ توبہ چھاپنا تجدید اسلام کرنا فرض اور تجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں؟ کیا آپ اس فرض نہی عن المنکر کو ادا کریں گے ؟ [۲]

---

[۱] ایضاً ص ۴۴ ـ [۲] ایضاً ص ۴۶ ـ

سوالنامہ کے اخیر کے الفاظ سائل کے احساس کی پاکیزگی، خیالات کی بلندی اور خلوص عمل کے آئینہ دار معلوم ہوتے ہیں۔

"اخیر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مقصود صرف تحقیق حق ہے اور آپ ہی کیطرف کے اشتہار جواب ملنے کی امید دلاتے ہیں۔ تمام امور مذکورہ کے صاف ہونے کے بعد بریلی سے تشریف لے جائیں۔ ورنہ خدارا انصاف! وہ کچھ کفریات وضلالات وو بالات برتے جائیں اور ان پر جو غریب مسلمان مخالفت کریں ان پر جھوٹ کے طومار بہتون کے انبار باندھے جائیں۔ یہ کیا اسلام اور کونسا انصاف ہے؟ کیا قیامت نہ آئیگی؟ حساب نہ ہوگا؟ واحد قہار کے حضور سوال وجواب نہ ہوگا؟ اے میرے رب ہدایت فرما۔ آمین"

اب سوالنامہ کی باشوکت اور پرشکوہ کامرانیوں کی داستان ان الفاظ میں ملاحظہ کیجئے جو مشاہداتی کیفیات کی روداد پیش کرتے ہیں۔

حضرت صدرالافاضل نے اپنے ایک ذاتی مکتوب بنام امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں لکھتے ہیں۔

"یہاں آکر میں نے اتمام حجت تامہ کا مطالعہ کیا فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے، میں سچ عرض کرتا ہوں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس مکالمہ میں ایسی بیّن اور زبردست فتح ہوئی ہے جس کا کبھی تصور بھی نہ تھا ...... بے شبہ یہ حضرت کی کرامت اور حضرت کے فضل بے کمال کی ہیبت تھی کہ ابوالکلام جیسے زبان آور شخص کو مجمع میں یہ سب کچھ سننا پڑا میرا خیال ہیکہ ضرور ابوالکلام کو اتمام حجت تامہ کے مطالعہ کا موقع مل چکا تھا اور اسی نے ان میں ہمت باقی نہ چھوڑی تھی۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ "اتمام حجت تامہ" صدرالشریعہ قدس سرہٗ کی سیاسی بصیرت کی وہ برہنہ شمشیر تھی جس نے مخالف کو مبہوت کردیا تھا۔ اس ہیبت زدہ ماحول

میں ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو شام کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اور دیگر علماء اہل سنت نہایت شان و شوکت کے ساتھ اسٹیج پر پہنچ گئے۔ صدر جلسہ مسٹر ابوالکلام آزاد نے صرف سید صاحب کو خطاب کے لئے ۲۵ منٹ کا وقت دیا۔ رئیس المتکلمین اس مختصر سے وقت میں اپنی خداداد خطیبانہ صلاحیت کے سہارے عوام پر چھا گئے۔ مجمع کی انہماکی کیفیت اور خطابت کی سحر انگیزی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صدرالافاضل لکھتے ہیں۔

> "مجمع مولوی سلیمان اشرف کی تقریر کو دل لگا کر سن رہا تھا۔ لوگوں کو شکایت ہو رہی تھی کہ مولانا بلند آواز سے تقریر فرمائیں۔ یہاں تک آواز اچھی طرح نہیں پہنچتی۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ یہ اثر دیکھ کر خود ابوالکلام سبحان اللہ اور جزاک اللہ کہتے جاتے تھے۔[1]

اور خطیبانہ شوکتوں کی دلکش منظر نگاری عبدالماجد دریا بادی کے ظریفانہ قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

> "مخالفین کی طرف سے میدان خطابت کا ایک پہلوان، شہ زور اور ہیل تن اکھاڑے میں اتارا گیا۔ کشتی پر کشتی مارے ہوئے داؤں پیچ کی استادی میں نام پائے ہوئے اور اس نے تقریر یہ مارا وہ مارا کے انداز میں شروع۔ جلسہ پر ایک نشہ کی سی کیفیت طاری اور خلافت والوں کی زبان پر وظیفے یا حفیظ یا حفیظ کے جاری[2]

مختصراً یہ کہ "اتمام حجت تامہ" کے ستر سوالات نے مخالفین کے سارے کس بل نکال دیئے۔ اور یہ کانفرنس اپنے ہدف کے برخلاف ان پرشور جذبات کی ہنگامہ آرائیوں کیلئے مدفن ثابت ہوئی جہاں ان کے سارے حوصلے دفن ہو کر رہ گئے۔ شاید اسی احساس شکست کے اثرات ہیں کہ اس کے بعد خود انہی زعماء کے زبان و قلم سے اپنی غلطیوں کے برملا اعترافات کے تذکرے ملتے ہیں۔ اور پھر ۱۹۲۲ء میں مصطفے کمال پاشا کے پروانہ معزولی سے اپنوں کی سادگی

---

[1] دوامغ الحمیر ص ۵۶ – [2] اندھیرے سے اجالے تک –

اور "اوروں" کی عیاری بالکل نمایاں ہو کر رہ جاتی ہے اور یوں ایک الم انگیز سیاسی تحریک اپنے انجام کو پہنچتی ہے۔

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ
(اقبال)

تحریک شدھی

۱۹۲۵ء میں آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند کے جشن صد سالہ کی تقریب میں مختلف مقامات سے آئے ہوئے ہندو ازم کی پرجوش مبلغوں نے یہ منصوبہ تیار کیا کہ ہندوستانی نومسلموں کو دوبارہ ہندو مذہب کی طرف واپس لایا جائے۔ کیونکہ اسلام تو عرب حملہ آوروں کا مذہب ہے، ہندوستانی کو تو اپنے قدیم روایتی مذہب پر رہنا چاہیئے اس منصوبہ کی تکمیل کیلئے آگرہ اور راجپوتانہ کے علاقوں میں ہندو تواکے علمبرداروں نے اپنے مذہب کی تبلیغی سرگرمیاں تیز کر دیں جگہ جگہ نومسلموں کو مرتد بنانے کی مہم شروع کر دی گئی اور ارتداد کے بعد "شدہ ہندوستانی" بنانے کا جشن اہتمام سے منایا جانے لگا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں نومسلم دولت اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس طوفان ارتداد میں ان بدنصیبوں کے ایمان کی ڈوبتی نیا کو اکابرین اہل سنت نے اپنے طوفانی تبلیغی دوروں سے سہارا دیا۔ اور جن کی زبانیں انھیں "تکفیر کا علمبردار"، کہتے نہیں تھکتیں، وہ اپنے محلوں میں دادِ عیش دے رہے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو صرف مسلمانانِ اہلسنت پر ہی "اپنا اسلام" پیش کرنا فرض ہے۔ ان مبلغین دین اور دعاۃ اسلام کی پرخلوص سرفروشانہ ساعی مشکورہ کو دیکھ کر ان کے نقوش قدم چوم لینے کو جی چاہتا ہے اور جبین عقیدت ان کے حضور جھکی جھکی جاتی ہے۔ جماعت رضائے مصطفٰے بریلی کے زیر اہتمام مبلغین کے وفود بے پناہ مشقتوں اور مالی مشکلات سے دوچار ہونے کے باوجود دو سال تک تحریک ارتداد سے متاثر علاقوں کا دورہ کرتے رہے۔ اور جہاں کہیں آریوں کی تبلیغی سرگرمیوں کی اطلاع ملتی وہاں یہ وفود فوراً پہونچتے اور ارتداد کے اثر کو نومسلموں

کے ذہن ودماغ سے زائل کرنے کیلئے آریائی مبلغین کو دعوت مبارزت دیتے اور اس طور سے انھیں شکست فاش سے دوچار کر کے عوام کے دلوں پر حقانیت کے پرچم لہرا دیتے ان پاکیزہ، پرخلوص، اور پرجوش جذبات اسلامی کے مبارک ومسعود اثرات تھے کہ ان مجاہدین اسلام کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہوکر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندؤں نے اسلام قبول کیا۔[1]

اس کاروان عمل میں ان برگزیدہ ہستیوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔

(۱) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری
(۲) مفتئ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری
(۳) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی
(۴) مولانا غلام قطب الدین اشرفی برہمچاری
(۵) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ
(۶) مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی۔
(۷) حضرت علامہ ابوالحسنات قادری۔
(۸) مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی
(۹) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۰) مولانا محمد مشتاق احمد کانپوری (۱۱) حضرت شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں رضوی[2] (قدست اسرارہم)

صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی اس تحریک میں بنفس نفیس شرکت کے تذکرے تو مجھے نہ مل سکے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ علمی اور اشاعتی امور سے زیادہ تر وابستہ رہے اور تدریس وافتاء آپ کا مخصوص علمی میدان تھا۔ لیکن اتنا تو طے ہے کہ یہ امور آپ کی صدارت میں انجام پائے۔ کیونکہ مبلغین کے یہ وفود جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کے زیر اہتمام روانہ کئے جاتے جس کی شہ نشین صدارت پر آپ متمکن تھے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ لکھتے ہیں

> "ابتداءً تدریس کا کام شروع کیا بعد از اں مطبع اہل سنت کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپکے سپرد کئے گئے۔ افتائے کی مصروفیات

[1] تحریک آزادی ہند اور سواد الاعظم ص ۱۲۸ ۔ [2] اندھیرے سے اجالے تک ص ۲۳۳ ۔

اس کے علاوہ تھیں۔ [۱]

بلکہ اس تحریک ارتداد کے اثرات کو ختم کرنے کے سلسلے میں آپ کی تبلیغی خدمات کے بھی واضح اشارے ملتے ہیں۔ کیونکہ ٹھیک انہی ایام (۱۹۲۵ء) میں آپ رئیس المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف کی دعوت اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری کے حکم سے دار الخیر اجمیر شریف حاضر ہوتے ہیں۔ [۲] اور اجمیر و مضافات اجمیر مثلاً نصیر آباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی، مارواڑ اور چتوڑ آپ کی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنتے ہیں [۳] جبکہ یہ علاقے شدھی تحریک سے متاثر تھے۔ مولانا اشرف قادری لکھتے ہیں۔

> "اس (شدھی تحریک کے انسداد) سلسلے میں علماء اہل سنت نے آگرہ، متھرا، بھرتپور، گوڑگانواں، گوبند گڑھ، مضافات اجمیر، جے پور اور کشن گڑھ وغیرہ مقامات کے مسلسل دورے کئے۔ [۴]

اس لئے یہ کہنا قرین قیاس ہے کہ بریلی شریف میں مذکورہ بالا مصروفیات کے سبب صدر الشریعہ اس تبلیغی مہم میں شرکت نہ کر سکے۔ لیکن اجمیر کی آمد کے بعد آپ کو جب فرصت کے مواقع ہاتھ آئے تو آپ نے مذہب اسلام کا بھرپور دفاع کیا اور شدھی سنگھٹن کے اثرات بد کو دور کرنے میں اپنی عظیم تبلیغی خدمات پیش کیں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری کے یہ الفاظ "اس قیاس" کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں۔

> "اجمیر کے زمانہ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے۔ [۵]

"نو مسلم راجپوتوں"، کے الفاظ توجہ کے طالب ہیں۔ کیونکہ انہی نو مسلموں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے شدھی تحریک چلائی گئی تھی۔ واللہ اعلم

[۱] باغیٔ ہندوستان ص ۳۳۶۔ [۲] تذکرۂ محدث اعظم پاکستان (۲/۱۲۹) [۳] باغیٔ ہندوستان ص ۳۳۸
[۴] اندھیرے سے اجالے تک۔ [۵] یادگار بریلی ص ۱۶ بحوالہ سابق۔

تحریک مسجد شہید گنج ۱۹۳۵ء :-

ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ / جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو ظلماً شہید کر دیا سکھوں کا دعویٰ تھا کہ یہ جگہ مسجد نہیں گوردوارہ ہے۔ [1]

اس حادثہ نے برصغیر متحدہ ہندو پاک کے مسلمانوں کو چراغ پا کر دیا اور وہ مسجد کی بازیابی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ۱۰ / شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ / ۸ / نومبر ۱۹۳۵ء کو بعد نماز جمعہ شاہی مسجد لاہور سے ایک عظیم الشان احتجاجی جلوس نکلا۔ جذبوں کے اس دبے دبے طوفان کی قیادت شہزادۂ امام احمد رضا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری اور دیگر علماء اہلسنت کر رہے تھے۔ مسجد کی بازیابی کی کوشش اسلامی نظریات کی رو سے بقدر استطاعت فرض تھی۔ اور اس راہ میں جسم و جان کے نذرانے پیش کرنے والی سعید روحیں یقیناً اسلامی شہادت کیلئے سرمدی اعزاز سے سرفراز تھیں۔ لیکن برا ہو تعصب کا، سیاست کی بازی گری نے یہاں بھی اختلاف کی راہیں ہموار کر دیں۔ مجلس احرار اسلام نے سکھوں کی ہمنوائی میں یہ نظریات پیش کرکے مسلمانوں کی متحدہ قوت پر زبردست ضرب لگائی کہ جو مسلمان مسجد کی حفاظت اور بازیابی کیلئے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں وہ شہید نہیں بلکہ حرام موت مر رہے ہیں۔ ظاہر ہے اس کا نتیجہ ذہنی اضطراب کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس نازک مرحلے پر، جہاں فکروں میں گریز پائی کے اثرات راہ پا رہے تھے، علماء اہلسنت نے قوم کی صحیح راہنمائی فرمائی۔ اس فقہی راہنمائی میں شہزادۂ امام احمد رضا حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری اور خلیفۂ امام احمد رضا حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہما، کے اسمائے گرامی بہت نمایاں نظر آتے ہیں [2] ان برگزیدہ ہستیوں کے علاوہ یہ علماء کرام

---

[1] تذکرہ محدث اعظم پاکستان (۱/۱۲)۔ [2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فتاویٰ مصطفویہ دوم ص ۹۴ تا ۱۰۱۔

بھی اس دینی قیادت میں نمایاں طور سے شریک تھے۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی رضوی، مولانا ابرار حسین تلہری مولانا عبدالقادر شاہدی بہاری۔ قدست اسرارہم۔[1]

آل انڈیا سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پیش کردہ دو قومی نظریہ (۱۹۲۱ء) کی تائید اور ہندوازم کی چالوں سے ملت اسلامیہ کو خبردار رکھنے کیلئے حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ نے علماء اہل سنت کے ساتھ مل کر، اہل سنت کی ملک گیر سیاسی اور مذہبی تنظیم "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" یعنی آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد ۱۹ر مارچ ۱۹۲۵ء میں رکھی۔[2] یہ تنظیم اپنی مختلف ملکی شاخوں کے ساتھ دو قومی نظریہ کیلئے زمین ہموار کرتی رہی یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کی روشنی میں جب ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۳۰ء میں اپنے خطبۂ الہ آباد میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو سب سے پہلے آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ حضرت صدرالافاضل نے اس تجویز کی پرزور تائید کی اور ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہونے کے بعد پورے برصغیر میں اس تنظیم نے قیام پاکستان کی حمایت میں جذبات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اس تنظیم کا فکری جائزہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں۔

> "بریلوی مکتب فکر کی قیادت (بعد ازاں) مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے ہاتھوں میں آگئی۔ جمعیۃ علماء ہند کے برعکس وہ ۱۹۳۸ء میں اس بات پر یقین کر چکے تھے کہ انگریز زیادہ عرصے تک برصغیر پر اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ ان کیلئے یہ سوال شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کہ اس کے بعد ملک کا اقتدار کون سنبھالے گا؟ چنانچہ وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک الگ ریاست تشکیل دینی چاہیئے۔ اس لئے جونہی قرارداد پاکستان (۱۹۴۰ء) منظور ہوئی۔

[1] تذکرۂ محدث اعظم پاکستان (۲/۱۳) [2] امام احمد رضا اور احیائے دین ص ۸۷۔

اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء
جنھوں نے اس سے قبل بھی کانگریس کے مقابلے
میں مسلم لیگ کی مدد کی تھی، قیام پاکستان
کے لئے جدجہد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
انھوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع
تر کر دیا اور ان کی ہر شاخ پاکستان کے
قیام کی ضرورت کی تبلیغ میں مصروف ہوگئی
مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے بذات
خود شمالی برصغیر کا دورہ کیا اور اس کے
متعدد اور بڑے بڑے شہروں اور قصبات
میں تقریریں کیں، تنظیم کا نیا دستور تیار کیا
گیا اور اسے نیا نام دیا گیا۔ آل انڈیا
سنی کانفرنس سے اس کا نام الجمہوریۃ
الاسلامیۃ، رکھ دیا گیا۔ [1]

اس تنظیم کے زیر اہتمام ۱۹۲۵ء
سے ۱۹۴۶ء تک کی اکیس سالہ مدت میں
سات عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہوئیں
اور ذیلی اجلاسوں کا تو شمار نہیں۔ پہلی
تاسیسی چہار روزہ کانفرنس ۱۶ر مارچ
۱۹۲۵ء کو مرادآباد میں۔ دوسری کانفرنس
۱۹۲۵ء میں بدایوں میں۔ تیسری کانفرنس
۱۱ر فروری ۱۹۴۶ء کو پھپھوند ضلع اٹاوہ میں
چوتھی عظیم الشان تاریخ ساز چہار روزہ
کانفرنس ۲۷ر تا ۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس
میں جس میں تقریباً پانچ ہزار علماء و مشائخ
اور ہر اجلاس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ عوام
اہل سنت نے شرکت کی۔ پانچویں کانفرنس
مئی ۱۹۴۶ء کو شاہ جہاں پور میں۔ چھٹی کانفرنس
۲۰ر مئی ۱۹۴۶ء کو پھپھوند میں اور ساتویں کانفرنس
کراچی میں منعقد ہوئی [2]

صدر الشریعہ قدس سرہ کی ۱۹۲۵ء
میں دار الخیر اجمیر شریف تشریف لے جانے
کے سبب اس تنظیم کے تاسیسی اجلاس میں
شرکت نہ ہو سکی لیکن ۱۹۳۳ء میں دوبارہ بریلی
شریف تشریف لانے کے بعد آپ بھی اس
تنظیم کا ایک اہم رکن نظر آتے ہیں۔ بدایوں
کے اجلاس کی تفصیل مجھے نہ مل سکی۔
ہو سکتا ہے مولانا جلال الدین قادری صاحب
کے مرتب کردہ "خطبات آل انڈیا سنی
کانفرنس" میں کچھ تفصیل مذکور ہو مگر افسوس

[1] اندھیرے سے اجالے تک ص ۶۷ - ۲۶۶۔ [2] احیائے دین ص ۸۷ -

کہ وہ راقم کی دسترس سے باہر ہے۔ ۲۰ رتا ۲۶ رشعبان المعظم ۱۳۶۴ھ ۱۴ رتا ۷ ارجولائی ۱۹۴۵ء کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے ۲۵ ویں سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر آل انڈیا سنی کانفرنس یوپی کا صوبائی اجلاس منعقد ہوا جس میں صوبائی کانفرنس کی صدارت کا قلمدان حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس اجلاس میں صدرالشریعہ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ آپ کے علاوہ شریک اجلاس علماء میں مبلغ اسلام فاتح یورپ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی۔ صوفی با صفا حضور فطرت مولانا سید عارف اللہ میرٹھی مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی۔ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد خاں گورداسپوری جیسی نمایاں شخصیات تھیں [۱]

ہزاری باغ (بہار) کی جمعیت علماء اسلام کے رکن جناب منظور حسین قادری نے ۱۹۴۵ء میں علماء اہل سنت کے نام دردمندانہ اپیل کی کہ وہ تحریک پاکستان میں متحد ہو کر سرگرم عمل ہوں۔ اس اپیل میں جن علماء کرام کی صراحت ہے ان میں حضرت صدرالافاضل کے بعد تیسرے نمبر پر حضرت صدرالشریعہ کا نام نامی بھی سرفہرست شامل ہے۔ اس اپیل کے آخر کے الفاظ یہ ہیں۔

> (مذکورہ بالا علماء) و دیگر مقتدر علماء جلد تر ہماری استدعا پر عنان توجہ مبذول فرما کر آل انڈیا مسلم لیگ کی مطلوبہ اسکیم پاکستان کے حصول کی سعی زیر اقتدار علماء دین فرمائیں۔ فقط [۲]

۴ رجون ۱۹۴۵ء کو وائسرائے ہند لارڈ ویول کے اس منصوبہ کے اعلان کے بعد کہ باہمی مشاورت سے نئی ایگزیکٹیو کونسل کی تشکیل کی جائے گی، علماء اہل سنت نے مسلم لیگ کی حمایت اور زبردست سیاسی نمائندگی کے حصول کیلئے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں حتیٰ کہ مفتی اعظم نے مسلم لیگ کی حمایت میں وائسرائے کے نام تار ارسال کیا۔ [۳] جس کے نتیجہ میں مسلم لیگ ۶ رنومبر ۱۹۴۶ء کے مرکزی اسمبلی انتخاب میں زبردست

---

[۱] تذکرۂ محدث اعظم پاکستان (۲/۲۳) [۲] ایضاً (۲/۲۸) [۳] اندھیرے سے اجالے تک ص ۲۶۷۔

کامیابیوں سے ہمکنار ہوئی اس طوفانی دور میں جذبات کے تلاطم کا یہ عالم کہ ہر شخص پاکستان کا متوالا نظر آتا ہے۔ مرکزی انتخاب کے بعد ہی فروری ۱۹۴۶ء میں صوبائی انتخاب ہونے والا ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے پچیسویں ۲۵ عرس مبارک (منعقدہ ۲۳ تا ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ / ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء) کے موقع پر علماء مشائخ نے اہل سنت کی ذہن سازی اور مسلم لیگ کو زبردست طریقے سے کامیاب کرانے کیلئے اپنی تقاریر کا موضوع ہی مسئلہ پاکستان کو بنایا۔ اسٹیج پر جو مقرر آتا ہے بس اس کا موضوع الیکشن اور پاکستان ہے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے بھی قوم سے خطاب فرمایا اور کانگریس کی مضرت مسلم لیگ کی ضرورت اور پاکستان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے آپ نے دوران تقریر فرمایا۔

"کانگریس فتنہ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استحصال کا ارادہ کرچکی ہے۔ اس کی بڑی سے بڑی آواز یہی ہے اس کا سوراج یہی ہے۔ یہی اس کی آزادی ہے۔ ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے ہیں۔..... علماء اہل سنت مسلمانوں کو اس کے جال میں پھنستا دیکھکر صبر نہیں کرسکتے۔ اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں۔ اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن (نومبر ۱۹۴۵ء) میں ان کانفرسوں کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ اس وقت (فروری ۱۹۴۶ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لئے ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں۔" [۱]

علمائے اہل سنت کی اس زبردست حمایت اور پرزور تائید کیوجہ سے صوبائی انتخاب میں بھی مسلم لیگ سیاسی سطح پر مکمل طور سے فاتح ہو کر سامنے آئی۔

---

[۱] ایضاً ص ۲۷۰ (ب) امام احمد رضا اور احیائے دین ص ۹۲

۴ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو وزیر ہند نے برطانیہ کے دارالامراء میں اعلان کیا کہ انتخابات کے بعد حکومت برطانیہ ہندوستان میں دستور ساز اسمبلی قائم کرے گی اور ایک کیبنٹ مشن ہندوستان بھیجے گی تاکہ ہندوستانی رہنماؤں سے ملاقات کرکے بحیثیت آزاد مملکت ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کرسکے [1]

۲۴ر مارچ کو کیبنٹ مشن دہلی پہنچ گیا جو لارڈ پیتھک لارنس، سراسٹیفورڈ کرپس اور اے وی الیگزنڈر پر مشتمل تھا۔ اب جبکہ منزل قریب آگئی تھی تو قائدین اہل سنت نے کاروان عمل کی رفتار اور تیز کردی پوری قوت کیساتھ نظریۂ پاکستان کی حمایت میں آوازیں بلند کیں اور اپنے وجود کی ساری توانائیاں حصول پاکستان کیلئے وقف کردیں۔ اور یہ سب خلوص وللّٰہیت پر مبنی ساعی جمیلہ تھیں۔ دور حاضر کی سیاست کا سا کوئی تصور اس کے پس پشت کارفرما نہ تھا۔ بقول صدر الافاضل۔

"ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کیلئے انجام دیتے ہیں [2]

اسی زمانے (۱۹۴۶ء) میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ جس کا متن حسب ذیل ہے

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء ومشائخین کا متفقہ فیصلہ مسلم لیگ کو ووٹ دیکر کانگریس کو شکست دیجائے

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ کی تائید کرسکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملے میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس لئے مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران تائید کرسکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں۔ دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول

---

[1] قائداعظم کے ۷۲ سال بحوالہ سابق ص ۲۶۸۔ [2] اندھیرے سے اجالے تک ص ۲۷۱۔

پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

اس فتوے پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط ہیں جن میں سر فہرست حضرت مفتی اعظم صدر الافاضل اور صدر الشریعہ کے دستخط ملتے ہیں۔

اس فتوے کی اشاعت کے بعد ہی بنارس کے فاطماں باغ میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کی وہ عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس منعقد ہوئی جس کی ہمہ گیری اور شان و شوکت کچھ اور ہی منظر پیش کر رہی تھی۔ اک والہانہ جذبۂ شوق کے ساتھ عوام و خواص دیوانہ وار ملک کے گوشے گوشے سے کشاں کشاں چلے آئے تھے اور بڑے ہی پرجوش اور سرفروشانہ انداز میں انھوں نے اپنی ہمہ جہت خدمات اس عظیم الشان کانفرنس کے لئے پیش کی تھیں۔ یہ والہانہ پن اور ایثار و سرفروشی کے یہ پرجوش مظاہرے ان کے ولولوں اور امنگوں کے ترجمان تھے

اس کے ہر اجلاس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے فرمائی۔ جن کے حلقۂ ارادت میں پورا متحدہ ہندو پاک تھا بالخصوص مشرقی پنجاب کے لوگ تو آپ کی نگاہ ولایت کے والہانہ اسیر تھے۔ اس کانفرنس میں کیبنٹ مشن، مسٹر کرپس اور ان کے رفقاء کو بھی دعوت دی گئی تھی تاکہ وہ مسلم لیگ کی ملک گیر نمائندگی کے نمایاں اثرات کو بچشم خود ملاحظہ کرنے کے بعد اسی کی روشنی میں ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔

۱۹ / اپریل ۱۹۴۶ء کو صبح نو بجے سے ایک بجے دوپہر تک منعقد ہونے والے کانفرنس کے تیسرے اجلاس میں متفقہ طور سے یہ قرارداد منظور کی گئی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں

اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔[۱]

اسی اجلاس میں اسلامی اصولوں کے مطابق کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی دستور ساز کمیٹی (اسلامک ایکزیکٹیو کونسل) تشکیل دی گئی جس میں یہ حضرات شامل تھے۔ (۱) مولانا سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی۔ (۲) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی۔ (۳) مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی (۴) صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی۔ (۵) مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی۔ (۶) مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (یہ تمام حضرات امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے خلفاء ہیں) (۷) مولانا عبد الحامد بدایونی (۸) دیوان سید آل رسول اجمیر شریف (۹) خواجہ قمر الدین سیالوی۔ (۱۰) شاہ عبد الرحمٰن بھرچونڈی (سندھ)۔ (۱۱) مولانا سید زین الحسنات مانکی شریف (صوبہ سرحد) (۱۲) خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی مدراس۔ (۱۳) مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، لاہور[۲]

اس کانفرنس کے اثرات دور دور تک محسوس کئے گئے اور شریک کانفرنس علماء و مشائخ جب کانفرنس کے خوشگوار اثرات اپنے ذہن دماغ میں لے کر اپنے اپنے علاقوں میں واپس گئے تو وہ بذات خود پاکستان کی تحریک کا ایک حصّہ بن چکے تھے۔ مولانا عبد الحکیم شرف قادری مدظلہٗ لکھتے ہیں۔

> "صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے مساعی کی ہمہ گیری اور سنی کانفرنس کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ممبران کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہو چکی تھی۔[۳]

اس طور سے اکابر و اصاغر اہلسنت کی اس قدر بے پناہ قربانیوں اور بے لوث خدمات کے نتیجہ میں ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا اور وہ پاکیزہ خواب

[۱] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۸۳ بحوالہ احیائے دین ص ۹۱ [۲] اندھیرے سے اجالے تک ملخصًا ص ۲۷۲، ۲۷۳ [۳] ایضًا ص ۲۷۵

بظاہر پورا ہوگیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقسیم پاکستان اپنے پس منظر میں اعلیٰ اسلامی مقاصد اور پاکیزہ تصورات رکھتا ہے گو آج کا پیش منظر ان مقاصد کی پامالی عبرتناک تصویر پیش کرتا ہے۔ ذرا وجود پاکستان سے شیفتگی کے یہ جذبات تو ملاحظہ کریں کہ ایک محب اسلام کا سارا اثاثہ نذر آتش کر دیا جاتا ہے جس میں اس کے خوابوں کا شیش محل پچیس ہزار نادر و نایاب کتابوں پر مشتمل قیمتی کتب خانہ بھی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ لوگ تسلی کے کلمات لے کر اس کے پاس آتے ہیں تو وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں کہتا ہے۔ "جب پاکستان بن جائے گا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری یہ قربانی قبول ہو گئی۔" ؎۱

آخر وہ کون سے پاکستان کے وجود کیلئے اتنی بڑی قربانی پیش کرنے کے بعد بھی مست و سرفروش نظر آتا ہے؟ کیا آج کا موجودہ پاکستان؟ — نہیں!

بلکہ اس پاکستان کیلئے جس کا ذہنی خاکہ یہ تھا کہ "ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔" ؎۲

اور وجود پاکستان کے بعد اس مقدس نصب العین کے آئینی نفاذ کیلئے سر توڑ کوششیں بھی کی گئیں لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

> "قیام پاکستان کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، محدث محدث اعظم ہند سید محمد احمد محدث کچھوچھوی مفتی محمد عمر نعیمی اور مولانا غلام معین الدین نعیمی، مارچ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لائے اور دستور اسلامی کے مسئلے پر لاہور اور کراچی کے علماء سے مذاکرات کئے۔ طے پایا کہ صدر الافاضل دستور اسلامی کا مسودہ تیار کریں۔ کوشش کی جائے گی کہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے اسے منظور کرایا جائے۔ اسی اثناء میں صدر الافاضل

؎۱ جہان رضا شمارہ مئی ۹۳ء ص ۲۱۔ ؎۲ امام احمد رضا اور احیائے دین ص ۹۱۔

سخت علیل ہو گئے، اس لئے انھیں واپس جانا پڑا۔ مراد آباد جاکر ابھی دستور کی گیارہ دفعات تحریر کر پائے تھے کہ پیام اجل آپہنچا اور ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو وصال فرما گئے۔ [1]

اور یہ کوششیں جاری رہیں۔

مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی قدس سرہٗ نے اس سمت میں اچھی خاصی پیش رفت کی لیکن یہاں بھی مشیت کچھ اور کہہ رہی تھی ان کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں۔

قائد اعظم (مسٹر جناح) کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عالمی دورے سے واپسی پر کراچی میں عظیم کانفرنس منعقد کی جس میں سندھ پنجاب، اور مشرقی پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں پاکستان کیلئے آئین اسلامی کے جامع دستور کا مسودہ تیار کر لیا گیا۔ علماء نے تائیدی نوٹ لکھے اور حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سرکردگی میں قائد اعظم کی خدمت میں مسودۂ آئین پیش کیا گیا؛ قائد اعظم نے تین گھنٹہ تک مسودۂ آئین کے مختلف پہلو پر گفتگو کی۔ حضرت مولانا نے انھیں اس خوش اسلوبی سے مطمئن کیا کہ قائد اعظم نے یقین دلایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد یہ آئین نافذ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد جلد ہی ان کی وفات ہو گئی اور قائد اعظم علماء کرام سے کیا ہوا یہ وعدہ ایفاء نہ کر سکے [2]

اس سلسلے میں علامہ سید ابو الحسنات محمد احمد قادری قدس سرہٗ صدر جمعیۃ العلماء پاکستان کی قیادت میں جمعیۃ العلماء پاکستان کی مساعی جمیلہ کے بھی تذکرے ملتے ہیں۔

مولانا عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

"جمعیۃ العلماء پاکستان اور جمعیۃ المشائخ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ۷ مئی ۱۹۴۸ء بروز جمعہ پاکستان بھر میں یوم شریعت منایا گیا۔ جلسے منعقد ہوئے، قائد اعظم اور اسلامی جرائد کو تاریں دی گئیں۔ اور حکومت پر زور دیا گیا کہ پاکستان میں قانون اسلامی نافذ کیا جائے۔ [3]

---

[1] اندھیرے سے اجالے تک ص ۸۰، ۲۷۷ - [2] تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان اوّل ص ۲۴۱ - [3] تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۴۲۳

لیکن اس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے کہ جن مقدس نظریات کو لے کر قیام پاکستان کیلئے اہل سنت کے اکابرین وعوام نے جان و مال کی قربانیاں پیش کیں، آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ ہر حساس دل اس المناک منظر سے کرب میں مبتلا ہے۔ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے مارچ ۱۹۹۲ء میں ایک تاریخی انٹرویو لیا گیا۔ آپ نے موجودہ پاکستان کی حالت زار پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ المناک تاثرات پیش کئے۔ آپ کہتے ہیں

"ان سب قربانیوں کے بعد اب جب میں دیکھتا ہوں۔ اسی ۱۴ راگست کو یوم آزادی کی صبح میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوا اپنی تسبیح گھمار رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہاں سے پندرہ میل سرحد ہے اور وہاں سے دس میل دور ہمارا وطن امرتسر ہے آج ہم اپنے وطن نہیں جا سکتے، اسے دیکھ نہیں سکتے، اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ نہیں پڑھ سکتے۔ آخر کیوں۔؟ اس لئے کہ ہم ایک ملک، اسلام کے لئے بنانا چاہتے تھے مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ یہ توزنانا خانہ بنا ہوا ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ چھوٹے ہیں آپ کو نہیں معلوم۔ باتیں کرنا بڑا آسان ہے آپ لوگوں کو اندازہ نہیں کہ لوگ کیا کچھ قربان کر کے پاکستان آئے"[1]

جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ انقلاب کیسے آگیا۔ ایسی صورتحال کیسے پیدا ہو گئی آخر اس ابتر حالت کا ذمہ دار کون ہے۔؟ تو آپ نے جواب دیا۔

"میں سمجھتا ہوں اس صورتحال کی اصل ذمہ دار یہاں کے حکمراں ہیں۔ آپ دیکھیں کہ ہندوستان میں ایک کانگریسی مرتا ہے تو اس سے اچھا کانگریسی پیدا ہو جاتا ہے جب پاکستان بنتا نظر آیا تو انگریزوں کے مراعات یافتگان خان بہادر سرداروں نے راتوں رات مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی ان لوگوں نے پاکستان کیلئے قربانی نہیں دی جب ملک بن گیا تو اس کے منصبوں پر

---

[1] ماہنامہ جہاں رضا۔ مئی ۱۹۹۳ء ص ۲۲ —

فائز ہو گئے اور آج تک قبضہ جمائے ہوئے ہیں . . . . ایسا لگتا ہے کہ پاکستان پاکستان دشمنوں کیلئے بنا ہے ۔ اس کے بنانے والوں کی اولادوں کا بھی پتہ نہیں چلتا ۔ ؎

یہ تھے تذکرے صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے ہنگاموں سے لبریز لمحات زندگی کے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ذات گرامی نہ صرف یہ کہ علوم و فنون اور کردار و عمل کیلئے مایۂ افتخار تھی بلکہ ارباب تدبر آپ کی دانشمندانہ بصیرت اور مدبرانہ عظمت کے بھی دل و جان سے معترف تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ قوم کے سیاسی رجحانات کو صحیح سمتوں میں لیجانے کیلئے آپ کی فکری رہنمائی حاصل کی گئی ۔ اور آپ عملی طور سے ان کے اعتماد پر پورے اترے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اور دیگر علماء اہل سنت ، سیاست کو فکری بازی گری کی جولانگاہ نہیں تصور کرتے تھے بلکہ ان کے نزدیک وہ ایک صالح سماجی معاشرت کو ارتقائی راہوں کی جانب لے جانے کا ایک اہم ذریعہ ہے جس میں دین کا ہمہ گیر تصور قدم قدم پر رہنما ہوتا ہے ۔ اور حکمرانی صرف قادر مطلق کی ہوتی ہے ۔

اسی کا باعظمت تصور ان کی نگاہوں کے سامنے تھا اور اسی روشنی میں اکابرین اہل سنت نے معاشرتی اصلاح کا یہ سفر طے کیا ۔ اور یہ اتنا کامیاب تصور ہے کہ اگر آج بھی اسے اپنا لیا جائے تو یہ بیکسی کے حالات ختم ہو سکتے ہیں ۔ یہ درد میں ڈوبی ہوئی انسانیت قرار پا سکتی ہے ۔ اور مادیت کے بدمست خمار میں ڈوبی ہوئی مدہوش زندگی کو شعور نصیب ہو سکتا ہے ۔ اور پھر سے اس خزاں رسیدہ چمن میں بہار آ سکتی ہے ۔ ورنہ اس تباہ حال انسانیت کو چنگیزیت کی ہلاکتوں کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آ سکتا ۔ سکون و چین تو دور کی بات ہے ۔ ؏

جدا ہو دیں سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی

؎ ماہنامہ جہان رضا ۔ مئی ۱۹۹۱ء ص ۲۳ ۔

حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں

از مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، استاذ دار العلوم غوثیہ سلیم پور دیوریا

حافظ ملت (علامہ شاہ عبد العزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ) علیہ الرحمہ جن دنوں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں زیر تعلیم تھے اسی دوران حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں شرکت کی، حافظ ملت نے ان کا پہلا دیدار وہیں کیا اور ہمیشہ کیلئے انھیں کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں حافظ ملت کی رسائی کا انداز کیا تھا، اسے حافظ ملت کی زبانی سماعت فرمائیے، وہ فرماتے ہیں

"جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) میں آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی، ہندوستان کے چوٹی کے علماء جمع ہوئے (ہم چند رفقاء درس) نے سوچا انھیں میں سے کسی کو منتخب کرو، بہت غور کے بعد ہم لوگوں نے طے کیا کہ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب قبلہ سے عرض کرو، عرض کیا، فرمایا اجمیر شریف آجاؤ پڑھادوں گا۔ چنانچہ مولانا غلام جیلانی صاحب علی گڑھی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب جونپوری، جناب مولانا قاری اسد الحق صاحب جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی، اور میں، پانچ طالب علم اجمیر شریف حاضر ہوئے حضرت صدر الشریعہ نے حسب وعدہ ہمیں پڑھایا، فرمایا کرتے تھے در عمر میں ایک ہی جماعت پڑھنے والی ملی،، [۱]

حافظ ملت اور ان کے رفقاء درس اجمیر شریف میں رہ کر صدر الشریعہ اور دار العلوم معینیہ کے دیگر اساتذہ سے تحصیل علوم میں لگ گئے، لیکن صدر الشریعہ سے جو قربت

اور نزدیکی تھی وہ ایک جداگانہ نوعیت کی حامل تھی، حصول تعلیم کے دوران حافظ ملت جس انداز سے بارگاہ امجدی میں رہتے اس کی منظر کشی شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"حافظ ملت صاحب اور ان کے ساتھ چند اور دوست جب مرادآباد سے اجمیر آئے تو وہ میرا ابتدائی زمانۂ تعلیم تھا، ہم لوگ والد صاحب کے ساتھ دھان منڈی کے دارالاقامہ (بورڈنگ) میں اس زمانہ میں سکونت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ بورڈنگ ہاؤس وہاں سے منتقل ہو کر درگاہ بازار آگیا، اس بورڈنگ کے سامنے ایک بڑی مسجد تھی، جو غالباً گھانس کٹلہ کی مسجد کہلاتی تھی، حافظ صاحب وہاں امامت پر مقرر ہوگئے تھے، اور جب تک اجمیر شریف میں رہے، وہیں اقامت پذیر رہے۔ حضرت قبلہ صدر الشریعہ مدظلہ العالی کے یہاں حاضری اکثر دیا کرتے اور والد صاحب کے گھریلو تمام کام بازار سے کپڑا لانا، اور تھوک سامان وغیرہ لانا، یہ سب حافظ صاحب کے سپرد تھا، اور وہ ان کاموں کے بہت ماہر تھے، گندم خریدنا اور پسوانا اور پھر پسا ہوا آٹا گھر پہنچانا یہ سب کام بڑی محنت سے کیا کرتے تھے، اور تعلیم و مطالعہ میں زیادہ تر وقت دیا کرتے تھے

اس کے بعد حضرت نے استعفاء دیدیا تو حافظ صاحب، مولانا رفاقت حسین صاحب مولانا غلام جیلانی صاحب، مولانا شمس الدین صاحب، مولانا غلام یزدانی صاحب اور دیگر حضرات اپنی کتابوں کے پڑھنے کیلئے گھر ہی پر آیا کرتے تھے، اور پھر حدیث شریف کی تکمیل وہیں ہوئی، لیکن اختلاف کی وجہ سے دستار بندی کی رسم ادا نہ ہوسکی۔ ۱۹۳۲ء کے آخر میں اجمیر شریف سے والد صاحب قبلہ بریلی آگئے، اور بریلی شریف میں ۱۹۳۳ء تک آپ نے قدیم و جدید اور دیگر نایاب کتابیں حضرت قبلہ والد صاحب سے پڑھیں، جن میں مذکورہ بالا افراد بھی ہم درس تھے۔" ؎

حافظ ملت گھریلو اعتبار سے فارغ البال نہ تھے، انھوں نے غربت اور تنگدستی کے عالم

میں تعلیم حاصل کی، ذہانت و فطانت اور زود فہمی کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ انھیں بہت محبوب رکھتے تھے۔ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری شہزادۂ صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔

> "آپ (حافظ ملت) نے اتنی محنت سے تعلیم حاصل کی، اور آپ کی فطری صلاحیتوں میں محنت تعلیم کی بدولت اتنا ابھار پیدا ہوا کہ آپ کی علمی استعداد اور قابلیت کا طلبہ و مدرسین میں چرچا ہونے لگا، اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تو اپنے فرزندوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر آپ سے محبت فرمانے لگے"[۳]

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ،

> "میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے"[۴]

اس قول سے ان کی مراد حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب قبلہ اور دوسرے حضرت مولا سردار احمد صاحب محدث پاکستان ہیں

معاشی حالات سے دوچار ہو کر حافظ ملت دورۂ حدیث لینا چاہتے تھے، جبکہ صدر الشریعہ کے نصاب تعلیم کے مطابق ابھی تین سال اور باقی تھے، اس عرض پر استاذ گرامی نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، حافظ ملت کے چھوٹے بھائی مولانا حکیم عبد الغفور صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔

> (حافظ ملت نے صدر الشریعہ سے) احمد اللہ (پڑھنے) کے بعد عرض کیا کہ گھر کی ضرورتیں مجبور کرتی ہیں لہٰذا دورۂ حدیث میں شامل کر لیں اس پر صدر الشریعہ نے فرمایا۔
>
> آسمان زمین بن جائے، پہاڑ ہل جائے یہ ہو سکتا ہے، لیکن تمہاری ایک کتاب بھی رہ جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ کتابیں سب پڑھنی ہیں[۵]

شفیق استاذ کی زبان سے ان الفاظ کو سننے کے بعد اطاعت شعار شاگرد نے سر تسلیم خم کر دیا، اور صدر الشریعہ نے جب تک چاہا انھیں علمی فیضان سے نوازا، اور عمل کا جذبہ پیدا کیا، حافظ ملت نے استاذ گرامی کی دی ہوئی نعمت کو صرف اپنے سینے ہی میں محفوظ نہیں کیا بلکہ سخاوت کا دریا اس طرح بہایا کہ آج تک ان کے ذریعہ سے امجدی فیضان ساری دنیا کو

سیراب کررہا ہے، اور انشاءاللہ تعالیٰ تاقیامت سیراب کرتا رہے گا۔

صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاضر باش شاگردوں میں حافظ ملت اور مولانا سردار احمد صاحب علیہما الرحمہ نے جس انداز سے حق شاگردی ادا کیا وہ درسِ عبرت ہے ان دونوں حضرات کے دل میں اپنے استاذ کی کیا قدر تھی، اور کن کن طریقوں سے فیضیاب ہوتے، اسی سلسلے میں مولانا بدرالقادری مصباحی، رقمطراز ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حافظ ملت نے ارشاد فرمایا۔

"جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو صدرالشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب (غالبًا قطبی) کا درس دیتے تھے، ہم لوگ حضرت کی درسگاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں کا ہر ایک صدرالشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا حتی کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کردیا کریں تاکہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے"[۱]

۱۳۵۱ھ میں حافظ ملت نے منظر اسلام بریلی شریف سے صدرالشریعہ کی سرپرستی میں سند فضیلت حاصل کی، اور یہ خیال تھا کہ کوئی تجارت کریں گے، اسی دوران مبارکپور سے کچھ لوگ صدرالشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کسی اچھے ذی صلاحیت عالم کی خواہش ظاہر کی بے شمار خصوصیتوں اور خوبیوں کی وجہ سے صدرالشریعہ کی نگاہ انتخاب حافظ ملت پر جا رکی، یہاں بھی حافظ ملت کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا ایک منظر ملاحظہ فرمائیں۔

"شوال ۱۳۵۲ھ میں صدرالشریعہ نے آپ کو بریلی بلایا اور فرمایا میں باہر رہا اور میرا ضلع (اعظم گڑھ) خراب ہورہا ہے میں آپ کو خدمت دین کیلئے مبارکپور (اعظم گڑھ) بھیجتا ہوں، عرض کی گئی میں ملازمت نہیں کروں گا، ارشاد ہوا میں نے ملازمت کو کب کہا ہے، میں نے تو خدمت دین کی بات کی ہے، یہ مت دیکھئے گا کہ

وہاں کیا ملتا ہے، الغرض ۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ کو مبارک پور صدر مدرس بشاہرہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے تشریف لائے، جبکہ آگرہ کی جگہ مبلغ سو روپے مشاہرہ کی تھی ؎

مذکورہ بالا سطور میں اس بات کی منظر کشی کی گئی ہے کہ حافظ ملت نے استاذ کے حکم کی بجا آوری کی اور دین کے نام پر تجارت جیسے معظم منصوبے کو ذہن سے نکال دیا اور خدمت دین کیلئے تیار ہو گئے یہاں وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ حضرت! اگر دین کی خدمت ہی کرنی ہے تو بجائے مبارک پور کے آگرہ بھیج دیں کیونکہ وہاں ایک سو روپے مشاہرہ ہے، اچھی خاصی آمدنی بھی ہو جائے گی اور دین کا کام بھی انجام پائیگا لیکن استاذ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا حافظ ملت نے گوارا نہ کیا اشارہ ہوا آپ تیار ہو گئے اور مبارک پور کیلئے رخت سفر باندھ لیا، اور ہمیشہ کیلئے مبارک پور ہی کے ہو کر رہ گئے۔

۱۳۶۱ھ کی بات ہے کہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں کچھ اختلافی صورت پیدا ہو گئی اس ماحول کو حافظ ملت نے مد نظر رکھتے ہوئے استاذ محترم صدر الشریعہ کو پوری تفصیل لکھی اور عرض کیا کہ حضور نے جس مقصد (خدمت دین) کے تحت مجھے مبارکپور بھیجا ہے وہ فوت ہو رہا ہے، ایسی صورت میں یہاں سے چلے جانے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے۔

حضرت صدر الشریعہ نے اجازت دیدی اور حافظ ملت نے شعبان کی چھٹی میں گھر جا کر استعفا لکھ کر بھیج دیا اور وہیں سے شوال ۱۳۶۱ھ میں بعہدۂ صدر مدرسی جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے، اور ایک سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ؎

ماحول کی نزاکت کے پیش نظر صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو دار العلوم اشرفیہ چھوڑنے کی اجازت تو دیدی لیکن ان کی فراست بول رہی تھی کہ مبارکپور اعظم گڑھ کی دینی اور تبلیغی ضرورت حافظ ملت ہی سے پوری ہو سکتی ہے جس کیلئے مناسب مقام مبارکپور ہی ہے،

حافظ ملت کے ناگپور چلے جانے کے بعد بھی مبارکپور کے باہوش مسلمانوں نے ان سے رشتہ نہیں توڑا، بلکہ خط و کتابت اور آنے جانے والوں کے ذریعہ مبارک پور آنے کی دعوت دیتے رہے حضرت صدر الشریعہ

نے ناگپور میں حافظ ملت کی مقبولیت اور کامیابی پر مبارک پور کے حالات کی درستگی اور اشرفیہ کے استحکام کو مقدم سمجھا اور حافظ ملت کو مبارک پور واپس آنے کا حکم مرحمت فرمایا، حافظ ملت نے اس کے بارے میں لکھا۔

دوسرا گرامی نامہ تشریف لایا حسب ہدایت عمل کروں گا۔ مولوی شمس الحق صاحب نے کچھ حالات لکھے ہیں۔ اور مجھ سے رازداری کے طور پر دریافت کیا ہے کہ مبارک پور مدرسہ کی درستگی کی کوئی صورت ہو سکتی ہے، وہ خط حاضر ہے۔

"میں نے ان لوگوں ( ) کو لکھ دیا ہے کہ مدرسہ کی ترقی حضرت صدر الشریعہ قبلہ مدظلہ العالی کی کریمانہ توجہ سے ہوئی۔ ذمہ دار لوگوں نے انتظامی بدعنوانیوں سے حضرت ممدوح کو ناراض کر دیا۔ اس کی ترقی ختم ہو گئی، میرا ذاتی خیال تو مبارکپور کا نہیں البتہ حضرت ممدوح مدظلہ میرے مالک ہیں ان کے حکم کے خلاف میں کہیں بھی نہیں رہ سکتا، مبارک پور والے اگر مدرسہ کی ترقی چاہتے ہیں تو حضرت صدر صاحب قبلہ کو راضی کر کے مدرسہ کے اہم امور ان کے سپرد کر دیں، مجھے قوی امید ہے کہ مدرسہ پھر ترقی کر جائے گا، میرا وجود صرف واسطہ تھا ترقی تو موصوف کی نظر کرم سے ہوئی۔ وہ اپنے جس خادم سے چاہیں گے کام لیں گے"

اس کے بعد صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو دوبارہ مبارکپور چلے آنے کیلئے تحریر فرمایا، اور مستقبل شناس استاذ کے سعادت آثار تلمیذ نے تعمیل حکم میں پھر مبارک پور کا رخ کیا، اس وقت مبارک پور کے ارادت مندوں نے راہ میں پلکیں بچھائیں، عقیدت کے پھول نچھاور کئے، بارگاہ خداوندی میں شکر کے سجدے لٹائے ؎

مذکورہ بالا عبارات اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ حافظ ملت صدر الشریعہ کی مرضی کے خلاف ایک قدم چلنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، جس بات کا حکم ہوتا اسے احسن طریقے سے انجام دیتے،

حافظ ملت نائب صدر الشریعہ تھے جن لوگوں نے ان دونوں بزرگوں کی مبارک زندگی کو دیکھا ہے وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں

کہ حافظ ملت کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، اور کھانا پینا ٹھیک ویسا ہی تھا جیسا کہ صدر الشریعہ کا، اور کیوں نہ ہو کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

"ہم نے صدر الشریعہ اور دیگر اساتذہ کرام رحمہم اللہ سے علم بھی سیکھا اور عمل بھی، حتیٰ کہ انھیں کے ذریعہ ہم نے راستہ چلنے کا طریقہ بھی سیکھا، ہم نے احادیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ چلنے کے متعلق پڑھا اور صدر الشریعہ کے چلنے کو دیکھا تو سنت کے مطابق پایا، اس طرح علم کے انوار و گفتار ہم نے سب کچھ انھیں سے لیا۔ ایک بار پرانے مدرسہ سے دار العلوم جاتے ہوئے مولانا ظہیر الدین بلاموی اور راقم الحروف (مولانا بدر القادری) حضرت کے ساتھ تھے، عموماً راستہ طے کرتے ہوئے حضرت زیادہ بات نہیں کرتے تھے، مگر یہ کہ کوئی ضروری امر ہو، فرمایا

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو رفتار سے عظمت و وقار کا ظہور ہوتا، دائیں بائیں نگاہ نہ فرماتے، ہر قدم قوت کے ساتھ اٹھاتے، چلتے وقت جسم مبارک آگے کی طرف قدرے جھکا ہوتا، ایسا لگتا گویا اونچائی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں، ہمارے استاذ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سنت کے مطابق راستہ چلتے تھے، ان سے ہم نے علم بھی سیکھا اور عمل بھی" لہ

استاذ گرامی صدر الشریعہ کے عادات و اطوار اور ان کے معمولات سے الفت و محبت کا ایک اچھوتا انداز یہاں بھی ملاحظہ فرمائیں حافظ ملت فرماتے ہیں۔

"میں گرم چائے اس لئے پیتا ہوں کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت گرم چائے پیتے تھے" لہ

استاذ کی تعلیم کا ادب و احترام ایک شاگرد کیلئے از حد ضروری ہے، بغیر اس کے کوئی طالب علم روح علم کو نہیں پا سکتا، صدر الشریعہ اور حافظ ملت کے تعلق سے مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"مبارکپور تشریف لانے کے بعد حضرت حافظ ملت کو جب بھی یہ خبر ملتی کہ حضور صدر الشریعہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سٹھیاؤں اسٹیشن سے فلاں دن فلاں ٹرین

سے گذرنے والے ہیں تو کھانا لیکر اسٹیشن ضرور جاتے۔

مبارکپور میں مناظرہ کے درمیان یہ خبر ملی کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فلاں دن سٹھیاواں اسٹیشن سے گذرنے والے ہیں مگر حافظ ملت علیہ الرحمۃ اس دن اسٹیشن نہیں گئے عادت کے مطابق حضرت حافظ ملت کا اسٹیشن پہ نہ پہنچنا تشویش کا سبب بن گیا، منزل پر پہنچنے کے بعد حضرت صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو طلب خیریت کے لئے خط لکھا، اس کے جواب میں حافظ ملت نے نہ پہنچنے کا عذر تحریر کرتے ہوئے عرض کیا حضور!

اس وقت وہابیوں سے مناظرانہ تقریریں چل رہی ہیں، اگر میں خدمت میں حاضر ہوا ہوتا تو وہابی یہ افواہ پھیلا سکتے تھے کہ اپنے استاذ سے کچھ پوچھنے گئے تھے۔

انسان اپنے استاذ کا ہمیشہ محتاج ہے مگر غیروں کے مقابل میں عدم احتیاج کو ثابت کرنا استاذ کی تعلیم و تربیت کے احترام کے ساتھ استحضار علم کا واضح ثبوت ہے کہ استاذ نے جو کچھ عطا فرمایا اسے سینے میں محفوظ کر لیا۔ [۱۲]

شہزادگان کے ساتھ محبت والفت اور ان کے ساتھ مشفقانہ سلوک کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

"مولانا عبد المصطفٰی ازہری شہزادۂ صدر الشریعہ لکھتے ہیں کہ جب ۱۹۶۱ء میں ہندوستان حاضر ہوا تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کیلئے تشریف لائے، اتفاق سے میں دوسری جگہ گیا تھا تو وہاں تشریف لائے اور ملاقات کی اور نہایت ہی محبت و تواضع سے پیش آئے، اور یہ میری آخری ملاقات تھی اس کے بعد ان سے ملنے کا موقع میسر نہ آسکا۔ [۱۳]"

حضرت صدر الشریعہ کے صاحبزادے مولانا قاری رضاء المصطفٰی صاحب مدظلہ مقیم کراچی (پاکستان) رقم طراز ہیں۔

"(حافظ ملت) جب مبارک پور جامعہ اشرفیہ میں صدر المدرسین ہو کر تشریف لائے تو میری عمر سات سال تھی میں درجۂ حفظ میں داخل تھا، مگر میری رہائش اور طعام کا حضرت سیدی حافظ ملت قدس سرہٗ نے اپنے پاس انتظام فرمایا تھا۔ ان دنوں بچپن کی

وجہ سے اکثر بیشتر میں گھنٹوں لاپتہ رہتا تھا، مگر جب تک مجھے تلاش کرا کر گھر نہ بلا لیتے کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔

مزید لکھتے ہیں۔

"پاکستان سے جب میں گھر پہنچتا تو مجھ سے ملنے کیلئے دوسرے ہی روز حضرت قادری منزل (گھوسی) تشریف لاتے، بارہا میں نے درخواست کی کہ حضور میں تو خود حاضر ہونے والا تھا تو فرماتے مجھے خود آکر ملاقات کرنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔ [۱۴]

قاری رضاء المصطفیٰ صاحب حافظ ملت کے شاگردوں میں سے ہیں۔ لیکن حافظ ملت خود چل کر ان سے ملاقات کرنے میں مسرت و شادمانی محسوس کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ انھیں حضرت صدر الشریعہ سے نسبت فرزندی حاصل ہے۔

حوالہ ـــ جات

[۱] حافظ ملت نمبر (ماہنامہ اشرفیہ) ص ۶۶، ۶۷ مدیر مولانا بدرالقادری مصباحی

[۲] " " ص ۸۶ " "

[۳] " " ص ۹۱ " "

[۴] ملفوظات حافظ ملت ص ۱۹ از اختر حسین فیضی مصباحی

[۵] حافظ ملت نمبر (ماہنامہ اشرفیہ) ص ۲۳۲ مدیر مولانا بدرالقادری

[۶] " " ص ۲۵۲ " مصباحی

[۷] معارف حدیث (پیش لفظ) ص ۱۷، حافظ ملت / مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب

[۸] حافظ ملت ص ۲۸، ۲۹ مولانا محمد احمد مصباحی ابن بحر العلوم

[۹] حافظ ملت نمبر (ماہنامہ اشرفیہ) ص ۲۵۸ مدیر مولانا بدرالقادری مصباحی

[۱۰] انوار حافظ ملت نمبر اشرفیہ نومبر و دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۲۵ مدیر مولانا مبارک حسین مصباحی

[۱۱] حافظ ملت نمبر (ماہنامہ اشرفیہ) ص ۳۱۹ مدیر مولانا بدرالقادری مصباحی

[۱۲] معارف حافظ ملت ص ۲۲ از مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری

[۱۳] حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۸۸ مدیر مولانا بدرالقادری مصباحی

[۱۴] حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۳۴۶ مدیر مولانا بدرالقادری مصباحی

مجاہد ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں

از مولانا شیخ محمد حنیف صاحب حبیبی صدر المدرسین دار العلوم مجاہد ملت دھانگر شریف (اڑیسہ)

کہا جاتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ اس جہت سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ کی ذات گرامی چمنستانِ فضل و کمال کے پاسبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ جسکی آغوش میں ایسے بے شمار گلہائے رنگارنگ کھلے نظر آتے ہیں جنکی عطر بیزیوں سے برصغیر ہندو پاک کی درس گاہیں، خانقاہیں، حلقۂ ارشاد و تبلیغ، محافل تصنیف و تالیف اور مجالس بحث و مناظرہ غرضیکہ ہر شعبہ علمی کا مشام جاں معطر نظر آتا ہے۔

اس وقت اس گلشن علم و ادب کے ساتھ اس کے ایک ایسے گل تر جس کے حق و صداقت کی مہک سے عرب و عجم کے حق پرستوں میں حق گوئی و بے باکی کا جذبہ بیدار ہو گیا، کا ذکر محض اس غرض سے کرنا چاہتا ہوں کہ آج کے اس بد عملی، بے راہ روی، احسان فراموشی اور استاد بیزاری کے ماحول میں ہو سکتا ہے ہمارے نوجوانوں میں اس گلشن کی سیاحت کا شوق پیدا ہو جائے اور وہ اس راز کو پا سکیں کہ اپنے اکابر و اساتذہ کی خدمت و تعظیم ہی سے توفیق خیر نصیب ہوتی اور آدمی کو شہرت دوام اور مقبولیت خاص و عام ملتی ہے۔

صدر الشریعہ سے والہانہ محبت

اب آیئے عالم تصور میں چشم بصیرت وا کیئے اس گلشن کی سیر کریں جو مدرسہ معینیہ کی شکل میں خواجۂ خواجگاں شہنشاہ ہندوستان علیہ الرحمہ

کی مقدس دہلیز پہ لہلہا رہا تھا جس میں
بنام مجاہد ملت، حافظ ملت، محدث اعظم
پاکستان، صدر العلماء، مفتی اعظم کانپور
شمس العلماء، حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب
بھاگلپوری علیہم الرحمہ وغیرہم دس ایسے پھول
کھلے ہوئے تھے جنھیں دیکھ دیکھ کر خود
پاسبان چمن حضرت صدر الشریعہ فرمایا کرتے
تھے کہ "۔

"مجھے اپنی ساری زندگی میں یہی ایسی
جماعت ملی جو حقیقۃً پڑھنے والی ہے"[1]

صدر الشریعہ اس جماعت پر ناز فرماتے
اور انھیں اولاد نسبی سے زائد محبوب رکھتے
تھے[2] یہ حضرات بھی اپنے استاذ گرامی
سے بے پناہ عقیدت ومحبت کیا کرتے تھے
اسی سلسلۃ الذہب کی اہم کڑی، امام
التارکین، سید المناظرین، واقف رموز شریعت
سیدی مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہِ
صدر الشریعہ میں نیاز مندی، وفا شعاری
اور قلبی وابستگی کا جلوہ ملاحظہ فرمائیں

حضور مجاہد ملت کی پرورش اڑیسہ
کی عظیم ریاست اور جاگیردارانہ ماحول میں
ہوئی تھی، قدرت نے مزاج بھی شاہانہ
بخشا تھا۔ آپ سہل انگاری کے بجائے
ہمیشہ مشکل میدان میں اتر کر دقیق سے دقیق
تر مسائل کی تہہ میں اترتے اور اس کی گہرائی
وگیرائی تک پہنچنے کی کوشش فرماتے۔
آپ جیسے ذہین طالب علم کو مطمئن نہ کرسکنے
کی وجہ سے اڑیسہ سے لیکر الہ آباد تک کے
مدارس میں مدرسین آتے اور چلے جاتے
کچھ دنوں کے بعد مدرسہ معینیہ کی علمی شہرت
کی وجہ سے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سے آپ
اجمیر مقدس روانہ ہوئے۔ آگے کا واقعہ
حضرت سیدی مفتی شریف الحق امجدی
صاحب قبلہ بیان فرماتے ہیں۔

"حضرت صدر الشریعہ جب اجمیر مقدس ۱۳۴۳ھ
میں مدرسہ عثمانیہ معینیہ میں صدر المدرسین
ہوکر گئے۔ تو وہاں مولانا معین الدین ٹونکی
کا سکہ جما ہوا تھا۔ یہ بہت ذہین وفطین

---

[1] ماہ نامہ اشرفیہ مجاہد ملت نمبر ص ۲۵ ۱۲ ۔ [2] اشرفیہ نمبر ص ۸۴ ۔

منطق وفلسفہ کے ماہر حضرت علاّمہ عبدالحق خیرآبادی کے تلمیذ تھے۔ صدر الشریعہ کے جانے سے پہلے حضرت مجاہد ملّت مولانا حبیب الرحمٰن قدس سرہٗ وہاں پڑھتے تھے اور مولانا معین الدین کے بڑے گرویدہ تھے۔ ابتداءً انھیں صدر الشریعہ سے کوئی لگاؤ نہ تھا لیکن جب اسباق شروع ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کا رنگ انھوں نے دیکھا اور اس کی چاشنی چکھی تو پھر انھیں کے ہوکے رہ گئے۔"[1]

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو طلب علم کی جستجو نے اڑیسہ سے الہ آباد اور الہ آباد سے اجمیر مقدس کے دور دراز سفر کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ اس لئے کہ آپ کی علمی تشنگی کسی بحر ذخار کی متلاشی تھی اسے دریاؤں سے سیرابی کیسے ہو سکتی تھی اور یہ بحر ذخار صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی مقدس شکل میں اجمیر شریف میں موجزن تھا۔ اس بحر ذخار کے بعد کسی دوسرے دریا کی ضرورت ہی نہیں تھی تکمیل تعلیم کے بعد مرکز عقیدت استاذ گرامی کا رخ جدھر ہوتا اس وفا سرشت تلمیذ رشید کی ساری توجہ ادھر مبذول رہتی۔

بریلی شریف کا مناظرہ

چنانچہ ۱۹۳۲ء میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ مدرسہ معینیہ سے مستعفی ہوکر بریلی شریف تشریف لائے اور یہیں تین سال تک آپ کا قیام رہا۔ اسی اثناء میں دیوبندیوں نے صدر الشریعہ، حجۃ الاسلام اور صدر الافاضل علیہم الرحمہ جیسے اکابرین کو مناظرہ کیلئے چیلنج کیا، صدر الشریعہ کے شاگردوں نے اپنے بزرگوں پر ہونے والے حملہ کے دفاع کیلئے آگے بڑھکر چیلنج قبول کیا اور مناظرہ کیلئے تیار ہوگئے، مناظر کی حیثیت سے محدث اعظم پاکستان حضرت سردار احمد علیہ الرحمہ اور صدارت کیلئے حضور مجاہد ملّت منتخب ہوئے۔ یہ تاریخی مناظرہ اکبری مسجد شہر کہنہ بریلی شریف میں ۲۰ر محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ر اپریل ۱۹۳۵ء جمعرات سے ۲۳ر محرم، ۲۸ر اپریل اتوار چار روز تک مسلسل چلتا رہا، جس میں دیوبندی مناظر

[1] اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر ص ۴۲

مولوی منظور سنبھلی کو اپنی پوری برادری کے ساتھ شکست فاش ہوئی اور سیکڑوں مذبذب قسم کے اشخاص نے وہابیہ کے گندے عقائد سے تائب ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا اعتراف کیا۔ سچ کہا شفیق جونپوری نے ؎

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں

تیرے خدام اے صدر الشریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

اِس کامیابی سے صدر الشریعہ کو جو بے پناہ مسرت ہوئی اس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے شہر بریلی میں اس فتح مبین کی مبارکبادی کے متعدد اجلاس قائم کئے۔ ”دار العلوم منظر اسلام محلہ سوداگران میں جلسہ منعقد کیا۔ حضرت مناظر اہلسنت مولانا سردار احمد صاحب صدر مناظرہ (مجاہد ملت) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا اجمل صاحب کی اپنے دست اقدس سے دستار بندی فرمائی اور پھولوں کے ہار پہنائے۔“ [1]

اِس واقعہ سے جہاں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا اپنے شاگردوں سے دلی محبت و شفقت اور خرد نوازی کا جلوہ نظر آرہا ہے، وہیں مجاہد ملت اور ان کے رفقاء درس کا اپنے استاذ واکابر سے قلبی وابستگی اور ان پر ہونے والے حملوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کا جذبہ بیکراں کی واضح مثال ملتی ہے۔ خدا کرے آج کے طلبہ کے دلوں میں بھی اپنے اکابر و اساتذہ کے ناموس و حرمت کی حفاظت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ آمین

ایک مبارک مکتوب

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بریلی شریف میں تین سال قیام فرمانے کے بعد ۱۹۳۶ء میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں علی گڑھ کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن و خوبی فرائض تدریس انجام دیتے رہے [2]

---

[1] مناظرہ بریلی ص ۱۶۴ ۱۲ [2] تذکرہ علماء اہلسنت ص ۴۶ و صدر الشریعہ نمبر ص ۸۱ ،،

یہاں بھی آپ کے تلمیذ عزیز مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا اٹوٹ رشتۂ شاگردی بدستور قائم رہا۔ جبکہ ان دنوں مجاہد ملت مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز تھے۔ اپنی خیریت و حالات سے آگاہ اور تعلیمی سرگرمیوں سے مطلع کرتے کتابوں کی فراہمی اور اپنے تمام دینی مسائل کے حل، استفتا روا ستفسار کیلئے آپ ہی کی طرف رجوع کرتے اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھتے۔

چنانچہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس جگہ ہم صدر الشریعہ کے نام حضور مجاہد ملت کا مکتوب گرامی پیش کر رہے ہیں جس سے استاذ معظم کے حضور ان کی نیاز مندی اور گہری عقیدت کا ثبوت ملتا ہے۔

۷۸۶

مخدومنا المحترم دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ

پارسال ایک استفتاء جس میں بعض الفاظ کنایہ کے متعلق عرض کیا گیا تھا ارسال خدمت کیا اب تک جواب سے محرومی رہی نہ معلوم استفتا پہنچا یا نہیں۔

میں آج کل امور عامہ پڑھا رہا ہوں اگر میرا حاشیہ بحر العلوم حضور ارسال فرما دیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ جو خرچ ہو اس کی وی پی فرمادیں، یا مطلع فرمائیں حاضر خدمت کرونگا۔ ؎[1]

عزیزی مولوی عبد المصطفےٰ سلمہ، سے سلام و دعا فرمادیں۔ فقط والسلام مع الاکرام

فدوی محمد حبیب الرحمٰن عفی عنہ

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ بروز دوشنبہ

الہ آباد

اس خط میں خاص بات یہ ہے کہ پوسٹ کارڈ میں پتہ لکھنے کا جو عام رواج ہے کہ تصویر اوپر سیدھی رہتی ہے اور اسکے نیچے پتہ لکھا جاتا ہے۔ پھر شروع میں خط پانے والے کا نام، پھر دوسری سطر میں مقام پھر پوسٹ اور ضلع وغیرہ لکھا جاتا ہے اس کے برعکس حضور مجاہد ملت نے پتہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ پتہ پڑھتے

؎[1] اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص ۲۳

وقت تصویر الٹی اور نیچے ہو جاتی ہے۔
اب اوپر والی سطر میں ضلع اور ریاست لکھا۔ دوسری سطر میں مدرسہ کا نام اور بیچ میں نہایت احترام کے ساتھ ان لفظوں میں استاذ گرامی کا مبارک نام تحریر کیا۔ "بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی امجد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ" پھر آخری سطر میں انگریزی میں علی گڑھ تحریر فرمایا۔
عقل دنگ ہے کہ صدر الشریعہ نے اپنے ان شاگردوں کے دلوں میں احکام شرع سے محبت اور غیر شرعی امور سے نفرت کا ایسا جذبہ موجزن کر دیا تھا کہ وہ حضرات ایک لمحہ کے لئے بھی خلاف شرع حرکت گوارہ نہیں فرماتے تھے۔
اس وقت کی ظالم و جابر انگریز حکومت اپنی تصویر عام کر کے اپنی شان و شوکت کا لوہا بزعم خویش منوانا چاہتی تھی۔ مگر واہ رے مجاہد ملت کی شان حق پسندی و بے باکی کہ آپ نے تصویر کو پلٹ کر حکومت کی اہانت اور اسکے سہانے سپنوں کو چکنا چور کر دیا۔

عرس امجدی میں حاضری

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس باوفا شاگرد کا رشتۂ عقیدت استاذ محترم کی حیات ظاہری ہی تک نہ تھا بلکہ اپنی حیات کے آخری لمحات تک اسے ایک امانت کے طور پر اپنے سینے میں محفوظ رکھا۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد بلا ناغہ ہر عرس میں حاضری اپنے تئیں ضروری سمجھتے تھے اور ادھر استاذ محترم کو اپنی تربت اطہر میں بھی اس لاڈلے شاگرد کی آمد کا انتظار رہتا۔ عرس امجدی کی تاریخ سے پیشتر مجاہد ملت کو خواب میں شرف دید سے ہمکنار فرماتے جس کا مطلب حاضر بارگاہ ہونے کا حکم ہوتا۔ کوشش کے باوجود ملک بھر میں پھیلی مجاہد ملت کی دینی مصروفیتیں عرس امجدی میں شرکت کی راہوں میں آڑے آ ہی گئیں اور آپ مسلسل کئی عرس

میں حاضر نہ ہو سکے۔ اب آگے کی روداد عشق و وفا محدث کبیر، سیدی استاذی الجلیل حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری صاحب قبلہ کی زبانی سماعت فرمائیں۔ آپ درج ذیل واقعہ کے صرف راوی ہیں بلکہ عینی شاہد بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ

در غالبًا ۱۳۹۱ھ یا ۱۳۹۲ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد عرس امجدی میں گھوسی وارد ہوئے۔ عرس کے اجلاس میں دوران تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ عرس کی آمد پر مجھے ہر سال حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت خواب میں ہوتی رہی ہے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ امسال بھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اس کیفیت میں کہ انداز سے جلال ظاہر ہو رہا تھا۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت میرا انتظار فرما رہے ہیں اسی دوران عرس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا اب تو بہر صورت آنا تھا اور آ گیا۔ ابھی سلسلہ تقریر جاری ہی تھا کہ اچانک مزار اقدس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ رقت انگیز لہجہ میں معافی کے خواستگار ہوئے۔

حضرت صدر الشریعہ کی کرم فرمائی بھی پیش کرتے جاتے تھے۔ مجاہد ملت کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تقریر شروع کی۔ دوران تقریر بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ بلا شبہ ولی تھے۔ اور اب بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے۔ ابھی ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔ اتنا فرماتے ہی حضرت سنبھل گئے اور فورًا اپنی تقریر کا رخ موڑ دیا۔ چنانچہ جو حضرات متوجہ تھے اور جنھیں حضرت حافظ ملت کے کشف و کرامات نیز انداز بیاں کا علم تھا وہ تو عقدہ حل کر چکے تھے۔ انھیں یہ یقین ہو گیا کہ حافظ ملت اور

مجاہد ملت جنھیں حضرت صدر الشریعہ سے قرب خاص حاصل ہے ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرت صدر الشریعہ کا سر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا "۱ے

حضور مجاہد ملت کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے غایت درجہ محبت تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد ان کے عرس میں حاضر ہونا۔ مخدومہ کی خدمت میں نذر پیش کرنا صاحبزادگان کی دلجوئی، دلداری اور شایان شان احترام کرنا اور اُن کی شہرۂ آفاق تصنیف " بہار شریعت " کی تشہیر کرنا یہی آپ کا معمول بن گیا تھا۔

حضرت مخدومہ کی خدمت

چنانچہ آپ نے زیست کے آخری لمحات میں مخدومہ محترمہ کے حضور اپنی حسن عقیدت کی آخری نذر پیش کر ہی کے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا واقعہ کی تفصیل کیلئے علامہ ممدوح کی تحریر ملاحظہ فرمائیں

" حضرت کی اس عقیدت کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ عین وصال کے دن کوئی صاحب آپ کی طرف سے نذرانے لیکر گھوسی حاضر ہوئے اور حضرت والدہ ماجدہ کی خدمت میں یہ کہکر بھیجا کہ حضرت مجاہد ملت نے فرمایا ہے کہ فقیر کا یہ آخری نذرانہ قبول فرمالیں " ۲ے

استاذ زادوں کی تعظیم

شہزادگان صدر الشریعہ کے ساتھ حضور مجاہد ملت کے حسن سلوک ان کی عزت افزائی، بلکہ ان کی تعظیم و توقیر کی چند مثالیں ملاحظہ کرتے چلیں۔

پہلا واقعہ

ایک مرتبہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کلکتہ میں ٹکیہ پاڑہ جانے کیلئے بس میں سوار تھے اور مولانا نذیر حسین حبیبی صاحب کو ہمراہی کا شرف حاصل تھا۔ ان کا بیان ہے کہ اس دن گاڑی میں معمول سے کچھ زیادہ ہی بھیڑ بھاڑ تھی لیکن میں نے پہلے ہی سے حضرت کیلئے سیٹ لے لی

لے اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص۸۵ ۔ ۲ے ایضاً ص۱۹۹ ۔ ۳ے مولانا موصوف نے راقم الحروف سے خود بیان کیا۔

تھی اور حضرت کے بغل والی سیٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری صاحب جو ان دنوں ضیاء الاسلام ہوڑہ میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز تھے، اسی گاڑی پر سوار ہونے لگے حضرت کی نظر پڑتے ہی اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، پاس بلایا اور اپنی سیٹ پیش کی۔ میں دم بخود یہ منظر دیکھتا رہ گیا کہ ایک کم عمر استادزادے کی تعظیم کے لئے وقت کے جلیل القدر متبحر عالم، صوفی باصفا عارف باللہ کھڑے اپنی سیٹ پیش کر رہے ہیں۔ جلدی سے میں نے اپنی سیٹ پیش کی اور حضرت اس وقت تک تشریف نہیں رکھے جب تک شہزادے موصوف کو بٹھا نہ لیا۔

سبحان اللہ! قارئین کرام، غور تو فرمائیں شہزادے کی آمد پر حضرت اپنے مرید و خادم کو جگہ دینے کا حکم فرما سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا، اسلئے کہ خود مخدوم زادوں کی خدمت کرنے میں دلِ عقیدت کیش کو جو لطف ملتا ہے، وہ حکم دینے میں نہیں تھا۔

دوسرا واقعہ یوں تو حضرت ان شہزادوں کے ساتھ ساری زندگی حسن سلوک فرماتے رہے جسکی تفصیل کے لئے دفتر چاہیئے۔ سردست ایک اور واقعہ مزید وضاحت کے لئے حاضر خدمت ہے۔

ایک دفعہ حضرت کی علالت کی خبر آپ کے قصبہ دھامنگر شریف پہنچی۔ مولانا عبد الوحید حبیبی صاحب علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ اپنے ہمراہ چند معززین کا ایک وفد لیکر کلکتہ روانہ ہوئے[1] ٹکیہ پاڑہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ پاس ہی ایک جگہ جلسہ میں شریک ہونے والے ہیں حضرت سے وہیں ملاقات ہو گی۔ شام ہو چلی تھی یہ لوگ ٹکیہ پاڑہ کی مرکزی درسگاہ ضیاء الاسلام پہنچ کر مفتی ثناء المصطفےٰ قادری صاحب کے حجرے میں ٹھہرے چونکہ حضرت مفتی صاحب موصوف اس سے

[1] اس وفد میں شریک حاجی کلیم الدین صاحب نے راقم الحروف سے مذکورہ واقعہ بیان فرمایا۔

قبل مدرسہ غوثیہ رضویہ، دھامنگر شریف میں صدر مدرس رہ چکے تھے۔ یہ لوگ آپ کے ہمراہ جلسہ گاہ کی طرف چلے۔ مجمع بہت دور تک پھیلا ہوا تھا اور حضرت علالت کی وجہ سے شروع ہی میں تقریر فرمارہے تھے۔ دوران تقریر آپ اچانک کھڑے ہو گئے اور آپ کی وجہ سے اہل اسٹیج اور سارا مجمع کھڑا ہو گیا مگر اس طرح اچانک کھڑے ہونے کا سبب کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا تھوڑی دیر بعد مفتی نثار المصطفے صاحب قبلہ آتے ہوئے نظر آئے آتے ہی حضرت نے آگے بڑھکر مفتی صاحب کی دست بوسی کیا اور احترام کے ساتھ پاس بیٹھایا پھر تقریر فرمانے لگے۔ اب یہ بات سب کی سمجھ میں آگئی تھی کہ اس درویش صفت تارک الدنیا بزرگ کی یہ تعظیم و توقیر دراصل ایک نوعمر استاذزادے ہی کیلئے تھی۔ جسکے احترام کی کیفیت شہزادوں کے ساتھ اس طرح ہو۔ مخدوم گرامی، استاذ مکرم کے ساتھ اس کے عشق وعقیدت کی گہرائی وگیرائی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔؟

قرابت صدر الشریعہ سے مجاہد ملت کی قربت

حضور مجاہد ملت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو "اباجی" کہا کرتے، اور صاحبزادوں کیلئے "برادر" کا لفظ استعمال فرماتے تھے اسی رشتہ سے علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کی بڑی قدر فرماتے اور "ماموں" کہا کرتے تھے۔[۱]

ان حضرات کی علمی استعداد اجاگر کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے۔ بالخصوص میدان مناظرہ، جس کے آپ شہسوار بلکہ اس لشکر کے سالار اعظم تھے اپنی سرپرستی و صدارت میں مناظر منتخب فرماتے۔ چنانچہ علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ ان الطاف وعنایات کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

"اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے میں

---

[۱] کیونکہ حضرت صدر الشریعہ کی اہلیہ محترمہ علیہا الرحمہ حضرت علامہ موصوف کی بڑی بہن تھیں۔ مرتب

فخر محسوس کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ میں نے حضرت مجاہد ملّت کی خدمت میں گذارا ہے۔ سفر و حضر میں انکی ہمراہی کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ بارہ مناظروں میں ان کے ساتھ میں نے سفر کی سعادت حاصل کی ہے۔ جنمیں سے آٹھ مقامات پر میں نے حضور مجاہد ملت کی صدارت میں کامیاب مناظرہ کیا ہے۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ مناظروں کے اصول و رموز، بحث و استدلال کے ضابطے اور گفتگو کے قواعد و آداب کا جو سرمایہ بھی میرے پاس ہے وہ حضور مجاہد ملّت ہی کا عطا کردہ ہے۔ لہ،،

اپنے ،، ماموں جان ،، پر انھیں عطاؤں کی تھوڑی سی تفصیل دیکھتے چلیں۔ حضرت کے وطن مالوف اڑیسہ کٹک میں فیصلہ کن سہ روزہ عظیم مناظرہ آخری عمر میں ہوا، جس میں آپ کے مشاہیر تلامذہ و خلفاء مثلاً شمس العلماء مفتی نظام الدین صاحب، مفتی عبدالرب صاحب، خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب علیہم الرحمہ، علّامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ وغیرہم کی موجودگی میں علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کو مناظر منتخب فرمایا۔ علامہ ممدوح رقمطراز ہیں۔

،، اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مرجع المناظرین، سند المتکلمین امام العاشقین حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری علیہ الرحمہ والرضوان سرپرست اور بانیٔ مناظرہ کی حیثیت سے اہلسنت کے اسٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے ...... ایک سطر بعد ...... جبکہ مناظر کی حیثیت سے حضور مجاہد ملّت نے مجھ فقیر کو نامزد کیا تھا ،، لہ

آپ نے علامہ موصوف کو نہ صرف مناظر بنایا بلکہ موصوف پر نوازشات کی جو برسات فرمائی اسکی تفصیل حضرت علامہ ہی کی زبانی سننے کے لائق ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

لہ نوائے حبیب کا مجاہد ملّت نمبر صـ۱۰ ، لہ سوانح اعلیٰ حضرت صـ۸، ۹

"جب میں پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہوکر بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت کی خدا ترس آنکھوں میں خوشی کے آنسوامنڈ رہے تھے۔ وہ مقدس لمحے میں زندگی بھر نہیں بھولونگا جب غوث الوری کے دربار گہربار کے ایک وارفتہ جگر درویش اور سالک رضویت کے ایک پرسوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ کر میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں مچل مچل کر نہارہا تھا خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"[1]

ارشد وارشاد

حضرت علیہ الرحمہ کی صدارت میں علامہ صاحب قبلہ کے مناظرہ کا ذکر آگیا ہے تو لیجئے لفظ "ارشد وارشاد" والی دلچسپ بحث حاضر خدمت ہے۔ اسمیں حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے "ماموں صاحب" پر ہونے والے ایک پھوہڑ اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ وہ مناظرہ کی یادگار بن گیا۔ یہ دلچسپ بیان

حضرت سیدی مفتی شریف الحق صاحب امجدی کی زبانی سماعت فرمائیں۔

"دوبولیا کے مناظرے میں ارشد احمد مبلغ دیوبند نے اہل سنت کے مناظر علامہ ارشد القادری پر یہ حملہ کیا کہ آپ کو خبر بھی ہے آپ ارشد ہیں، میں ارشاد آپ کا مصدر ہوں۔ آپ اپنے مصدر کو بھی نہیں جانتے، علامہ ارشد، مبلغ دیوبند کی اس جسارت فاحشہ پر اپنے رنگ میں علمی گرفت کرنے جارہے تھے ......

.... مگر ارشاد کو جو لوگ جانتے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ اس پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ وہ تو اسی وقت گھبراجاتا ہے جب عوام حریف کی بات سے متاثر ہوں۔ اور اس علمی جواب میں عوام کی دلچسپی کا کوئی سامان نہیں تھا۔ حضرت مجاہد ملت نے جس تمسخر کے انداز میں اس مسخرے نے یہ بات کہی تھی اسکے ترکی بہ ترکی جواب کی تلقین فرمائی۔ کہدو، آپ مصدر ہیں، ہم آپکو خوب جانتے ہیں۔" المصد...

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ص۱۲ ۔

> کالمخنث لا یذکر ولا یونث۔"
> مصدر ہجڑے کی طرح ہے نہ مذکر نہ مونث!
> یہ جواب ایسا چپکا کہ دیوبندیوں کا سارا اسٹیج اور مجمع سر پیٹ کے رہ گیا۔ عوام آج تک اسکو یاد رکھے ہوئے ہیں"[1]

بجرڈیہہ کا مناظرہ

بجرڈیہہ، بنارس کا یہ تاریخی مناظرہ جو غیر مقلدین کے ساتھ ہوا۔ حضور مجاہد ملّت علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ کا آخری اور شہزادۂ صدرالشریعہ، سیدی حضرت علامہ ضیاء المصطفٰے قادری صاحب قبلہ کا بالکل پہلا مناظرہ تھا حضرت علیہ الرحمہ خبر ملتے ہی تشریف لائے صدارت کے فرائض انجام دیئے اور علامہ صاحب قبلہ کو مناظر منتخب فرمایا۔ تفصیل کیلئے علامہ صاحب قبلہ کی تقریر کا یہ[2] حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ

> "حضور مجاہد ملت مناظرہ کی صدارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ میں نے دیکھا ماشاءاللہ برکتوں کی یلغار ہے۔ مجاہد ملت مجھے خوب شاباشیاں دیرہے تھے۔ انھوں نے خوب اچھی طرح نوازا اور پھر اس طرح اس میں غلبہ ہوا کہ مناظرہ کے بعد باون[۵۲] غیر مقلدوں نے توبہ کی اور سنی ہوگئے۔ یہ مجاہد ملت کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔ یہ بھی دیکھا توبہ کی اور سب کے سب مجاہد ملت کے ہاتھوں مرید بھی ہوگئے مناظرہ ہم نے کیا اور حقیقت یہ ہے کہ نظارہ مجاہد ملت نے کرادیا۔ ایسا نظارہ کرادیا کہ ان لوگوں نے حق دیکھ لیا حق مان لیا اور دامن حق میں آگئے"۔

بہارشریعت اور مجاہد ملّت

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی نظر میں استاذ گرامی کی شہرہ آفاق تصنیف "بہار شریعت" دینی معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ تھی جسے آپ سفر و حضر میں ساتھ رکھتے۔ حج و زیارت کے مسائل میں اس سے مدد لیتے۔ پیر و جوان، مرد و زن اور کوچک و بزرگ

---

[1] اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص۶۵۔ [2] حضرت کی یہ تقریر کیسٹ کی شکل میں مولانا فیضان المصطفٰے قادری مرتب مجموعہ کے توسط سے فقیر کے پاس موجود ہے۔

ہر ایک کیلئے نہ صرف معلومات افزا اور سود مند سمجھتے بلکہ ارشاد و تبلیغ کا بہترین ذریعہ تصور کرتے تھے۔

چنانچہ آپ نے فرقہ وہابیہ کا سب سے بڑا فتنہ "تبلیغی جماعت" کے انسداد کیلئے "آل انڈیا تبلیغ سیرت" کے نام سے ہندوستان گیر پیمانے پر ایک تحریک چلایا اور "تبلیغی نصاب" موجودہ نام "فضائل اعمال" کے جواب میں بہار شریعت پڑھکر سنانے کیلئے ائمہ مساجد کو تاکید کرتے اور یہ فرماتے تھے

"آپ لوگ دن بھر میں کم از کم ۱۱ منٹ بہار شریعت پڑھ کر لوگوں کو ضرور سنایا کریں" [1]

ایک مرتبہ حضور مجاہد ملت اپنے وطن سے حرمین طیبین کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ اپنے قصبہ کے مدرسہ غوثیہ رؤفیہ کی لائبریری سے "بہار شریعت جلد ششم" سکریٹری حاجی کلیم الدین صاحب حبیبی [2] سے طلب فرمایا جس میں حج و زیارت کے احکام و آداب کا تفصیلی بیان ہے۔ اس مقدس سفر میں اپنے ساتھ رکھا اور واپسی پر لائبریری میں جمع فرمایا۔

دوسری بار روانگیٔ حج کے موقع سے پھر طلب فرمایا، اتفاق سے وہ حصہ کسی صاحب کے پاس رہ جانے کی وجہ سے مل نہ سکا۔ حضرت تک خبر پہنچی تو سکریٹری صاحب موصوف کو بلاکر بہار شریعت کی اہمیت وافادیت بتائی۔ اور اس کی جانب کم توجہی پر سرزنش فرمائی۔

وصال میں استاذ کی پیروی

حضرت صدر الشریعہ کی ذات سے آپ کے تلامذہ کی عقیدت کا رشتہ اتنا مضبوط تھا کہ یہ حضرات اپنے درس و تدریس، نشست و برخواست عادت و اطوار اور رفتار و گفتار غرضیکہ ہر لمحہ زندگی میں اپنے استاذ گرامی کے

---

[1] راقم الحروف سے مولانا مدثر حسین حبیبی اور مولانا حفیظ الرحمن حبیبی وغیرہ ائمہ نے بتایا۔

[2] حاجی صاحب موصوف نے فقیر حبیبی سے بیان کیا۔ ۱۲

حرکات و سکنات کی نقل کرنے کی کوشش کرتے جیسا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ سے فرمایا ”میاں، یہی تو بات ہے۔ میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا ہے“

حضور صدر الشریعہ سے مجاہد ملت کی گہری عقیدت و محبت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ آپ زندگی بھر صدر الشریعہ بدر الطریقہ کی پیروی و اتباع کرتے رہے مگر دم وصال بھی استاذ گرامی کی پیروی ترک نہ کی بلکہ استاذ کے نقش قدم کو چومتے ہوئے جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دیا۔

علامہ ضیاء المصطفٰی قادری صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔

”پھر وفات کی مماثلت بھی اسطرح ہوئی کہ آپ کا وصال بھی بمبئی میں ہوا اور جنازہ مبارکہ وطن منتقل کیا گیا۔ بالکل یہی معاملہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا“[1]

اس مماثلت کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

”عروس البلاد بمبئی نگری میں دونوں کا وصال ہوا، فرق صرف اتنا ہے کہ مجاہد ملت کا وصال حجو زیارت سے واپسی پر ہوا، لیکن صدر الشریعہ کا وصال حرمین طیبین کی روانگی پر ہوا کہ روانگی حرمین روانگی سفر آخرت بنی ـــ دونوں بزرگوں کی نعش مبارک تین دن کے بعد اپنے اپنے وطن پہنچی، اور دونوں کی نماز جنازہ متعدد بار ہوئی۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی پہلی بار نماز جنازہ بمبئی میں حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے پڑھائی[2] اور دوسری بار گھوسی میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے[3] حضور مجاہد ملت کی پہلی بار نماز جنازہ بمبئی میں حضور سید شاہ حسنین میاں

---

[1] ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص ۱۹۹ ، [2] صدر الشریعہ نمبر ص ۱۰۳ ، [3] صدر الشریعہ نمبر ص ۱۰۷ ۔ ”

صاحب قبلہ زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ
مارہرہ شریف نے پڑھائی [1]
دوسری بار نماز جنازہ کلکتہ میں
علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ، اور تیسری
وآخری بار نماز جنازہ کے فرائض اڑیسہ
دھانگر شریف میں مفتی عبدالقدوس
صاحب قبلہ نے فرائض امامت انجام
دیئے۔

غرضیکہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی
کتاب زندگی کے ہر ہر ورق پر امجدی چھاپ
واضح طور پر نظر آتی ہے۔ استاذ معظم
کی ذات سے ایسی والہانہ محبت وعقیدت
کا جلوہ جس طرح ہر جگہ نہیں ملتا اسی
طرح شاگرد سے اولاد نسبی سے زیادہ
محبت وشفقت کرنے والا استاد صدر
الشریعہ کے علاوہ شاید ہی کوئی ہو۔
اساتذہ وتلامذہ کیلئے ان بزرگوں کا
کردار مینار نور کی حیثیت رکھتا ہے۔
ماضی قریب کے اپنے ان دو بزرگوں

کمالِ صبر

بڑے صاحبزادے حضرت مولینا شمس الہدیٰ
صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تو حضرت اس وقت
نماز تراویح ادا کر رہے تھے۔ اطلاع دی گئی
تشریف لائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا
اور فرمایا۔ ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہے اور
نماز میں مصروف ہو گئے۔

(حافظ ملت)

کے مابین گہرے ربط وتعلق کے حوالے
سے جو کچھ باتیں عرض کی گئیں، رب کریم
اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور
ان نفوس قدسیہ کے طفیل ہمارے معلمین
ومتعلمین کے مابین تعلقات کی فضاء
ہمیشہ خوشگوار بنائے رکھے۔ آمین
بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

[1] اشرفیہ کا، مجاہد ملت نمبر ص ۵۱ ۔ [2] ایضاً ص ۵۲

مولانا عبد المبین نعمانی

کنز الایمان اور صدر الشریعہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ) مقبولیت کی جس بلند ترین منزل پر فائز ہے وہ محتاج بیان نہیں، ہندوپاک اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت جس پیمانے پر ہو رہی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ترجمے تو کیا خود اردو کے تراجم میں بھی کوئی ترجمہ نہیں کر سکتا، ایک زمانہ تھا کہ اس کی اشاعت کی طرف سے غفلت برتی جا رہی تھی، اور دوسرے تراجم چور دروازے سے قرآن کے معنی ومطالب کے نام پر سنی گھروں میں پھیلائے جا رہے تھے عام خواندہ مسلمان فرق تراجم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نادرست تراجم قرآن حاصل کرتے جا رہے تھے لیکن اب جبکہ ہر طرف ترجمہ امام احمد رضا کی دھوم مچی ہوئی ہے دوسرے تراجم قرآن کی اشاعتیں متاثر ہونے لگی ہیں یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں ہندوپاک کے وہابی مسلک کے متعصب افراد نے پابندی لگوانے کی پوری کوشش کی اور وہ سرکاری طور پر پابندی لگوانے میں کامیاب بھی ہو گئے، لیکن الحمدللہ اس پابندی کا اثر الٹا نکلا جسے رکوانے کی تدبیر کی جا رہی تھی اس کی شہرت اور اشاعت آسمانوں کو چھونے لگی۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے

ع مہ فشاند نور و سگ عو عو کند

اور بالکل ایسے ہی اس کی اشاعت بڑھتی جا رہی ہے جیسے اسلام کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

چونکہ ترجمہ کنز الایمان قرآن واسلام کا سچا

ترجمان اور مسالک حق کا صحیح ترین پاسبان ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام ہی کی طرح ابھرنے اور بڑھنے کی فطرت سے نوازا ہے، اب گھٹانے والے لاکھ گھٹائیں روکنے والے ہزار تدبیریں کرتے رہیں لیکن کنزالایمان کا سورج تو چڑھتا ہی جائے گا۔

الحمدللہ کنزالایمان کی خوبیاں ایسی نہیں کہ صرف امام احمد رضا کے معتقد و مریدین ہی مداح ہیں بلکہ جنھیں امام احمد رضا سے مسلکی ہم آہنگی بھی نہیں ارادت و تلمذ تو دور کی بات ہے وہ بھی جب حقیقت بیں نگاہوں سے غیر جانبدار ہو کہ ترجمہ امام احمد رضا کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی تہ بہ تہ خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں تو بے ساختہ مدح و ثنا میں زبان کھول کر حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے، ذیل میں ایسے ہی دو تاثرات ہدیہ ناظرین ہیں۔ چشم حیرت وا کیجیے اور پڑھیئے۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات، مولانا کوثر نیازی جو مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے شاگرد ہیں اور عرصہ تک جماعت مودودی معروف بہ جماعت اسلامی سے بھی منسلک رہ چکے ہیں وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حقائق نگاری و ادب آموزی سے متاثر ہو کر تحریر کرتے ہیں۔

> "ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوز نہاں ہے، جو ان کا جز جاں ہے، اُن کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون و مکاں ہے۔ برترازاین و آں ہے، باعثِ رشکِ قدسیاں ہے۔ راحتِ قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں ہے، ترجمہ کنزالایمان ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے ترجمے کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے، ضَلَّ ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان

ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی
کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے
عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا
مفہوم اخذ کرلیتے ہیں وَوَجَدَكَ ضَآلًّا
کا ترجمہ مَا ضَلَّ (گمراہ نہیں ہوئے) کی شہادت
قرآن کو سامنے رکھ کر عظمتِ رسول کے عین
مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں
سے پوچھو، انھوں نے آیت قرآنی سے کیا
انصاف کیا ہے!

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ
کرتے ہیں۔

اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سُجھائی۔

کہا جا سکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب
نہ تھے ان سے چوک ہوگئی آیئے ادیب شاعر
مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریاآبادی
کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے،

"اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا"

مولانا دریاآبادی پرانی وضع کے اہل زبان
تھے، ان کے قلم سے صرفِ نظر کر لیجئے اس دور
میں اردوئے معلٰی میں لکھنے والے اہل قلم
سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک
دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے۔

"اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی"

پیغمبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو
وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انھیں
نظر میں رکھئے اور پھر کنزالایمان میں امام احمد
رضا خاں کے ترجمہ کو دیکھئے۔ ؎

بیاورید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ
کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ
پایا تو اپنی طرف راہ دی"، کیا ستم ہے فرقہ
پرور لوگ "رشدی" کی ہفوات پر تو زبان
کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم
کوئی کاروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں
کہ کہیں آقایانِ نعمت ناراض نہ ہوجائیں
مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ
پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور
معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۸ ۔ ۹
مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۴۱۱ھ)

اب آیئے امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان جناب سعید بن عزیز یوسف زئی کے کنزالایمان کے بارے میں تاثرات ملاحظہ کریں۔

"ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مضمون میں اس بات کی وضاحت وصراحت کر دیں کہ کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں کیا ہے۔؟ اور اس پر عائد کئے جانے والے الزامات پر ہمارا کیا نقطۂ نظر ہے۔ اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنزالایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شد ومد سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ الحمد سے لیکر وَالنَّاس تک ہم نے کنزالایمان میں نہ کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی، نہ ہی کسی بدعت یا شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علو تقدس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبِ فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولینا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور معنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا بلکہ صاحب مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اور۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔
قرآن مجید کے جتنے بھی تراجم آج تک اردو زبان میں ہوئے ہیں ان سب کو پڑھ ڈالیں سوائے کنز الایمان کے ہر ترجمہ میں یہ بات نظر آئے گی الفاظ گو کہ مختلف ہوں گے مگر مفہوم ایک ہی ہوگا کہ۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى، "اور تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی"۔
افسوس ان مترجمین پر بھی ہوتا ہے کہ بوقت ترجمہ اپنا ذہن اتنا سا بھی استعمال نہ کرسکے کہ یہ ترجمہ ہم کس کے لئے کر رہے ہیں؟ کیا وہ نعوذ باللہ گمراہ تھے، اگر گمراہ تھے تو پھر نبی کیوں کر بنے، ...... کیا قرآن مجید ان کے بارے میں اعلان نہیں کر رہا ہے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى، تمہارے ساتھی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ نہیں ہیں۔ .....
مگر دیکھئے کہ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی ہیں کہ ان کا ترجمہ ہی مقام مصطفےٰ کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اور حامل مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے مطابق ہے کہ لکھتے ہیں۔ "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"
(آئینۂ امام احمد رضا ص ۶۲ تا ۶۶ ملخصاً مطبوعہ ادارہ افکار حق بائسی پورنیہ بہار)

یوں ہی فاضل مضمون نگار نے بسم اللہ شریف، واستغفر لِذَنْبِكَ اور آیت والنجم اذا ھوٰی، وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى، کے تراجم کی خوبیاں بیان کی ہیں اور کھل کر محاسن کنز الایمان کا اعتراف کیا ہے آخری پیراگراف میں فاضل موصوف لکھتے ہیں۔

"چنانچہ باوجود ان کے حنفی ہونے کے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیز پیش کی ہے جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی ہے کنز الایمان واقعی ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پڑھنا چاہیئے میں یہ بات برملا کہوں گا

کہ کنزالایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے۔ (ایضاً ص ۶۸)

ترجمہ اعلیٰ حضرت کے محاسن و فضائل کا ذکر اس وقت مقصود نہیں، اس موضوع پر کثیر مقالات و کتب کی اشاعت عمل میں آچکی ہے۔ خود ناچیز کا بھی ارادہ ہے محاسن کنزالایمان پر روشنی ڈالنے کا جس میں انشاءاللہ کچھ جدید گوشوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سرِدست مذکورہ بالا دو فاضل کے (جن کا تعلق امام احمد رضا سے نہ مسلک کا ہے نہ تلمذ و ارادت کا) تاثرات محض اس لئے سپردِ قلم کردیئے گئے ہیں تاکہ قرآن عظیم کے ترجمۂ صحیح کنزالایمان کی اہمیت پر بطور خاص توجہ دی جائے کہ یقیناً یہ ترجمۂ قرآن امام احمد رضا کا امت پر عظیم احسان ہے، جو بہت سی ضخیم تفاسیر پر بھی بھاری ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی جاتی ہے کہ یقیناً دنیا کی جتنی زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ ہوا ہے اور غالباً اردو میں سب سے زیادہ ہوا ہے، سب پر امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان فوقیت و فضیلت رکھتا ہے، اس کے جہاں اپنے مداح ہیں غیر بھی اس کی خوبیوں کے معترف ہیں، اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کو دنیا کی متعدد زبانوں میں منتقل کیا جاچکا ہے۔ جبکہ کسی دوسرے ترجمہ قرآن کو شاید ہی یہ مقام حاصل ہو، اسے تین فاضل نے اپنے اپنے انداز سے انگریزی میں منتقل کیا ہے، دو چھپ چکا ہے تیسرا زیرِ طبع ہے کئی ہندی دانوں نے اسے ہندی میں منتقل کیا ہے، بنگلہ، گجراتی، سندھی، ڈچ زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہوچکے ہیں اور کئی ایک زبانوں میں سلسلہ جاری ہے غالباً فارسی میں بھی کوئی فاضل ترجمے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، گویا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان صرف اردو ہی میں قرآن کا ترجمہ نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں میں بھی قرآن کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ ہے اب کسی بھی زبان میں قرآن کے معنی و مفہوم کو منتقل کرنے کے لئے براہ راست کنزالایمان کو سامنے رکھا جارہا ہے

اور اسی ترجمہ کو بنیاد بنایا جا رہا ہے اب تک
اس کے محاسن پر پچاس سے زائد مقالات
وکتب لکھے جا چکے ہیں۔ پھر بھی اس کے
محاسن کا احاطہ نہیں کیا جا سکا۔ جو بھی قلم
اٹھاتا ہے کچھ نہ کچھ نئی خوبیاں سامنے لاتا ہے
غرضیکہ ایک طرف قرآن تمام کتابوں پر فضیلت
رکھتا ہے تو دوسری طرف کنز الایمان بھی تمام
تراجم قرآن پر فوقیت رکھتا ہے، اور اس حسین
ترین وصحیح ترین ترجمے کی خدمت سے ایک
طرف سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ عہدہ برآ
ہوتے ہیں تو املا کی خدمت انجام دینے
میں صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی
قدس سرہٗ اپنا ثانی نہیں رکھتے بلکہ یہ ترجمہ
قرآن سچ پوچھئے تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
ہی کی تحریک و تحریض کا نتیجہ ہے واقعے
کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔

"حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی
اعظمی قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت امام احمد
رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ سے ترجمہ قرآن
کی گزارش کی اور قوم کو اس کی جس قدر
ضرورت ہے اسے ظاہر کرتے ہوئے اس

کے لئے اصرار کیا، اعلیٰ حضرت نے وعدہ تو
کر لیا لیکن کثرتِ مشاغل کے باعث تاخیر
ہوتی گئی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ ترجمہ
کے لئے مستقل وقت نکالنا مشکل ہے
اسلئے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن
میں قیلولہ کے وقت آ جایا کریں تو میں
املا کرادوں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ
ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ
حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور
عرض کیا، حضرت ترجمہ شروع ہو جائے
چنانچہ اسی وقت ترجمہ شروع کرا دیا۔
ترجمہ کا طریقہ ابتداءً یہ تھا کہ ایک آیت
کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفاسیر
سے مطابقت ہوتی اور لوگ یہ دیکھ کر
حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ
وتیاری کے ایسا برجستہ اور مناسب
ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے
مطابق کیسے ہو جاتا ہے، یقیناً یہ اللہ کا
بڑا فضل واحسان ہے اعلیٰ حضرت پر
اس کام میں جب دیر لگنے لگی تو اعلیٰ
حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ ایک رکوع

کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کو بعد میں آپ لوگ تفاسیر سے ملا لیا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ اس کام میں لگ گئے پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے جس کی وجہ سے اکثر بارہ بجے کبھی کبھی دو بجے رات گئے اپنی رہائش گاہ پر واپس ہوتے، غرض اس طرح حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کرالیا۔

(ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء سوانح اعلیٰحضرت)

یہ عظیم الشان اور اہم کام دن یا رات کے قلیل عرصے میں سال ۱۳۲۰ھ و ۱۳۲۱ھ کے درمیانی چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ کنزالایمان کا جو مخطوطہ (قلمی نسخہ) مولانا قاری احمد جمال اعظمی مصباحی شیخ التجوید جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی معرفت نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس کے شروع اور درمیان سے بعض اوراق غائب ہیں، شروع صفحہ سات سورہ بقرہ رکوع نمبر ۱ سے ہے اس کے پہلے کے صفحات دستیاب نہیں، یہ مخطوطہ خاص صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ترجمے کے کل صفحات ۳۲۵ ہیں اور سائز بیس تیس / آٹھ انچ ہے جا بجا حاشیہ پر تاریخ بھی درج ہے، سورۂ بقرہ شریف کے اختتام پر تاریخ ہے۔

"شب بست و نہم (۲۹) جمادی الآخرہ قبل عشا باختتام رسید بفضلہ تعالیٰ۔"

سن نہیں دیا ہوا ہے غالباً ۱۳۲۰ھ ہے کہ یہی تاریخی نام کنزالایمان سے نکلتا ہے جبکہ ترجمے کا اختتام ۱۳۲۱ھ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نام آغاز ترجمہ کے حساب سے ہے۔

سورہ آل عمران کے اختتام پر ہے، "شب پنجم رجب" جس سے ظاہر ہوتا ہے پوری سورۂ آل عمران کا ترجمہ جو ۱۵ صفحات پر ہے پانچ دنوں میں یا اس کے کم میں اختتام کو پہنچا، اس سے ترجمے کی رفتار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یومیہ پانچ صفحات ہوتے، واضح رہے کہ مسودے پر صرف ترجمہ ہی مرقوم ہے اور سطریں مختلف ہیں کسی صفحے پر ۱۶، کسی پر ۱۷، کسی پر ۱۹ کسی پر ۲۱ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کا ترجمہ بھی لکھا ہے جو اس طرح ہے "اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا"

بعض مقامات پر ہے "بڑا مہربان، اور سورۂ یوسف پر ترجمہ یوں ہے۔ .... جو بہت رحم والا مہربان، سورۂ الحاقہ پارہ ۲۹ سے ترجمہ یوں ہے۔ .... جو نہایت مہربان رحم والا،

سورۂ نسا کے اختتام پر یہ تاریخ ہے جبکہ اس کے کل ۸۶ صفحات ہیں، "شب دہم رجب قبل العشاء ۱۳۳۰ھ"

گویا یہ بھی پانچ ایام میں مکمل ہوا،

سورۂ انعام کے اختتام کی تاریخ ہے "۱۶ر رجب" گویا مائدہ اور انعام دونوں سورتیں صرف ۶ یوم میں ترجمے سے گزریں جبکہ ان کے کل صفحات ۲۴ ہیں،

سورۂ اعراف کے اختتام پر "۲۰ رجب" کی تاریخ درج ہے،

سورۂ یونس کے اختتام پر ۲۵ رجب کی تاریخ درج ہے،

سورۂ ابراہیم پارہ ۱۳ کے اختتام پر ۸ شعبان درج ہے،

سورۂ حجر پارہ ۱۴ کے اختتام پر ۹ شعبان ہے، سورۂ نحل پارہ ۱۴ پر ۱۲ر شعبان ہے۔

اندازہ ہے کہ جمادی الآخرہ کی کسی تاریخ کو ترجمہ شروع ہوا اور ۱۶ر شعبان تک ڈھائی مہینے میں مکمل ۱۴ پارے ہوگئے،

سورۂ اسراء (یعنی بنی اسرائیل) پر ۱۹ر شعبان درج ہے،

سورۂ کہف کے اختتام پر کوئی تاریخ نہیں البتہ تین رکوع قبل ختم ہونے کے ۲۱ر شعبان درج ہے، اس کے بعد سورۂ مریم مکمل نہیں ہے اور چالیس صفحات غائب ہیں،

پھر سورۂ نحل پارہ ۲۰ کے اختتام سے ایک رکوع قبل "شب ۲ر جمادی الآخرہ" کی تاریخ مرقوم ہے۔ گویا شعبان ۳۰ھ سے لیکر جمادی الاولیٰ ۳۱ھ تک ۹ر مہینے کام بند رہا کسی اہم ضرورت یا علالت کے پیش نظر پھر ۹ ماہ بعد ۲ر جمادی الآخرہ کے قریب شروع ہوا، یا جمادی الاولیٰ کے اواخر میں۔

سورۂ سبا پارہ ۲۲ کے اختتام پر "شب ۷ر جمادی الآخرہ" درج ہے۔

سورۂ یٰسٓ شریف کے اختتام پر ۸ر جمادی الآخرہ کی تاریخ درج ہے، گویا سورۂ فاطر و یٰسٓ کے ترجمے جو ساڑھے پانچ

صفحات پر مشتمل ہیں ایک دن میں تحریر کئے گئے۔
سورۂ صافات پارہ ۲۳ کے اختتام پر شب ۹ رجمادی الآخرہ، درج ہے۔
سورۂ حدید پارہ ۲۷ کے آخر میں "شب ۲۰ رجمادی الآخرہ" درج ہے۔
سورۂ حشر پارہ ۲۸ کے آخر میں "شب ۲۱ رجمادی الآخرہ" درج ہے۔
سورۂ تحریم پارہ ۲۸ کا اختتامیہ شب ۲۲ رجمادی الآخرہ ہے۔
سورۂ قلم پارہ ۲۹ کا آخریوں ہے "شب ۲۳ رجمادی الآخرہ"
سورۂ جن پارہ ۲۹ کے آخر میں "شب ۲۴ رجمادی الآخرہ ۴ر صفحات۔
سورۂ دہر پارہ ۲۹ کے آخر میں تاریخ ہے "شب ۲۵ رجمادی الآخرہ" ۴ر صفحات۔
سورۂ تطفیف پارہ ۳۰ کی تاریخ اختتام "شب ۲۶ رجمادی الآخرہ، ۵ ر صفحات۔
سورۂ والتین کے آخر میں ہے "شب ۲۷ رجمادی الاخرہ ر ۴ صفحات۔
مسودے کے صفحات ۲۲۵ ہیں

آخری صفحہ پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا دستخط اس طرح ہے۔

شب ۲۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ

کاتب، فقیر بارگاہ رضوی

ابوالعلا امجد علی اعظمی عفی عنہ

بہت سی سورتوں کے اختتام پر تاریخ درج نہیں، بلکہ بعض سورتوں کے درمیان میں بھی تاریخیں درج ہیں۔

ابتدا اور انتہا کی تاریخوں سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمہ کنز الایمان کی تحریر کا آغاز جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اختتام ۲۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ میں، لیکن کام مسلسل نہیں ہوا ہے۔ بعض صفحات مسودے کے درمیان سے غائب بھی ہیں جن کی تاریخیں معلوم کرنا مشکل ہے البتہ اس بات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ یہ نادر و نایاب اور مہتم بالشان ترجمہ قرآن موسوم بہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" سال کے چند مہینوں میں مکمل ہوا، پورے ایک سال بھی صرف نہ ہوئے۔ اور وہ بھی رات میں عشاء کے بعد سوائے چندان ایام کے جن کی

صراحت ہے کہ ان میں قبل عشا کام ہوا اندازہ
ہے کہ یہ کام چار پانچ مہینوں میں انجام کو پہنچا
غالباً اتنی قلیل مدت میں قرآن کا ایسا
عظیم الشان ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیات
سے ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ
کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل وہی مسودہ معلوم
ہوتا ہے جسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد
رضا قدس سرہ نے املا کرایا، کیوں کہ متعدد
مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ
لکھا ہوا ہے پھر اس کو قلم زد کر کے آگے
دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس
پر غور فرماتے پھر ضرورت محسوس ہوتی تو
قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے پھر آگے کی
آیات کا ترجمہ ہوتا، ہاں بعض مقامات
وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں
کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر ۲ کا نشان
لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے۔ لیکن ایسے
مقامات نسبتہً کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی
کے وقت ہوا ہوگا۔

بعض آیات کے ترجمے دو دو ہیں
میں نے ایسے مکرر تراجم کو رضوی کتاب گھر
بھیونڈی سے شائع ہونے والے نسخۂ
کنزالایمان کے حاشیہ پر مکرر لکھ کر حاشیہ
میں شامل کر دیا ہے۔ جبکہ سابقہ
مطبوعہ نسخوں میں صرف ایک جگہ مکرر
ترجمہ توسین میں اصل ترجمہ کے ساتھ ہی
درج ہے اور وہ آیت ہے الحق من ربک
(بقرہ ۱۴۷)

اس مسودے میں درمیان سطور
جگہ جگہ موٹے قلم سے صفحات لکھے ہوئے
ہیں، جیسے پہلے کے کاتب درمیان کتابت
جب کتاب کا صفحہ پورا ہوتا تو مسودے میں
اسی جگہ سطروں کے بیچ صفحہ ڈال دیا کرتے
تھے اب یہ رواج کم ہے۔ اس سے اندازہ
ہوتا ہے کہ اسی خاص نسخہ سے اولین مرتبہ
کتابت وطباعت کا بھی کام لیا گیا ہے، کاتب
نے سورۂ اخلاص پر ۶۰۹ صفحہ لگایا ہے جبکہ
تین سورتیں اس کے بعد ہیں اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کنزالایمان کی اشاعت
ہوئی ہے اس کے کل صفحات ۶۱۰ تھے،
ایسا کوئی مطبوعہ نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں

گزرا ہے، البتہ سنا ہے کہ پہلے پہل صرف ترجمہ قرآن بغیر تفسیر کے چھپا تھا، غالباً یہ ہی نسخہ کا صفحہ ہوگا، کیوں کہ ۱۰۱۶ صفحات میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ و متن قرآن کو سمونا مشکل ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ تمام کام لیتھو گرام سے ہوتا تھا۔ "قرآن کریم کے اردو تراجم مصنفہ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم میں ہے کہ" کنز الایمان کا پہلا ایڈیشن مرادآباد کے مطبع نعیمی میں طبع ہوا یہ رف کاغذ پر طبع تھا اور چار سو اٹھاسی (۴۸۸) صفحات پر مشتمل تھا"، ایسا کوئی نسخہ بھی اب تک میری نظر سے نہیں گزرا، ممکن ہے یہ بغیر متن قرآن، صرف ترجمہ کی کوئی اولین اشاعت ہو۔

اب ذیل میں بعض وہ مقامات پیش کیے جاتے ہیں جہاں پہلے ترجمہ کچھ تھا بعد میں تبدیل کرکے دوسرا لکھا گیا تاکہ اس سے امام احمد رضا کے فکری ارتقاء کا اندازہ لگایا جا سکے۔

سورہ	آیت	ترجمہ اول (غیر مطبوعہ و قلم زدہ)	ترجمہ ثانی مطبوعہ
آل عمران	۴۳	اے مریم اپنے رب کے لئے سجدہ کر اور اس کے حضور ادب سے کھڑی ہو،	اے مریم اپنے رب کے (حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر)
"	۴۴	جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے	جب وہ اپنی (قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے)
نساء	۷۴	تو اُسے چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں اُن سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لیتے ہیں۔	انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں۔
"	۸۳	جان لیتے یہ جو بات کھود کر نکال لیتے ہیں۔	جان لیتے یہ جو بات (میں کاوش کرتے ہیں۔)
"	۱۵۵	تو یقین نہیں لاتے (رکھتے) مگر تھوڑا	تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔
مائدہ	۲۱	اور اپنی کی طرف پلٹ نہ جاؤ کہ زیاں کی طرف پلٹو گے	اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔
انعام	۱۴۶	یا وہ بے حکمی کا جانور، جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا،	یا وہ بے حکمی کا جانور (جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا)

سورہ	آیت	ترجمہ اول (غیر مطبوعہ و قلم زدہ)	ترجمہ ثانی مطبوعہ
انعام	۲۷	اے ایمان والوں اللہ ورسول سے خیانت نہ کرو	اے ایمان والو اللہ ورسول سے دغا نہ کرو
"	"	اور نہ اپنی اماتنوں میں خیانت کرو جان کر	اور نہ اپنی اماتنوں میں دانستہ خیانت
"		تو اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے	تو اللہ ان کے (کام) دیکھ رہا ہے)
توبہ	۱	بیزاری ہے اللہ اور رسول کی	بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور رسول کی طرف سے
ابراہیم	۱۲	اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری ایذا پر	اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے
نمل	۴۴	اس محل میں داخل ہو	اس سے کہا گیا کہ (صحن میں آ)
صافات	۴۸	ان کے پاس ہیں نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں	ان کے پاس ہیں (جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی بڑی آنکھ والیاں)

سورۃ الشمس میں وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کا ترجمہ صرف اس قدر ہے ،، اور نقصان پایا ،، ، آگے جگہ چھوٹی ہوئی ہے شاید بعد میں لکھنا تھا کسی وجہ سے نشست بدل گئی اور یہ ناقص رہ گیا۔ مرادآباد سے حضرت صدرالافاضل نے جو نسخہ مع تفسیر طبع کرایا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے ،، اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا ،، (سورۂ شمس پارہ ۳۰ آیت ۱۰)

سورۂ مجادلہ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۱۲۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ اے ایمان والو جب تم کوئی بات رسول سے آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کے پہلے کچھ صدقہ دے لو ،، اس پر مسودے میں ایک مختصر حاشیہ ہے ،، یہ اس کی اصل ہے جو مزارات اولیاء پر تصدق کے لئے شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں،، اس حاشیہ کو حضرت مفسر قرآن مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں حضور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے شامل فرمالیا ہے،

سورۂ رحمٰن آیت ۲۵،۲۷ پر بھی دو حاشیے ہیں۔ جو تفسیر خزائن العرفان میں

شامل ہیں۔
سورۂ مائدہ آیت ۵۴ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ "کا مطبوعہ ترجمہ ہے" اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے"
اس کا مسودے میں حاشیہ پر دوسرا ترجمہ بھی مرقوم ہے "اور کسی کے اُوکہنے سے نہ ڈریں گے" یہ دوسرا ترجمہ پہلے کو قلم زد کئے بغیر نسخہ کی علامت ن کے ساتھ ہے، یہ دوسرا ترجمہ پہلے سے زیادہ مختصر اور ٹھیٹ محاورے میں ہے میں نے تصحیح شدہ جدید الطبع نسخہ میں اس کو شامل کر دیا ہے اور حاشیے پر علیحدہ رکھا ہے۔
سورۂ اعراف (پارہ ۸) کی ابتدائی آیات کِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ الخ کے ترجمہ "اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رُکے" پر ایک مختصر حاشیہ اس طرح ہے ـــ
"یہ خیال پیدا نہ ہو کہ شاید لوگ نہ مانیں"
یہ حاشیہ بھی بعینہ طبع ہونے سے رہ گیا ہے البتہ اس کا مفہوم خزائن العرفان میں موجود ہے۔

ایک ضروری وضاحت

ترجمۂ اعلیٰحضرت کے مخطوطہ اور اس کے قدیم مطبوعہ نسخوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل قدس سرہما نے مضامین قرآن کی کوئی فہرست نہیں بنائی تھی، اور نہ قدیم نسخوں میں کوئی فہرست مضامین چھپی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے ترجمہ اعلیٰ حضرت کو کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی نے چھاپنا شروع کیا تو اس کے مطبوعہ نسخوں میں بھی فہرست نہیں ہوتی تھی، کچھ دنوں کے بعد کسی کے مشورے پر یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کتب خانے نے ایک فہرست مضامین شامل کردی اور جب دیگر اداروں نے ترجمہ اعلیٰ حضرت شائع کرنا شروع کیا تو پھر سب نے اس کی تقلید کی اور وہی فہرست تقریباً دہلی کے تمام ناشرین نے اس کو شائع کرڈالا فہرست کی پیشانی پر یا اس کے آخر میں مرتب کی حیثیت سے کسی کا نام بھی نہیں، اس لئے آج کل عام طور سے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ

یہ فہرست القرآن المجید، اعلیٰ حضرت کی ہے یا صدر الافاضل کی، حالانکہ دونوں بزرگوں کا اس فہرست کی ترتیب واشاعت سے کوئی تعلق نہیں، اور چونکہ اس فہرست میں بعض عنوانات کے تحت جو آیات دی گئی ہیں ان کا بظاہر عنوان سے تعلق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی تفسیری طور پر ان آیات کی عنوان سے مطابقت ہو پاتی ہے، اس لئے اس کو بہانہ بنا کر بعض معاندین نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنا شروع کردیا ہے حتیٰ کہ بعض مخالفین نے اس کے خلاف مضامین بھی چھاپ ڈالے ہیں اس لئے وضاحت ضروری تھی، اور میری تمام ناشرین قرآن سے گذارش ہے کہ ترجمہ اعلیٰ حضرت وتفسیر صدر الافاضل کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی فہرست مضامین شامل نہ کریں کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل مورد الزام ٹھہریں، ۔ اور اگر عوام کی افادیت کے پیش نظر کوئی فہرست شامل ہی کرنی ہے تو اسے مستند ومعتمد علمائے اہلسنت، بالخصوص بریلی شریف آستانہ اعلیٰ حضرت جامعہ نعیمیہ مرادآباد یا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ کے معتمد علماء کو دکھالیں اور ترتیب کی صراحت بھی فہرست کی پیشانی پر یا آخر میں کردیں تب شائع کریں تاکہ اضافی چیزوں میں تسامح کے واقع ہوجانے کی وجہ سے سرکار اعلیٰ حضرت یا حضور صدر الافاضل کے دامن پر دھبہ نہ آئے۔

غرض۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا بڑا احسان ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے اصرار کرکے قوم مسلم کی بھلائی کیلئے قرآن عظیم کا اردو میں ترجمہ کرا ڈالا، ورنہ قرآن فہمی میں اردو داں طبقے کو کتنی دشواری ہوتی محتاج بیان نہیں خصوصاً جبکہ مارکیٹ میں متعدد غلط ترجمے رواج پاچکے تھے۔ یقیناً حضور صدر الشریعہ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے اس عظیم احسان سے امت مسلمہ رہتی دنیا تک عہدہ برا نہیں ہوسکتی ہے

راقم الحروف نے کنزالایمان کے مخطوطے اور قدیم مطبوعہ نسخوں کی مدد سے کنزالایمان کی حتی المقدور تصحیح کرڈالی ہے کیونکہ ناشرین کی بے توجہی اور تصحیح میں غفلت کی وجہ سے کنزالایمان میں کتابت کی بے شمار غلطیاں درآئی تھیں الحمدللہ تصحیح شدہ نسخے فیاض الحسن بکسیلر نئی سڑک کانپور و رضوی کتاب گھر بھیونڈی، دہلی سے شائع ہورہے ہیں۔ فالحمد للہ اولاً وآخراً

مولانا شہاب الدین رضوی ★

امام احمد رضا کی تحریکات اور صدر الشریعۃ کی خدمات

بریلی شریف میں آمد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۹۲۱ء) کو مدرسہ منظر اسلام بریلی کے لئے ایک ذی استعداد استاد کی ضرورت پیش آئی۔ علامہ محدث سورتی سے امام احمد رضا کے دوستانہ مراسم تھے جب محدث سورتی سے ذکر کیا تو آپ نے مولانا اعظمی کا نام صدر المدرسین کے لئے پیش کیا۔ امام احمد رضا بریلوی کے طلب فرمانے پر پٹنہ سے مطب چھوڑ کر دار العلوم منظر اسلام میں تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ مولانا امجد علی اعظمی کے پٹنہ اور بریلی سفر کے تناظر میں مولانا جلال الدین قادری (کھاریاں پاکستان) اظہار خیال فرماتے ہیں۔

> اب طب جسمانی سے تبادلہ کر کے طب روحانی کے مطب میں کام شروع کیا۔ جلد ہی اپنی استعداد، قابلیت، خداداد حسن سلیقہ، اور سعادت مندی سے مجدد ملت امام احمد رضا بریلوی کی نظر میں مقبول اور مورد الطاف خاص بن گئے۔ (۱)

مولانا اعظمی کے مدرسہ منظر اسلام آنے پر طلبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی، ابتداً مدرسہ میں تدریسی خدمت سپرد کی گئی، بعدہٗ اور دیگر ذمہ داریوں کو آپ ہی کے حوالہ کردیا گیا جس کی تفصیل آئندہ کے اوراق میں ملاحظہ کریں گے۔

---

(۱) محدثِ اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۸

★ ایڈیٹر سنی دنیا سوداگران بریلی شریف

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تدریس

صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے ابتدائے شباب ہی سے تدریس کا کام شروع کیا، اور آخر حیات تک جاری رکھا۔ مولانا کے تلامذہ میں ایسے نابغۂ روزگار افراد شامل ہیں جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے۔

مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت اور پٹنہ کے بعد ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء سے ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء تک منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (۱۹۳۳) صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدرالمدرسین کے لئے مدرسہ کے مہتمم ومتولی میر نثار احمد کا دعوت نامہ لے کر بریلی شریف آئے۔ لیکن آپ نے اپنے شیخ کا آستانہ اور منظر اسلام کی تدریس چھوڑ کر جانے سے معذرت کردی۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے امام احمد رضا بریلوی کے خلاف مولانا حامد رضا خاں (۱۹۴۳ء) سے رجوع کیا۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی اجازت وحکم سے دارالخیر اجمیر مقدس حاضر ہوئے، اور بے مثال تدریس کے ذریعہ مرجع علماء وعوام بنے (۱)

دوبارہ بریلی آمد، دارالعلوم حافظیہ میں علمی خدمات

مولانا امجد علی اعظمی نے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء تک درس و تدریس فرمائی۔ مہتمم ومتولی مدرسہ میر نثار احمد سے بعض امور میں اختلاف کے سبب مدرسہ معینیہ عثمانیہ کی تدریس سے علیحدگی اختیار فرمائی علماء کی ایک کثیر تعداد، جو حلقۂ تلمذ سے وابستہ تھی ہمراہ لے کر دوبارہ بریلی شریف آگئے، اور منظر اسلام میں تدریس شروع کردی۔

تین سال بعد مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی کی رہنمائی میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کا کام کیا۔ مولانا اعظمی نے سات سال تک بہ کمال حسن وخوبی دادوں میں

---

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۹

درس دیا۔

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی سابق صدر امور مذہبی حیدرآباد (دکن) نے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء کے سالانہ جلسۂ امتحان کے موقع پر اپنی تقریر میں مولانا کی مہارت درس اور تبحر علمی کا بہ کمال اعتراف کیا۔ اور کہا:

> مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں۔ (۱)

بعدازاں کچھ عرصہ بہار اور بنارس میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ منظر اسلام اور مظہر اسلام بریلی کے مدرسین جب کبھی بیماری یا اتفاقیہ رخصت کی بنا پر اپنے طلبہ کو سبق نہ پڑھا سکتے تو اس عرصہ میں عموماً مولانا امجد علی اعظمی طلبہ کو سبق پڑھاتے۔ (۲)

بیعت و خلافت اور مرشد کی نوازش

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے امام احمد رضا بریلوی کو کافی نسبت والتفات اور محبت ہو گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ تدریس کے علاوہ افتاء اور تصنیف و تالیف وغیرہ کی دیگر اہم ذمہ داریوں پر فائز کر دیا تھا بالکل اسی عقیدت و خلوص سے مولانا اعظمی امام احمد رضا کے امور کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اور ورع و تقویٰ سے شاداب و درخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ نے روحانی راہنمائی کے لئے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں امام احمد رضا بریلوی سے بیعت کی اور جلد ہی تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے (۱)

صدر الشریعہ کا مقام اور واعظین کیلئے لمحۂ فکریہ

امام احمد رضا بریلوی کا شہرہ انہی کے عہد میں آفاق کو پہنچ چکا تھا دور دراز کے افراد آپ کے پاس آتے اور مسائل دریافت کرتے، وعظ

---

(۱) الف: محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہلسنت ص ۵۳

(ب) جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۹، ۱۳۰

(ج) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تکملہ باغی ہندوستان ص ۲۴۰

(۲) جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۳۰

(۱) ریاست علی قادری، سید: معارف رضا (سالنامہ) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء

و تقریر کے لئے امام احمد رضا سے منسلک علماء و مناظرین کو اپنے یہاں مدعو کرتے۔ جب یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پاگیا کہ امام احمد رضا سے تعلق رکھنے والوں کو ہی میلاد شریف یا دیگر تقریبات میں مدعو کیا جائے گا، تو دوسری طرف علماء سو میں ہل چل سی مچل گئی اور اور اپنی گرتی ہوئی دوکان کو بچانے کے لئے انھوں نے اپنا تعلق و رشتہ امام احمد رضا بریلوی سے جوڑ دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ لوگ بھی اس میدان میں پیش پیش تھے جو نہ عالم تھے، نہ مفتی۔ جبکہ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے (۱) اس صورت حال کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی نے ایک اعلانیہ شائع فرمایا۔ انھی کے الفاظ میں:

> برادران اہل سنت کو اطلاع فقیر کے پاس شکایتیں گزریں، بعض صاحب باوصف بے علمی دنیا طلبی کے لئے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکناف ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ و انتساب بتاتے ہیں، جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکہ کھاتے ہیں۔ اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور۔ یہاں بحمدہٖ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احباب علماء شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین و جماعت سنت میں جلب منفعت مالی کی کلیاں بھی دل میں نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے نذر پائیں رد نہ فرمائیں کہ اس کا قبول سنت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مُہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ زبانی دعوے پر عمل پیرا نہ ہوں۔
>
> والسلام
>
> فقیر احمد رضا غفرلہ (۲)

---

(۱) مصطفیٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: الملفوظ ج ا ص ۱۸، قادری کتاب گھر نو محلہ بریلی ۱۹۹۵ء

(۲) حسنین رضا بریلوی، مولانا: ماہنامہ الرضا ص ۹، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

مذکورہ فرمان اپنی افادیت و اہمیت کا مزید حامل ہو گیا ہے۔ چونکہ دور جدید میں بہت سے ایسے مقررین ہیں جو نذرانہ قبل جلسہ طے کر لیتے ہیں۔ اور جب مقرر کو متعینہ نذرانہ سے کم ملتا ہے تو وہ نذرانہ کو سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقتاً یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے۔ راقم السطور کا مقصد کسی پر تنقید و تنقیص نہیں ہے بلکہ امام احمد رضا بریلوی کے پیغام کو دور و نزدیک پہنچانے کی سعی ہے۔ تاکہ ہم اپنے اندر اصلاح کی تحریک پیدا کر سکیں۔

امام احمد رضا بریلوی کے قلم مبارک سے جاری شدہ اسمار گرامی کو مولانا حسنین رضا خان بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی نے شائع کر دیا تھا۔ راقم السطور کو حاصل شدہ ۳۴ علمار، خطبار، مناظرین اور مفتیان کرام ہیں۔ ان میں سرفہرست مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا مصطفٰے رضا بریلوی ہیں۔ تیسرے نمبر پر مولانا امجد علی اعظمی کا اسم گرامی مندرج ہے۔ لکھنے کی کیفیت یہ ہے۔

(۳) جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد حال محلہ سوداگران بریلی۔ عالم، فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامی سنت، و مجاز طریقت۔ (۱)

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے مختصر سے الفاظ میں جامع خصوصیات کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ آخر مضمون میں مولانا حسنین رضا بریلوی یوں رقم طراز ہیں۔

فقیر مدیر (ماہنامہ الرضا بریلی) عرض کرتا ہے کہ مزید اطلاع کے لئے یہ بعض نام تحریر کئے گئے ہیں۔ جن کا علاقہ اعلیٰ حضرت مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ ہے۔ ان میں جو بفضلہ تعالیٰ علم میں کامل ہیں، ان سے مسائل بھی پوچھے جائیں اور ان کا بیان بھی سن کر فیض پائیں۔ (۲)

حضرت مولانا امجد علی اعظمی کی خداداد صلاحیت و قابلیت کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ ان کے مرشد اور زمانہ کے امام ان کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ منصب اور رتبہ بڑے نصیب ور لوگوں کو میسر ہوتے ہیں۔

---

(۱) ماہنامہ الرضا بریلی ص۱، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۲) " ص۹، " " "

مولانا اعظمی کو "صدرالشریعہ" کا خطاب

امام احمد رضا بریلوی اپنے معاصرین اور خلفاء و تلامذہ کو ان کے مراتب کے مد نظر اپنی طرف سے ایک خطاب عطا فرماتے تھے ان کی وسیع القلبی اور خرد نوازی پر مثال کسی دوسرے کے یہاں ملنا مشکل ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور اپنے سے بڑے کی تعظیم و توقیر کرتے، سادات کا نہایت درجہ ادب و احترام فرماتے یہ وہ خصوصیت ہیں جن کی وجہ سے امام احمد رضا بریلوی اپنے تمام معاصرین میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی القاب و خطابات کی باقاعدہ کوئی تقریب نہیں منعقد فرماتے بلکہ مخصوص اشخاص کے درمیان فرما دیتے رام پور کے قدیم ہفت روزہ دبدبۂ سکندری کے ایڈیٹر شاہ فضل حسن صابری کو آپ نے "محب العلم والسنن" کا لقب عطا کیا۔ (۱)

اور اسی طرح آپ نے مولانا امجد علی اعظمی کو "صدرالشریعہ" کا خطاب عطا فرمایا (۲) یہ خطاب انگریز تنخواہ یافتہ علماء کے "شمس العلماء" کی طرح نہیں ہے (۳) بلکہ مولانا کی علمی تبحر کی عکاسی کرتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کو کبھی کسی قسم کے خطاب کی خواہش نہ ہوئی، اگر وہ چاہتے تو درجنوں خطابات کے لائن لگ جاتی۔ مگر وہ اور ان کے فرزند و خلفاء و تلامذہ ایسی تمام چیزوں سے اجتناب کرتے تھے (۴) مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کو امام احمد رضا نے مفتی اعظم کا خطاب دیا۔ اور آج وہ خطاب علم کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ (۵)

مسند افتاء پر جلوہ گری | امت مسلمہ میں علماء دین کے

(۱) الف: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور؛ بابت اپریل ۱۹۱۲ء/۱۳۳۰ھ (ب) محمد شہاب الدین رضوی؛ سالنامہ یادگار رضا بمبئی ص ۱۱۲، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء

(۲) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: شیشے کے گھر ص ۶۵، لاہور

(۳) خواجہ رضی حیدر، مورخ؛ تذکرہ محدث سورتی ص ۲۶۶

(۴) الطاف علی بریلوی، سید؛ تنقیدات و نگارشات ص کراچی

(۵) محمد شہاب الدین رضوی؛ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۸۵، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء۔
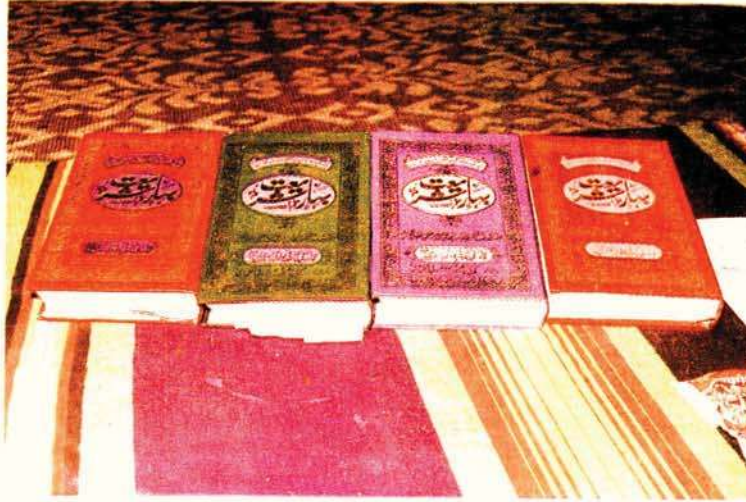
صدر الشریعہ کے تصنیفی شاہکار بہار شریعت کی مکمل
جلدیں جو فقہی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں

فتاوی امجدیہ کی تین جلدیں (چوتھی جلد تادم تحریر زیر طبع)
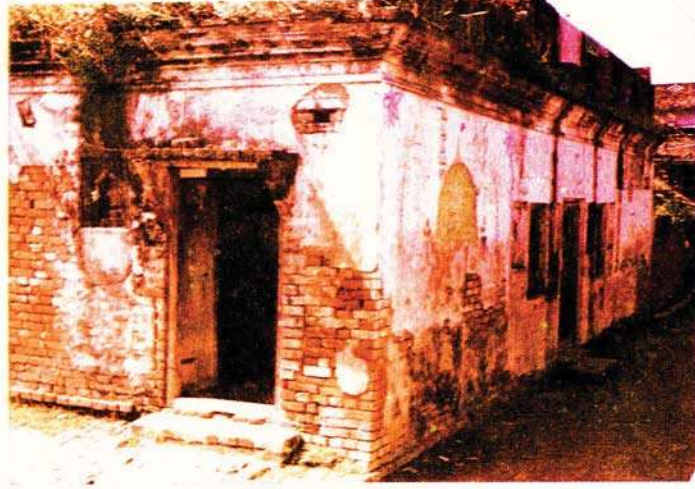
پرانے گھر کا ایک منظر جسمیں صدر الشریعہ نے بہار شریعت تصنیف فرمائی، اور زندگی کا بیشتر حصہ گذارا۔
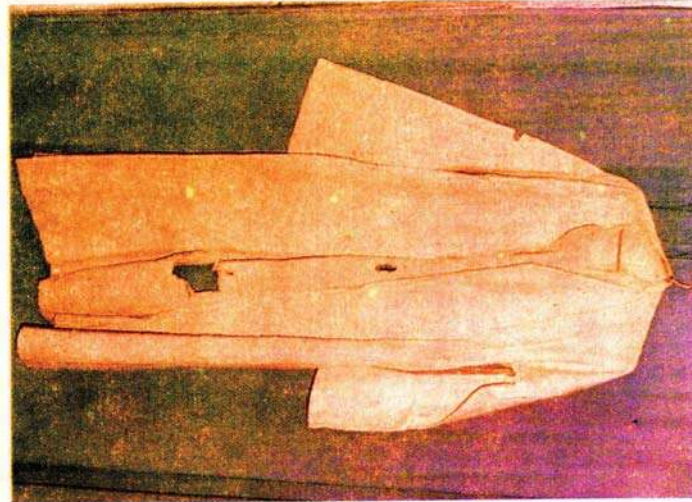
اعلیحضرت کا جبّہ شریف جسے آپنے صدر الشریعہ کو عنایت فرمایا تھا

دو طبقوں نے خاص طور پر دین اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کرکے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں ہیں ـــــ ایک محدثین کرام کا طبقہ جس نے احادیث نبوی کی روایات اور ان کے بیان وضبط کا اہتمام فرمایا۔ اور اسناد والفاظ پر گہری نظر رکھی ـــــ دوسرا فقہاء کرام کا طبقہ، جس نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے مسائل واحکام کا استنباط واستخراج کیا۔ اور الفاظ حدیث سے زیادہ معانی حدیث اور اس سلسلہ کے اصول وقواعد پر ان کی نظر مرکوز رہی، مفتیان شرع متین کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے۔

تیرہویں صدی ہجری مولانا رضا علی خاں بریلوی نے بریلی شریف میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں افتاء کی بنیاد رکھی۔ اور ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء تک فتویٰ نویسی کا گرانقدر کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ اپنے فرزند مولانا نقی علی خاں کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتاء پر فائز کیا۔ آپ نے مسند افتاء پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ اپنے لخت جگر امام احمد رضا بریلوی کو بالخصوص تعلیم دی جس نے بعد میں دنیا سے لوہا منوالیا۔ (۱)

اور ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء سے مستقلاً فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے (۲) امام احمد رضا بریلوی اپنے قابل فخر شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

> بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اگر دن اور زندگی بالخیر رہی تو اسی شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے (۳)

امام احمد رضا بریلوی کے قریب میں جب سے مولانا امجد علی اعظمی نے رہنا شروع کیا۔ اسی دن سے افتاء کی مشق اور امام احمد رضا کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا املا کرنا آپکی ذمہ داری

---

(۱) محمد شہاب الدین رضوی، راقم السطور: مولانا نقی علی خاں بریلوی، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی ۱۹۹۵ء

(۲) ماہنامہ حجاز جدید دہلی: امام اہلسنت نمبر ص ۹۴، ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء

(۳) ظفر الدین بہاری مولانا: حیات اعلیحضرت، محررہ ۷ شعبان ۱۳۳۶ھ

میں آگیا۔ دور دراز سے آئے ہوئے خطوط امام احمد رضا کو سناتے اور ان کا جواب لکھتے مرشد کی اسی تربیت نے آپ کو کندن بنادیا تھا، اور آپ کے فتاوی میں امام کی طرز تحریر اور طرز استدلال کی جھلک نظر آنے لگی تھی ۔ مشہور صحافی اقبال احمد اختر القادری (کراچی) لکھتے ہیں:

> حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی طرز فکر کے اپنانے میں منفرد نظر آتے ہیں۔ اور حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فتاوی کے سلسلہ میں آپ حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ (۱)

رضوی دارالافتاء اور تفقہ فی الدین

امام احمد رضا بریلوی کی فقہی اور علمی تحقیقات نے علماء عرب و عجم کو حیرت میں ڈال دیا تھا انھوں نے دل کھول کر امام کو خراج عقیدت پیش کیا، اور چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ آپ کے دارالافتاء میں صرف ہندوستان کے استفتاء نہیں ہوتے تھے بلکہ براعظم ایشیا، براعظم یورپ، براعظم امریکہ، اور براعظم افریقہ سے بھی استفتاء آتے تھے، اور ایک وقت پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے۔ امام احمد رضا کی سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسودات کو نقل کرنے والے بیک وقت چار چار افراد نقل کرتے جاتے تھے۔ یہ ابھی فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنا کچھ لکھا ہوگا۔ (۱)

امام احمد رضا بریلوی نے دارالافتاء کی روز افزوں ترقی، عالمی شہرت و مقبولیت اور کثرت کار کو دیکھتے ہوئے ایسا لاجواب نظام قائم فرمایا تھا کہ جس کی نظیر سوائے بریلی کے کہیں نہیں ملتی۔ آپ نے نظم جدید کی رو سے دارالافتاء کا نام ,, رضوی دارالافتاء،، تجویز کیا۔ اور مہتمم مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کو مقرر کیا۔ آپ فتوی نویسی کا کام عموماً

---

(۱) اقبال احمد اختر القادری، ڈاکٹر: مضمون قلمی مملوکہ راقم السطور غفرلہ

(۱) حسنین رضا بریلوی، مولانا: سیرت اعلیحضرت ص ۱، مکتبہ مشرق بریلی

دو مقام پر کرتے تھے۔ ایک باہر دارالافتار میں دوسرے زنانہ مکان میں۔ باہر دارالافتار میں کام کرنے والے حضرات کو نظم جدید کی رو سے دو منصب عطا کئے تھے، ایک پیش کار دوسرے امین الفتوی۔

امام احمد رضا بریلوی کے پیش کار کی سب سے زیادہ ذمہ داریاں تھیں۔ مولانا امجد علی اعظمی ایک متحرک اور فعال شخص ہونے کی وجہ سے امام احمد رضا نے کئی امور سونپ رکھے تھے۔ امام احمد رضا عموماً بعد نماز عصر بیٹھک میں تشریف لاتے، اور عوام سے ملاقات کرتے حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتے۔ اسی دوران مولانا اعظمی دن بھر کے لکھے ہوئے فتاوی کو سناتے اور اپنے فتوی پر تصحیح کیساتھ تصدیقی مہر بھی لگواتے۔ عصر اور مغرب کے درمیان آئے ہوئے احباب کے خطوط کے جوابات بھی لکھتے۔ پیش کاری کے عہدے پر اولاً مولانا ظفرالدین بہاری منتخب ہوئے۔ مگر وہ شملہ کی جامع مسجد کے خطیب ہو کر شملہ چلے گئے، تو ان کی جگہ مولانا اعظمی پیش کاری کے منصب پر فائز ہوئے۔ امام کی نشست گاہ میں رہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ زمانہ کے جید اکابر علماء میں ممتاز حیثیت کے مالک ہوگئے۔

امام احمد رضا بریلوی کو آپ کی علمی ثقاہت اور فقاہت پر کس قدر اعتماد تھا انھی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

> "آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے، وہ امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں، اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ (۱)

مولانا امجد علی اعظمی، امام احمد رضا بریلوی کے زمانہ حیات ظاہری میں بھی حسب ضرورت افتار کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

> اس کے بعد بلا تکلف میں اس خدمت افتار وغیرہ کو انجام دیتا رہا۔ اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے

(۱) مصطفےٰ رضا، مفتی اعظم: الملفوظ مکمل ج ۱ ، قادری کتاب گھر بریلی ۱۹۹۵ء

سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا، اب بھی اس کام کو مجھ لینا چاہتے ہیں۔ اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس سلسلہ میں دشواری پیش نہیں آتی۔ فللّٰہ الحمد (۱)

عہدۂ پیش کاری اور املاء خطوط

امام احمد رضا بریلوی کے قائم کردہ ،، رضوی دارالافتاء ،، کے نظم جدید کی رو سے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (۱۹۶۲ء) امام احمد رضا کے پیش کار ہوتے، ان کا کام نماز عصر کے بعد باہر کی آئی ہوئی ڈاک پیش کرنا تھا۔ جن کا جواب امام بولتے جاتے اور مولانا بہاری لکھتے جاتے تھے۔ استناد کے موقع پر کتب فتاویٰ کی عبارتیں بھی امام احمد رضا بریلوی برجستہ ہی پڑھ دیتے حالانکہ اس وقت کوئی کتاب بھی پاس نہ ہوتی تھی۔

مولانا ظفر الدین بہاری جب شملہ چلے گئے تو ان کی جگہ مولانا امجد علی اعظمی پیش کاری کے منصب پر فائز ہوئے ـــ مولانا کے اوپر بیک وقت کتنی ذمہ داریاں تھیں سید شاہد علی رضوی رام پوری رقم طراز ہیں۔

"حضرت صدر الشریعہ بیک وقت پیش کار بھی تھے منظر اسلام کے مدرس بھی تھے مطبع اہل سنت کے مہتمم بھی تھے ـــ یہ سب فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے تھے اسی حالت میں تصنیف بہار شریعت کا کام بھی جاری تھا۔ اور بوقت ضرورت مناظرہ کے لئے بھی یہ ہی بھیجے جاتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ کی پیش کاری تاحیات امام احمد رضا قدس سرہ جاری رہی دیگر کار ہائے متعلقہ جو پہلے سے کر رہے تھے بدستور کرتے رہے۔ (۲)

اسی عہدہ پیش کاری پر مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی تقریباً ۲۶ سال تک فائز رہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری سے قبل پیش کاری اور مراسلت کی تمام تر ذمہ داریاں

---

(۱) سوانح حیات خود نوشت بحوالہ مقدمہ فتاویٰ امجدیہ ج ۱ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

(۲) محمد شہاب الدین رضوی: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۸۰، ۹۷

مولانا رضوی کے سپرد تھیں۔ مولانا اعظمی کے عہد میں وہ معین راست رہے۔ مولانا رضوی کی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے حوالہ سے گراں مایہ خدمات ہیں۔ انہی خدمات کی بنیاد پر دنیا یاد کرتی ہے (۱) وہ رضویات کے نقش اوّل ہیں اس لئے کہ مولانا رضوی نے سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کی سوانح حیات لکھنے کا منصوبہ تیار کیا اور اس سلسلہ میں مختلف کوشش بھی کیں (۲)

مولانا اعظمی بعد نماز عصر امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیرون شہر سے آئے ہوئے خطوط املا کرتے۔ امام احمد رضا بولتے جاتے اور آپ جواب قلم بند کرتے جاتے۔

راقم السطور اپنے مذکورہ قول کی تائید و حمایت میں الملفوظ کی باسند روایت کا ذکر کرے گا۔ تاکہ کوئی بات تشنہ نہ رہ جائے اور قارئین کی اصل مأخذ کی طرف رہنمائی بھی ممکن ہو سکے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

> کھانے کے بعد ڈاک نکالنے کا حکم فرمایا ڈاک نکالی گئی، مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب نے خطوط سنانا شروع کئے، جواب فرماتے جاتے مولانا لکھتے جاتے۔ ان میں ایک خط حضرت سید شاہ نور عالم میاں صاحب صاحبزادہ سرکار خرد مارہرہ مطہرہ کا تھا (۳)

امام احمد رضا بریلوی دوپہر کا جب کھانا کھاتے تو اس وقت مولانا اعظمی موجود ہوتے تھے۔ وہ بولتے یہ لکھتے رہتے۔ اور صبح سے دوپہر تک کی لکھی ہوئی ڈاک اور استفتاء کو سناتے کہیں کہیں ترمیم و تبدیلی فرماتے تھے مفتی اعظم ہند نے جس خط کا ذکر کیا ہے۔ اس املا بھی مولانا ہی نے کیا تھا۔ (۴)

مرکزی دار القضاء شرعی کا قیام

امام احمد رضا بریلوی، اپنے فرزندوں اور مولانا اعظمی کی فقاہت و ثقاہت پر اطمینان

---

(۱) محمد شہاب الدین رضوی: تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ قلمی
(۲) ماہنامہ جہان رضا لاہور: ص بابت

(۳) مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: الملفوظ ج ۱ ص ۳۴
(۴) مصطفےٰ رضا بریلوی، " " " "

و اعتماد کا اظہار فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض فتاوی پر مولانا اعظمی کے تائیدی دستخط بھی موجود ہیں:

رجب المرجب ۱۳۲۹ھ/ میں امام احمد رضا بریلوی نے متحدہ ہندوستان کے لئے دار الاقضاء شرعی قائم فرمایا۔ اور بعض علماء کرام کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کو منصب افتاء و قضاء پر مامور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اللہ عزّ و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے اس کی بنا پر ان دونوں (صدر الشریعہ، مفتی اعظم) کو نہ صرف مفتی، بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں، کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔ (۱)

پھر اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لئے قلم اور دوات وغیرہ سپرد فرمایا مقدمات کے فیصلے کروائے۔ مزید معاون مفتی کی حیثیت سے برہان الملت مفتی برہان الحق جبل پوری کا تعین فرمایا۔ (۱)

تبلیغی مشن میں جدوجہد

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی تبلیغی خدمات کا جائزہ آئندہ اوراق میں تفصیل سے لیا جائے گا۔ تاہم یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد تھی۔ جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی، لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ مولانا اعظمی کے ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ اور جگہ جگہ جا کر مسائل شرعیہ بتائے، ان تبلیغی جلسوں کا خوش گوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب، اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ (۲)

---

(۱) الف: امجد علی اعظمی، مولانا: سوانح حیات خود نوشت مشمولہ فتاوی امجدیہ ج ۱
(ب) محمد شہاب الدین رضوی: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۸۴

(۱) محمد شہاب الدین رضوی: تذکرہ برہان ملت ص ۴۵ مطبوعہ لاہور
(۲) مشتاق احمد نظامی، علامہ: ماہنامہ پاسبان امام احمد رضا نمبر الہ آباد ص ۶۱

مشہور مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

> "اجمیر کے زمانۂ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی، اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے (۱)

اس کے علاوہ ارد گرد کے بڑے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد، بیادر، لاڈ جے پور، جودھپور، پالی ماڑواڑ اور چتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمی جاری رکھتے، مذہب اہل سنت کی اشاعت اور وہابیہ، قادیانیہ کا رد کرتے تھے۔ آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن و حدیث کی تفسیر و تفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ مسلک اہلسنت کو ٹھوس دلائل سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین کو تسلیم کے علاوہ چارۂ کار نہ رہتا۔ (۲)

مطبع اہلسنّت اور حسنی پریس کے کارنامے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف

---

(۱) محمد ایوب قادری، پروفیسر: یادگار بریلی ص ۱۶، کراچی ۱۹۷۰ء

(۲) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تکملہ باغی ہندوستان ص ۲۹۰ تا ۲۹۱

اس قدر بڑھتی جا رہی تھیں بلکہ مسودات قلمی مخطوطات کے انبار لگ رہے تھے۔ اور دوسری جانب احباب کا اصرار تھا کہ جلد سے جلد شائع کر دی جائیں، اولاً یہ ہوتا تھا کہ جس رسالہ کی اس وقت ضرورت ہوتی، اس کو لکھنؤ، آگرہ یا رام پور وغیرہ سے چھپوا لیا جاتا۔ مگر یہ سلسلہ نہایت دقت پریشانی کا سبب ہو گیا۔ کئی کئی افراد آمد و رفت میں لگے رہتے۔ تو امام احمد رضا بریلوی کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ کے ارکان نے مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ تجویز پاس کی کہ ان پریشانیوں کے باوجود کتاب صحیح وقت پر نہیں آ پاتی ہے اس لئے ایک پریس لگوایا جائے۔ بالآخر امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت نے منظوری عطا فرما دی۔ پھر ایک پریس خرید کر سوداگران محلہ (بریلی) میں لگوا دی گئی، جو امام احمد رضا بریلوی کے دولت کدہ سے بالکل متصل تھی۔

امام احمد رضا بریلوی نے اس کا نام "مطبع اہل سنت و جماعت" منتخب فرمایا اور مہتمم کے لئے مولانا امجد علی اعظمی کا انتخاب

عمل میں آیا۔ مولانا اعظمی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی بے پناہ مصروفیت کے باوجود مطبع اہل سنت وجماعت کو بخوبی چلاتے رہے۔ اس مطبع کے ذریعہ امام احمد رضا بریلوی کی بلا انتہا تصانیف شائع ہوئیں۔

مولانا امجد علی اعظمی کے بریلی سے جانے پر مطبع اہل سنت کی کارکردگی متاثر ہوئی۔ اور ملازمین نے مشین پر ضربیں پہنچائیں جس کی وجہ سے اس کام کو جلد ہی ختم کر دیا گیا ــــ راقم السطور نے اہل خاندان سے مطبع کے قیام کی تاریخ کے لئے کوشش کی مگر سب نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ تاہم تلاش وجستجو جاری ہے قدیم مآخذ بھی خاموش ہیں۔ اب ایسی صورت میں کسی حتمی تاریخ کا تعین خاصا مشکل ہے قرین قیاس ہے کہ ۱۹۱۷ء میں مطبع اہلسنت وجماعت واقع محلہ سوداگران بریلی قائم ہوا۔

مطبع اہل سنت وجماعت کے زوال کے بعد مولانا حسنین رضا خان بن مولانا حسن بریلوی کے مساعی جمیلہ سے حسنی پریس کا قیام ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء کو عمل میں آیا۔ حسنی پریس کے ناظم ومہتمم مولانا حسنین رضا خان جو امام احمد رضا کے بھتیجے اور خلیفہ تھے اُن کے ذمہ امام کی جملہ کتابوں کی طباعت وکتابت اور پوسٹر و پمفلٹ وغیرہ کی تصحیح تھی۔ کبھی کبھی ایسا ہوا کہ کسی رسالہ یا پوسٹر کی امام احمد رضا بریلوی کو عجلت ہوتی تو اس کی کتابت مولانا حسنین رضا خود انجام دیتے۔ موجودہ زمانہ میں امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف پر سیکڑوں تعارفی مقالے لکھے گئے، اگر غور کیا جائے تو یہ فیض مطبع اہل سنت وجماعت اور حسنی پریس کا ہے، کیونکہ امام کی تمام تصانیف انھیں دو پریس کی شائع کردہ ہیں۔ دنیا اہل سنت وجماعت خصوصاً حلقہ بگوشان رضویت مطبع اہل سنت اور حسنی پریس کے اس احسان عظیم کے ممنون ومتشکر ہیں (۱)

ماہنامہ الرضا بریلی اور ماہنامہ یادگار رضا بریلی

امام احمد رضا بریلوی کی سرپرستی میں نکلنے والے

(۱) راقم السطور نے حسنی پریس بریلی کی خدمات کا تفصیلی جائزہ ایک مقالہ کی صورت میں قلم بند کیا ہے، جو ماہنامہ سنی دنیا بریلی بابت ستمبر ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ رضوی

واحد ماہنامہ الرضا ہے۔ جس کی قسمت میں جیداکابرین ملت کی خدمات لکھ دی گئی تھیں، ماہنامہ الرضا بریلی کے ایڈیٹر مولانا حسنین رضا خاں بریلوی تھے۔ اور اس رسالہ کا اجرا محرم الحرام ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء کو ہوا۔ اور پہلا پرچہ اسی ماہ شائع ہوا، پہلا شمارہ ۲۴ صفحات پر مشتمل اور سائز ۲۲ × ۱۸ تھا۔ الرضا کو سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا راقم السطور کے پیش نظر تمام شماروں میں کوئی ایسا مضمون پہلے نہیں گزرا جس میں سیاست کی بو بھی آتی ہو۔ (۱)

ماہنامہ الرضا بریلی مطبع اہل سنت وجماعت واقع محلہ سوداگران بریلی سے شائع ہوتا تھا۔ اور مولانا امجد علی اعظمی کا خصوصی اہتمام وانصرام تھا۔ الرضا کی پیشانی پر یہ عبارت مستقل طور پر اشاعت پذیر ہوتی رہی ہے۔

| الرضا ـــ جس کو خاکسار حسنین رضا خاں مدیر رسالہ ہٰذا نے محلہ سوداگران سے شائع کیا |

| اور مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں باہتمام مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب طبع ہوا۔ (۱) |

ماہنامہ یادگار رضا بریلی۔ الرضا بریلی کی اشاعت بند ہوجانے کے بعد شائع ہونے لگا۔ اس کی سرپرستی حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا بریلوی کرتے تھے۔ یہ بھی مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے طبع ہوتا تھا۔ (۲)

سیاسی بصیرت کی ایک جھلک

برصغیر کی تاریخ میں قدم قدم پر منافقانہ ذہنیت اپنا کام کرتی نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کی سماجی معاشی اور سیاسی حق تلفی ایک روایت بن گئی ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں رسائل سے محرومی مسلمانوں کی زندگی کے لئے ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ماضی میں سوراج اور اتحاد کے روپ میں مسلمانوں سے مذہبی شعار چھڑائے گئے۔ ان ہی حالات

---

(۱) ماہنامہ نئی دنیا بریلی شریف: بابت جنوری فروری ۱۹۹۵ء

(۱) حسنین رضا بریلوی، مولانا: ماہنامہ الرضا بریلی ص بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۲) ابرار حسن تلہری، مفتی، ماہنامہ یادگار رضا بریلی ص بابت محرم ۱۳۴۶ھ

میں قومی جدوجہد کی شمع روشن کرنے والوں میں علماء وصوفیا پیش پیش رہے۔ غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے میں شجاعت وعزیمت کا مینار یہی گروہ رہا وطن دشمن غداروں کے بہروپ کو اتارنے کا تلخ فریضہ انھوں نے ہی ادا کیا:

راقم اپنے قارئین کو ماضی کی سنگ لاخ وادی میں لے جانا چاہتا ہے جب ہندوستان آزاد نہیں ہوا تھا اور تحریک آزادی زور وشور سے چل رہی تھی، اس وقت علماء اہلسنت نے اجتماعی طور پر ہندوستان سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کی کوششیں کیں۔ مگر متعصب مورخین نے ان سنی علماء کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ اور ان لوگوں کو خوب بڑھا چڑھا کر ذکر کیا جنھوں نے صرف انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوایا تھا۔ تحریک آزادی کو پروان چڑھانے والوں میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مفتی برہان الحق جبل پوری، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا عبد العلیم میرٹھی، مولانا حامد رضا بریلوی امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت پیر مانکی شریف وغیرہ کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

ملت اسلامیہ ہند کو کانگریس پارٹی سے جتنا نقصان پہنچا ہے۔ اتنا کسی پارٹی سے نہیں پہنچا یا کانگریس یہ چاہتی تھی کہ ہندوستان آزاد ہو جانے کے بعد یہاں سوراج کا نفاذ ہو، اور یہ ملک بالکل ہندو رسم ورواج کی بنیادوں پر گامزن ہو مگر مسلم لیڈروں کی وجہ سے کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ امام احمد رضا بریلوی کے منعقدہ عرس مقدس ۲۳، ۲۴، صفر المظفر ۱۳۶۵ھ/ ۳۰، جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف آستانہ عالیہ قدسیہ کے زبردست عظیم الشان مجمع میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ و آگاہ فرمایا ——— اقتباس ملاحظہ فرمائیں:-

> ,,کانگریس فتنۂ عظیم ہے، وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکا ہے، اس کی سب سے بڑی آواز یہی اس کا

سوراج ہے۔ یہی اس کی آزادی ہے ہم
ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر
سے بچانے کی سعی کرتے رہے۔ اور اس کی
اسلام دشمنی کا بے دریغ اظہار کرتے رہے
خلافت کمیٹی کے زمانے میں مسلمانوں
کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق و چاپلوسی
سے دھوکہ کھا کر ان کے دام فریب میں آگئی
تھیں۔ مگر روزمرہ کے تجربوں نے ان کی
آنکھیں کھول دیں، اور جو بات ہم بتاتے
تھے ان کے معائنہ میں آگئی، اور وہ ہندو
جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی
کرتا تھا۔ اب بالاعلان مقابل ہے اور
کانگریس اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام
ہندوستان کی خود نمائندہ ہے۔ اس
باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے۔
اس نے وہی مولوی حاصل کئے ہیں۔
جنھوں نے خدا اور رسول سے غداری کی
تھی۔ اور جو طمع زر میں آج مشرکین ہند
کی زبان بنے ہوئے ہیں، اور مسلمانوں
کو ان کے دام تزویر میں پھانسنا چاہتے
ہیں۔ انتخابات کے موقعوں پر کوشش

کرتے ہیں، کہ مسلمانوں کا توساتھ نہ دیں
کانگریس کی حمایت کریں۔ کانگریس
امیدواروں کو کامیاب بنائیں۔ علماء
اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے
جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے
اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے
ہیں، اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں
جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ
میں قائم ہیں۔ کانگریس کے مقابلہ
میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں۔ چنانچہ
پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی
کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور
کانگریس کو شکست ہوئی۔ اس وقت
ہم اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس
کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار
کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت
العلماء دیوبندی پارٹی مولانا حسین احمد
کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے۔ اس کے
علاوہ احرار وخاکسار یونینسٹ وغیرہ
جن سے کانگریس کو مدد دیں پہنچ رہی ہیں
یا جو کانگریس کی ہواخواہی میں ایڑی

چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔ (۱)

صدر الشریعہ مولانا اعظمی کی تقریر بڑی غور سے سنی گئی، اور عرس کے اجتماع عام میں ہر فرد گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا، بار بار تحسین و مرحبا، اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے اپنے علماء کرام کی ہدایات کے منتظر تھے، اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ مولانا اعظمی کا اعلان تھا کہ مسلمان کانگریس کے پھندے میں آنے سے رکیں وہ مذکورہ تقریر موجودہ دور کے لئے وہی افادیت واہمیت رکھتی ہے، جتنی کہ آج سے ۴۵ سال قبل تھی۔ آج پھر وہی زمانہ آچکا ہے، اور کانگریس مسلمانوں کو یرغمال بنا کر استحصال کر رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مضر مضر نقصانات سے علماء کرام عوام کو آگاہ کریں۔ تاکہ مسلمان محفوظ و مامون رہ سکے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس

اہل سنت وجماعت کا کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہ ہونے کے سبب علماء اہل سنت نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد مراد آباد میں ڈالی۔ جس کے صدر مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی اور جنرل سکریٹری مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی تھے۔ سرپرست شہزادگان امام احمد رضا تھے آل انڈیا سنی کانفرنس کی مختلف نشستوں اور کانفرنسوں میں مولانا امجد علی اعظمی نے شرکت فرمائی اور بہترین خطاب فرمایا۔ (۱)

مولانا امجد علی اعظمی جہاں جید عالم و مفتی اور قاضی اسلام تھے وہیں نباض قوم اور ہمدرد ملت تھے۔ ان کی مدبرانہ نگاہیں ملکی سیاست کے آئینہ پر دیکھ رہی تھیں۔ اسی لئے انھوں نے سیاست میں عملاً حصہ لیا، تاکہ اصلاح ممکن ہو سکے۔ ان کو گندی سیاست سے بالکل پرہیز تھا، آج کی سیاست اور کل کی سیاست میں

---

(۱) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور بابت ۱۵ر فروری ۱۹۴۶ء۔

(۱) تفصیل کے لئے خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ تا ۱۹۴۷ء ملاحظہ کریں۔ رضوی

زمین وآسمان کا فرق ہے۔ وہ کل کے قائد تھے

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی میں شمولیت

امام احمد رضا بریلوی نے جماعتی نظم کے لئے اپنے احباب کے مشوروں سے کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی بنیاد ۱۳۳۹/۱۹۲۰ء میں ڈالی (۱) ـــــ جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ جات میں ایک درجہ "شعبۂ علمیہ" تھا جس کی صدارت کے لئے صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کو مقرر کیا گیا، شعبۂ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے بے انتہا انتھک جدوجہد فرمائی، اور علمی میدان میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے وقار وعظمت کو ملحوظ خاطر رکھ کر اقدار کو بلند وبالا کرتے رہے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں۔

(۱) پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا تحفظ۔

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقہ گاندھویہ کا تحریری وتقریری رد۔

(ج) بد مذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(د) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کا تحریری وتقریری جوابات دینا۔

(ہ) امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت۔ (۱)

جماعت رضائے مصطفیٰ کے عملی میدان سے کچھ دنوں کے لئے رخصتی اختیار کر لی تھی۔ تو اراکین جماعت نے آپ کو سرپرست عمومی کا درجہ دے کر اپنی جماعت میں داخل رکھا، اور وہ باہر سے علمی سرپرستی فرماتے رہے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی مساعی جمیلہ میں مولانا اعظمی کا بھرپور حصہ رہا ہے۔ ان کی قربانیاں ہرگز فراموش نہیں کی جائیں گی۔

مولانا آزاد کی تاریخی شکست | خلافت کمیٹی کے اراکین

میں بالخصوص مسلم زعماء مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا

---

(۱) ایوب علی رضوی، سید، روداد جماعت رضائے مصطفیٰ سال اول ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) بریلی

(۱) راقم السطور نے "تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" کے عنوان سے ایک تفصیلی کتاب مرتب کی ہے۔ جو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ رضوی

عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا عبدالماجد بدایونی نے ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء کو شہر بریلی شریف میں جمیعۃ العلماء کی جانب سے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس سے قبل مذکورہ حضرات نے منافی اسلام کلمات کہے تھے اور مسٹر گاندھی کو مذکر من اللہ بتایا، یہ کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ۔ ان کے یہ کلمات اخبارات و رسائل میں چھپے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ نے فوراً ایکشن لیا۔ اور یہ دیکھا کہ یہ لوگ بریلی آرہے ہیں تو ان سے یہی سوالات کئے جائیں۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبہ کی ایک نشست ہوئی اور مولانا امجد علی اعظمی کی صدارت میں ایک پوسٹر "حجت تامہ" کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک معزز وفد کے ہاتھ یہ پوسٹر ناظم جلسہ جمیعۃ العلماء مولوی عبدالودود کے پاس پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ مولانا آزاد اور مولانا فرنگی محلی جیسے ہی ٹرین سے اسٹیشن پر اترے بس وہیں ایک وفد نے اس کو پیش کر کے جواب کا مطالبہ کیا۔ ایک طرف جماعت نے مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیا تھا۔ مگر وہ مناظرہ کرنے سے کتراتے رہے۔

"شعبۂ علمی" کی جانب سے مناظرہ کے لئے ایک وفد تشکیل دیا گیا۔ جس میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا ظفرالدین بہاری، مولٰینا حسنین رضا خاں۔ اور مفتی برہان الحق جبل پوری شامل تھے۔ یہ اکابر علماء کا معزز وفد جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ وفد کے پہنچتے ہی خلافتی خیمہ میں ہل چل مچ گئی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے اپنی بات اعلانیہ طور پر مجمع عام میں کہی جس پر وہ سب لاجواب ہو گئے۔ اتمام حجت تامہ کا جواب کسی سے بھی نہ بن پڑا۔ (۱)

مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے امام احمد رضا بریلوی کے نام ایک مکتوب میں اس سوال نامہ کے بارے میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے۔

---

(۱) الف: حسنین رضا، مولانا: ماہنامہ الرضا بریلی ۳ رجب ۱۳۳۶ھ ص ۲ تا ۶

(ب) نعیم الدین، مولانا: روداد مناظرہ ص ۱، ام حسنی پریس بریلی

سیدی دامت برکاتہم

سلام نیاز کے بعد گزارش، حضور سے رخصت ہو کر مکان پہنچا۔ یہاں آکر میں نے ،، اتمام حجت تامہ،، کا مطالعہ کیا۔ فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں۔ اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی باقی نہیں چھوڑی ہے۔ (۱)

مولانا ابو الکلام آزاد نے روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر کہا:

،، ان کے جس قدر اعتراضات ہیں، حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں۔ جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے (۲)

حضور مفتی اعظم کی نیابت

مولانا امجد علی اعظمی نہ صرف علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، بلکہ طریقت کے بحر بے کنار کے ماہر شناور بھی تھے۔ اجلۂ علمار کرام و مشائخ عظام نے بارہا اس کا عملی اعتراف کیا۔ امام کے فرزند ارجمند مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا بریلوی جب ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء میں عازم حرمین شریفین ہوئے تو آپ نے مرکز علم و عرفان بریلی سے اپنی عارضی غیر حاضری میں مولانا اعظمی کو اپنا نائب و قائم مقام مقرر کیا۔ رضوی سلسلہ میں آپ کا یہ انتخاب اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ علمار حقانی میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

مولانا شاہ مصطفٰے بریلوی نے بریلی سے الوداع ہوتے وقت جو پند و نصائح اور وصایا ارشاد فرمائے اس کا ایک حصہ ملاحظہ کریں۔

آستانہ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت فقیر اپنے برادر طریقت صدر الشریعہ حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زید کرمہ کے سپرد کرتا ہے موصوف آستانۂ عالیہ مقدسہ پر قیام فرما رہیں گے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعریف

---

(۱) جماعت رضائے مصطفٰے: دوامغ الحمیر، مکتوب مولانا مراد آبادی ص ۵۴، ۵۵۔

(۲) جماعت رضائے مصطفٰے: دوامغ الحمیر، ص ۵۶، ۵۷

نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ و اکابر خلفاء میں سے ہیں، ۲۰، ۲۲ رسال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر علم و معرفت سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کے پہنچائے ہوئے شرعی احکام اعلیٰ حضرت پر مبنی ہوں گے موصوف مدرسہ اہل سنت منظر اسلام مسجد بی بی صاحبہ کے صدر المدرسین کی حیثیت سے ہر طرح کی سرپرستی فرمائیں گے۔ اور جملہ اختیارات جو اس آستانہ کے عقیدت کی شان کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں، وہ سب فقیر اپنی طرف سے صدر الشریعہ کو تفویض کرتا ہے (۱)

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی کا مذکورہ بالا فرمان عالی شان نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ انھوں نے اپنی غیر موجودگی میں اپنا جانشین مولانا اعظمی کو بنایا۔ یہ ہے امام احمد رضا کی تحریکات اور حضرت صدر الشریعہ کی خدمات کا مختصر جائزہ۔

"پانی کا ایک قطرہ جس کی کوئی حیثیت نہیں وہ سمندر جس کی انتہا معلوم نہیں وہ قطرہ اس سمندر کی بابت کیا کہہ سکتا ہے۔

(مولانا افتخار احمد رحمہ اللہ تلمیذ صدر الشریعہ)

---

(۱) معراج الدین، حکیم: ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، بابت ۲۸، ۳۱ راگست ۱۹۹۵ء۔

حضرت صدر الشریعہ کے آٹھ اہم کارنامے

از حضرت مولانا علاء المصطفیٰ مصباحی مدیر اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے بے شمار علمی و عملی کارناموں میں آٹھ ایسے کارنامے ہیں جن میں کا ہر ایک اہل قلم کا موضوع سخن بن سکتا ہے اور ان پر مقالہ لکھنے کی جرأت کی جا سکتی ہے۔ اور وہ آٹھ کارنامے یہ ہیں۔

(۱) فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (بہار شریعت)
(۲) چار ضخیم جلدوں میں فتاوی امجدیہ
(۳) زبان عربی میں حاشیہ شرح معانی الآثار
(۴) ترجمہ کنز الایمان کا املا
(۵) تلامذہ کا عظیم سلسلہ
(۶) مطبع اہلسنت
(۷) اولاد امجاد کا عالم ہونا
(۸) بیس فنون پر مشتمل دار المطالعہ

یہ وہ کارنامے ہیں جن کی نظیریں ملنا مشکل ہیں اگر ان کارناموں کو دنیائے سنیت سے الگ کر دیا جائے تو دنیائے سنیت عظیم نعمت سے محروم ہو جائے گی اور عمارت رضویت کا ایک اہم بنیادی ستون گرتا ہوا نظر آئے گا ذیل میں ان کارناموں کی مختصر تشریحات ملاحظہ فرماتے چلیں تاکہ ہم فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے علمی کارناموں کو اجمالی طور پر صحیح خط و خال کے ساتھ جان سکیں اور مرد درویش کی بارگاہ میں خراج تحسین اور نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے پر مجبور ہوں

فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف

فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا علمی شاہکار اور آپ کی حیات طیبہ کا نایاب و نادر نمونہ ہے۔ جو رہتی دنیا تک حضرت صدر الشریعہ کو زندہ رکھے گی اور سارا عالم

اس فقیہ اعظم کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہوگا یہ کتاب سترہ حصوں پر مشتمل ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے لیکر مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ تک کے جملہ فتاویٰ اور تمام فقہی سرمایہ کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

فقہ حنفی کا ناپیدا کنار سمندر صرف بہار شریعت کے سترہ حصوں میں موجود ہے۔ جو مقبول خاص وعام ہے۔ اس کتاب کی خصوصیات اور اس کے محاسن کیا ہیں۔ یہاں کے مقدس علماء جانتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہر وہ شخص بھی جان سکتا ہے جو فقط اردو داں ہو یہ صرف فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ ہی نہیں بلکہ فقہ حنفی کے مطابق احادیث کریمہ کا عظیم الشان مجموعہ بھی ہے اس کتاب کا ہندوستان کے تمام دارالافتاء میں ہونا ضروری ہے۔ جس کے بغیر دارالافتاء کا قیام اور اس کی بقا مشکل اور دشوار ہے۔

الفتاویٰ الامجدیہ فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ جب تک باحیات رہے سوال وجواب، پوچھ تاچھ اور استفتاء و فتویٰ نویسی کا اہم ترین مشغلہ رہا چنانچہ جو سوال وجواب، اور فتاویٰ نقل کر دیے جاتے تھے آج وہ فتاوی امجدیہ کے نام سے سترہ سو صفحات پر مشتمل دو ضخیم جلدوں میں موجود ہے۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر قوم وملت سے خراج تحسین حاصل کرے گا۔[1]

فتاویٰ رضویہ کے بعد فتاویٰ کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو فتاوی امجدیہ کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ اس مجموعہ کی عبارت نہایت شستہ اور سہل ہے۔ جس سے ہر عام آدمی بھی افادہ واستفادہ کر سکتا ہے۔

اس مجموعہ میں بڑے بڑے علمائے کرام سائل کی حیثیت سے نظر آتے ہیں جس سے فتاویٰ اور صاحب فتاویٰ کی عظمت واہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

حاشیہ شرح معانی الآثار کتب حدیث میں ایک اہم اور مستند کتاب شرح معانی الآثار ہے جو امام طحاوی حنفی کی مایہ ناز علمی و تحقیقی تصنیف ہے

[1] الحمدللہ فتاویٰ امجدیہ مکمل چار جلدوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے جو ۱۸۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

جو لوگ فقہ حنفی کو خلاف قرآن و حدیث بتاتے ہیں یہ کتاب ان کا دندان شکن جواب ہے ہر مسئلہ کو احادیث طیبہ کی روشنی میں ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے یہ کتاب بنسبت اور کتب حدیث کے نہایت مشکل اور ادق ہے۔ اس لئے علوم و معارف کے تاجدار فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے زبان عربی میں اس کا حاشیہ نہایت جامع اور مستند تحریر فرمایا ہے[1] اور احادیث کی تخریج فرماتے ہوئے دو حدیثوں میں تطبیق ناسخ و منسوخ، اور حوالجات کی تشریح نہایت واضح اور دلکش عبارت سے کی ہے۔

ترجمہ کنز الایمان

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں، کہ سرزمین ہند میں قرآن مجید کے اگرچہ متعدد ترجمے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے بھی کئی ترجمے ہو چکے تھے مگر سب میں کچھ نہ کچھ سقم تھے ضرورت تھی کہ قرآن مجید کا ایک صحیح ترجمہ لکھا جائے یہ کارنامہ حضرت صدر الشریعہ ہی کا ہے کہ انھوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے قرآن مجید کا ترجمہ کنز الایمان کرالیا[2]

اس ترجمہ کا جب دوسرے تراجم سے تقابل کیا جاتا ہے تو صرف ترجمہ اعلیٰ حضرت ہی ترجمہ کے معیار پر اترتا ہے، اور اسی ترجمہ کے متعلق یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ صرف ترجمہ اعلیٰ حضرت ہی قرآن کریم کا صحیح اور مستند ترجمان ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ ترجمہ کن مرحلوں سے گذر کر ہم تک آیا ہے اس کی ساری تفصیلات حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اپنی سوانح میں یوں لکھاتے ہیں جب سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ قیلولہ فرماتے تو میں کاغذ قلم لیکر بارگاہ رضوی میں حاضر ہوتا اور میں قرآن کی آیتیں پڑھتا اور اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ فرماتے۔ اور میں ان ترجموں

---

[1] جو باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۵۔ ۳۶ سطریں ہیں۔ اسقدر طویل حاشیہ شرح معانی الآثار کی صرف جلد اول کے نصف اول کا ہے۔ [2] اس واقعہ کی پوری تفصیل حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب کے مضمون "کنز الایمان اور صدر الشریعہ" ص ــــ میں ملاحظہ ہو۔ مرتب غفرلہ

کو قید تحریر میں لیتے جاتا اسی طرح سلسلہ رہا یہاں تک کہ ایک وہ بھی وقت آیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ کنز الایمان کے نام سے مکمل ہوگیا، اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں یہ ترجمہ کنز الایمان میرا ہے۔ اور میں ہی اس کا مالک ہوں کیوں کہ یہ میرے ہی کاغذ اور قلم سے معرض وجود میں آیا ہے۔ دیکھا آپ نے ترجمہ کنز الایمان کا وجود پذیر ہونا آپ کے مساعئ جمیلہ اور علمی وعملی کارناموں کا ایک تابندہ وپائندہ باب ہے جو رہتی دنیا تک آپ کے علمی وعملی کارنامہ کی یاد دہانی کراتا رہے گا۔

تلامذہ کا عظیم سلسلہ

تاریخ کی روشنی میں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مسلک رضویت کو گاؤں گاؤں، دیہات دیہات، اور شہر شہر کس ذات بابرکات نے پھیلانے کی سعئ بلیغ کی ہے۔ یہ وہی ذات بابرکات ہے جن کو ہم حضرت صدر الشریعہ کے لقب سے جانتے ہیں چنانچہ آپ کے دم خم سے علمبردار ان اسلام کا ایک دستہ تیار ہوا اور سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور پورے ہندوستان کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا شیدا و متوالا بنا لیا یعنی آپ نے درس وتدریس کا وہ اہم رول ادا کیا ہے کہ اس وقت ہمارے جتنے اکابر ہیں وہ آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

مطبع اہل سنت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی وعملی کارناموں میں مطبع اہل سنت کا انتظام وانصرام بھی ایک اہم مقام رکھتا ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تصنیفات وتالیفات اور دیگر اسلامی کتابوں کی اشاعت کا عمدہ انتظام تھا آپ کے وقت نظامت میں کافی اہم رسالے اور کتابچہ شائع ہوئے۔ خصوصیت کے ساتھ الفتاوی الرضویہ جلد اول فتاوی الامام الغزی قابل ذکر ہیں آپ اپنے مدت اہتمام میں صحت کا کافی خیال فرماتے تھے چنانچہ اس دور میں جتنے شد ومد سے طباعت واشاعت کا کام ہوتا رہا اس کے لحاظ سے اِس وقت کچھ نہیں ہے یہ سب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے جدوجہد عمل پیہم اور مساعئ جمیلہ کا ثمرہ تھا۔

اولاد امجاد

آپ کی جملہ اولاد امجاد، عالم دین اور واقف شریعت ہیں اس دور پرفتن میں علماء تک اپنے بچوں کو اسلامی مدرسوں اور دینی درسگاہوں میں بھیجنا عیب اور عار محسوس کرتے ہیں لیکن یہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی اہم ترین خصوصیت ہے کہ آپ نے اپنے جملہ اولاد امجاد کو اسلامی علوم سے بہرور ہونے کا معقول انتظام فرمایا۔

آپ نے زر کثیر صرف فرما کر علوم عربیہ کے حصول کیلئے اپنے صاحبزادے حضرت علامہ عبد المصطفے صاحب قبلہ کو جامعہ ازہر مصر بھیجنا گوارہ فرمایا لیکن یہ نہیں پسند فرمایا کہ میرا کوئی لڑکا علوم اسلامیہ سے غافل اور فنون دینیہ سے جاہل رہے آپکی اولاد امجاد میں دو اہم ترین خصوصیات کے مالک ہیں، ایک حضرت سید المفسرین علامہ عبد المصطفے صاحب قبلہ ازہری علیہ الرحمہ ہیں جو دار العلوم امجدیہ کراچی میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز تھے اور آپنے نہایت خوش اسلوبی اور کمال تدبیر سے قوم وملت کی بیشمار خدمات انجام دیا ہے اور علم وفن کے میدان میں ایک اہم مقام رکھتے تھے۔ دوسرے ممتاز الفقہاء والمحدثین حضرت علامہ ضیاء المصطفے صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ ہیں آپ سرزمین ہند میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے علمی وعملی یادگار ہیں آپ علماء کے جھرمٹ میں ایک شان رکھتے ہیں آپ کے متعلق بارہا جلالۃ العلم استاذ العلماء حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا، حضرت صدر الشریعہ نے جو کچھ پڑھایا وہ سب میں نے ضیاء المصطفے کو پڑھا دیا، آپ فقہ وحدیث میں کافی دسترس اور مہارت کاملہ رکھتے ہیں آپکے تبحر علمی اور جلالت شان کا یہ عالم ہے کہ جب مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ کا آغوش فخر العلماء استاذ گرامی حضرت علامہ مولینا مولوی حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے خالی ہو گیا تو حضور حافظ ملت نے آپکو بلالیا اور اپنی حیات طیبہ ہی میں پڑھانے کیلئے اہم کتب عطا فرمادیں غرض کہ یہ دونوں بزرگ بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی وعملی یادگار اور کارنامے ہیں جو سید المفسرین اور ممتاز الفقہاء والمحدثین کی شکل میں ہیں۔

آپ کا کتب خانہ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی عظیم علمی یادگار آپ کا کتب خانہ بھی ہے جس میں تقریباً بیس فنون پر مشتمل کتابوں کا عظیم سرمایہ ہے۔

جس سے بڑے بڑے علمائے کرام اور فضلائے عظام نے استفادہ کیا اور اس وقت تک کرتے ہیں۔

از محمد عبد المبین نعمانی قادری

صدر الشریعہ اور اصلاحِ معاشرہ

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت و صاحب فتاویٰ امجدیہ علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۲ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ) اپنی گوناگوں علمی دینی تبلیغی واصلاحی خدمات کی بنیاد پر جس شہرت و مقبولیت کے مالک ہیں وہ اظہر من الشمس ہے اعلیٰ حضرت امام احمد احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے مسلک اہلسنت وجماعت کی تائید اور بدعقیدوں کی تردید میں جو نمایاں کام انجام دیا ہے وہ زیادہ تر تصنیف وتالیف سے تعلق رکھتا ہے ضرورت تھی کہ تدریس و تعلیم کے سلسلے میں بھی اہلسنت کا کارواں آگے بڑھ کر جہالت و بدمذہبی کے سیلاب پر بند باندھے۔

الحمد للہ حضرت صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان (خلیفہ امام احمد رضا) نے اس خصوص میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ تاریخ کے انمٹ نقوش کی طرح ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں آپ نے سیکڑوں ایسے تلامذہ پیدا کئے جن کا جواب اس وقت نہیں پیش کیا جا سکتا آپ کے صرف دو عظیم وجلیل شاگرد حافظ ملّت استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ حافظ عبد العزیز مراد آبادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ (متوفی ۱۳۹۷ھ) اور محدث پاکستان حضرت مولانا شاہ سردار احمد پنجابی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہی تعلیمی وتدریسی کارناموں کا تاریخ کے صفحات پر سمیٹنا مشکل ترین کام ہے تو آپ کے دیگر تلامذہ اور خود آپ کے نمایاں کارناموں کو سمیٹنا کتنا دشوار ہوگا اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے!

سر دست میں فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ بدر الطریقہ نائب اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات کے ایک گمنام مگر نمایاں گوشے کو پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے میری مراد ہے "صدر الشریعہ اور اصلاح معاشرہ"۔ قبل اس کے کہ میں اپنے موضوع پر کچھ لکھوں اعظم گڈھ کے ایک غلیظ متعصب مؤرخ مولوی حبیب الرحمٰن قاسمی مصنف تذکرہ علمائے اعظم گڈھ کی ایک عبارت پیش کرنا چاہوں گا مصنف صدر الشریعہ کے بارے میں لکھتا ہے۔

"تکمیل علوم کے بعد قصبہ گھوسی میں مطب شروع کیا لیکن ایک شخص کی ترغیب سے مطب چھوڑ کر بریلی چلے گئے اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی بانی مسلک رضا خانی کے مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اس کے بعد تو پھر آپ مولانا احمد رضا خاں ہی کے ہو کر رہ گئے مولانا احمد رضا نے بھی ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر بڑی نوازشوں سے نوازا اور اپنی خلافت سے امتیاز بخشا مولینا امجد علی نے اپنی علمی صلاحیتوں سے کام لیکر مسلک رضا خانی کو بڑی تقویت پہونچائی اور بہشتی زیور کے طرز پر سترہ جلدوں میں ایک کتاب مرتب کی جس کا نام بہار شریعت رکھا اس کتاب میں مولانا امجد علی نے مسلک بریلوی کے جملہ معتقدات کو بڑی خوبی سے جمع کر دیا ہے یہ کتاب جماعت بریلوی میں بڑی مقبول ہوئی اور اس جماعت کی اساسی اور بنیادی کتابوں میں شمار ہوتی ہے کتاب کے مطالعہ سے مولانا کے تبحر علمی اور استعداد کا پتہ چلتا ہے"

پھر مصنف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے رقمطراز ہے"

"مولوی احمد رضا بریلوی ۱۲۷۲ھ میں بریلی میں پیدا ہوئے اپنے والد مولوی نقی علی خاں سے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی ذہانت و طباعی میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے ہندوستان میں بدعت کو مستقل مسلک کی شکل میں منظم کرنے والے یہی ہیں" الخ (ص ۶۳-۶۴ تذکرہ علمائے اعظم گڈھ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء از حبیب الرحمٰن قاسمی جگدیش پوری مدرس جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس)

واضح رہے کہ اس کتاب پر دیو بندی جماعت کے سب سے بڑے محدث حبیب الرحمٰن اعظمی اور اسی جماعت کے مشہور مؤرخ قاضی اطہر مبارکپوری کے دعائیہ کلمات اور تائید و توثیق بھی ثبت ہے۔

مصنف تذکرہ علمائے اعظم گڈھ اور انکے اکابر نے اعلیٰ حضرت مجدد اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ پر "بدعت کو مستقل مسلک کی شکل میں منظم کرنے" کا جو الزام عائد کیا ہے یہ کس قدر بے بنیاد اور لغو ہے اس کا صحیح اندازہ تو "امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات" از مولانا یٰسین اختر مصباحی (شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارک پور و دار القلم دہلی) کے مطالعہ کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے جس میں اسی الزام کی اچھی طرح قلعی کھولی گئی ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے بدعات کو نہ فروغ دیا ہے نہ منظم کیا ہے بلکہ سخت و شدید رد فرمایا ہے انصاف پسند نظریں اگر حقیقت کو واشگاف دیکھنا چاہیں تو وہ امام موصوف کی مندرجہ ذیل کتب ہی کا مطالعہ کرلیں جو طبع شدہ دستیاب ہیں۔

(۱) جَلِیُّ الصَّوت لنھی الدعوۃ اَمَام الموت، معروف بہ دعوتِ میت، جس میں تیجہ چہلم وغیرہ کے موقع پر جو عام دعوتیں ہوتی ہیں ان کو بدعت و مذموم قرار دیا ہے۔

(۲) ھَادِی النَّاس فِی رُسُومِ الأعراس، معروف بہ رسوم شادی، میں ڈھول تاشے کے ساتھ بارات لے جانا عورتوں کا گانا بجانا آتش بازی وغیرہ مذموم حرکتوں کو ممنوع و ناجائز اور بدعت قرار دیا گیا ہے۔

(۳) جُمَلُ النُّور لِنَھْیِ النساء عَن زِیارۃِ القبور، معروف بہ مزارات پر عورتوں کی حاضری اس کتاب میں عام قبور اور اولیائے کرام کے مزارات پر عورتوں کے جانے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، اور ان کو سختی سے منع کیا گیا ہے، بلکہ یہاں تک تحریر ہے کہ جب عورت مزارات کی طرف چلتی ہے اس پر لعنت ہوتی ہے۔

(۴) اَعالِی الاِفادہ فی تَعْزِیَۃِ الھند و بیانِ الشَّھَادَۃ، معروف بہ رسالہ تعزیہ داری اس رسالہ میں مروجہ تعزیہ داری نوحہ خوانی وسینہ کوبی اور دیگر خرافاتِ محرم کو بدعت

وناجائز قرار دیتے ہوئے ان سے پرہیز کرنے کی تلقین کی گئی۔

(۵) الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ معروف بہ، حرمت سجدۂ تعظیم، اس کتاب میں آیات واحادیث اور اقوالِ فقہاء اسلام کی روشنی میں سجدہ تعبدی یعنی عبادت کی غرض سے غیر خدا کو سجدہ کفر اور بغیر تعظیم ہر طرح کے سجدے کو حرام قرار دیا ہے بلکہ کسی کے لئے بغرض تعظیم انحناء (جھکنے) کو بھی ناجائز بتایا ہے۔ نمونے کے طور پر پانچ کتابیں تحریر کردی ہیں جبکہ رد بدعات پر درجنوں کتابیں مطبوع وشائع ہیں اب دیوبندی مؤرخ اوران کے اکابر بتائیں کہ کیا یہی بدعت کو منظم کرنا ہے۔

(۱) گویا علمائے دیوبند کے نزدیک تیجہ چہلم کی عام دعوت جائز ہے جبھی تو اس کا رد کرنا بدعت کو منظم کرنا ہوا۔

(۲) گویا علمائے دیوبند کے نزدیک شادی میں ڈھول تاشہ عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے۔ جبھی تو اس کا رد کرنا بدعت کو منظم کرنا ہوا۔

(۳) گویا علمائے دیوبند کے نزدیک مزارات پر عورتوں کی حاضری جائز ہے جبھی تو اس کا رد کرنا بدعت کو منظم شکل دینا ہوا۔

(۴) گویا علمائے دیوبند کے نزدیک مروجہ تعزیہ داری نوحہ وسینہ کوبی جائز ہے جبھی تو اس کا رد کرنا بدعت کو منظم کرنا ہوا۔

(۵) گویا علمائے دیوبند کے نزدیک قبور کو یا کسی غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہے جبھی تو اس کا رد کرکے بھی اعلیٰ حضرت بدعت کو مستقل مسلک کی شکل میں منظم کرنے والے ہوئے۔ فیا للعجب ویا للأسف۔ کسی نے بالکل صحیح کہا ہے اور ایسے ہی حضرات کیلئے کہا ہے۔ شعر

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

جگد یشپوری مصنف نے اپنی من گھڑت تاریخ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی بہار شریعت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں مولانا امجد علی صاحب نے

مسلک بریلوی کے جملہ معتقدات کو بڑی خوبی
سے جمع کردیا ہے۔ گویا حضرت صدر الشریعہ
پر بھی بدعات و خرافات کے منظم و مرتب
کرنے کا الزام جڑ دیا ہے جس کا حقیقت سے
کوئی واسطہ ہی نہیں۔ ع
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے
مصنف کا جھوٹ دیکھنا ہو تو بہار شریعت
کی سترہ جلدیں مطبوعہ شکل میں موجود ہیں
کوئی بھی منصف مزاج اس کا مطالعہ کرسکتا
ہے قبور پر عورتوں کا ہجوم، تعزیہ داری، ماتم
و نوحہ، شادی بیاہ کی غلط رسوم وغیرہ سیکڑوں
بدعات اور خرافات کے متعلق بالکل کھل کر
اور نہایت بے باکانہ انداز میں آپ نے
قلم اٹھایا ہے شاید ہی کوئی مروجہ بدعت
ہو جس کے خلاف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
نے قلمی جہاد نہ کیا ہو دراصل یہ موضوع ایک
مبسوط مقالے بلکہ ضخیم کتاب کا متقاضی ہے
سردست میں اس کا اجمالی جائزہ ہی پیش کر
کے گذر جانا چاہتا ہوں۔

اصلاح معاشرہ یا رد بدعات و منکرات
علماء پر فرض ہے اس کا حکم آیات قرآنی میں
بھی ہے اور احادیث رسول خیر الانام (علیہ
التحیۃ والسلام) میں بھی تفصیل کی یہاں
گنجائش نہیں صرف ایک آیت اور ایک
حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں ارشاد باری تعالیٰ
ہے۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى
الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
(پ۴ آل عمران ۱۰۴) اور تم میں ایک گروہ ہونا چاہئیے
کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور
بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے
والے ہیں۔ یقیناً وہ گروہ علماء کا ہی گروہ ہے
اور اس گروہ کے بارے میں بشارت یہ ہیکہ
یہی گروہ کامیاب ہے"۔ اسی سورہ میں
اگلے رکوع میں ہے۔ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ
اور یہی لوگ صالحین میں ہیں"، امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کی ذمہ داری نبھانے والے علماء کرام
کیلئے یہ دونوں قرآنی بشارتیں بڑی عظیم ہیں
صلاح و فلاح یہی تو حیات انسانی کا وہ قیمتی
سرمایہ ہے جس میں دنیا و آخرت کی ساری
خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ حضور سرکار دو عالم
نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ رَّأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ ۔ (رواہ عن ابی سعید احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ)

جو تم میں سے ناجائز چیز دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے دور کر دے پھر اگر اسکی استطاعت نہیں تو اپنی زبان ہی سے منع کر دے پھر اگر اسکی بھی طاقت نہیں پاتا تو اپنے دل ہی سے بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان والا ہے۔ (اس حدیث کو امام احمد مسلم ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا (جامع صغیر سیوطی ج ۲ ص ۶۰۲ حدیث ۸۶۸۲)

اس حدیث پاک سے تغییر منکر کی اہمیت بخوبی واضح ہے اور یہ تغییر منکر ہی اصلاح معاشرہ ہے اور بلاشبہہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس حکم شرع پر بخوبی و بدرجۂ اتم عمل کرتے نظر آرہے ہیں۔ پوری بہار شریعت اور فتاویٰ امجدیہ اسی اصلاح معاشرہ کی یادگاریں ہیں۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ ایک ایسا ٹھوس اور مستحکم اقدام ہے جس کا سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف جوا، شراب، ڈھول، تاشہ، قتل و زنا اور اس قسم کے چند بڑے گناہوں کو معاشرے سے دور کرنے کی تدبیر کرنا ہی اصلاح معاشرہ ہے۔ بلکہ یہ جامع اصطلاح ہے جس کا متبادل ٹھیک ٹھیک امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے اب اس میں تمام عقائد اسلام فرائض و واجبات اور سنن کی ترویج واشاعت اور تمام منکرات و بدعات اور معاصی کی تغییر و تردید آگئی اور بہار شریعت و فتاویٰ امجدیہ میں یہی اہم کارنامہ انجام دیا گیا ہے اور اس مہتم بالشان طریقے سے کہ اردو زبان میں بلاشبہہ اسکا کوئی جواب اب تک نہ پیش کیا جاسکا یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت صدر الشریعہ پر بڑا کرم و احسان ہے کہ آپ کو اپنے عظیم و جلیل دینی کام کی توفیق مرحمت فرمائی جس سے دین اسلام کو زندگی اور فروغ مل رہا ہے گمراہوں کو ہدایت مل رہی ہے بدعملوں کو عمل کا جذبہ مل رہا ہے گویا دین پر چلنے والوں کو احکام و مسائل کا خزانہ ہاتھ آگیا آج اس حقیقت سے بھلا کون انکار کی جرأت کر سکتا ہے کہ اب تک

بہار شریعت نے لاکھوں مسلمانوں کو نمازی بنا دیا اور کروڑوں مسلمانوں نے اس کے ذریعہ اپنی نمازوں کی اصلاح کرلی ہے یوں ہی بہار شریعت نے کتنوں کو روزہ رکھوایا کتنے مسلمانوں نے اس کے ذریعہ زکوٰۃ کے مسائل کو جانا اور اس پر عمل کیا کتنوں نے حج کے احکام سیکھے ان ارکان اسلام کے علاوہ بہار شریعت کے ذریعہ کتنے بدعقیدوں کی اصلاح کی توفیق ملی دیگر احکام و مسائل اور جزئیات فقہ کے ذریعے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بہار شریعت نے جو انقلاب پیدا کیا ہے وہ ہمارے شمار سے ماورا رہے۔

اسلام کے وہ احکام و مسائل جو قرآن و حدیث اور فقہ کی قدیم کتب میں موجود ہیں مصنف بہار شریعت نے ان کو تو ماخذ کی نشان دہی کے ساتھ عام فہم انداز میں بیان ہی کیا ہے انکے علاوہ بہت سارے غیر منقح مسائل کو منقح بھی فرمایا ہے اور بہت سارے جزئیات جن میں تصحیح کی ضرورت تھی ان کی تصحیح بھی بیان کی ہے ساتھ ہی حسب موقع معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی برائیوں غیر اسلامی رسموں اور خلاف شرع بدعات و خرافات کے خلاف بھی بے باکانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے ذیل میں اس قسم کے بعض افادات و ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں جس سے خاص اس باب میں بھی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی مساعی جمیلہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہاں اختصار مدنظر ہے تفصیل انشاء اللہ آئندہ

اصلاح عقائد

چونکہ عقیدہ عمل پر مقدم ہے اور تمام دیگر عملی برائیوں سے اعتقادی خرابی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے اس لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بہار شریعت کے حصہ اول کو بیان عقائد حقہ کے لئے خاص فرمایا اور موجودہ دور کے گمراہ فرقوں کا رد بلیغ بھی کہ مسلمان ان سے بچیں اور اپنے ایمان وعقیدے کو محفوظ کرلیں۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ایک حصہ لکھنے پایا تھا کہ خیال ہوا کہ اعمال

کی درستی عقائد کی صحت پر متفرع ہے اور بہتیرے مسلمان ایسے ہیں کہ اصول مذہب (مذہب کے بنیادی عقائد) سے آگاہ نہیں ایسوں کیلئے سچے عقائدِ ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے خصوصاً اس پر آشوب زمانے ہیں کہ گندم نما جو فروش بہ کثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ کہلاتے ہیں اور حقیقتہً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں عام ناواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں آکر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں (صـ۳ بہار شریعت حصہ اوّل مطبوعہ قادری بکڈپو، بریلی)۔

اس حصہ میں توحید و رسالت اور دیگر ضروری اسلامی عقائد کو بیان کرتے ہوئے اپنے وقت کے گمراہ فرقوں مثلاً قادیانی، رافضی شیعہ، وہابی کا بھی ذکر ان کے فاسد عقائد کے ساتھ کر دیا ہے تاکہ اہلسنت ان سے اجتناب کریں کہ ارشاد حضور اَلدِّیْنُ النُّصْحُ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (دین ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی ہے) کے تحت یہ کام سب سے ضروری تھا کیوں کہ سب سے زیادہ مضر اور مہلک، بدعت، بدعت اعتقادی ہے۔ لہذا سب سے پہلے معاشرے کو اسی سے پاک کرنے کی سعی ضروری تھی جسے تفصیل درکار ہے اصل کتاب مطالعہ کرے۔ اب ذیل میں بہار شریعت سے چند عملی خرابیوں کی اصلاح کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے جو بعض شرعی مسائل کے ضمن میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اصلاحی ارشادات

(۱) درود شریف میں اختصار کرکے صلعم، ص، ع وغیرہ لکھنا ناجائز و سخت حرام ہے یوں ہی رضؓ۔ (بہار شریعت ۳/۸۷۔ قادری بکڈپو بریلی)

(۲) رافضی اور وہابی کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔ (بہار شریعت ۳/۱۱۱۔ایضاً)

(۳) مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن لکھنا اچھا نہیں کہ اندیشہ ہے وہاں سے گرے اور پاؤں کے نیچے پڑے (بہار شریعت ۳/۱۸۲)

(۴) بعض دسترخوانوں پر اشعار لکھتے ہیں

ان کا بچھانا اور ان پر کھانا ممنوع ہے (ایضاً)

(۵) قبر کو بوسہ دینا بعض علمائے نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔ بحوالہ اشعۃ اللمعات (۱۶۲/۴)

(۶) شادی کے موقع پر جاہلانہ رسوم کی پابندی کے لئے نکاح کو مؤخر کرنا، جائز نہیں ڈھول بجا کر شادی کے موقع پر عورتوں کا گانا حرام ہے، آٹے کا چراغ اور اس میں گھی جلانا فضول خرچی ہے۔ ناچ باجے آتشبازی حرام ہے، گلگلے پکا کر عورتوں کا مسجد میں لے جانا اور راستے میں گانا بجانا ناجائز ہے۔ (بہار شریعت ۷/۹۳-۹۴)

(۷) تعزیہ، فقیر بننے، علم اور پیک کی منت سخت جہالت ہے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے۔ یوں ہی منت سے بہت سی جہالتوں اور قباحتوں کا جن کا عوام میں رواج ہے سخت رد فرمایا ہے۔

(بہار شریعت ۹/۳۴-۳۵)

(۸) ہولی دیوالی پوجنا کفر ہے کہ یہ عبادت غیر اللہ ہے، کفار کے میلوں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان بڑھانا کفر ہے (بہار ۹/۱۷۳)

(۹) سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے، اور اگر حد رکوع تک ہو تو حرام، بندگی عرض اور جیتے رہو، وغیرہ سلام کا جواب نہیں۔ (بہار شریعت ۱۶/۹۲-۹۳)

(۱۰) حضرت جلال بخاری کی کونڈے کی فاتحہ جائز ہے، ہاں یہ بات مذموم (بری) ہے کہ جہاں پکاتے ہیں وہیں کھلاتے ہیں، یوں ہی امام جعفر صادق کی فاتحہ میں کرتے ہیں (بہار شریعت ۱۶/۲۴۴)

(۱۱) محرم میں تعزیہ سے متعلق جو رسوم عام طور سے مروج ہیں ناجائز و گناہ ہیں،

(بہار ۱۲/۲۴۸)

(۱۲) عورتوں کو زیارت منع ہے، اپنوں کی قبور کی زیارت میں جزع فزع کریں گی اور بزرگوں کی قبور پر حد سے تجاوز (بہار شریعت ۴/۱۶۴)

(۱۳) میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ (۴/۱۶۴)

(۱۴) ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں..... یہ سب جہالت کی باتیں ہیں حدیث میں فرمایا صفر کوئی چیز نہیں یعنی اسے منحوس سمجھنا غلط ہے (۱۶/۲۵۷)

(۱۵) ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ (آخری بدھ) ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ سب باتیں بے اصل ہیں (ایضاً)

(۱۶) اذان خطبہ منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے پر جیسا کہ ہندوستان میں اکثر جگہ رواج پڑگیا ہے اس کی کوئی سند کسی کتاب میں نہیں (بہار ۳/۳۲)

اب فتاویٰ امجدیہ سے چند مسائل درج کئے جاتے هیں۔

(۱۷) لاٹری جوا اور قمار ہے (فتاویٰ امجدیہ ۲/۲۳۹) اور ظاہر ہے کہ جوا حرام تو لاٹری بھی حرام۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا ناجائز ہے کہ میاں کا ایک معنی شوہر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے اور پانی برستا ہے، اب یہ کہنا کہ اللہ میاں برسو، یا اللہ میاں برس گئے، کفر ہے جو ایسا کہے تو توبہ کرے تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے (فتاویٰ امجدیہ ۴/۲۱۸)

(۱۹) یہ عقیدہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مجلس میں تشریف لاتے ہیں نہ اس کا کہیں سے ثبوت ہے۔ ہاں اگر اپنے کسی غلام پر کرم فرمائیں تو حضور کا ایک کرم خاص ہوگا (امجدیہ ۴/۱۳۲-۲۰۴-۲۷۴)

(۲۰) خدا کو رام کہنا ہندوؤں کا مذہب ہے وہ چونکہ اسے ہر شے میں رما ہوا یعنی حلول کئے ہوا جانتے ہیں اس وجہ سے رام کہتے ہیں اور یہ عقیدہ کفر ہے اور اسے رام کہنا بھی کلمہ کفر، (فتاویٰ امجدیہ ۴/۲۱۸ - دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی)

یہ چند ارشادات "مشتے نمونہ از خروارے" کی قبیل سے سپرد قلم ہوئے، جو خاص صدر الشریعہ کے اصلاحی نگارشات سے ہیں اس قسم کے ابھی سیکڑوں ارشادات اور ہیں جو بہار شریعت و فتاویٰ امجدیہ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں باقی دونوں کتابیں قرآن و حدیث اور فقہی عبارات کے تراجم و مطالب سے بھری پڑی ہیں جن میں احکام شرع بھی ہیں اور ممنوعات سے اجتناب کی تلقین و تبلیغ بھی اور سب ہی اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھے

(بقیہ صفحہ ۵۰۱ پر ملاحظہ کریں)

از مولینا اقبال احمد اختر القادری کراچی

صدر الشریعہ کی مذہبی اور سیاسی تحریکیں

اجمیر شریف کے قرب وجوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن اس میں فرائض وواجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں۔

"اجمیر کے زمانۂ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے"

(یادگار بریلی ص ۱۶)

اس کے علاوہ ارد گرد کے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی ماڑوار اور چتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے، مذہب اہل سنت کی اشاعت اور قادیانیوں کا رد کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن وحدیث کی تفسیر و تفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ دینی اور مذہبی قائد تھے لیکن بوقت ضرورت سیاسی طور پر ملتِ اسلامیہ کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ چونکہ آپ کے مرشد طریقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ دو قومی نظریہ کے عظیم مبلغ تھے، اسی نظریہ کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا آپ نے ان کی موافقت میں اس نظریہ کی تبلیغ پورے شد و مد سے کی ۱۴ ار رجب

۱۴ / مارچ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیۃ العلمار ہند کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ابوالکلام آزاد کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ جمعیۃ کے لیڈر اس جوش و خروش سے آئے تھے کہ گویا "ہندو مسلم اتحاد" کے مخالف علمائے اہل سنت کو لاجواب کر دیں گے۔ مولانا محمد امجد علی نے جماعت رضائے مصطفٰے (بریلی) کے شعبۂ علمیّہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے ہندوؤں سے اتحاد و وداد کے بارے میں ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ مرتب کر کے قائدین جمعیت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے نام ایک مکتوب میں اس سوالنامہ کے بارے میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے۔

"سیّدی، دامت برکاتہم! سلام نیاز کے بعد گزارش، حضور سے رخصت ہو کر مکان پہنچا، یہاں آکر میں نے "اتمام حجت تامہ" کا مطالعہ کیا، فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہِ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے"

(دوامغ الحمیر ص ۴۰ - ۵۷)

مولوی ابوالکلام آزاد نے روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر کہا۔

> "ان کے جس قدر اعتراضات ہیں۔ حقیقت میں سب درست ہیں، ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں؟ جن کا جواب نہ ہوسکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے" (ایضاً)

۱۹ - ۲۰ / شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳ - ۴ / اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مرادآباد میں، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا اور ایک جماعت مؤتمر العلمار قائم کی گئی جس کا مقصد مسلمانوں میں پیدا ہونے والے مفاسد کی اصلاح اور

ایک مرتبہ آپ علیل ہو گئے شدت کا بخار تھا بے ہوشی و غنودگی طاری تھی اور میں بھی حاضر تھا جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا کیا وقت ہے میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا تھا فوراً آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے آہ میری نماز ظہر قضا ہو گئی۔

(حافظ ملت)

خارجی حملوں کا دفاع تھا۔ اس اجلاس میں حضرت صدر الشریعہ نمایاں طور پر شریک ہوئے۔ یہی جماعت بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے مشہور ہوئی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس کے بنارس میں منعقد ہونے والے فقید المثال اجلاس (جس میں علماء و مشائخ پانچ ہزار کی تعداد میں شریک ہوئے) کو قیام پاکستان کی بنیاد کی حیثیت سے حاصل ہے۔ اس اجلاس میں اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدر الشریعہ بھی شامل تھے۔

حضرت علامہ عبد المصطفےٰ ازہری علیہ الرحمہ ★

صدر الشریعہ ـــــ اولاد کی تعلیم و تربیت

کل فتاۃ بابیھا معجبہ ۔ ہر اولاد اپنے باپ سے خوش ہے اور اُسے پسند کرتی ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ اولاد اپنے والد اور دادا سے محبت کریں اور ان پر فخر کریں لیکن ہم لوگوں کا فخر عالی نسبی شریف حسبی نہیں بلکہ وہ علوم و معارف وہ زہد و تقویٰ وہ ورع اور للہیت ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں سے والد صاحب صدر الشریعہ علیہ الرحمہ میں دیکھی اور پرکھی ۔

حضرت کے تمام معاصرین اب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں اور اپنے رب کے حضور حاضر ہیں ۔ تمام معاصرین میں سے حضرت کو یہ برتری ہماری نگاہ میں حاصل تھی کہ آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس ۔ تعلیم و تعلم افتاء و تذکیر میں گذار دی اسباق پڑھانے کا اتنا شوق اور حوصلہ میں نے اور میرے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی اور کسی میں نہیں دیکھا ۔ صبح سویرے سے ۱۲ بجے تک دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں وقت کی پابندی سے درس دیتے ۔ اس کے بعد مدرسہ کا تعلیمی وقت ختم ہو جاتا تو مزید طلبۂ علم کو ایک بجے تک پڑھاتے ۔ پھر گھر واپس آتے جو درگاہ معلٰی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمہ سے دس منٹ کے فاصلہ پر تھا ۔ کھانا کھاتے اور مختصر قیلولہ فرماتے ۔ پھر نماز ظہر ادا کرتے اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک بعد دوپہر درس میں مشغول ہو جاتے چار بجے مدرسہ کا وقت ختم ہوتا تو اس کے بعد ۵ بجے تک پھر طلبہ کو مزید درس علاوہ

★ سابق شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی ۔

مدرسہ کے درس کے پڑھاتے ۔عصر کی نماز
جامع مسجد شاہجہانی درگاہ معلے میں پڑھتے
اور لوگ کثرت سے آپ کے پیچھے جماعت
ثانیہ میں شریک ہوتے ۔اکثر ائمہ مساجد
کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے اور قرأت و
رکوع وسجود کی خامیوں کی بنا پر ان کے
پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ۔ البتہ جمعہ
ہمیشہ بلا ناغہ درگاہ معلے ہی میں ادا فرماتے
تھے ۔ اور پھر احتیاطاً ظہر پڑھتے ۔سردیوں
میں یہ لائحہ عمل ہوتا ۔ گرمیوں میں مدرسہ
۱۲ ۱/۲ بجے تک رہتا پھر اس کے بعد ایک
ڈیڑھ بجے تک درس دیتے ۔گھر واپس
آتے ۔کھانا کھاتے قیلولہ کرتے اور ۳ بجے
سے ۶ بجے تک از سر نو تعلیم کا سلسلہ شروع
ہوجاتا اور عصر کے قریب ختم ہوتا ۔ پھر عصر
کی نماز درگاہ شریف میں پڑھتے ۔ یا کسی
اور مقام پر ۔ اور گھر سے دولت باغ جو
تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھا تفریح کے
لئے جاتے ۔ (اس لئے کہ ڈاکٹروں اور
حکیموں نے صحت اور جسم کی توانائی کے
لئے اس کا مشورہ دیا تھا) لیکن یہ تفریح
بھی برائے نام تھی حضرت شیخ الحدیث
مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ (محدث پاکستان)
آپ کے ہمرکاب ہوتے اور اسباق کا
سلسلہ جاری رہتا ۔

ایک بار خود مولانا سردار احمد صاحب
نے دار العلوم امجدیہ کے جلسہ دستار بندی
میں اپنی خصوصیت تلمیذی اور شرف
تلمذ کے سلسلے میں پوری تفصیل بیان
کی ۔ اور خود میرا مشاہدہ بھی تھا اس لئے
کہ میں اور بہت سے دوست بھی روزانہ
دولت باغ جاتے دولت باغ میں حضرت
مغرب کی نماز وہاں بڑے لان میں
پڑھتے ۔ اذان واقامت ہوتی اور نماز
ہوتی ۔جماعت دیکھ کر باغ میں آنے
والے کئی کئی سو آدمی اس جماعت میں
شریک ہوجایا کرتے تھے ۔ اس کے
بعد رات کو گھر تشریف لاتے ۔ کھانا کھاتے
اور پھر کتابوں کا مطالعہ ہوتا ۔ ہم سب
لوگ لالٹین کے آمنے سامنے بیٹھ جاتے
اور مطالعہ میں مصروف ہوتے ۔ عشاء کی
نماز پڑھی جاتی اور پھر دس گیارہ بجے رات

تک ہم لوگ سو جاتے اور حضرت کافی رات
تک مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔
صبح سویرے بیدار ہوتے۔ نماز فجر
ادا کرتے اور ایک پارہ قرآن مجید کا ہمیشہ تلاوت
کرتے۔ اور شجرہ طیبہ کا ورد کرتے۔ اور کچھ اوراد
و وظائف پڑھتے۔ لیکن مختصر وقت ہی بہت
کم تھا۔ ناشتہ کرتے اور پھر سیدھے مدرسہ
جمعہ کے دن تعطیل ہوتی۔ اور جمعرات کو
آدھی تعطیل ہوتی تھی۔ اسباق کا ناغہ
بالکل نہیں ہوتا تھا۔ سر میں درد کی اگر
شکایت کی جاتی تو فرماتے کہ طالب علم
کے سر میں درد نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا
سر کا درد کوئی بیماری نہیں نہ خود چھٹی لیتے
اور نہ چھٹی کو پسند کرتے نہ ادھر ادھر کی
باتیں ہوتیں بس وقت شروع سبق
شروع وقت ختم سبق ختم دوسرے کسی
استاد میں یہ بات نہ تھی سوائے حضرت
مولانا حکیم سید عبدالمجید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
کے وہ بھی اس بات کو پسند نہ کرتے کہ
ادھر ادھر کی باتیں ہوں لیکن ہم لوگ کچھ نہ
کچھ وقفہ کبھی کبھی ان کے یہاں نکال لیا
کرتے تھے۔ لیکن حضرت قبلہ صدرالشریعہ
کے یہاں کسی کو اس کی جرأت ہی نہ ہوا
کرتی تھی۔ تشفی و تسلی کے لئے اشکال پیش
کرتے تو معقول و مدلل جواب عطا فرماتے
لیکن کسی کو فضول اعتراض کرنے کی گنجائش
نہیں ہوتی تھی۔ جہاں تک میں جانتا
ہوں اُس زمانہ کے معاصرین میں بہت
کم لوگ اس قدر جم کر پڑھاتے ہوں گے
جلسہ جلوس میں کبھی شریک نہ ہوتے
صرف سال میں دو بار ناغہ کرتے اور رخصت
لیتے۔ ایک گیارہویں شریف کے جلسہ
کے لئے۔ پالی مارواڑ جاتے جو آخر عمر تک
ہمیشہ معمول رہا۔ دوسرے اجمیر شریف
یا جہاں بھی ہوں۔ اعلیحضرت فاضل
بریلوی علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں برابر
حاضری دیتے میرے علم میں نہیں کہ کسی
عرس سے آپ نے غیر حاضری کی ہو۔ ایک
زمانہ میں عرس شریف سخت بارشوں
میں آئے لوگوں نے رائے دی کہ وقت
کو ٹالا جائے آپ نے سختی سے مخالفت
کی۔ چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا

خاں صاحب سجادہ نشین اور حضرت مفتی اعظم نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا ان دو چھٹیوں کے علاوہ کبھی چھٹی نہ کرتے سوائے ان تعطیلات کے جو مسلمانوں میں یا مدارس دینیہ میں معمول تھیں۔

میں نے سب سے اہم کتاب "میزان" "و منشعب" حضرت سے پڑھی اس کے بعد شرح مائۃ عامل، کافیہ، شرح جامی، قطبی، میر قطبی، ملا حسن، میر زاہد، ملا جلال، رسالہ قاضی مبارک چند اسباق شمس بازغہ اور امور عامہ کے۔ اس کے بعد میں مصر چلا گیا۔ واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں تفسیر بیضاوی تا آخر سورہ بقرہ، تشریح الافلاک شرح چغمنی، صدرا۔ بخاری شریف، مسلم شریف ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف شرح معانی الآثار امام ابوجعفر طحاوی دونوں جلدیں مکمل۔ میراث میں سراجی بھی اجمیر شریف میں پڑھی۔ اس (یعنی صرف سراجی کے) سبق میں حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز مولانا سردار احمد صاحب اور ان کے بقیہ ساتھی سب ہی شریک تھے۔

نیز حضرت والد صاحب قبلہ سے ان کا تصنیف کیا ہوا اسلامی قاعدہ بھی ابتدا میں پڑھا اور پھر اردو کی دوسری کتاب پڑھی۔ فارسی میں میں نے والد صاحب قبلہ سے گلستاں باب ششم پہلے پھر گلستاں باب سوم بعد میں پڑھے۔ غرض کہ حضرت والد صاحب کے تلامذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مجھ سے زیادہ کتابیں حضرت سے پڑھی ہوں۔

ان کتابوں میں ہر کتاب اپنے اپنے مقام پر اہم ہے۔ لیکن لوگ شاید کسی بڑی کتاب کو اہم تصور کرتے ہوں یہ تصور میرے نزدیک صحیح نہیں۔ تمام کتابوں میں سب سے اہم اور مشکل قاعدہ بغدادی ہے۔ جس کے پڑھنے کے لئے وقت، وقت، محنت اور جانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اور سب سے بڑا استاذ شاید یہی پہلا استاذ ہو جس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اسی لئے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا من علمنی حرفاً فقد

صرت لہ عبداً۔ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام اور خادم ہو گیا اب بتائیں کہ۔ "میزان" و"منشعب" سے زیادہ کوئی کتاب علوم عربیہ میں اہم ہے اسی طرح شرح مائۃ کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ خاص کر ہندو پاکستان کے متعلمین کے لئے ایک زمانہ میں اس کتاب کو ندوے والوں نے اپنے نظام تعلیم سے خارج کر دیا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ کوئی طالب علم صحیح عبارت خوانی اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ یہ کتاب نہ پڑھ لے لہذا دوبارہ اسے داخل نصاب کیا گیا۔

والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے بالترتیب یہ لڑکے تھے۔ مولانا حکیم شمس الہدیٰ مرحوم مولانا محمد یحییٰ مرحوم۔ عبد المصطفےٰ الازہری غفرلہٗ (راقم الحروف) مولانا عطاء المصطفےٰ مرحوم ہم چاروں بھائی ایک والدہ سے تھے جن کا نام کریمہ تھا۔ یوں تو سب بھائیوں سے محبت کرتے تھے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں بہت منہ لگا اور بے تکلف تھا اگر دونوں بزرگ بھائیوں کو کوئی بات والد صاحب سے منوانی ہوتی تو مجھ کو فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ حضرت والد صاحب قبلہ سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ بڑا ادب کرتے تھے۔ کوئی بات کتنی ہی ضروری ہو اُسے پیش کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ باوجود شدت مرض کے اور منہ سے خون آنے کے والد صاحب قبلہ کے سامنے جبکہ تقریباً ۴۰ رسال کی عمر ہو چکی تھی پان تک نہ کھاتے حالانکہ وہ پان کے عادی تھے۔ بیماری کے دوران حضرت والد صاحب قبلہ خود ان کو اپنے ہاتھ سے پان کھلایا کرتے تھے۔ جو محبت پدری ان سے تھی۔ اُس کا مظاہرہ آخری وقت ہوا۔ لیکن میں سب کی فریادیں اور فرمائشیں حضرت قبلہ تک پہنچایا کرتا تھا اور اکثر باتیں اگر لائق قبول ہوتیں تو مان لی جاتی تھیں۔ اسباق مجھے خصوصی طور پر پڑھاتے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم سب کی والدہ نہیں تھیں۔ ہمارے بہت ہی بچپن میں انھوں نے وفات پائی۔ والد صاحب

قبلہ نے باپ اور ماں دونوں کا کردار ادا کیا حالانکہ یہ بہت شاق کام ہے۔ سوتیلی والدہ سے ہم لوگوں کی کوئی غرض کبھی وابستہ نہیں رکھی۔ لباس۔ خوراک، عید، بقرہ عید پھل، میوے۔ مٹھائی، شیرینی۔ علاج معالجہ ہر چیز کی خود ہی نگرانی فرماتے تھے۔ مجھے اپنے مصرف سے مصر تعلیم کے لئے بھیجا اور تقریباً سارے مصارف برداشت کئے جب میں واپس آیا اور میں نے بمبئی سے اطلاع دی کہ فلاں گاڑی سے وطن جا رہا ہوں تو آگرہ کے اسٹیشن پر آکر ملاقات کی اور سامان اتروایا اور ٹونڈلہ لاکر دوسری گاڑی میں سوار کیا اور فرمایا کہ مجھے مدرسہ کا ضروری کام ہے اس لئے ساتھ نہیں جاؤنگا ایک ہفتہ بعد گھر آؤں گا۔ اور پھر گھر آکر عظیم ترین جلسۂ تہنیت و میلاد شریف کا اہتمام فرمایا جس میں مبارک پور کے اکثر اساتذہ اور طلبہ بالخصوص حضرت حافظ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوئے۔ اگر میں کسی وجہ سے کھانا نہ کھاتا تو اس کی اطلاع فوراً والد صاحب کو دی جاتی اور وہ اپنے سامنے بلاکر پوری شفقت اور مہربانی سے مجھے کھانا کھلواتے ایک باپ ایک استاذ اور ایک مُربی کی حیثیت سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

اہم واقعات تدریس و تبلیغ میں نے اپنے پہلے مضمون میں تحریر کر دیئے ہیں

میرے رفقاء درس کے دو دور ہیں پہلے دور میں اجمیر شریف اور بریلی شریف اور دوسرے دور میں مصر سے واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ کے رفقاء ہیں فریق اول میں خاص ساتھی مولانا ابوالوفا شاہ مظفر پوری۔ مولانا غلام یٰسین صاحب مظفر پوری، مولانا سید محمد علی اجمیری جناب سید حسین علی صاحب اجمیری کے صاحبزادے تھے۔ اور اکثر اسباق میں شریک تھے جو اجمیر شریف میں پڑھے گئے۔ سید اقبال صاحب اجمیری، مولانا خیرات الحسن صاحب اجمیری۔ مولانا یونس صاحب اجمیری۔ یہ لوگ خدام خواجہ میں سے وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت والد صاحب کی برکت

سے اکثر علوم درس نظامی حاصل کئے ورنہ
اکثر خدام حضرات ایک دو کتابیں یا درجے
پڑھنے کے بعد علم سے دور چلے جاتے تھے
حضرت کے شب و روز میں نے ابتدا
میں ذکر کئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے
جبکہ حضرت کی آنکھوں میں بینائی پوری
تھی کمی کی کوئی شکایت نہ تھی۔ اس کے
بعد آخر عمر میں بینائی کافی کمزور ہوگئی تھی
پڑھنا لکھنا دشوار تھا۔ مگر اتنی تھی کہ باسانی
بغیر کسی کے مدد کے چل پھر لیتے تھے۔
اس زمانہ میں حضرت قبلہ نے سورۂ یٰسین
شریف۔ سورۂ ملک، سورہ مزمل اور بہت سی
سورتیں جو مجھے ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں زبانی
یاد کرلی تھیں۔ اور تقریباً روزانہ صبح اور رات
کو ان کی تلاوت فرمایا کرتے تھے جہاں تک
میں جانتا ہوں رمضان مبارک میں تو ضرور
تہجد پڑھتے۔ بعد رمضان مجھے صحیح یاد نہیں کہ
باقاعدہ تہجد پڑھتے تھے یا نہیں لیکن فرائض
اور سنن پر ہمیشہ مواظبت فرماتے۔ اور جس
زمانہ میں کریم الدین پور گھوسی رہا کرتے تھے
تو روزانہ بعد عصر ہمیشہ اپنے بڑے بھائی حکیم
احمد علی صاحب کے یہاں جاتے اور وہ روزانہ
بعد مغرب ہمارے یہاں آتے حکیم صاحب
کا گھر موضع دیہہ کلاں (بڑا گاؤں) میں تھا
اور وہیں قادری منزل بھی تھی اور بڑے
بھائی حکیم شمس الہدیٰ کی دوکان کے
سامنے کبھی کبھی ٹھہر جاتے یا کرسی پر بیٹھ
جاتے سیر و تفریح سے بہت انس تھا۔
اور دوستوں کے ساتھ بہت بے تکلف
زندگی بسر کرتے تھے۔ خاص کر حضرت
مولانا غلام یزدانی صاحب کے ماموں
عبد اللطیف دلال جن کو والد صاحب ہمیشہ
سیٹھوا کہا کرتے تھے۔ عید۔ بقر عید یا تفریح
کے موقع پر وہ اور رحمت الٰہی عرف تلاہی
محمد ظاہر اور محمد عمر عرف کرو جو والد صاحب کے
بچپن کے دوست تھے۔ اور اکثر اہل محلہ
ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے دیہاتوں میں
جایا کرتے تھے پرانے دوستوں سے ملاقات
ہمیشہ قائم رکھتے تھے۔ جب بھی گھوسی آتے
تو محلہ بیسواڑہ میں عبد الغنی خاں صاحب سے
ضرور ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح
فتح پور ہسوہ جاکر وہاں بزرگ عالم سنی سے

ملتے۔ وہاں ایک اشرف علی کا بھی مرید تھا بڑا مکار اس سے یا کسی بد مذہب سے کبھی بھی ملاقات نہ کرتے۔

میری شادی اور نکاح کا معاملہ اچانک ماموں صاحب کی لڑکی سے طے ہوگیا۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ صرف نکاح کیا جائے اور شادی وغیرہ بعد میں اطمینان سے ہو لیکن ماموں منشی حبیب اللہ صاحب نے کہا کہ ہمارے یہاں رسڑا ضلع بلیا میں یہ طریقہ نہیں ہم لوگ نکاح رخصتی وغیرہ سب ایک ہی وقت کرتے ہیں۔ والد صاحب قبلہ نے یہ سن کر فوراً نکاح اور شادی کے لوازمات کی تیاری کا کام بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم مغفور کے ذمہ لگا دیا برادر معظم نے سارا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ عبد المصطفےٰ کی شادی کے موقع پر تو لاپکے گا یہ طریق کار اب تو بالکل ختم ہوگیا۔ اس زمانہ میں بھی قریب قریب معدوم ہو چکا تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ مٹی کا ایک خاص قسم کا دیگ نما برتن ہوتا تھا جس میں ہر برتن میں ۵ سیر

گوشت نمک مرچ ہلدی مصالحہ پیاز لہسن تیل غرض تمام چیزیں بیک وقت ڈال کر او پلے کی آنچ پر پکایا جاتا تھا۔ اور برتن کا منہ آٹے سے جام کر دیتے تھے۔ یہ انتہائی لذیذ گوشت تیار ہوتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ یہ ہوتا کہ صبح ۶ یا ۷ بجے پہلا برتن چڑھتا اور اس کے بعد دوسرا تیسرا چھوٹے چھوٹے گڈھے کھود کر چولہا بنتا اور یوں تیس چالیس توے چڑھتے یا جتنے لوگوں کی دعوت ہوتی۔ میری شادی میں تمام اعزہ واقربا تو گھر بھر کے اور بستی میں ہر گھر سے ایک فرد اور ارد گرد کے محلوں سے بہت سے افراد مدعو تھے۔ ۱۲ بجے کے قریب سے کھلانا شروع کیا گیا اور یہ سلسلہ تقریباً ۳۔۴ بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد پھر کسی دعوت میں بھی اس طریقہ کا کھانا کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ یہ برتن اُس زمانہ میں بھی بڑی مشکل سے دستیاب ہوئے تھے۔ اور اب تو شاید لوگوں کو اس کا نام بھی معلوم نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے پکانے کا کسی کو ڈھنگ آتا ہو۔ یہ خصوصیت

والد صاحب قبلہ کی انتہائی محبت اور شفقت پر دلالت کرتی ہے۔ اور بھائیوں کی شادی میں بھی بہت اہتمام کیا گیا۔ برادرم عطاء المصطفےٰ مرحوم اس کے بعد برادر رضاء المصطفےٰ کی شادی کے موقع پر بھی خاص اہتمام تھا لیکن اب کھانے کا حساب کتاب اور چھوٹوں اور نابھائیوں کے سپرد تھا۔ وہ پرانا طریقہ کہ محلہ کے بزرگ اور نوجوان تمام کام خود کرتے پکاتے کھلاتے پلاتے۔ اب وہ باتیں کہاں رہ گئی ہیں۔

والد صاحب قبلہ نے ہم چار بھائیوں کے حساب سے قادری منزل کی تعمیر کی تھی۔ اور اُس کا سلسلہ ایسا رکھا تھا کہ بوقت ضرورت چاروں اپنے آپ کو الگ کر سکیں۔ دیواروں میں جگہ رکھی گئی تھی جو پلاسٹر میں دبا دی گئی لیکن ہم سب لوگوں کو معلوم تھی۔ اس کے بعد قضائے الٰہی سے دونوں بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی والد صاحب کی موجودگی ہی میں فوت ہو گئے برادرم مولانا یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا تو میں اس وقت بریلی میں تھا۔ والد صاحب نے لکھا کہ میں فلاں روز آگرہ ہوتا ہوا گیارہویں شریف کے موقع پر پالی جاؤں گا میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اس لئے تم مجھے راستے میں مل لو اور میرے ساتھ ساتھ پالی چلو چنانچہ میں بریلی سے اچھنیرہ اسٹیشن پہنچ گیا وہاں پر دونوں گاڑیوں کا میل ہوتا تھا چنانچہ تھوڑی تلاش کے بعد والد صاحب قبلہ سے ملاقات ہو گئی۔ دونوں آبدیدہ ہو گئے۔ بعد میں تذکرہ فرمانے لگے کہ میں آگرہ میں آیا تو ایک قلی نے کہا کہ بڑے میاں میں آپ کا سامان اٹھاؤں تو میرے دل پر چوٹ پڑی۔ اس سے قبل کسی نے بھی کبھی مجھے بڑے میاں نہیں کہا تھا۔ میں نے کہا کہ ہاں بھائی اب میں بڑے میاں کہلانے کا مستحق ہو گیا ہوں اس لئے کہ میرے بچے کے انتقال نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کا انتقال ہوا تو آپ کی کمر بالکل جھک گئی تھی۔ صدمے کا اظہار تو نہ کیا لیکن کمزوری اور کمر کے خم نے حالت کا پتہ

سب کو تباہ دیا تھا۔ پھر آخر میں برادرم مولانا عطاء المصطفٰے مرحوم کے انتقال کے تیسرے ہی دن انتہائی صدمہ سے آنکھ کی بینائی میں کمی آگئی۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ اولاد آنکھ کا نور ہوتی ہے ان کے انتقال سے اس کا ظہور ہوگیا اور باوجود آپریشن اور علاج و معالجہ کے پھر بینائی حسب سابق واپس نہ آسکی۔ غرض جب تینوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا تو اب سفر حج سے قبل والد صاحب علیہ الرحمہ نے مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ مکان کس طرح تقسیم کئے جائیں چونکہ برادرم مولانا ضیاء المصطفٰے سلمہٗ یہ چار بھائی ایک ہی والدہ صاحبہ سے تھے جو ابھی تک زندہ ہیں[1] میں نے کہا کہ قادری منزل ان بھائیوں کو دیدیں۔ اور قاری رضاء المصطفٰے اور مجھے پرانا مکان دیدیں اور بھتیجوں مولانا قمر الہدیٰ سلمہٗ اور قاری ساجد علی سلمہٗ کو بھی کچھ نہ کچھ دیدیں تاکہ یہ سر چھپا سکیں چنانچہ والد صاحب قبلہ نے تقریبًا اسی کے مطابق کچھ ترمیم و تنسیخ کے ساتھ اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا۔

میں دس سال حضرت کی کفش برداری میں رہا پوری مدت آپ کو متبع سنّت پایا۔ (حافظ ملت)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ علم کے دریا اور فقہ کے سمندر تھے۔ حدیث پاک مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کو پورا عبور تھا۔ بدمذہبوں کے تمام اشکال اور اعتراض کے مسکت و مدلل و مختصر جواب دینا آپ کی شان تھی۔ کبھی بھی طلبہ کے اعتراض پر برہم نہ ہوتے۔ ہر اعتراض کا جواب دیتے اور طلبہ کو اطمینان ہو جاتا آج جب ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو دل لرز جاتا ہے۔

[1] ۲۸ رجب ۱۴۱۶ھ کو آپ کا وصال ہوگیا۔ مرتب غفرلہ

مفتی محبوب رضا خاں بریلوی

صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں ۱۹۳۹ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حاضر ہوا چونکہ درمیان سال تھا حضرت نے فرمایا کہ بندۂ خدا بغیر پیشگی خط وکتابت کے آگئے تین پیسے کا خط لکھ کر پہلے مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا یہاں درمیان سال میں داخلہ ممنوع ہے یہ ریاست ہے اور نواب صاحب کی اجازت کے بغیر درمیان سال میں داخلہ نہیں ہوسکتا میں نے عرض کی کہ حضور اب تو میں آگیا واپس نہیں جاؤں گا داخلہ نہیں ہوتا تو نہ ہو میں بستی میں کرایہ مکان لے لوں گا آپ پرائیوٹ طور پر کوئی ایک سبق مجھے شروع کرادیں فرمایا میرے پاس وقت کہاں ہے عرض کی کہ عصر مغرب کے درمیان وقت ہے فرمایا اس وقت میں اخبار دیکھتا ہوں عرض کی کہ حضور دس منٹ مجھے عنایت فرما دیں فرمایا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو دس منٹ پڑھایا جاسکتا ہے؟ عرض کی کہ حضور میرے لئے دس منٹ بہت ہیں فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو عرض کی کہ جو حضور پڑھائیں ہنس پڑے پھر فرمایا منطق کہاں تک پڑھی ہے عرض کی قطبی پڑھی فرمایا ملا جلال شروع کردو عرض کیا جو حکم ہو پھر کچھ تامل کے بعد دریافت فرمایا میرزاہد رسالہ پڑھا ہے عرض کیا نہیں فرمایا پھر پہلے رسالہ پڑھو عرض کی جو حکم۔ فرمایا کل سے میرزاہد شروع کردو چنانچہ دوسرے روز عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے چبوترے پر چارپائی پر بیٹھ کر میرزاہد شروع کرایا تو اساتذۂ مدرسہ بھی شریک درس ہوگئے اور اکثر طلبہ بھی یعنی میرزاہد رسالہ میں میرے شریک طلبہ کی تعداد سب اسباق کی جماعتوں

سے بڑی ہوگئی نیز چھٹی جماعت میں شریک ہوکر اسباق کی سماعت کی اجازت بھی مل گئی مطبخ کے باورچی کو بلاکر حکم فرمایا کہ قاری صاحب کا کھانا دونوں وقت کا تم دینا اور پیسے ان سے طے کرلینا چنانچہ میں کئی مہینہ اس طرح ہوسٹل میں رہا پھر ایک روز نواب غلام محمد خاں صاحب مرحوم متولی مدرسہ ہوسٹل میں تشریف لائے میری طلبی ہوئی اور مجھ کو باقاعدہ داخلہ مل گیا۔

میرے عزیز مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم و مغفور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے بہت قریب تھے مجھے ان کیساتھ قیام کی اجازت مل گئی اس طرح میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا خادم خاص بن گیا سودا سلف کی خریداری اور دیگر امور خانہ میں مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم کے بعد میں دخیل ہوا دھوبی کو حضرت کے گھر کے کپڑے دینا ان کا حساب لکھنا اور اندراج کے مطابق وصول کرنا میری ذمہ داری تھی سبزی وغیرہ بھی میں خرید کر لاتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض چیزیں بغیر اجازت اپنی مرضی سے خرید لاتا یا جو کچھ منگوایا گیا اس میں اپنی مرضی سے ردو بدل کر لیتا حتی کہ بعد میں اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گھر سے کوئی بچہ پوچھنے کیلئے آتا کہ آج کیا پکایا جائے تو حضرت فرما دیتے کہ قاری صاحب سے پوچھو کشیدنی تمبا کو میں اپنی مرضی سے خرید لاتا جتنی منگوائی جاتی اس سے بہت زیادہ خرید لاتا فرماتے کہ اتنی کیوں خریدی میں نے تو اتنی کہی تھی عرض کر دیتا کہ حضور یہ تمبا کو بہت اچھا ہے دیسی ہے اور خوب تیز ہے کام آئے گا روز ایسا نہیں ملے گا ہنس کر خاموش ہو جاتے میں بر بنائے خلوص و عقیدت اس قسم کے تصرفات کرتا تھا اور موصوف خلوص کے قدردان تھے۔

عادات کریمہ

نہایت نفاست پسند تھے طلبا سے بہت خلوص و محبت فرماتے اور اولاد کی طرح سمجھتے تھے چنانچہ ہم لوگ آپس میں ان کیلئے ابّا کا لفظ استعمال کرتے چونکہ حضرت کے بچے ان کو ابا کہتے تھے۔ نہایت چشم پوش اور کریم النفس تھے مگر اصول میں سخت گیر

اور بہترین قسم کے منتظم تھے، میں نے
ان سے زیادہ متبع سنت کسی کو نہیں دیکھا
صاف گو اور سادہ لوح نہایت معاملہ فہم
خوش مزاج و حلیم الطبع تھے لباس بالکل
سادہ پہنتے تھے دیسی کھدر کا کرتہ عرض کا
پاجامہ کھدر ہی کی بنڈی اور کھدر ہی جبہ سفید
یا ہرے رنگ کا مگر ٹوپی دو پلی چپ عمدہ
ململ یا وائل کی رنگین عمامہ جاڑوں میں
اونی ٹوپا اونی جرسی یا روئی کی مرزئی دہلی
والی سرخ نری کی ایک گنٹھے والی پاپوش
استعمال فرماتے تھے نہایت وجیہہ شخصیت
کے مالک تھے۔

پسندیدہ خوراک بھنا ہوا گوشت روٹی اور ترکاریوں
میں تلے ہوئے کریلے شوق سے تناول
فرماتے تھے دارجیلنگ کی عمدہ چائے
پیتے اور اس معاملہ میں نہایت نفاست
پسند واقع ہوئے تھے ایک مرتبہ والدہ صاحبہ
گھوسی تشریف لے گئیں تھیں حضرت
داداوں میں موجود تھے ایک میواتی فلک
شیر خاں کی بھینس بیمار ہو گئی مفتی اعجاز
ولی خاں مرحوم نے اس کو تعویذ لکھ دیا کہ
گھر کی ڈاہی میں لٹکا دے اللہ کے حکم سے
وہ بھینس تندرست ہو گئی اس نے تقریباً
پانچ سیر دودھ مفتی صاحب کو نذر کیا پروگرام
بنا کہ چاول اور شکر حضرت کے یہاں سے
حاصل کئے جائیں میں نے خدمت اقدس
میں عرض کی چاول اور شکر چاہیئے فرمایا کیا
کرو گے عرض کی کھیر پکائیں گے فرمایا لے لو
دودھ کہاں سے لو گے عرض کی کہ دودھ
اس طرح مل گیا ہے مسکرائے اور فرمایا ہم
کو تو تعویذ کا معاوضہ کوئی نہیں دیتا اعجاز میاں
ہم سے زیادہ کامیاب ہیں غرض کہ کھیر
پکی مگر اس میں شکر بہت زیادہ ہو گئی
میرے متعلق طلباء نے مشہور کر رکھا تھا کہ
میں میٹھا بہت زیادہ کھاتا ہوں جب
حضرت نے تناول فرمائی تو دو چار چمچے لیکر
چھوڑ دی اور ہنس کر فرمایا اعجاز میاں قاری
صاحب نے اپنے مطلب کی پکائی ہے تاکہ
اور کوئی نہ کھا سکے اب یہی اس کو ختم کریں
گے ہلکا میٹھا پسند فرماتے تھے ہاں زیادہ
کھاتے تھے اور رشیدی تمباکو میں غازی پور

گورکھپور اور لکھنؤ کا عمدہ خمیرہ استعمال کرتے تھے تمباکو بنانے خرید کر لانے اور اس میں خمیرہ ملانے کی خدمت میں انجام دیتا تھا۔

عصر کے بعد میں نے چہل قدمی کے لئے مشورہ دیا پسند فرمایا۔ چنانچہ بعد نماز عصر روزانہ تقریباً ایک میل ٹہلنے کو جاتے اکثر مولانا حافظ مبین الدین صاحب بھی ہمراہ ہوتے راستہ بھر ہم لوگ مسائل پوچھتے جاتے اور حضرت جوابات ارشاد فرماتے جاتے ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو صبح صادق کے وقت اپنے گھر میں محفل میلاد سے فارغ ہو کر نماز ادا کی اور حسن پور کے جلسہ میں شرکت کے واسطے تشریف لے چلے حضرت محدث صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے دونوں بزرگوں کی چارپائیاں صحن میں برابر برابر پڑی تھیں ہم لوگ حضرت کے پاؤں دباتے جاتے اور مسائل پوچھتے جاتے حضرت آنکھیں بند کئے ہوئے ہم کو جوابات ارشاد فرماتے جاتے محدث صاحب علیہ الرحمہ نے کچھ دیر تو خاموشی اختیار فرمائی مگر جب سوالات و جوابات اور جوابات پر اعتراضات اور پھر اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آیا تو اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آپ کے تلامذہ معاملات میں بہت صفائی پسند واقع ہوئے حضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے؟ محدث صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک گھنٹہ ہوا کہ یہ حضرات آپ سے اپنی محنت کی قیمت نقد وصول فرماتے جا رہے ہیں یہ لوگ ادھار کے قائل نہیں حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ میں عادی ہو چکا ہوں اس سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس بھائی آپ لوگ بھی آرام فرمائیں اور محدث صاحب کو بھی آرام کرنے دیں ان کو نیند آرہی ہے۔

انتظامی معاملات میں بہت با اصول واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ غالباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ دامت معالیہ اور حضرت محدث پاکستان

مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ نے حج وزیارت
کا ارادہ فرمایا اور طے یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمہ کو مدرسہ مظہر اسلام اور دار الافتار بریلی
شریف کا کام اہتمام وانتظام سونپا جائے
چنانچہ حضرت کو گھوسی سے بریلی شریف
بلایا گیا اور سب کام حضرت کے سپرد کر
کے دونوں حضرات حجاز مقدس کے لئے
روانہ ہو گئے حضرت نے طلبار کی حاضری
اور مطالعہ کے معاملات میں اپنی عادت
کے مطابق سختی برتی طلبار میں اکثریت
بنگالیوں کی تھی ان کو یہ بات کھلی چونکہ
حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ نرم پالیسی
اختیار فرماتے تھے انھوں نے احتجاجاً
ایک روز غیر حاضری کی حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمہ بہت ناراض ہوئے اور سب
غیر حاضر طلبار کو مدرسہ سے خارج فرما دیا
اور فرمایا کہ میں مدرسہ بند کرنا پسند کرونگا
مگر بدانتظامی اور بے اصولی کو برداشت
نہیں کروں گا طلبار کا خیال تھا کہ ایک
دو روز میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
نرم پڑ جائیں گے مگر معاملہ ان کی امیدوں

کے بالکل برعکس ہوا جو طلبار تھے ان
کے اسباق بدستور جاری رہے اور حضرت
کی طرف سے غیر حاضر طلبار سے مفاہمت
کی کوئی پیش نہ ہوئی اب وہ لوگ گھبرائے
چنانچہ بریلی شریف کے بعض معززین
کے پاس شکایت لے کر گئے اور اس
سلسلے میں ان کی مدد چاہی انھوں نے
کانوں پر ہاتھ دھرے کہ نہ بابا اس معاملہ
میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تم
نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور حضرت
کو غلط سمجھا ہے وہ طلبار کے بہت ہمدرد
ہیں مگر انتظامی معاملات میں بہت
سخت گیر ہیں بریلی شریف میں کسی کی
مجال نہیں ہے جو ان کے معاملے میں دخل
دے یہ مولانا سردار احمد صاحب نہیں ہیں
تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم سب
حضرات بلا تاخیر حاضر ہو کر حضرت سے معافی
مانگ لو ہمیں امید ہے کہ معاف فرما دیں
گے اس صورت میں ہم لوگ بھی تمہاری
سفارش کے لئے تیار ہیں جب طلبار
ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو ایک روز

سب نے آکر حضرت سے معافی مانگی کچھ
مقامی حضرات بھی سفارشی ہوئے حضرت
نے فرمایا کہ تمہارا یہ خیال تھا کہ مولوی سردار
احمد آکر تم کو دوبارہ داخل مدرسہ کرلیں گے
ایسا ہرگز نہیں ہوسکے گا جس کو میں مدرسہ
سے نکال دوں اسکو مولوی سردار احمد نہیں
داخل کرسکتے آخر کار سب نے معافی مانگی اور
آئندہ کے لئے پابندئ احکام کا عہد کیا
معززین شہر نے سفارش کی تب ان کو
داخلہ دوبارہ ملا۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ مجھے
یاد آرہا ہے کہ ہمارے بزرگ اپنے بزرگوں کا
کس قدر احترام کرتے تھے اور ان سے کتنی
عقیدت رکھتے تھے حضرت مفتی اعظم ہند
دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا سردار احمد علیہ
الرحمہ جب سفر حج کیلئے سوداگراں محلہ سے
چلے تو اسٹیشن تک پیدل تشریف لے گئے
ہزارہا آدمی جلوس میں شامل تھے ایک بوگی ریلوے
ریزرو کرائی گئی تھی جب اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوئے تو
میں ایک برتھ پر حضرت صدر الشریعہ کے برابر بیٹھ گیا سامنے کی برتھ پر
حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت مولانا سردار احمد
صاحب علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے گاڑی
چلنے والی تھی کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ
اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے برابر آبیٹھے اور
چپکے سے میرے کان میں کہنے لگے کہ قاری
صاحب میرا ایک کام کردیں بڑی مہربانی
ہوگی میں نے کہا بسر و چشم ارشاد فرمائیے
فرمانے لگے کہ حضرت کی ٹوپی مجھے چاہیئے
آپ مانگ کر مجھے عنایت فرمادیں میں
نے کہا آپ خود کیوں نہیں مانگتے میرا عرض
کرنا آپ سے زیادہ تھوڑا ہی موثر ہوگا فرما
دیا نہیں آپ مانگیئے میں نے کہا میں تو
نہیں کہوں گا آپ خود مانگیں مولانا نے
فرمایا نہیں آپ مانگیئے بندۂ خدا گاڑی چلنے
والی ہے جلدی کیجئے آخر میں نے حضرت
سے عرض کی کہ مولانا آپ کی ٹوپی تبرکاً مانگ
رہے ہیں حضرت بہت ناراض ہوئے
اور فرمایا کہ میں گھر تک ننگے سر جاؤں اور
ٹوپی ان کو دیدوں گھر پر انھوں نے کیوں
نہیں کہا میں کوئی نئی ٹوپی دیدیتا یہ بالکل
پرانی ہے اب مولانا علیہ الرحمہ بولے حضرت
میرے لئے یہی بہت ہے میں نے اپنا

رومال وائل کا حضرت کی خدمت میں پیش
کیا کہ حضرت یہ سر پر باندھ لیں اور یہ ٹوپی
مولانا کو عنایت فرمادیں گاڑی چلنے والی
ہے چنانچہ حضرت نے ٹوپی عنایت فرمائی گارڈ
نے سیٹی بجائی ہم لوگ گاڑی سے اتر آئے
اور ٹرین چلدی مولانا سردار احمد صاحب
علیہ الرحمہ حضرت کے نہایت چہیتے شاگرد
تھے وہ خود بھی مانگ سکتے تھے مگر ہمت
نہ پڑی ادب مانع ہوا اور مجھے اپنا سفارشی
بنا کر بات کی۔

ایک مرتبہ بریلی شریف میں اعلیحضرت
علیہ الرحمہ کے عرس کے موقعہ پر میں حضرت
صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پیر داب رہا تھا
کوئی نو بجے رات کا وقت تھا اور حضرت
آنکھیں بند کئے آرام فرما رہے تھے کہ
مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ دبے
پیروں آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ان
کو بیٹھنے کے لئے جگہ دوں چنانچہ میں تھوڑا
سا اوپر کی طرف ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت
کے پیر دابنے لگے حضرت نے آنکھیں بند
کئے کئے دریافت فرمایا کہ کون ہے مولانا
خاموش رہے میں نے عرض کی مولانا
سردار احمد صاحب ہیں حضرت نے فرمایا
مولوی سردار احمد تم رہنے دو قاری صاحب
جو داب رہے ہیں اب تم ماشاءاللہ مہتمم ہو
طلباء دیکھیں گے تو ہنسیں گے مولانا نے
عرض کی کہ حضور برسوں کے بعد تو یہ سعادت
نصیب ہوئی ہے میں تو آج بھی اپنے کو
ایک طالب علم ہی سمجھتا ہوں یہ سب حضور
کا صدقہ ہے حضرت خاموش ہو گئے چند
منٹ کے بعد حضرت حافظ الملت حافظ
عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ آئے اور مجھے
اشارہ کیا کہ میں ہٹ جاؤں اور ان کو
بیٹھنے کی جگہ دوں چنانچہ میں ہٹ گیا اور
وہ بھی حضرت کی کمر دابنے لگے حضرت نے
دریافت فرمایا کون ہے میں نے عرض کی
کہ حافظ عبد العزیز صاحب ہیں حضرت نے
فرمایا ارے بھائی آپ کیوں تکلیف کرتے
ہیں حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے عرض کی
کہ حضور یہ تو ہمارے لئے عین راحت ہے
چنانچہ میں اٹھ کر پان بنانے چلا گیا پان
بنا کر لایا ان دونوں حضرات کو پان پیش کئے

اتنے میں حضرت بھی اٹھ بیٹھے اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں دیگر علماء بھی تشریف لے آئے اور محفل گرم ہوگئی ۔ آج ان بزرگوں کو یاد کرکے آنکھیں بھر آتی ہیں کیسی نورانی شکلیں تھیں ۔

زمیں تیرے کیسے کیسے حسن والے دفن ہیں مضطر
قیامت ہوگی جب یہ سب کے سب مدفن سے نکلیں گے

حضرت کے قیام واودوں کے دوران حضرت مولانا حافظ مبین الدین صاحب امروہوی حضرت مولانا سید ظہیر احمد صاحب زیدی نگینوی حضرت مولانا محمد خلیل خاں صاحب مارہروی اور خاکسار نے صلاح کی کہ درسی کتب پر ہمارے علماء کے حواشی کم ہیں کیوں نہ حضرت سے کسی کتاب پر حاشیہ لکھوایا جائے چنانچہ طے پایا کہ تفاسیر میں مدارک شریف اور کتب احادیث میں طحاوی شریف حنفیوں کی کتابیں ہیں اور معرا ہیں معقولات میں شرح ہدایۃ الحکمۃ معرا ہے ان میں کسی پر لکھوایا جائے اب مسئلہ یہ تھا کہ حضرت سے فرمائش کون کرے طے یہ ہوا کہ سب چلو اور قاری صاحب تجویز پیش کریں اور دوسرے احباب تائید کریں

چنانچہ کئی روز کے صلاح و مشورہ کے بعد ایک روز بخاری شریف کا سبق ختم کرکے میں نے عرض کی کہ حضور یہ تین کتابیں معرا ہیں مدرسین اور طلباء دونوں کو ان کے پڑھنے پڑھانے میں دشواری پیش آتی ہے اور شرح ہدایۃ الحکمۃ آپ کی خاندانی کتاب ہے اور اس کی تقاریر بھی آپ کے سوا کوئی اور مصنف علیہ الرحمہ کے منشاء اور مراد کے مطابق نہیں کرسکتا ہے اس لئے پہلے شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ ہم کو لکھوادیں پھر ان دونوں کتابوں میں کسی ایک پر جس کو آپ چاہیں کام شروع کریں حضرت یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کام کو بہت آسان سمجھ لیا ہے یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے ابھی بہار شریعت ہی کا کچھ کام باقی ہے میں بوڑھا ہوچکا ہوں قویٰ میں اضمحلال پیدا ہوگیا اب میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں یہ کام کروں عرض کی کہ حضور کم از کم شرح ہدایۃ الحکمۃ ہم کو شروع کرادیں اور ذرا ٹھہر ٹھہر کر تقریر فرمائیں کہ ہم اس کو لکھ لیں اس طرح یہ کتاب محشیٰ ہوجائے گی فرمایا اتنا وقت کہاں ہے

عرض کی کہ رات کو آدھا گھنٹہ کافی ہو گا
جب شروع ہو جائے گی تو انشاء اللہ ختم
بھی ہو جائے گی کوئی جلدی نہیں ہے
مگر حضرت نے انکار فرمایا دوسرے روز
ہم نے صلاح کی تقاضا جاری رکھو کب تک
انکار کریں گے آخر مان ہی جائیں گے
چنانچہ ہر روز کسی وقت ہم حاضر خدمت
ہو کر عرض کر دیتے اور بعض مرتبہ ڈانٹ
بھی سنتے کئی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگوں کو کئی
دفعہ اپنی مجبوری بتا چکا ہوں پھر بھی ضد
کئے جاتے ہو اس وقت تو ہم خاموش اٹھ
کر چلے آتے مگر اگلے دن کسی نہ کسی بہانہ
سے پھر مسئلہ چھیڑ دیتے چونکہ سوال میں
کرتا تھا دوسرے احباب خاموش رہتے
یا میری آواز میں تائید کرتے لہذا جھاڑ میرے
اوپر ہی پڑتی بہر حال ہم نے ہمت نہیں ہاری
آخر ایک روز حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ باز
نہیں آؤ گے ہم نے عرض کی کہ حضور بڑا کرم
ہو گا زیادہ نہیں تو صرف دس منٹ روزانہ
ہم کو عنایت فرمادیں ہنس کر فرمایا کہ یہ سب
کہنے کی باتیں ہیں کہیں دس منٹ میں بھی
یہ کام ہو سکتا ہے میں اسباق پڑھانے کے
بعد تھک جاتا ہوں بیٹھنا کھلتا ہے میں
نے عرض کی کہ حضور لیٹ جایا کریں میں پیر
دابا کروں گا اور یہ لوگ لکھتے رہیں گے صرف
زبانی تقریر فرمادیا کریں بہت ہنسے اور
فرمایا قاری صاحب ضد بیجا کرتے ہو میں نے
عرض کی کہ حضور یہ کام کرنا ہی ہو گا مولوی
سید ظہیر احمد صاحب زیدی بولے جی بیشک
حضرت نے فرمایا چپ رہ بے وقوف سب
لوگ ہنس پڑے پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے
لگیں جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے
عرض کی کہ حضور پھر کل کسی وقت شروع
کرائیں گے فرمایا ہتھیلی پر سرسوں مت جماؤ
یہاں کتابیں بھی نہیں ہیں میرا حافظہ اب
کمزور ہو گیا حبیب گنج جاؤ اور نواب صدر
یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب
شیروانی کے کتب خانہ سے افق المبین تصنیف
میر باقر داماد اور شرح اشارات اور بعض دیگر
کتابیں بتائیں جن کا نام اس وقت مجھے
یاد نہیں ہے لاؤ پھر شروع کرنا چنانچہ اگلے
روز ظہر کی نماز کے بعد جب میں حبیب گنج جانے

لگا تو ایک طالب علم کو میرے پاس بھیجا کہ قاری صاحب کو روکو میں ٹھہر گیا حضرت نے مسجد سے باہر آ کر فرمایا کہ میرا خیال ہے جب خدمت ہی کرنی ہے تو دین کی خدمت کرو ہدایۃ الحکمہ کو چھوڑو مدارک شریف اور طحاوی شریف میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو ہم لوگ بہت خوش ہوئے اور عرض کی کہ حضور منتخب فرمائیں کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ حدیث کی خدمت کرو ہم نے عرض کی کہ نہایت خوب چنانچہ کتب معقولات کی فہرست مجھ سے لے لی اور شروح حدیث کی بعض کتابیں لکھ کر دیں اور ایک خط نواب صاحب مرحوم کو لکھ کر مجھے دیا جس میں کتابوں کا مطالبہ تھا میں حبیب گنج نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کا خط دیا نواب صاحب مرحوم نے محافظ کتب خانہ کو بلا کر فرمادیا کہ یہ کتابیں انکو دیدو اور ان سے دستخط لے لو چنانچہ وہ کتابیں لیکر میں فوراً واپس آیا اور اسی روز بعد نماز عشاء تحشیہ کا کام شروع کیا گیا پہلے روز تو صرف بسم اللہ شریف لکھی گئی باقی وقت باتوں میں گذر گیا اگلے روز سے پابندی سے کام شروع ہوا

مولوی سید ظہیر احمد صاحب اور مولوی خلیل خاں صاحب کتابت فرماتے تھے چونکہ خوش خط تھے میں کتابیں نکال کر دیتا اور حافظ معین الدین صاحب اور میں کتابوں میں سے متعلقہ حدیث ڈھونڈ کر نکالتے اور حضرت حاشیہ لکھاتے جاتے رات کے دو ڈھائی بجے تک روزانہ بعد نماز عشاء سے کام کرتے ہم لوگ تھک جاتے مگر حضرت مسلسل لکھواتے رہتے درمیان میں ایک مرتبہ چائے چلتی اس طرح بہت جلد طحاوی شریف کی کتاب الصلوٰۃ تک تحشیہ کا کام ہو چکا تھا۔ کہ ہمارے امتحانات ختم ہوئے اس کے بعد حضرت نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں سے استعفاء دے دیا اور گھوسی تشریف لے گئے وہاں جا کر حضرت کی بینائی کمزور ہو گئی اور تحشیہ کا کام رک گیا میری دعاء ہے کہ حضرت کی اولاد یا تلامذہ میں سے کوئی صاحب اسکی تکمیل فرمادیں۔ والد صاحب کے پاس اس کا مسودہ موجود ہے۔

حضرت کا طریقہ تدریس

دوسرے مدرسین سے حضرت کا طریقہ تدریس مختلف پایا دوسرے اساتذہ

کے اسباق میں طلبا قرأت کیلئے آپس میں
جھگڑتے تھے کہ تم قرأت کرو حضرت ایک
مرتبہ ہوں فرماتے یہ اشارہ ہوتا قرأت
شروع کرنے کا مگر طلبا آپس میں کہنیاں
مارنا شروع کر دیتے حضرت دوبارہ ہوں
فرماتے مگر کسی کی ہمت نہ پڑتی شروع کرنے
کی پھر جب تیسری مرتبہ ہوں فرماتے تو
کوئی نہ کوئی گھبرا کر قرأت شروع کر دیتا اکثر
و بیشتر میں اور حافظ مبین الدین قرأت
کرتے کبھی کبھی دوسرے ساتھی بھی قرأت
کرتے اگر عبارت پڑھنے میں کوئی غلطی ہو
جاتی تو پڑھنے والے کی شامت آجاتی
حضرت بہت ناراض ہوتے ترجمہ لفظی پسند
فرماتے تھے اگر ترجمہ میں کوئی لفظ اپنی طرف
سے طالب علم بڑھا دیتا تو فوراً پوچھتے کہ یہ کس
لفظ کا ترجمہ ہے ترجمہ کے بعد دریافت
فرماتے کہ کیا سمجھے بیان کرو چنانچہ اگر مطلب
صحیح بیان کر دیا جاتا تو خود تقریر فرمانے لگتے
اور اگر مطلب صحیح بیان نہ ہوا تو ناراض ہوتے
اور فرماتے میرے پاس بغیر مطالعہ کئے
مت آیا کرو صدرا۔ شمس بازغہ۔ قاضی مبارک
اور امور عامہ جیسی مشکل کتابوں کی تقریر
حفظ سے فرماتے جاتے تقریر کے بعد پھر
کتاب پر نظر ڈالتے اور فرماتے کہ اب حافظہ
کمزور ہو گیا ہے اس لئے دیکھ لیتا ہوں
کہ کوئی جملہ رہ تو نہیں گیا جوانی میں کتاب
دیکھے بغیر پڑھاتا تھا جہاں طالب علم نے
بس کی حضرت نے کتاب بند کر دی کبھی
یہ نہیں فرمایا کہ تھوڑا اور پڑھ لو بخلاف دوسرے
مدرسین کے کہ ان کے یہاں جب طالب علم
نے بس کی تو انھوں نے فرمایا تھوڑا اور
پڑھ اس کے باوجود سب سے پہلے حضرت
کی کتاب ختم ہوتی تھی اور سبق کی تقریر
دوبار فرماتے تھے میں تو اس کو حضرت
کی کرامت ہی مانتا ہوں۔ بخاری شریف
کے گویا حافظ تھے اور جن احادیث پر شروح
احادیث میں قیل و قال ہے ان کے
متعلق ایسی تقریر فرماتے کہ طالب علم کو
اعتراض کی گنجائش نہ رہ پاتی ایک واقعہ
مجھے خوب یاد ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث
جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے قرطاس طلب فرمایا تھا اور حضرت سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں خیال کہ بخار کی شدت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہے قرطاس لانے کی مخالفت کی تھی شروح احادیث میں بہت قیل وقال کی گئی ہے چنانچہ میں نے فتح الباری اور حافظ مبین الدین صاحب نے عینی شرح بخاری کا خوب مطالعہ کیا اور صلاح کی کہ اس پر خوب اعتراضات کریں گے تاکہ حضرت یہ جان کر کہ میرے تلامذہ خوب مطالعہ کرکے آئے ہیں خوش ہوں اور دوسرے ساتھیوں کے مقابلے میں ہم زیادہ مطالعہ کرنے والے اور ذہین ثابت ہوں مگر ہوا یہ کہ میں قرأت کر رہا تھا جب مذکورہ حدیث میں میں نے لفظ اُہجُر پڑھا تو حضرت نے فرمایا اَہجَر یعنی میں نے ہ کو ساکن پڑھا تھا اور حضرت نے ہ کو مفتوح پڑھنے کو فرمایا جس کے بعد اعتراضات خود بخود ختم ہو گئے اور فرمایا کہ ہ کو مفتوح پڑھنا ہی صحیح ہے مختصر یہ کہ پیچیدہ مقامات پر ایسی سلجھی ہوئی اور دلنشیں تقریر فرماتے کہ طالب علم کو کم سے کم اعتراض کا موقعہ ملتا حدیث شریف کے سبق کے شروع میں بسم اللہ کے بعد درود شریف ضرور پڑھا جاتا اکثر خود اعتراضات کی تقریر فرما کر جوابات ارشاد فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَہٗ اَللّٰھُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَہٗ اَللّٰھُمَّ وَسِّعْ قَبْرَہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ واصحٰبہٖ اجمعین وبارک وسلم۔

از:- ثروت حسین ثروت

ہ

چلے ہیں جانب طیبہ لئے ارمان سینے میں
مقدر کا ستارا جگمگائے گا مدینے میں

اگر ہوتا خدا امجد سا کوئی غم کے دریا میں
اتر جائے سفینہ لے کے منجدھار کے سینے میں

نگہباں تھے طریقت کے محافظ تھے شریعت کے
سمیٹا تھا سمندر علم کا دل کے نگینے میں

بڑھی حد سے جو بیتابی ہوئی آغوش رحمت وا
مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیہ اعظم ہند کی تعلیم و تربیت نرالا انداز

از بندۂ بندگانِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء محمد لطف اللہ قادری خادم

دارالافتاء شاہی جامع مسجد شہر متھرا (یوپی)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ؕ صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آج میں اپنے مشفق استاذ محترم بلکہ محسن اعظم استاذ الاعلام حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی خلیفہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے پچاسویں عرس مبارک کے مبارک موقع پر حسب فرمائش شاہزادۂ عالی وقار حضرت مولانا علاء المصطفٰے قادری زید مجدہم کچھ آپ بیتی سرگزشت جو حضرت موصوف کی چند سالہ خدمت میں پیش آئی، بیان کرتے ہوئے اپنی سعادت و خوش نصیبی پر مسرت و فخر محسوس کر رہا ہوں۔

حضرت موصوف کے دینی و علمی کارناموں پر تو پختہ کار علمائے ذوی الاحترام ہی قلم اٹھا سکتے ہیں۔ میں تو ان کے علم و فضل کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں "حضرت صدر الشریعہ علیہ الرضوان والرحمہ کا مبلغ علم و فضل اللہ اکبر"

اس بارے میں کچھ اور معروضات پیش کرنے سے پہلے حضرت موصوف کی شان میں وہ منقبت جو بمقام بریلی شریف بماہ صفر ۱۳۶۲ھ یعنی چوّن ۵۴ سال پیشتر کہی تھی پیش کر رہا ہوں،

واہ آنِ امجدی و واہ شانِ امجدی ٭ بن گئے مخدوم ہو کر خادمانِ امجدی۔ تا ابد پھولے پھلے یہ گلستانِ امجدی ٭ اور دن دونا ہو یارب دودمانِ امجدی

شادماں ہوتے رہیں سب دوستانِ امجدی ٭ غیظ میں جلتے رہیں سب دشمنانِ امجدی

حاملِ اسرارِ ربانی جنانِ امجدی ؛ مطلع انوار ایمانی دہانِ امجدی ۔ انکشافِ عقدِ حقانی بیانِ امجدی ؛ سُنیوں کا دورِ سلطانی زمانِ امجدی

کس قدر خاموش ہے یارو زبانِ امجدی ؛ خود کھنچے آتے ہیں دیکھو عاشقانِ امجدی

اُٹھ گئی دنیا سے نسلِ نوجوانِ امجدی ؛ صبر و شکر و حمد کرتی ہے زبانِ امجدی ۔ ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں خاندانِ امجدی ؛ مانگتے ہیں رب سے خیر بال و جانِ امجدی

کتنا مشکل دور دورِ امتحانِ امجدی ؛ دل ہلا دے گی نہ پوچھو داستانِ امجدی

نجدیا جل جل کے بس خاک میں مل جائیگا ؛ ہم تو ہنستے ہی رہیں گے تجھکو رونا آئیگا ۔ فتنہ گر حملہ نہ کر یہ وار خالی جائیگا ؛ سوتے شیروں کو جگا کر دیکھ تو پچھتائیگا

سینوں میں ہے ابھی باقی نشانِ امجدی ؛ روک آتی ہے قضا بن کر سنانِ امجدی

آج کیسی گرم ہے بزمِ رضائے نامور ؛ ہے سفر میں جس کی بہر روشنی ماہِ صفر ۔ بادۂ رضوی بلاتی ہے وہ ساقی کی نظر ؛ ہے فضا پر آج اک پُرکیف مستی جلوہ گر

وجد میں کیا جھومتے ہیں میکشانِ امجدی ؛ لطف کیا نغمہ سرا ہے مدح خوانِ امجدی

حضرت موصوف کے آخری طلبہ میں مجھ جیسے ایک نابکار کا بھی شمار ہے جس نے اُن کی آخری حیات کے لمحات کو بہت قریب سے دیکھا ہے ۔ ان کی دور اندیش نظر نے آخری وقت میں منجملہ اور چند خوش نصیب ہستیوں کے مجھ ناچیز کو بھی اپنی غلامی کے لئے منتخب فرمایا تھا ۔ چنانچہ اکثر و بیشتر سفر کے مواقع پر اپنے ہمراہ لے جایا کرتے تھے ۔ میری عمر اس وقت ۱۷ یا ۱۸ سال کی تھی ۔ سفر کی حالت میں ان کے پانوں کی ڈبیّ میرے ہی پاس رہا کرتی تھی ، جب بھی طلب فرماتے میں پان پیش کر دیا کرتا تھا ۔ ان کو میرا بنایا ہوا پان بہت مرغوب تھا ، پان میں تمباکو بہت ہی خفیف ہوا کرتا تھا ۔ کبھی کبھی ان سے نگاہ بچا کر میں بھی اُن کی ڈبیّ کا پان کھا لیا کرتا تھا ۔ اُسی وقت سے میں بھی پان کا عادی ہو گیا لیکن ان پر یہ ظاہر نہ ہونے دیتا کہ میں بھی پان کھاتا ہوں اپنے ہونٹوں پر پان کی سُرخی کو صاف کر لیا کرتا تھا ۔ ایک دن بحالتِ سفر اتفاقاً ان کے پان میں میرے ہاتھ سے معمول سے کچھ زیادہ تمباکو پڑ گیا ۔ فرمایا کہ میرے پان میں اپنی طرح زیادہ تمباکو ڈال دیا ۔ اتنا سننا تھا کہ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا کہ آج حضرت نے میرے پوشیدہ جُرم کا پردہ فاش کر دیا ۔ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ میرا پان کھانا حضرت کے علم میں نہیں ہے اس ندامت کا میرے ہوش و حواس پر اسقدر گہرا اثر پڑا کہ حضرت معمولاً روزانہ دلائل الخیرات شریف پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ سفر میں بھی

ناغہ نہ فرماتے اس سفر میں دلائل الخیرات شریف سامانِ سفر میں سے میرے ہاتھ سے کہیں گم ہوگئی اس کے احساس سے میرے ہوش و حواس اور بھی ماؤف ہوگئے۔ بقولِ کسے ؎

آئینہ اُن کا ٹوٹ گیا میرے ہاتھ سے ؛ اب کوئی منہ دکھانے کی صورت نہیں رہی

میں نے بکوشش داب وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب دلائل الخیرات شریف کے گم ہونے کا حال خدمت عالی میں عرض کیا تو مجھے ہلکی سی ڈانٹ پلائی۔ فرمایا ”ہوش میں نہیں رہتا“ بریلی شریف پہونچکر صبح کے مجھ سے فرمایا ”تھوڑا سا گل لے آؤ“، میں حکم پاتے ہی چل دیا پھر مجھے واپس بلایا اور پوچھا کیا لاؤ گے ؟ میں نے عرض کی حضور گل۔ فرمایا پھول نہیں تمباکو کا گل غالباً حضرت کو یہ خیال آیا کہ سیدھا طالب علم ہے کہیں بازار سے پھول نہ لے آئے، حالانکہ میں جانتا تھا کہ دانت مانجھنے کے لئے گل طلب فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ میں ریاست دادوں میں کچہری کی چھت سے نیچے اُتر رہا تھا اور حضرت نیچے سے اوپر تشریف لا رہے تھے زینہ کافی چوڑا تھا۔ میں ایک طرف سمٹ کر آہستہ آہستہ اُترنے لگا جب اُس سیڑھی پر پہونچا جس پر حضرت نے قدم رکھا تھا تو میرے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور فرمایا کچھ نہیں،، اور اوپر تشریف لے گئے۔ میں نیچے اتر آیا۔ حالانکہ طلبہ کو مارنے کی عادت نہ تھی ہاں ڈانٹ بہت سخت تھی جسے سن کر طلبہ کے حواس باختہ ہو جاتے تھے۔ چونکہ اس وقت میں بزرگوں کے داب وآداب سے قطعاً نابلد تھا حضرت کا تھپڑ کھا کر وہ بات سمجھ میں آگئی اس لئے بات کی نہیں،، یہ ایک تھپڑ میرے حق میں نہایت کارآمد ومفید ثابت ہوا مجھے اس ایک تھپڑ نے داب وآداب کی بہت سی منزلیں طے کرادیں۔ میرے دل میں اب تک یہی حسرت باقی ہے کہ کاش ایسے چند تھپڑ اور بھی کھائے ہوتے،

میرے تایا میاں مرحوم منشی اللہ بخش صاحب کو حضرت سے بڑی محبت وعقیدت تھی حضرت کو عرق النساء کی تکلیف رہا کرتی تھی میرے تایا میاں مرحوم نے ایک نسخہ تحریر کرکے حضرت کی خدمت میں پیش کیا جو مفید ثابت ہوا اور اُس نسخے کے گم ہونے پر حضرت نے کئی بار وہ نسخہ تایا میاں مرحوم سے بذریعہ تحریر طلب فرمایا۔ جب حضرت نے ریاست دادوں کو خیر باد کہا تو میں

اور میرے تایا میاں مرحوم علی گڈھ تک حضرت کے ہمراہ رہے اور میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں حضرت سے دریافت کیا کہ حضور ان غلاموں کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا اس وقت تو میں اپنے وطن گھوسی جا رہا ہوں۔ یہ لوگ بریلی شریف چلے جائیں، میں مفتئ اعظم مصطفےٰ میاں کے نام ایک رقعہ تحریر کیے دیتا ہوں وہاں ان کی اچھی تعلیم ہو جائے گی چنانچہ ہم لوگوں کو اپنے طلبہ تحریر فرما کر دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی صاحبہ میں داخل کرا دیا۔ اُس وقت حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ وہاں صدر المدرسین تھے جو حضرت ہی کے تلامذہ سے تھے۔ حضور مفتئ اعظم نے حضرت صدر الشریعہ کا مکتوب گرامی پا کر ہم چار طلبہ۔ میں[1]، مولانا مظہر ربانی[2]۔ مولانا محبوب خدا بخش افریقی[3] اور مولانا منظر اٹاوی[4] کی تعلیم کا معقول انتظام فرما دیا سب ساتھیوں کو مختلف مساجد میں امامت کیلئے بھیج دیا لیکن مجھے اپنی خدمت میں رکھا دولتخانہ شریف سے مجھے کھانا ملتا تھا اور حضور کی قیامگاہ میں پڑھتا، کھاتا پیتا اور سوتا تھا۔ میرے تایا میاں مرحوم حضور کی خدمت میں اکثر عریضہ بھیجا کرتے تھے کہ حضور ایک یا دو کتابیں اپنے غلام کو خود پڑھائیں۔ جب بھی حضرت کی خدمت میں اُن کا خط پہونچتا تو مجھ سے فرماتے کہ تمہارے والد کا خط آیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ ایک دو کتابیں آپ خود پڑھائیں اور کسی قدر خفگی کا اظہار فرما کر فرماتے تم دیکھتے ہو مجھے کسی وقت فرصت ملتی ہے! میں تمہیں کس وقت پڑھاؤں پھر بڑی شفقت سے فرماتے اچھا میرے پاس بیٹھ کر پڑھا کرو جہاں ضرورت ہو پوچھ لیا کرو اگر اس صورت حال کو استادی و شاگردی کہا جا سکتا ہے تو بحمداللہ تعالیٰ مجھے حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کی شاگردی کا بھی شرف حاصل ہے۔ حالانکہ میرے علم میں خاندانِ رضویہ کا شاید کوئی فرد بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُن کو حضور مفتئ اعظم نے خود پڑھایا ہو۔

قریبًا ایک سال کے بعد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا گرامی نامہ موصول ہوا کہ میں کچی باغ بنارس کے دینی مدرسہ میں بحیثیت شیخ الجامعہ آگیا ہوں تم لوگ چاہو تو مفتئ اعظم مصطفےٰ میاں صاحب کی اجازت حاصل کرکے بنارس آجاؤ۔ مکتوب گرامی پاتے ہی ہم چاروں طلبہ نے مشورہ کرکے حضور مفتئ اعظم علیہ الرحمہ سے اجازت حاصل کی اور بخیر و عافیت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں

بنارس پہونچ گئے اور وہاں قریباً ایک سال حضور کے سایۂ کرم میں تحصیل علم دین میں مصروف رہے
چونکہ حضور کی آنکھوں کا آپریشن ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد بینائی بالکل ختم ہوگئی اس لئے حضور
کچی باغ کے مدرّ کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن گھوسی شریف تشریف لے آئے اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ
کو بنارس بلاکر ہم جملہ طلبہ کو اُن کے سپرد فرمایا حضور حافظ ملّت نے ہم لوگوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا
اُس کی جزا مالک بے نیاز اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے۔ بالخصوص میرے ساتھ جو اُن کے
ظاہر اور پوشیدہ احسانات رہے اُن کو میں تاحین حیات فراموش نہیں کرسکتا۔ قیام مبارکپور
کے دوران، میں ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوگیا تھا جس کا علاج حضور حافظ ملّت نے اپنی
جیب خاص سے کرایا اور حکیم صاحب کو بلواکر فرمایا کہ حکیم صاحب اِن کا علاج نہایت معقول ہونا
چاہیئے قیمتی سے قیمتی دواؤں کا خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ میری عیادت کے لئے چند
طلبہ کو مقرر فرمادیا تھا تاکہ مجھے کوئی پریشانی پیش نہ آئے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نہایت سادگی سے زندگی بسر فرماتے تھے، سوتی موٹا مضبوط
سفید رنگ کا لباس زیب تن فرماتے آخری حیات میں اِس سادگی میں اور بھی اضافہ ہوگیا تھا
اپنی نسلی اولاد اور عام طلبہ کے ساتھ یکساں برتاؤ ہوا کرتا تھا ہم طلبہ حضرت کو ابّا کہا کرتے تھے
اور حضرت بھی طلبہ کو اولاد کی طرح سمجھتے۔ تعلیم و تربیت میں حضور کا رَوَیّہ بہت سخت تھا،
نمازوں کی پابندی اور احکام شریعت کی پابندی پر بہت زور دیتے، غلط ماحول سے روکتے
بدکلامی اور گالی گلوج سے طلبہ کو باز رکھتے طلبہ کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ نہایت عادلانہ انداز
سے فرماتے۔ ایک دن ریاست دادوں میں حافظ قاری رضاء المصطفےٰ زید مجدہم نے کسی طالب علم
سے جھگڑتے ہوئے گالی بک دی اس طالب علم نے حضرت کی خدمت میں شکایت کی، صاحبزادے
کو اسی وقت بلوایا اور جواب طلب فرمایا انھوں نے جواباً عرض کی کہ ابّا میں نے گالی نہیں بکی
سختی سے فرمایا" پھر کیا دعا پڑھی تھی
اِس سادگی کے باوجود حضرت کی ہر ہر ادا سے عالمانہ وقار، سنجیدگی کم سخنی نمودار

ہوتی تھی صرف وقتِ ضرورت ہی مختصر کلام فرماتے آپ کی زندگی خیر الکلام مَاقلّ ودلّ کی مصداق تھی۔ علم النفس کے ماہر تھے، کبھی طلبہ ان کی ڈانٹ سے زیادہ متاثر ہوجاتے تو کوئی ایسا خوش کن جملہ فرماتے جس سے غم غلط ہوجائے۔ سبق میں ناغہ یا بغیر مطالعہ کیے پڑھنا سخت ناگوار تھا قیام بنارس کے دوران، میں کبھی کبھی میلاد شریف پڑھنے کے لیے چلا جایا کرتا تھا اس لیے مطالعہ چھوٹ جاتا تھا سبق کے وقت چند سطریں پڑھنے پر سختی سے فرماتے رات کو مطالعہ کیا تھا؟ "وہ آنکھ تو اُٹھتی نہیں دیں کیا جواب"، سوا اس کے چارہ نہیں کہ اشک ندامت آنکھوں سے جاری ہوجائیں، جب ملاحظہ فرماتے کہ غم سبق سمجھنے میں مخل ہوگا تو ایک دن مجھے خوب یاد ہے حسب موقع فرمایا "سیّاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کو"، میرا غم دور ہوا۔ اور چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوگئی اِس لیے کہ ایسی بات حضرت کی زبان مبارک سے پہلی ہی بار سنی تھی اور میں یہ بھی سمجھتا تھا کہ حضرت نے یہ جملہ میرا غم غلط کرنے کے لئے بولا ہے۔

کسی بزرگ کی خدمت میں ہمہ وقت رہنے والے خدّام کسی قدر بے تکلف و بے باک ہوجایا کرتے ہیں لیکن حضور کا خداداد رعب و جلال میں نے ایسا دیکھا کہ کبھی بے تکلفی و بیباکی ہم طلبہ کے قریب تک نہ آئی ہمہ وقت ساتھ رہنے کے باوجود ہم لوگ آپس میں اِس قدر آہستہ بات کرتے کہ صرف باہم ہی ایک دوسرے کی بات سنتے اور کہتے تھے۔ یہ صفتِ رعب و جلال حضور مفتی اعظم اور حضور حافظ ملت کی خدمت میں رہ کر بھی مشاہدہ میں آئی۔

کچی باغ بنارس کے مدرسہ میں مطالعہ سے فارغ ہوکر ہم چاروں طالب علم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور دست وپا دباتے، اور نہایت ادب کے ساتھ حضور سے اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے زمانۂ مبارک کے حالات دریافت کرتے۔ حضور بڑے تاثر سے آہ سرد بھرتے اور فرماتے "وہ آہ تیرا زمانہ"، اور ہم لوگوں سے ہم کلام ہوکر فرماتے اُن کے زمانے میں جن مسائل کی تحقیق ہوگئی، ہوگئی۔ اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس سے دل کو اطمینان حاصل ہو۔

گھوسی شریف میں مجھے کئی کئی دن رہنے کا بارہا موقع ملا۔ وہاں پہونچ کر میں

اِدھر اُدھر گھومنے کے لئے نکل جاتا حضرت ناشتے اور کھانے کے وقت میرا انتظار فرماتے جب میں واپس آتا تو کسی قدر خفگی سے فرماتے تم کہاں چلے جاتے ہو میں دیر سے انتظار کر رہا ہوں پھر اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے ۔

حضور کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے ایک مرتبہ ریاست دادوں میں حضرت مولانا امین الدین صاحب چھپروی علیہ الرحمہ ایک طالب علم سے گھیاں کے پتوں کا تقاضا فرما رہے تھے تو حضور نے سُن کر ارشاد فرمایا یہ پتے تو کیا آپ کو گھیاں بھی نہیں دے گا۔ حضور اپنے طلبہ کو بزدل بھی نہیں بناتے تھے۔ ایک مرتبہ ریاست دادوں میں جب میں مدرسے باہر بستی میں کسی کام سے گیا تو وہاں کے چند جاہل لڑکوں نے جو مجھ سے میری اچھی صحت دیکھ کر جلا کرتے تھے انھوں نے مجھ سے بدکلامی کی میں نے بھی اُن کو بُرا بھلا کہا وہ سب مل کر مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مجھے خوب زدوکوب کیا میں روتا ہوا حضور کی خدمت میں فریادی ہوا تو فرمایا ،، کدّو کہیں کا میرے پاس پٹ کر آیا ہے، مار کر آتا تو میں اُن کو دیکھ لیتا ۔،،

جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے میں نے تحصیل علم سے فراغت پائی میرے ہم سبق ساتھیوں میں مفتی عبد المنان مبارکپوری، قاری محمد یحییٰ مبارکپوری علیہ الرحمہ اور مولانا عبد الرشید چھپروی وغیرہم زید مجدہم تھے۔ فراغت کے بعد میں مبارکپور سے اپنے آبائی وطن جلالی ضلع علی گڈھ آگیا اور عرصۂ دراز تک میرا علاج جلالی اور علی گڑھ میں ہوتا رہا۔ اُسی دوران میں نے عرس رضوی شریف میں حاضری دی ۔ ڈاکٹر نے بریلی شریف جانے کی اجازت اِس شرط پر دی کہ آپ انجکشن لگنے کی تاریخ تک علی گڈھ واپس آجائیں ورنہ علاج میں فرق پڑ سکتا ہے ۔ میں نے وعدہ کر لیا اور بریلی شریف کیلئے روانہ ہو گیا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بھی بریلی شریف تشریف لے آئے تھے اور مبارک پور سے میری سند فراغت بھی اپنے ہمراہ لیتے آئے ۔ اور بریلی شریف میں وقت کے اکابر علماء سے میری سند پر دستخط کرا کر مجھے عطا فرمائی ۔ اُس وقت حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ سخت علیل تھے اِس لئے عرس شریف میں حاضر نہ ہو سکے ، عرس رضوی شریف

سے فراغت کے بعد حضور صدر الشریعہ، حضور مفتی اعظم علیہما الرحمہ حضرت صدر الافاضل کی عیادت کیلئے بریلی شریف سے مراد آباد شریف تشریف لے گئے اور مجھے بھی اپنی رکاب سعادت میں لے لیا وہاں سے دوسرے دن صبح کو حضور مفتی اعظم کو بریلی شریف واپس جانا تھا اُس وقت مراد آباد کے بازار میں پاکستان جانے والوں کا گھریلو سرو سامان سستے داموں پر فروخت ہو رہا تھا میں نے بھی وہاں سے ایک وزنی پاندان اور ایک بڑا لوٹا خریدا اور اسی لوٹے میں پانی بھر کر حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو وضو کرایا فضا خراب ہونے کی وجہ سے اُس وقت مراد آباد اور اکثر مقامات پر قنوتِ نازلہ پڑھا جا رہا تھا۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے مجھے حکم فرمایا کہ مجھے بریلی پہنچاؤ میں نے وعدہ کر لیا اس کے بعد حضور صدر الشریعہ نے مجھے حکم فرمایا کہ مجھے گھوسی پہونچاؤ میں نے ادباً بے تامل وعدہ کر لیا دونوں کی سواری روانہ ہونے میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا فاصلہ تھا اب مجھے اپنی نادانی پر نہایت افسوس ہوا کہ میں نے یہ کیا حماقت کی کہ دونوں سے وعدہ کر لیا پھر ڈاکٹر سے علی گڑھ میں وقت پر انجکشن لگوانے کا بھی وعدہ تھا اس صورت حال نے میرے دماغ کو ماؤف کر دیا کہ ان تینوں وعدوں کا ایفا کس طرح ہو سکے گا، اور وعدہ خلافی کی عادت نہیں تھی نہ اَب ہے حسب وعدہ پہلے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ ہو لیا اتفاقاً ایک صاحب حضور سے آکر ملے جو گھوسی یا وہاں کے قرب و جوار کے باشندہ تھے انھوں نے حضور کو اپنے ہمراہ گھوسی شریف پہنچانے کا وعدہ کر لیا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا مولوی لطف اللہ اب میں اِن کے ساتھ بآرام چلا جاؤنگا تمہیں میرے ساتھ چلنے کی اَب ضرورت نہیں، میں نے خُدا کا شکر ادا کیا، اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو ہمراہ لے کر بس اسٹیشن پہونچا یہانتک کہ ہم دونوں بس میں سوار ہو گئے اب مجھے بار بار یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ علی گڈھ والے ڈاکٹر کو کیا جواب دونگا۔ حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے میرا متفکر چہرہ دیکھا اور کسی قدر مسکراہٹ کے ساتھ ارشاد فرمایا مولوی لطف اللہ تم علی گڑھ جاؤ میں نے ادباً عرض کی کہ نہیں حضور میں آپ کو بریلی شریف پہنچا کر چلا جاؤنگا لیکن حضور نے باصرار فرمایا ہم خوشی سے کہہ رہے ہیں کہ تم علی گڈھ جاؤ، اس لئے

بہارِ شریعت کے قلمی نسخے جو آج بھی بطور یادگار محفوظ ہیں
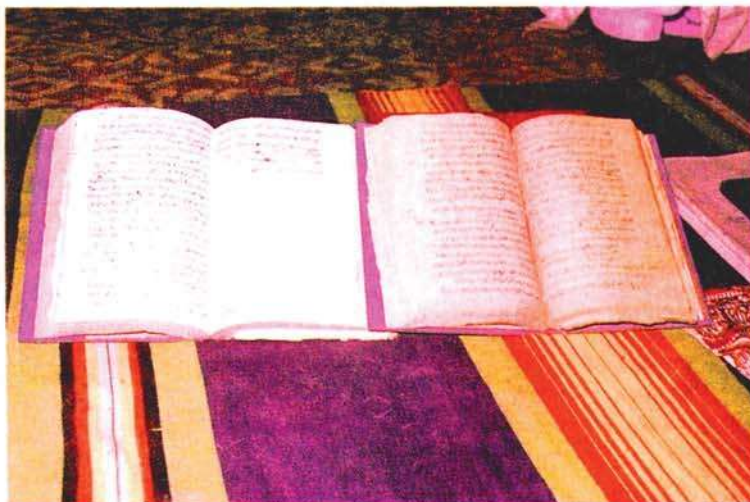
فتاویٰ امجدیہ کی نقول کا ایک منظر
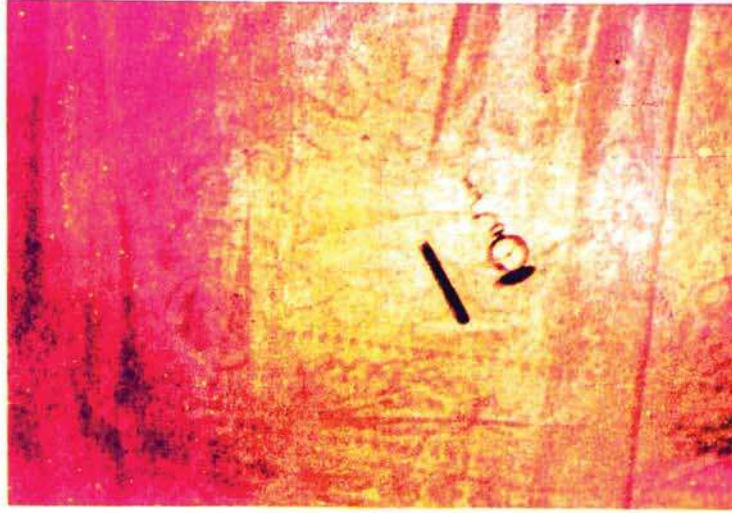
حضور صدر الشریعہ کا قلم اور گھڑی
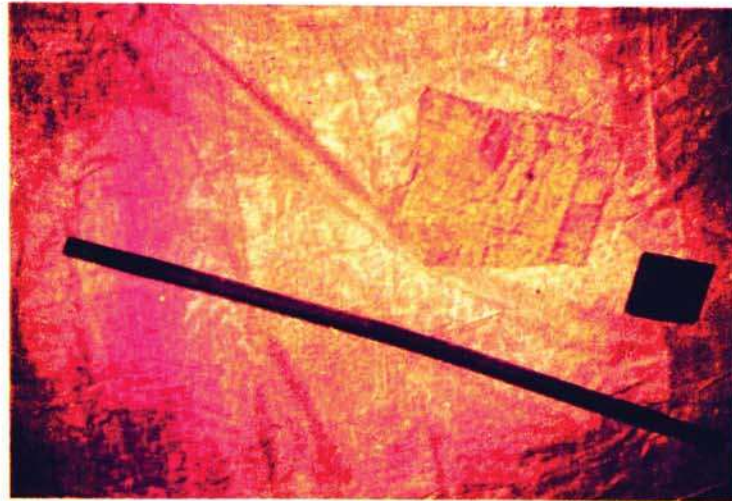
حضور صدر الشریعہ کا عصا ، رومال اور پاندان

کہ بس میں ایک صاحب بریلی کے باشندہ جو حضور کے معتقد بھی تھے موجود تھے انھوں نے حضور کی دست بوسی کی اور اپنے ہمراہ لے جانیکا وعدہ کرلیا اب کیا تھا میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں علی گڑھ کیلئے روانہ ہوگیا اور راستہ بھر اِن دونوں مبارک ہستیوں کی کرامات جو تاہنوز میرے دل کی گہرائی میں گھر کیے ہوئے ہیں، اُنھیں کے سایہ میں علی گڈھ پہونچا اور وقت پر انجکشن لگوایا اور اب تک اِن بزرگوں کے فیوض و برکات سے اِس طرح مالا مال ہوں کہ اُن سے باوجود پردہ فرمانے کے مجھے کوئی دوری ہی محسوس نہیں ہوتی ایک دن متھرا کی جامع مسجد میں غالباً نماز عصر سے فارغ ہوکر دل میں حضور استاذی صدر الشریعہ کا خیال آگیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بار بار یہ خیال آتا تھا کہ حضور نے یہ کیا کیا کہ اپنے ساتھ رکھ کر ہی فراغت نہ کرائی مبارکپور بھیج دیا بالآخر دل میں ایک جواب حضور کیجانب سے اِلقا ہوا کہ بچوں کو آگے سبق اُس وقت پڑھایا جاتا ہے جب پڑھا ہوا سبق یاد ہوجائے اب مجھے تسکین حاصل ہوئی اور سوچا کہ تجھے جتنا پڑھا دیا ہے وہی کافی ہے۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمہ۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے آخری نوازشنامہ کا خلاصہ جو قیامِ آگرہ کے زمانہ میں غالباً ۱۹۴۸ء میں موصول ہوا۔ عزیزی مولوی لطف اللہ و علیکم السلام دین کی خدمت میں حتی المقدور لگے رہو لیکن تشدد کا زمانہ نہیں سنجیدگی سے کام لینا چاہیئے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ اٰلہٖ وصحبہ وعلماء امتہ وبارک وسلم دائماً ابداً

صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ کا آخری زمانہ تدریس

حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب بانده

بطور تشکر و امتنان عرض ہے کہ فقیر کی بسم اللہ خوانی ۱۹۲۹ء میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے کرائی۔ اور درس نظامیہ کی ہدایہ اخیرین، و ملا حسن، جیسی اہم ترین کتابیں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ فقیر کے والد ماجد استاذ القراء مولانا قاری سید محمد عبد المعبود صاحب علیہ الرحمہ جامعہ نعیمیہ میں شیخ التجوید کی حیثیت سے منصب تدریس پر فائز تھے، قاعدہ بغدادی ختم ہوتے ہی حضرت صدر الافاضل کے ایماء پر والد ماجد نے حفظ شروع کرادیا اور فقیر بفضلہ تعالیٰ نو سال آٹھ مہینے میں مکمل حافظ قرآن ہو گیا۔

حضرت صدر الشریعہ ہمیشہ فقیر کو حافظ مسعود کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ دس سال کی عمر میں مدرسہ سبحانیہ سرائے گڈھی الہ آباد میں داخل ہوا اور استاذ القراء حضرت قاری محب الدین صاحب سے تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی۔

اسی زمانہ میں حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب کی زیارت نصیب ہوئی، مولانا موصوف مدرسہ سبحانیہ کے صدر المدرسین تھے، (۱) مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی (۲) الحاج عبد الرب صاحب وغیرہم موصوف کے بعض تلامذہ ایسے تھے جو علم و فضل میں شہر الہ آباد پر چھائے ہوئے تھے۔ مسلک اہلسنت کیخلاف کسی بد مذہب بڑے سے بڑے عالم کی مجال نہ تھی کہ الہ آباد میں کچھ بول کر گذر جائے۔ موصوف کے تلامذہ بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر اس کا ناطقہ بند کر دیتے تھے۔

۱۳ رسال کی عمر میں فقیر کی تعلیم کانپور میں شروع ہوئی۔ اور عربی، فارسی کی ابتدائی تعلیم کے اسباق شروع ہونے تک کانپور میں ہی قیام رہا۔ اسی دوران والد ماجد اپنے بیانات کے سلسلے میں کانپور تشریف لائے۔ تقریباً ایک ہفتہ ان کا قیام کانپور میں ہوا۔

جلسوں سے فارغ ہونے کے بعد والد ماجد نے فرمایا تم کو کانپور کے بجائے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڈھ میں پڑھنا ہے۔ میں نے تمہارے متعلق صدرالشریعہ سے گفتگو کرلی ہے۔ انکی سفارش سے فوراً تمہارا داخلہ ہوجائیگا۔ میں نے ابتداءً اختلاف کیا۔ کیونکہ کانپور میں میرے ماموں ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب ہاشمی، مالک ہاشمی میڈیکل ہال چمن گنج میں اور میری پھوپھی ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ جن کے پاس اوقات فرصت گذارنے میں بڑا لطف رہتا تھا۔ اور قصبہ دادوں کا دیہاتی ماحول اس کے برعکس بالکل اجنبی اور غیر مانوس تھا۔ مگر والد صاحب کے ارشاد پر اور قدرے وہاں کی علمی تفصیلات سنکر میری تسلی ہوگئی

والد ماجد مجھے ہمراہ لیکر طے شدہ پروگرام کے مطابق علیگڈھ پہنچ گئے۔ علیگڈھ اسٹیشن سے باہر آکر والد صاحب نے مجھے سامان کی نگرانی کیلئے چھوڑا اور خود بس اسٹینڈ جاکر دادوں جانیوالی بس کا حال معلوم کرنے لگے۔ شہر علیگڈھ سے دادوں کا فاصلہ تیس ۳۰ میل کے قریب تھا۔ اتفاقاً دادوں سے ایک بس آئی جس سے چند علماء کرام اترے۔ والد صاحب سے انکی ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ ابھی تھوڑی دیر میں کسی ٹرین سے آنیوالے ہیں۔ یہ علماء انھیں کے استقبال کیلئے آئے ہیں صبح غالباً دس ۱۰ گیارہ ۱۱ بجے کا وقت تھا۔ والد صاحب نے فوراً آکر مجھے خوشخبری سنائی کہ صدرالشریعہ آنیوالے ہیں۔ دادوں کے بجائے یہیں حضرت سے ملاقات ہوجائیگی۔ یہ کہکر وہ انھیں علماء کے ساتھ پلیٹ فارم کی طرف روانہ ہوگئے۔ کانپور سے علیگڈھ تک سفر میں والد ماجد نے غائبانہ صدرالشریعہ کا مجھ سے جو تعارف کرایا تھا۔ اس کی وجہ سے میرے ذہن میں صدرالشریعہ کا تصور کانپور والہ آباد وغیرہما میں دیکھے ہوئے بڑے بڑے علماء کے تصور سے بہت بلند تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ حضرت کا قد وقامت کیسا ہوگا۔ لباس فاخرہ اور جبہ و دستار کا کیا عالم ہوگا ابھی میں اسی قسم کے خیال میں غلطاں وپیچاں تھا کہ صدرالشریعہ اپنے استقبالیوں کے ہمراہ پلیٹ فارم سے باہر تشریف لائے "لیس الخبر کالمعائنہ" تصورات کی دنیا ڈوب گئی۔ میں نے حضرت کی دست بوسی کی۔ معاملہ میرے تصور کے برعکس نکلا۔

حضرت معمولی کھدّر یا سٹھے کا کرتا، چوڑی مہری کا پائجامہ، روئی کا ہرا شلوکا، (کیونکہ سردی کا موسم تھا) معمولی کپڑے کی سفید گول ٹوپی، زیبِ تن

گئے ہوئے تھے، اہلیہ محترمہ اور بچے ہمراہ تھے۔ حافظ رضا ء المصطفٰی بچوں میں سب سے بڑے تھے۔ انکی عمر گیارہ یا بارہ سال ہوگی۔ انکے بعد سعیدہ و عائشہ دو صاحبزادیاں باقی سب صاحبزادے ان سے بھی چھوٹے تھے۔

دادوں پہنچکر والد صاحب نے حضرت صدر الشریعہ کی سفارش سے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں میرا داخلہ کرایا اور رخصت ہوگئے۔ اس وقت صدر الشریعہ کے پاس جن طلبہ کے اسباق تھے ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں۔ مولانا اعجاز ولی خاں، مولانا حافظ مبین الدین فاروقی مولانا محمد خلیل خاں، مولانا حافظ و قاری محبوب رضا خاں مولانا سید ظہیر احمد زیدی، مولانا غلام ربانی، مولانا اختر الزماں خاں شیروانی، مولانا رفیق الحق صاحب وغیرہم، مدرسہ میں اور بھی اساتذہ تھے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا امین الدین صاحب چھپروی، مولانا عبدالشاہد خانصاحب شیروانی، مولانا شریف صاحب، مولانا نور محمد صاحب، ۔ میری استعداد کے مطابق میرے اسباق صدر صاحب کے بجائے۔ مذکورہ مدرسین کرام کے پاس تھے ۔ چند ہی روز میں مجھے صدر الشریعہ کی علمی جلالت و عظمت کا بخوبی اندازہ ہوگیا۔ اس وقت میری عمر ۱۶-یا- ۱۷ رسال تھی بہت سے علماء

حضرت سے ملنے آیا کرتے تھے۔ اور پیچیدہ سوالات جو ان سے حل نہیں ہو سکتے تھے پیش کرتے حضرت فوراً ان کا حل فرما دیتے تھے۔ حضرت کی شفقت و توجہ سے میں بہت جلد حضرت کے قریب ہوگیا اور درس کے علاوہ ہر علمی مجلس میں بے تکلف حاضری کا موقع ملنے لگا۔

اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس میں حضرت بریلی شریف ضرور جاتے اور تلامذہ بھی ہمیشہ ان کے ہمراہ رہتے تھے۔ دادوں پہنچنے کے بعد میں بھی انھیں میں شامل ہوگیا، بریلی حاضری میں ہمارے دو مقصد تھے۔ [۱] "اعلیٰحضرت کے فیوض و برکات کا حصول،، [۲] "صدر الشریعہ کا اپنے ہم عصر علماء سے ربط و تعلق اور علمی و فقہی مکالمات سے استفادہ"

حضرت کی معیت کے طفیل میں نے بیک وقت جن بزرگوں کی زیارت کی ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی حضرت محدثِ اعظم ہند سید محمد صاحب کچھوچھوی، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰی رضا خانصاحب بریلوی، حضرت امیر شریعت مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صاحب

صدیقی میرٹھی، حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری، حضرت برہان الملت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری، وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، ان کے علاوہ دیگر علماء کرام جن سے ہماری ملاقات عرس کے موقعہ پر بریلی شریف میں ہوئی تھی۔ ان میں اکثریت صدر الشریعہ و صدر الافاضل کے شاگردوں کی ہوتی تھی۔ جو اس وقت ملک کے نامور مقرر، مناظر، مفتی، محدث، مفسر، اور بڑے بڑے مدرسوں کے صدر المدرسین تھے۔ عرس کے موقع پر پورا ماحول علمی مباحث، اور باہمی نقد و تبصرہ اور جرح و قدح کی آماجگاہ بنجاتا تھا۔

ایک مرتبہ صدر الشریعہ کے نئے اور پرانے تلامذہ کے درمیان بے تکلف اور دلچسپ گفتگو ہو رہی تھی۔ میں بھی وہاں موجود تھا، کہ پالی کے مناظرہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ دیوبندیوں پر سنیوں کی فتح عظیم پر پالی والوں نے عظیم الشان جشن فتح منانے کا پروگرام بنایا اور صدر الشریعہ کو اجلاس کی صدارت کیلئے مدعو کیا۔ حضرت نے منظوری دے دی۔ پالی والے حضرت کی زیارت کیلئے بے چین تھے انھوں نے حضرت کے شاگردوں کی قابلیت اور فن مناظرہ کی مہارت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر لیا تھا۔ اسٹیشن پر بے شمار استقبالیوں کا ہجوم تھا۔ ٹرین پہنچتے ہی تکبیر و رسالت کے نعروں سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔

حضرت ٹرین سے اترے اور استقبالیوں کا مجمع ہر طرف سے ٹوٹ پڑا۔ مگر اکثریت نے حضرت کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا حضرت کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنے والے کم تھے۔ زیادہ ہار مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری، اور مولینا غلام جیلانی صاحب میرٹھی کے گلے میں ڈالے گئے چونکہ حضرت کے یہ دونوں شاگرد قد آور، لحیم شحیم، اور نہایت شکیل و وجیہہ تھے۔ اور علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ پہلے محدث اعظم پاکستان اور دوسرے صدر العلماء کہے جاتے ہیں۔ دونوں شاگرد ناسمجھ عوام کی کوتاہ نظری کی وجہ سمجھ گئے، فوراً انھوں نے ویٹنگ روم سے ایک کرسی منگوائی، اور اس پر حضرت کو بٹھا دیا۔ اور خود دونوں حضرات دائیں بائیں زمین پر بیٹھکر حضرت کے پیر دبانے لگے۔ سبحان اللہ۔ اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی ہر شخص نے سمجھ لیا کہ کون کیا ہے؟

مدرسہ حافظیہ سعیدیہ نواب ابوبکر خانصاحب شیروانی نے اپنی علم دوستی و دریا دلی کی بنیاد پر اپنی

اسٹیٹ دادوں میں قائم کیا تھا جو ایک پرانی حویلی میں تھا اس کے سارے اخراجات کیلئے نواب صاحب نے ۱۴ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی اپنی جائداد وقف کردی تھی۔

نواب ابوبکر خاں صاحب حافظ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ لہذا پیر و مرشد کی نسبت سے مدرسہ کا نام حافظیہ اور اپنے والد ماجد کی نسبت سے سعیدیہ رکھا تھا۔ ابوبکر خانصاحب کے بعد ان کے بھائی حاجی غلام محمد خانصاحب شیروانی (حاجی میاں) رئیس اعظم موہن پورہ ضلع ایٹہ مدرسہ کے متولی رہے۔ موصوف متبع سنت اور علماء کے بڑے قدرشناس تھے۔ انھیں کی کوششوں سے صدر الشریعہ اس مدرسہ میں تشریف لائے۔ حاجی میاں بھی حافظ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور اپنے پیر کے بڑے شیدائی، پختہ کار شاعر بھی تھے ان کی نعت و منقبت کا مجموعہ دیوان حافظی کے نام سے طبع ہو چکا تھا۔ ان کا ایک شعر ہے۔

تم سے تم کو مانگتا ہے شاہِ اسلم بے نوا
ماسوا اس کے خدا شاہد تمنّا کچھ نہیں

ضلع علیگڈھ میں دادوں کی طرح اور بھی جاگیریں تھیں۔ اور اکثر جاگیرداروں کو نواب کہا جاتا تھا

ایک مرتبہ ایک نواب صاحب نے اپنے یہاں بڑے پیمانہ پر جلسۂ میلاد النبی منعقد کیا جس میں بہت سے نواب و جاگیردار اور رؤسا شریک ہوئے۔ علماء کرام بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ صدر الشریعہ کی تقریر کا پروگرام تھا۔ حسب معمول صدر الشریعہ کے شاگرد بھی ہمراہ تھے، میں بھی طلباء کی جماعت میں شامل تھا۔ سب نے باہمی مشورہ سے قاری محبوب رضا صاحب کو نمائندہ بنا کر حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضور آج ''انّما انا بشر مثلکم،، والی تقریر فرمائیں۔ جو بریلی میں اعلیٰحضرت کے عرس کے موقعے پر فرمائی تھی۔ اس تقریر سے بریلی کی فضاء تحسین و مرحبا کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔ حضرت نے درخواست مسترد کردی اور فرمایا کہ بریلی اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے۔ بریلی کا بچہ بچہ اصل مایہ النزاع سے واقف ہے اس کے برعکس یہاں بہت سے لوگ طواغیت اربعہ کے ناموں تک سے واقف نہیں۔ ہمارے بیان سے گستاخانِ رسالت کا تعارف ہوگا۔ ان کی کفری عبارتیں پیش کرتے وقت ان کی کتابوں کے نام بھی بتائے جائیں گے بہت سے ناپختہ کار ان کی کتابیں پڑھیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم

یہاں تو عشق رسول و تعظیم اولیاء اور مسلکِ اعلیٰحضرت کو دل میں اُتارنے کی ضرورت ہے۔ جب دل نورِ ایمان سے منور ہو گا تو پھر کبھی بھی کہیں بھی کوئی بھی اُس کے خلاف نظر آئے گا تو مومن کامل لاحول سے اس کا مقابلہ کرے گا۔

دادوں میں صدر الشریعہ پورے اطمینان وسکون کے ساتھ تدریس و تصنیف بہار شریعت وحاشیہ طحاوی شریف میں مصروف تھے کہ حاجی میاں متولی مدرسہ کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کی جگہ دوسرے رئیس اعظم مدرسہ کے متولی بن گئے۔ یہاں سے مدرسہ کے پورے نظم ونسق میں تغیر شروع ہو گیا۔ علم و علماء کی قدر و منزلت کم ہونے لگی۔ کاسہ لیسی و دربارداری کا دور شروع ہو گیا۔ حضرت بھی دل برداشتہ ہو گئے۔ مگر ہونہار شاگردوں کے دورۂ حدیث کی تکمیل تک دادوں کا قیام حضرت نے ترک نہیں فرمایا۔ مگر یہ بات ہر طرف پھیل گئی کہ حضرت دادوں چھوڑنے والے ہیں وہ طلبہ جو حضرت ہی کی خاطر یہاں آئے تھے سخت فکر و تشویش میں پڑ گئے۔ ایک دن ہم لوگوں نے عرض کیا حضور دادوں سے تشریف لے جائیں گے تو ہمارا کیا ہو گا۔؟ فرمایا فکر مت کرو میں جہاں جاؤں گا وہیں، انشاء اللہ تمہارا انتظام بھی ہو جائیگا دورۂ حدیث کی تقریب مدرسہ میں بڑی دھوم دھام سے ہوئی اس کے بعد حضرت دادوں سے رخصت ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد حضرت نے مظہر العلوم کالج کچی باغ بنارس کی دعوت منظور فرمائی۔ اور صدر المدرسین کی مسند پر جلوہ افروز ہو گئے۔ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے، اطلبہ بنارس پہونچ گئے اور حضرت کے حکم پر سب کا داخلہ ہو گیا۔ میں اور میرے ہم سبق مولانا لطف اللہ صاحب جلالی، علی گڈھی پیش پیش تھے۔ ہمارے ساتھ افریقہ، ماریشش کے ایک طالب علم مولوی محبوب خدا بخش داد افریقی بھی تھے۔ جنھیں مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی نے صدر الشریعہ کی وجہ سے دادوں میں داخل کرایا تھا۔

حضرت کی جلالت علمی اور تلامذہ کی استعداد کے باعث چند روز میں مظہر العلوم کالج کے درس وتدریس کا نقشہ بدل گیا۔ ہماری دو کتابیں ہدایہ اخیرین، اور ملّا حسن حضرت کے پاس تھیں باقی اسباق مولوی حبیب الرحمٰن دیوبندی، اور مولوی مکی دیوبندی، اور مولانا کوثر ندوی کے پاس تھے۔ مولانا کوثر ندوی حضرت کے فیضِ صحبت سے

بالکل بدل گئے دیگر دیوبندی طلبا پر بھی حضرت سے عقیدت اور مسلک اہلسنت کی حقانیت کا رنگ چڑھنے لگا۔ "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"

اسی دوران ایک دن حضرت کے شاگرد رشید مناظر اعظم مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حضرت سے ملنے مظہر العلوم آئے۔ گرمی کا موسم تھا حضرت مدرسہ کی چھت پر بعد نماز عشاء گاؤ تکیہ کے سہارے نیم دراز تھے۔ میں حضرت کے سر میں تیل ڈال رہا تھا۔ حضرت مجاہد ملت چھت پر آ گئے ان کے ساتھ کچھ طلبہ اور دیگر حضرات بھی پہونچ گئے انھوں نے سلام کیا اور حضرت نے جواب دیا۔ مجاہد ملت حضرت کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے رسمی گفتگو کے بعد مجاہد ملت نے ایک لمبا پرچہ جیب سے نکالا اور عرض کیا حضور چند اشکال ہیں۔ جنھیں حل کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا سنائیے میں سر میں مالش کر رہا تھا مجاہد ملت سناتے رہے تقریباً تیرہ ۱۳، چودہ ۱۴ موصوف کے لاینحل سوالات تھے۔ حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے مولوی سبحان اللہ چلم بھر کر لائے اور حقہ حضرت کے آگے بڑھا دیا حضرت نے حقہ پینا شروع کیا اور جوابات عنایت فرماتے رہے۔ کہیں کہیں مجاہد ملت کو تشنگی رہ جاتی تو پھر سوال کرتے اور حضرت اس کا جواب مزید وضاحت کے ساتھ عنایت فرماتے، بالآخر مجاہد ملت کی پوری تسلی و تشفی ہو گئی۔

سبحان اللہ، والحمد للہ۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

بنارس کے زمانہ قیام میں حضرت نے دہلی اجمیر، اور کاٹھیاواڑ کے سفر میں مجھے ساتھ رکھا۔ دہلی پہونچے پر مفتی مظہر اللہ صاحب شاہی امام جامع مسجد فتحپوری اور دیگر بڑے بڑے علماء کرام حضرات سے ملنے آتے رہے۔ اجمیر شریف میں دیوان صاحب کے یہاں قیام ہوا۔ جو وہاں کے صاحب سجادہ تھے اور ناظم درگاہ بھی۔ حضرت کے بڑے بے تکلف دوست بھی تھے۔ ناشتہ میں دیوان صاحب نے ہنستے ہوئے کہا کہ مولانا میں آپ کو سنی کہوں یا دیوبندی کہوں، کیونکہ چند ہفتے قبل مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء دہلی یہاں فاتحہ پڑھنے اور زیارت کرنے آئے تھے میں نے ان کو ناشتہ کی دعوت دی۔ کیونکہ درگاہی روایت کے مطابق ہر آنے والے کا خواہ کسی مسلک و مشرب کا ہو خیر مقدم کرنا پڑتا ہے۔

ناشتہ کے بعد انھوں نے کہا دیوان صاحب آپ نے میری جسمانی دعوت تو کی مگر روحانی دعوت نہیں کی جو یہاں کی خاص دعوت ہے۔ میں سمجھ گیا میں نے فوراً قوالوں کو بلایا۔ اور قوالی شروع ہوگئی مگر میں نے اشارہ کردیا تھا کہ ہارمونیم، ڈھولک، مزامیر وغیرہ نہ ہوں۔ مولانا قوالی سنتے رہے ایک کلام ہونے کے بعد کہنے لگے روحانی غذا تو ملی مگر بغیر نمک کے تھی۔ میں نے قوالوں سے کہا نمک ملادو اب مزامیر کے ساتھ قوالی ہونے لگی مولانا محظوظ ہوتے رہے۔ آپ زمانۂ دراز تک یہاں صدر مدرس رہے۔ مگر آپ نے کبھی قوالی نہیں سنی اور یہ دیوبندی جن کے نزدیک درگاہ کی حاضری وزیارت بھی شرک ہے اور یہاں کے تمام مراسم بدعت وگمراہی ہیں۔ خود فرمائش کرکے قوالی سنتے ہیں حضرت نے فرمایا یہ لوگ ابن وقت ہیں سیاسی مفاد کیلئے انھیں اپنا مسلک ومشرب بدلنے میں کوئی عار نہیں۔ ’’لَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا۔‘‘ میں نے حضرت کے ساتھ سب سے طویل سفر کاٹھیاواڑ کا کیا۔ احمد آباد۔ جیتلز، ویدافل، بندر، پوربندر، کیتانہ دھوراجی، جوٹا گڈھ، مختلف مقامات پر برائے نام

قیام رہا۔ اسی درمیان سومناتھ کا مندر بھی دیکھنے میں آیا۔ ہر جگہ علماء کبھی اسٹیشن پر کبھی قیامگاہ پر ملاقات کو آتے رہے۔ سب سے زیادہ قیام دھوراجی میں ہوا، تقریباً بائیس دن یہاں رکنا پڑا۔ قیام گاہ محمد بھائی رنگون والے کی شاندار بلڈنگ میں تھی۔ عبد الکریم رحمت والا، عبد الغفار رحمت والا، اصل میزبان تھے۔ انھیں کے چھوٹے بھائی عبد العزیز رحمت والا کی شادی میں شرکت کیلئے صدر الشریعہ مدعو تھے۔ روزانہ جلسوں اور دعوتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ حاجی عبد الغنی، دھوراجی والے میرے ساتھ حضرت کی خدمت میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ ان کو علماء کی بحث ومباحثہ میں بڑا مزہ آتا تھا۔ اس وقت پورے ملک میں مسلم لیگ کا زور تھا، پارٹیشن ہونے والا تھا۔ دیوبندی گروپ بشکل جمعیۃ العلماء کانگریس کے ساتھ تھا۔ سنیوں میں بعض علماء جیسے مولانا برہان الحق صاحب جبل پوری، مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی وغیرہما باقاعدہ مسلم لیگ کے لیڈروں میں شامل تھے۔ بعض علماء در پردہ لیگ کے ساتھ تھے کچھ سنی علماء علی الاعلان مسلم لیگ کے خلاف فتوے بھی دے رہے تھے

دھوراجی میں بھی یہ بحث چھڑی ہوئی تھی۔ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کے علماء حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسائل حاضرہ پر حضرت کے ارشادات سن کر مطمئن ہوگئے مگر پیر طریقت مولانا عبدالحق صاحب جو اس وقت دھوراجی میں سکون پذیر تھے۔ کسی طرح مطمئن نہیں ہوئے، کہنے لگے مسٹر جناح پر کفر کا فتویٰ دے دیجئے وہ شیعہ ہے وہ فاسق فاجر ہے۔ مسلمانوں کا قائد کیسے بن سکتا ہے۔ جو مسلمان اس کو اپنا قائد مانتے ہیں ان کے خلاف بھی فتویٰ دینا چاہیئے۔ ورنہ حدیث "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ" کی وعید سامنے آئے گی۔ حضرت نے فرمایا بہار شریعت دیکھو۔ میں نے تمام فرق باطلہ کی وضاحت کے ساتھ ان کے خلاف فتویٰ دے دیا ہے۔ ان باطل فرقوں میں شیعہ فرقہ بھی ہے۔ اب کتمان علم کہاں رہا۔ اظہار علم کے لئے ضروری نہیں کہ ہر ہر فرد پر الگ الگ فتویٰ صادر کیا جائے۔ بالآخر مولانا کو خاموش ہونا پڑا۔ حضرت کے ارشاد سے حاضر الوقت تمام علماء کرام و دیگر سامعین کو بحمدہٖ تعالیٰ حدیث شریف کا مفہوم و مطلب پوری طرح معلوم ہوگیا۔

دورہ سے واپسی کے بعد بنارس میں ہماری تعلیم حسب معمول شروع ہوگئی۔ اور حضرت باوجود ضعیفی و کمزوری کے ہماری خاطر تدریس میں مشغول رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت کی آنکھوں میں موتیابند کی تکلیف بڑھ گئی۔ اور آپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ انجام کار حضرت کی آنکھوں کا آپریشن ہوا اور ڈاکٹروں نے پڑھنے اور دماغی کام کرنے سے پرہیز کا مشورہ دیا۔ تو حضرت نے بادل نخواستہ ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ اب مبارکپور یا بریلی جاکر اپنی پوری تعلیم کرلو میں معذور ہوگیا ہوں۔ دونوں جگہ میرے لائق فائق شاگرد ہیں وہاں انشاءاللہ تمہاری تعلیم کی تکمیل ہوجائے گی

حضرت صدرالشریعہ کچی باغ بنارس سے استعفاء دیکر گھوسی اپنے کاشانۂ اقدس قادری منزل تشریف لے گئے۔ پھر بھی حضرت نے کوئی ملازمت کہیں قبول نہیں فرمائی۔ ۷ ار طلبہ جو حضرت کی وجہ سے دادوں سے بنارس آئے تھے۔ ان میں کچھ مبارکپور کچھ بریلی چلے گئے۔ میں اور میرے میزان سے لیکر دورۂ حدیث تک کے مستقل رفیق مولانا لطف اللہ صاحب جلالی علیگڈھی نے مبارکپور اور بریلی دونوں جگہ جاکر بقیہ درس نظامیہ کا کورس پورا کیا۔

والسلام

سید مظہر ربانی غفرلہٗ
بانی و مہتمم دارالعلوم ربانیہ باندہ

حضور صدر الشریعہ بحیثیت مدرس

:تحریر:۔ علامہ فداء المصطفیٰ صاحب قادری:

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ مدرس جسکو کہتے ہیں
وہ ہندوستان میں چار، پانچ سے زائد نہیں
انھیں میں ایک مولوی محمد امجد علی صاحب ہیں
ان کے ہاتھ سے طلباء کا فارغ ہونا اور سند
پانا صاف بتا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد
ہے، نام کے مولوی نہیں۔

یہ وہ تأثرات ہیں جو نواب مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں کے جلسہ دستار فضیلت کے موقعہ پر حضور فقیہہ اعظم صدر الشریعہ کی تدریسی صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے پیش کیا۔

ایک باصلاحیت اور لائق وفائق مدرس کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس میں افہام وتفہیم کا بھرپور ملکہ ہو۔ زیر تدریس فنون پر گہری نظر رکھتا ہو اور اس کے نشیب وفراز سے خوب اچھی طرح واقف ہو۔ طلباء کی نفسیات ومزاج سے آشنا ہو اور اپنی تدریسی فرائض کی ادائیگی میں مخلص اور محنتی ہو۔ یہی وہ عناصر ہیں جن کی ترکیب سے ایک بہترین مدرس عالم وجود میں آتا ہے۔

جب ہم حضور صدر الشریعہ کی شخصیت کا ایک مدرس کی حیثیت سے جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت کھل کر آجاتی ہے کہ آپ کی ذات مذکورہ بالا خصوصیات کی جامع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے افہام وتفہیم کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بھی کند ذہن طلبہ کے دماغ میں اُتار دیتے تھے اور ہر طالب علم آپ کی درسگاہ سے مطمئن ہو کر اُٹھتا تھا، ہر سبق کیلئے تمہید کے طور پر ایک دلچسپ اور دل نشیں تقریر فرماتے اور پھر اسی تمہید کی روشنی میں اس سبق کو متعلمین کے ذھن وفکر میں انڈیل دیتے، سبق کے اختتام پر ہر طالب علم کا چہرہ ایسا روشن اور منور ہوتا کہ ہر

دیکھنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا کہ یہ لوگ چشمۂ علم سے سیراب ہوکر آرہے ہیں۔

چنانچہ افغانستان کا ایک سن رسیدہ طالب علم جنکی زبان فارسی تھی اور وہ اردو سے بالکل نابلد تھا۔ جو متعدد درسگاہوں سے درس نظامیہ کی تکمیل کر چکے تھے، لیکن چہرہ مایوسیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ جو اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ سیرابی کہیں حاصل نہیں ہوئی۔ جب انھوں نے حضرت صدر الشریعہ کا شہرہ سنا تو آپ کی درس گاہ میں آئے اور بخاری شریف کے درس میں شریک ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد انھوں نے گذارش کی کہ حضور مجھے تتمۂ خانقاہی پڑھا دی جائے۔ (تتمۂ خانقاہی اصول فقہ میں ہے۔ اور نہایت ہی مشکل کتاب ہے جو نایاب بھی ہے۔ اور کسی درسگاہ میں پڑھائی بھی نہیں جاتی۔ اس وقت تتمۂ خانقاہی کا صرف ایک نسخہ اسی افغانی طالب علم کے پاس تھا حضرت صدر الشریعہ اسے وہ کتاب اور فارسی زبان میں تقریر فرماتے۔ حضرت صدر الشریعہ کی تفہیم سے وہ افغانی طالب علم باغ باغ ہو جاتے۔

ایک بار حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی گوشہ میں چھپ کر آپ کا انداز تدریس ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے لوگوں سے فرمایا۔ (مولانا امجد علی جواب دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک بحرِ زخار ہے جو موجیں مار رہا ہے)

حضرت صدر الشریعہ کو مروجہ اور غیر مروجہ علوم پر وہ مہارت تامّہ حاصل تھی کہ جو کتاب سامنے آجاتی اُسے بھرپور انداز میں پڑھاتے چاہے وہ فقہ ہو یا اصول فقہ، حدیث ہو، یا اصول حدیث، تفسیر ہو یا منطق، فلسفہ ہو یا طب علم ہیئت ہو یا علم ریاضی، غرض جس فن کی بھی کتاب سامنے آجاتی آپ بلا جھجھک اُسے پڑھاتے اور اپنی تحقیق و تدقیق، اور علمی موشگافیوں سے پڑھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتے۔ گویا آپ تمام علوم و فنون کے ایکسپرٹ تھے۔

حضور صدر الشریعہ طلباء کی نفسیات اور ان کی ذہنی صلاحیت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ جو جس صلاحیت کا ہوتا اسی انداز کی آپ کی تفہیم ہوتی تھی۔ تاکہ طلباء کو یہ شکایت نہ رہے کہ آج کا سبق سمجھ میں نہیں آیا۔ چنانچہ برادرِ معظم حضرت علّامہ عبدالمصطفٰے صاحب ازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں اپنا ہی ایک واقعہ بیان فرماتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن حاجب کی کتاب
"کافیہ" پڑھنے کا جب وقت آیا تو ہم لوگوں کی کافیہ
ایک مولوی صاحب کو پڑھانے کیلئے دیدی گئی انھوں نے
"رب یسر ولا تعسر" کے بعد الکلمۃ لفظ وضع لمعنی
مفرد" کی تشریح شروع کی مولوی صاحب نے اس
جملے پر اتنی تیز اور زبردست روشنی ڈالی کہ ہم لوگوں
کی نگاہیں خیرہ ہوکر رہ گئیں اور ہمارے ساتوں طبق
روشن ہو گئے، کبھی کہتے الکلمۃ میں الف لام کیسا ہے
اور کبھی پوچھتے الکلمۃ میں ت کیسی ہے۔ کبھی سوال
ہوتا کلمہ کس سے مشتق ہے، غرض وہ خود ہی
اعتراض کرتے اور خود ہی جواب دیتے جاتے اور
ہم لوگ ہونق کی طرح منہ کھولے مولانا صاحب کے
رخ زیبا کی زیارت کرتے رہتے ہمارے دل میں
خیال آتا یا اللہ یہ مولانا صاحب کو کیا ہو گیا ہے
خدا نہ کرے کہیں کچھ آسیبی اثر تو نہیں یا ذہنی
توازن تو نہیں بگڑ گیا، خدا خدا کر کے گھنٹی ختم
ہوئی تو فرمایا کہ باقی تشریح کل کرونگا غرض
تین دن تک لگاتار الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد
کا بخیہ ادھیڑتے رہے اور ہم لوگ نزع کی حالت
میں دم توڑتے رہے۔ اس کے بعد میں نے ابا جی
سے یعنی حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا کہ کافیہ
سمجھ میں نہیں آتی نہ جانے مولوی صاحب کیا
فرماتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا انھوں نے فرمایا
اچھا کافیہ میں پڑھا دوں گا۔ انھوں نے ایسے
آسان انداز میں کافیہ پڑھائی کہ ساری کتاب
سمجھ میں آگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا جو تمہیں
پڑھا رہے تھے وہ سب شرح جامی میں پڑھ
لو گے۔ یہاں اس کے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں

ع دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

حضور صدر الشریعہ اپنے فرائض منصبی میں
اتنے مخلص اور محنتی تھے کہ آج ایسا مدرس پوری دنیا
میں کہیں نظر نہیں آتا۔

آپ وقت سے پہلے مدرسہ پہنچتے اور چھٹی
ہونے کے بعد تک درس جاری رکھتے، چاہے طبیعت
کتنی ہی خراب ہوتی کبھی درس کا ناغہ گوارہ نہ کرتے
طلبہ آپ کی طبیعت کی ناسازی کو دیکھ کر نہ پڑھانے
کی درخواست کرتے مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے
آپ کہا کرتے تھے کہ ناغہ کرنے سے برکت اٹھ جاتی
ہے۔ حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن بھی صبح سے گیارہ
بجے تک گھر پر درس دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر کے
مشورے سے شام کو جب تفریح میں جاتے تو حضرت
مولانا سردار احمد صاحب محدث پاکستان کے ہاتھ

میں کوئی مشکل کتاب ہوتی تھی اور آپ سلسلہ درس جاری رکھتے اغرض آپ ہمہ وقت درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے اور اپنے دریائے فیض سے طلبا کو سیراب کرتے رہتے۔ یہاں ایک واقعہ تحریر کرنا دلچسپی سے خالی نہو گا۔ جس کو ان کے شاگرد رشید حضرت مفتی محبوب رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

”وہ فرماتے ہیں کے ۱۲ ربیع الاول شریف کو حضرت صدر الشریعہ حسن پور کے جلسہ میں تشریف لے گئے اس جلسہ میں حضرت محدث اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف بھی تشریف لائے تھے ان دونوں کی چارپائی برابر برابر صحن میں بچھادی گئی اور دونوں حضرات آرام فرمانے لگے۔ ہم لوگ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا پیر دباتے جاتے اور مسائل پوچھتے جاتے حضرت صدر الشریعہ آنکھ بند کئے ہمارے سوالوں کا جواب دیتے جاتے تھے۔ بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا جب اعتراض و جواب کا سلسلہ حد سے زیادہ دراز ہوگیا تو حضرت محدث صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا حضرت آپ کے تلامذہ معاملات میں بڑے صفائی پسند معلوم ہوتے ہیں حضرت صدر الشریعہ نے پوچھا وہ کیسے حضرت محدث صاحب نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک گھنٹہ ہو گیا کہ یہ حضرات اپنی خدمت کی قیمت نقد وصول کرتے جارہے ہیں۔ یہ لوگ ادھار کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا میں اس کا عادی ہو چکا ہوں اس سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا۔ پھر حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا۔ ”بس بھائی آپ لوگ بھی آرام کریں اور محدث صاحب کو بھی آرام کرنے دیں ان کو نیند آرہی ہے“

حضور صدر الشریعہ کی تدریسی خدمات پر نظر ڈالتے وقت ان کے شاگردوں کو بھی نظر میں رکھنا ضروری ہے۔

لوگ کہتے ہیں درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اِسی کے ساتھ میں کہتا ہوں مدرس اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ جب ہم حضرت صدر الشریعہ کے شاگردوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا ہر شاگرد تعلیم و تدریس کے آفاق پر آفتاب و ماہتاب بن کر جگمگا رہا ہے۔ بالخصوص حضرت مولینا سردار احمد صاحب محدث پاکستان

حضور حافظ ملت، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مولانا سلیمان صاحب، حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب، حضرت مولانا عبد المصطفٰے صاحب ازہری، حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی مفتی رفاقت حسین صاحب، مولانا عبد المصطفٰے صاحب اعظمی، وغیرہ ہم رحمہم اللہ تعالیٰ یہ لوگ وہ تھے جو اپنی ذات میں علم کی لائبریری تھے اور ان لوگوں کی ذات سے حضرت صدر الشریعہ کا ایسا علمی فیضان جاری ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ غرض حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بحیثیت مدرس ایک قابلِ تقلید، بافیض، مخلص اور محنتی مدرس تھے۔ مولیٰ تعالیٰ اُن کے نقشِ قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نگہہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

منقبت

جناب مضطر صاحب اعظمی گھوسوی

کہہ رہے ہیں سب مجھکو یہ نصیب والا ہے
جب سے میں نے سینے میں تیرا درد پالا ہے

درد دور رہتا ہے جو تیرے اجالوں سے
کالی رات کی صورت اس کا دن بھی کالا ہے

گھوسی کی ہتھیلی پر مصطفٰے کی سیرت کا
اک چراغ روشن ہے ہر طرف اجالا ہے

چوم کر جو نکلا ہے تیرے نوکِ خامہ کو
مرحبا وہ اک جملہ خلد کا قبالا ہے

سونے چاندی کی دنیا اس کا دام کیا دے گی
جس نے تیرے ہاتھوں پر خود کو بیچ ڈالا ہے

اعتراض کرتا ہے جو کتاب پر تیری
وہ بھی صورتِ شیطان دین سے نکالا ہے

وہ جو تیری مدحت میں لب کشا نہیں ہوتے
شاید اُن کے ہونٹوں پر گمرہی کا تالا ہے

آ مرے مسیحا آ اس پہ انگلیاں رکھدے
زخم اب جدائی کا خوں اُگلنے والا ہے

(بقیہ صـ۳۰۱ پر ملاحظہ کریں)

حضرت صدر الشریعہ کا تدریسی فیضان

از:۔ مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ

باسمہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ

معززین حضرات! آج گھوسی کی سرزمین پر پچاسواں سالانہ یوم صدر الشریعہ کا جشن زریں بڑی دھوم دھام اور عقیدت واحترام کے ساتھ منایا جارہا ہے، عقیدت کیشان صدر الشریعہ کی فہرست میں چہرہ لکھانے کیلئے راقم بھی چند صفحات لیکر حاضر ہے اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ کوئی تحقیقی مقالہ یا فکر انگیز مضمون نہیں۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف

حاضرین کرام! حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ شاہ امجد علی اعظمی نور اللہ مرقدہٗ کے بار احسان وکرم سے یہ پوری نصف صدی بوجھل ہے آپ کی بافیض درسگاہ سے اساطین علم وفضل کے جو قافلے نکلے وہ دینی علوم وفنون اور دعوت وتبلیغ کے ہر میدان میں ممتاز سرخیل نظر آئے اور جہاں جہاں ان کے تلامذہ کے قدم پہنچے شہرستان علم وفن آباد ہوتے چلے گئے اور آج نہ صرف برصغیر بلکہ جہاں جہاں مسلک امام احمد رضا کی عطر بیزیاں ہیں وہاں وہاں کسی نہ کسی واسطے سے درسگاہ صدر الشریعہ کا فیض ابر باراں بن کر برس رہا ہے۔ جاہل مریدین ومتوسلین کی بھیڑ اکٹھی کرکے سستی شہرت بٹور لینا اور عارضی مقبولیت حاصل کرلینا تو بڑا آسان ہے مگر ارباب علم وفضل کے دلوں میں اپنی عظمت ومقبولیت پیدا کرلینا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہاں مگر جب ہوجاتی ہے تو اس شخصیت کی دل آویز خوشبوؤں سے صدیاں مہکتی رہتی ہیں۔ بالکل یہی حال حضرت صدر الشریعہ کی عبقری شخصیت کا بھی ہے جوں جوں زمانہ شعور وآگہی کا سفر طے کرتا رہیگا، ان کی باکمال

ہمہ گیر اور آفاقی شخصیت کے جلووں سے نگاہیں خیرہ ہوتی رہیں گی۔

حضرت صدر الشریعہ کی شخصیت پر جس رخ سے بھی نظر ڈالئے زبان بے ساختہ داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار پکار اٹھتی ہے اور ہر رخ بجائے خود فضل و کمال کی مکمل کتاب اور مستقل دبستان نظر آتا ہے۔ آج میرا عنوان قلم ان کے تدریسی امتیازات و کمالات ہیں۔ اگر یہ سچائی ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، میں ذیل میں ان کے چند مشاہیر تلامذہ کے اسماء گرامی پیش کئے دیتا ہوں جو میرے مدعا پر اس وقت سب سے بڑی شہادت ہو گی۔

(۱) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔
(۲) شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی لکھنوی
(۳) حضرت علامہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان
(۴) مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی
(۵) شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی
(۶) استاذ العلماء حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی
(۷) شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری
(۸) شمس العلماء حضرت علامہ شمس الدین جونپوری
(۹) امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی
(۱۰) محدث جلیل حضرت علامہ سید الدین امروہوی
(۱۱) حضرت مفتی اعجاز ولی پاکستان
(۱۲) سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ مارہروی
(۱۳) حضرت علامہ ابراہیم رضا بریلوی
(۱۴) حضرت علامہ محمد عمر مدراسی
(۱۵) حضرت علامہ خلیل احمد کچھوچھوی

وغیرہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی آپ کے باکمال تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے۔ اب ذرا درج بالا اسماء کو ذہن میں رکھ کر ایک طائرانہ نگاہ پورے برصغیر پر ڈالئے اور پھر آپ خود ہی اپنے ضمیر سے جواب طلب کیجئے کہ اہلسنت و جماعت کی وہ کون سی عظیم درسگاہ یا دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا کون سا عظیم شعبہ ہے جہاں ان اساطین علم و فن کے تلامذہ یا فیض یافتگان بالواسطہ یا بلا واسطہ گرانقدر خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔ تو کیا میرے اس مدعا پر اب بھی مزید کسی شہادت کی ضرورت ہے۔ آج پورے برصغیر کی سنی دینی درسگاہ صدر الشریعہ کے بار احسان

سے بوجھل ہے۔ مزید۔ دینی درسگاہوں سے
دانش کدوں تک۔ کانفرنسوں کے اسٹیجوں
سے مساجد کے منبر و محراب تک۔ خانقاہوں
سے فکر و فن کے ایوانوں تک۔ تصنیف و تالیف
کے مراکز سے دعوت و تبلیغ کے میدانوں تک
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے۔

حضرات گرامی! حضرت صدر الشریعہ کی
علوم و فنون پر کامل دسترس، تدریسی مہارت
اور شخصیت سازی کے فن پر گفتگو سے قبل
ان کے چند مشاہیر معاصرین کے اعترافات
سپرد قلم کرتا ہوں جو اغیار میں بھی سند کا
درجہ رکھتے ہیں۔ تاکہ دلوں کے دروازے
پہلے ہی سے حدیث قلم سننے کیلئے کھلے رہیں

جس وقت حضرت صدر الشریعہ مدرسہ
حافظیہ سعیدیہ دادوں میں صدر المدرسین تھے
انھیں دنوں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں
کے سالانہ اجلاس میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں
شیروانی ہندوستان بھر کی درسگاہوں کا
جائزہ لیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

"میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس
کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں
چار پانچ سے زائد نہیں۔ ان چار پانچ میں
ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں۔ ان کے
ہاتھ طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا
صاف بتلا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد
ہے نام کے مولوی نہیں"[1]

ایک بار حضرت صدر الشریعہ نے تدریسی
خدمات کو ترک کر کے مستقل تصنیف و تالیف
کیلئے گوشہ خمولی اختیار کرنے کا ارادہ کرلیا۔
تو حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صدر شعبہ
دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے آپ کو ایک
مکتوب لکھا۔ یہ مکتوب گرامی حضرت صدر الشریعہ
کے علمی جاہ و جلال اور تدریسی کمالات پر ایک
وقیع شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ موصوف
رقم طراز ہیں۔

"میری نیاز مندانہ گذارش ہے کہ
آنجناب درس کے سلسلے کو جاری رکھیں
اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں
ہے جو معقول و منقول صحیح استعداد کے
ساتھ پڑھا سکتا ہو۔ میرے علم میں مولانا
محدث سورتی اور استاذ علیہ الرحمہ کے
صرف آپ ہی یادگار ہیں"[2]

[1] روداد مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڈھ بابت ۱۳۵۵ھ ص ۵، [2] مکتوب محررہ ۱۹۳۲ء صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں علوم مشرقیہ کے نصاب تعلیم کی تدوین کے موقع پر ہندوستان کے جن ماہرین علوم و فنون اور کہنہ مشق ان درس و تدریس کو دعوت دی گئی تھی ان میں ایک اہم نام حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا بھی تھا۔ مولوی سلیمان ندوی رقم طراز ہیں۔

"مسلم یونیورسٹی کے بعض ارکان کی کوشش ہے کہ یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ کا بھی ایک صیغہ قائم ہو کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لئے جب روپیہ فراہم کیا جارہا تھا تو مسلمانوں کو اسکی توقع دلائی گئی تھی۔ اس لئے اب اس وعدہ کے وفا کرنے کے دن آگئے ہیں۔ چنانچہ اس غرض سے منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علماء جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصابہائے تعلیم اور درسگاہوں کا تجربہ رکھتے تھے علی گڈھ میں جمع ہوئے تھے ... اس مجلس کے ارکان حسب ذیل اصحاب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب صدر علوم مشرقیہ مسلم یونیورسٹی، مولینا مناظر احسن صاحب استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا امجد علی صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر[1]"

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد العلیم میرٹھی جو اپنے بعض اوصاف و کمالات میں یگانہ روزگار تھے جب انھیں کسی جامعہ کیلئے نصاب تعلیم مرتب کرنا ہوا تو اس کی تکمیل اور نظر ثانی کے لئے حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کیا چنانچہ اپنے مکتوب بنام صدر الشریعہ میں رقم طراز ہیں۔

"نصاب تعلیم کا جو مسودہ حاضر خدمت کیا ہے غالباً آنجناب نے اسے مکمل فرمادیا ہوگا اگر نہ کیا ہو تو اب وقت نکال کر اس کی تکمیل فرمادیں اسکی ضرورت ہے[2]"

مندرجہ بالا معاصرین کے ان چند شواہد کی روشنی میں یہ حقیقت چودھویں کے چاند کی طرح روشن و منور ہوگئی کہ حضرت صدر الشریعہ کی علمی فلک پیمائی اور تدریسی یکتائی بالکل

---

[1] مولوی سید سلیمان ندوی شذرات معارف فروری ۱۹۲۶ء۔ [2] مکتوب حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی محررہ ۱۶ر فروری ۱۹۴۴ء مطبوعہ صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر رنومبر ۱۹۹۵ء۔

اس پہاڑ کی طرح ہے جو دور سے تو فلک بوس نظر آتا ہی ہے مگر جب قافلہائے شوق اس کے قریب آتے چلے جاتے ہیں تو ان کی نگاہوں میں اس پہاڑ کی عظمت و ہیبت اور رفعت و شوکت مزید بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر بڑے بڑے قد آور اس پہاڑ کے نیچے بونے نظر آنے لگتے ہیں۔

معزز حضرات! کیا کبھی آپ نے اس پہلو پر غور کیا کہ درس نظامی کے پڑھانے والوں کی تو عہد صدر الشریعہ میں بھی ایک لمبی فہرست نظر آتی ہے مگر درسگاہ صدر الشریعہ کی وہ کون سی نمایاں خصوصیات ہیں کہ اس کا فیض سب سے نمایاں اور ممتاز نظر آتا ہے اپنی کوتاہ علمی بساط کے اعتراف کے ساتھ جہاں تک میں نے سمجھا ہے وہ نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) اخلاص و تقویٰ۔

(۲) علم و عمل میں ہم آہنگی۔

(۳) علوم و فنون پر مکمل دسترس۔

(۴) تدریسی یکسوئی اور محنت و لگن۔

(۵) پوری ذمہ داری کیساتھ اسباق کی پابندی

(۶) جوہر شناسی اور شخصیت سازی۔

(۷) علمی فروغ اور اشاعت اسلام کا وافر جذبہ۔

مضمون کا تقاضا ہے کہ ان تمام گوشوں پر بھرپور شواہد و دلائل کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی جائے، مگر اس سیمینار کے وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے اس لئے اس اعتراف کے ساتھ میں اپنی ناتمام گفتگو ختم کرتا ہوں کہ ؎

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا وہ آغاز باب تھا

علامہ مبین الدین محدث امروہوی

صدرُالشریعہ کا حاشیہ طحاوی شریف

صرف اتنا یاد ہے کہ شوال ۱۳۶۱ھ میں
دادوں مدرسہ حافظیہ میں حضرت نے دورہ شروع
کر دیا۔ اس میں ۵ متعلم شریک تھے ایک یہ احقر
۲، مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی علی گڑھی
۳، مولوی محمد خلیل خاں صاحب مارہروی۔
۴، قاری حافظ محبوب رضا بریلوی (۵) حافظ
غلام ربانی صاحب ساکن دادوں، ہم چار
کا قیام مدرسہ میں یکجا تھا۔ اکثر اوقات حضرت
اقدس کی جامعیت و کمالات کا ذکر ہوتا رہتا۔
ایک دن اثنائے گفتگو میں یہ بات نکلی کہ
کلام پاک کا ترجمہ کنزالایمان لوگوں نے اصرار
کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے لکھوایا۔
اعلیٰحضرت قدس سرہ املا کراتے اور صدرالشریعہ
علیہ الرحمہ لکھتے جاتے۔ اس طرح وہ دولت
امت کو ملی اس پر خیال ہوا کہ ہم لوگ اپنے
حضرت سے کچھ لکھوائیں۔ مناسب وقت

کے ہم لوگ منتظر رہے۔ آخر ایک دن موقع
پاکر عرض کیا کہ حضور درسی تین کتابیں بالکل
متعریٰ ہیں۔ پڑھنے پڑھانے میں سخت دشواری
ہوتی ہے۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ للخیرآبادی۔
مدارک التنزیل۔ طحاوی شریف، یہ تینوں
کتابیں اُس مدرسہ کے مجوزہ نصاب میں
داخل تھیں۔ انکی شرح تحریر فرمادی جائے
اس وقت منظوری کا پروانہ ملتوی رہا۔
پھر دو بارہ سہ بارہ عرض کرنے پر فرمایا کہ
اچھا کریں تو کوئی دینی خدمت کریں۔
طحاوی شریف منتخب فرمائی۔ اور اس کے
تحشیہ کی تیاری شروع کر دی کچھ کتابیں
خود حضرت کی دادوں میں موجود تھیں۔
ضرورت کی بعض کتب کتب خانہ حبیبیہ
حبیب گنج علی گڑھ سے مستعار حاصل کیں
کچھ کتابیں بریلی جاکر ساتھ لائے۔ کچھ

کتابیں خرید فرمائیں۔
جو کتابیں تحشیہ کے لئے جمع فرمائیں
ان کی تعداد بہت زائد تھی۔ چند کے نام یہ
ہیں۔ صحاح ستہ، سنن الکبریٰ للبیہقی، مستدرک
للحاکم۔ موطا امام محمد۔ دار قطنی، کتاب الآثار۔
کتاب الخراج۔ موطا امام مالک۔ مشکل الآثار
فتح الباری، دارمی۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد
الساری۔ مرقاۃ المفاتیح۔ شرح مشکاۃ للطیبی
اشعۃ اللمعات، بذل المجہود۔ تقریب، تہذیب التہذیب
الاستیعاب، تذکرۃ الحفاظ، الاکمال، صفۃ الصفوۃ
لابن الجوزی۔ ہدایہ۔ کفایہ۔ عنایہ۔ فتح القدیر
بدائع صنائع۔ سعایہ حاشیہ شرح الوقایہ، بحر الرائق
شامی۔ جد الممتار، فتاوی رضویہ۔ مراقی الفلاح
القاموس۔ صراح۔ مختار الصحاح۔ المنجد۔ منتہی
الارب۔ ان کے علاوہ اور بہت ذخیرہ تھا۔
اوائل محرم سنہ ۶۲ھ اس کام کا آغاز ہوا
بعد نماز عشا ہم چاروں خدام حضرت کی درسگاہ
ہال کمرے میں جمع ہو جاتے پھر حضرت تشریف
لاتے۔ وسیع ہال میں کتابیں پھیلی ہوتیں۔
ہم میں سے مولانا سید ظہیر احمد صاحب و مولانا
محمد خلیل خاں کتابت کیلئے مقرر ہوئے۔ ان کی
تحریر اچھی تھی۔ باقی دو خادم کتب بینی پر
مامور تھے۔ اس طرح تحشیہ کا آغاز فرمایا۔
پہلے ہر باب کے عنوان کی کچھ وضاحت
لکھائی جاتی اس کے بعد امام طحاوی کی
روایت کردہ حدیث کے رواۃ کے حالات
قلم بند کراتے۔ پھر تمام حاشیہ میں اسکی
پابندی کی گئی ہے کہ جتنی احادیث اس
کتاب میں امام طحاوی نے روایت کی ہیں
اس کی تقویت و تائید کیلئے دوسرے محدثین
کی تخریج کا ضرور بیان فرماتے۔ کبھی متعدد
محدثین کا حوالہ فراہم ہو جاتا اور کبھی ایک
دو کا۔ اگر کسی حدیث کی تخریج کا پتہ نہ چلا
تو یاد رکھتے۔ کسی اور موقع پر اتفاقاً نظر پڑ
جاتا اسے فوراً وہاں نقل فرماتے۔ تخریج
کی تفتیش میں اس قدر کد و کاوش کا فائدہ
خود ہی ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین کہدیتے
ہیں کہ امام طحاوی نے اپنے حنفی مذہب
کی تقویت میں یہ حدیث بنالی۔ ان کا یہ
الزام و بہتان اس طرح دفع ہو جائیگا کہ
اس حدیث کو امام طحاوی ہی نے روایت
نہیں کیا بلکہ فلاں فلاں محدثین نے اپنی

فلاں فلاں کتابوں میں بیان کیا ہے کبھی
ایسا ہوتا کہ اسی مضمون کی حدیث متعدد
صحابہ سے مروی ہے تو اس کو بالتفصیل
بیان فرماتے کہ اُس صحابی کی روایت
فلاں سند سے فلاں کتاب میں ہے اور
فلاں کی فلاں میں ۔

اسکے علاوہ الفاظ حدیث کی پوری
وضاحت وتشریح درج فرماتے الفاظ
کریمہ سے جو احکام ونکات واشارات مستنبط
ہوتے وہ بیان کئے جاتے۔ ان میں سے
بعض وہ ہوتے کہ جن سے ایمان جگمگائے

ؕ

اس کے بعد یہ ہوتا کہ اوّل باب
میں دو چار حدیث نقل فرما کر مصنف علیہ الرحمہ
فرمایا کرتے ہیں فذہب قوم الی ذالک ۔
یعنی جو بات اس حدیث سے ظاہر ہوئی
وہی ایک قوم کا مذہب ہے ۔ اس پر حضرت
محشی رحمہ اللہ بیان فرماتے وہ کون لوگ ہیں
جن کا یہ مذہب ہے ان کے نام بتاتے
کتنے مواقع پر بالتفصیل بالترتیب بتایا گیا
ہے کہ فلاں فلاں صحابہ کا یہ مذہب ہے
اور تابعین میں سے فلاں فلاں کا اور ائمہ
مجتہدین میں سے فلاں فلاں امام کا۔ بیان
مذاہب میں احتیاط رکھتے ہر کس وناکس
سے نقل نہ فرماتے مثلاً شوقانی نے کسی جگہ
لکھا کہ یہ فلاں کا مذہب ہے اسے معتبر نہ
جانتے ۔ علامہ عینی امام نووی جیسے حضرات
پر اعتماد رکھتے ۔

اس کے بعد مصنف قدس سرہٗ
فرمایا کرتے ہیں وخالفہم فی ذالک اٰخرون
اس موقع پر محشی علیہ الرحمہ مخالفین کے
نام بتاتے ہیں اسی طرح کہ صحابہ میں سے
یہ حضرات اور تابعین میں سے مثلاً سعید
ابن المسیب وغیرہ اور ائمہ وفقہا میں سے یہ
لوگ ہیں ۔ اس کے بعد کتابیں مخالفین
کے مستدلات ذکر کئے جاتے ہیں اس پر
محشی قدس سرہٗ حسب عادت احادیث
کے مخرجین کا پتہ اور احادیث کی تشریح
وتوضیح وبیان مطالب کرتے ہیں آگے بڑھ
کر مصنف احادیث متخالفہ کا تعارض دفع
کرتے ہیں ۔ دفع کی چار صورتیں مشہور ہیں
تطبیق۔ ترجیح ۔ ناسخ منسوخ ۔ سقوط مصنف

علیہ الرحمہ کسی تخالف کو تطبیق سے اور کسی کو ترجیح وغیرہ سے دفع کرتے ہیں۔ یہاں محشی علیہ الرحمہ اکثر اضافہ فرماتے ہیں مثلاً مصنف نے تطبیق سے کام لیا ہے تو محشی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا حدیثوں کا تعارض ترجیح سے بھی دفع ہوتا ہے پھر اسکی تقریر لکھتے ہیں۔ اس طرح کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی۔

اس کے بعد مصنف علیہ الرحمہ مقام روایات سے گذر کر میدان درایت میں قدم رکھتے ہیں اور فنتظرنا فی ذالک کہکر بطریق نظر و فکر اور قیاس شرعی مسئلہ دائرہ میں قلم تحقیق کو خوب جولانی دیتے ہیں۔ نظائر و امثلہ سے مسئلہ کو واضح تر کر دیتے ہیں یہاں محشی علیہ الرحمہ نظر مذکور کو خوب مضبوط بناتے ہیں۔ مخالفین نے اس نظر پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا ذکر فرماکر بہت جم کر انکی مدافعت کرتے ہیں اس کے لئے باب اوقات الصلاۃ اور باب جمع بین الصلاتین ملاحظہ ہو۔

باب ما مست النار میں یہ بحث ہے کہ کھانا کھانے کے بعد وضو ضروری ہے یا نہیں؟ بعض احادیث میں وضو کا امر ہے یعنی کھانے سے نقص وضو ہوجاتا ہے، دوسری حدیث سے انکا خلاف ظاہر ہوتا ہے یعنی کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا پہلا وضو باقی رہتا ہے اس میں خلل نہیں پڑتا۔

اس تخالف کو مصنف علیہ الرحمہ نے اس طرح دفع کیا ہے کہ نقص وضو کا امر پہلے تھا مگر بعد کو یہ حکم اٹھا دیا گیا۔ اس پر مصنف علیہ الرحمہ نے حدیث کے اس لفظ سے استدلال کیا ہے۔ کان آخر الامرین ترک الوضوء۔ یعنی کھا لینے سے نقص وضو کا امر پہلے تھا اور وضو کا نہ ٹوٹنا اس کا امر بعد کو ہوا۔

اس حدیث کو ابوداؤد شریف میں روایت کرکے یہ کہا کہ ہٰذا اختصار من الاول محشی قدس سرہٗ نے اس فقرہ کی تشریح کی اور یہ بتایا کہ محدث ابوداؤد سجستانی کا مقصد اس فقرہ سے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ امام طحاوی کے مذکورہ بالا استدلال کو توڑنا اور اعتراض

کرنا مقصود ہے۔ ان کے اعتراض کی تقریر کرکے اس کا بہت واضح اور قوی جواب تحریر فرمایا۔

اس قسم کے محاسن حاشیہ میں بھرے ہوئے ہیں دیکھنے سے تعلق ہے تمام حاشیہ میں خیر الکلام ماقل ودل پر عمل فرمایا ہے۔

فضول کلام اور تکرار سے اجتناب کیا ہے۔ الفاظ کی تشریح واستعمال ان کا ماخذ وغیرہ بیان کرنے میں علامہ ابن حجر عسقلانی کے کلام کو پسند فرماتے۔ اکثر جگہ اسی کو نقل کیا ہے۔ البتہ احناف وشوافع کے اختلافی مسائل ودلائل میں علامہ بدرالدین عینی کے کلام کو ترجیح دیتے۔

سند حدیث اور صفت وغیرہ کے مباحث میں امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر وتہذیب التہذیب کے کلام کو درج فرماتے۔ احناف کے دلائل اور مخالفین کے جواب میں ملک العلماء ابو مسعود کاشانی صاحب بدائع صنائع کا کلام پسند آتا ان ائمہ اعلام کا کلام نہایت مضبوط اور قوی وجامع ہوتا ہے حالات رواۃ

کے بیان میں علامہ ابن الجوزی کی کتاب صفۃ الصفوہ کو ضرور ملاحظہ فرماتے اور چیدہ چیدہ اوصاف نقل کرتے۔

کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت غور وخوض میں لگے ہوتے یا کسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوتے اور ہم نے کسی کتاب کا کوئی بیان زیر بحث مسئلہ کے مناسب جانا۔ برائے نقل حضرت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت اسکو ملاحظہ فرماتے۔ اپنے معیار پر وہ کلام ہوتا تو نقل کا حکم دیتے۔ یعنی تکرار نہ ہو۔ فضول نہ ہو مقصد سے بیگانہ نہ ہو۔

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ باب الکسوف کا حاشیہ لکھا جا رہا تھا۔ کسوف کی لفظی، فقہی تحقیق ہو رہی تھی۔ اور کسوف کے اسباب پر گفتگو تھی حضرت نے حسب عادت جامع بیان میں لفظی ومعنوی تحقیق لکھا دی ہم لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر موقع پر خوب پھیلاؤ ہونا چاہیئے اس بنا پر ہم نے کسی کتاب کا مزید بیان ملاحظہ کے لئے پیش کیا دیکھکر فرمایا کہ یہ سب کچھ بیان سابق میں آچکا اور زائد کی ضرورت نہیں۔ کسوف کے اسباب پر گفتگو

ہو رہی تھی حضرت نے یہاں بھی وہی انداز اختیار فرمایا کہ جامع واضح الفاظ میں اس کا سبب ظاہر کر دیا بعض شارحین حدیث نے اسباب کسوف پر خوب تفصیلی بحث کی تھی نہایت بسط سے اسباب بتائے تھے ہم نے پورا مضمون درج حاشیہ کرنا چاہا۔ مگر حضرت اقدس نے یک نظر دیکھکر رد فرما دیا پھر ہم کو مطمئن کرنے کے لئے اس کے رطب و یابس کو چھانٹ کر رکھدیا اور فرمایا کہ یہ سب سطحی باتیں ہیں اصل سبب وہ ہے جو میں نے لکھ دیا وہ بہت قوی ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی سو نہ کہے ایک کہے ڈھنگ کی کہے۔

اسی طرح احتیاط کو تمام حاشیہ میں ہر منزل پر ملحوظ رکھا ہے۔ ہم لوگوں کو تحشیہ کی خدمت کے موقع پر کئی طرح کے فوائد حاصل ہوئے۔ مضامینِ حاشیہ کو حضرت اقدس خود املا کراتے مولوی محمد خلیل خاں صاحب ماہروی اور مولوی ظہیر احمد صاحب علی گڑھی خوشخط ہونے کی بنا پر باری باری تحریر کرتے۔ ان کے نوشتہ کو خود ملاحظہ فرماتے۔ کتابت کے آداب کا افادہ فرماتے مثلاً لکھتے لکھتے صفحہ ختم ہوگیا مضمون باقی رہ گیا تو یہاں سرخی سے لکھواتے باقی بر صفحہ آئندہ اور جب دوسرے صفحہ پر چھوٹا ہوا مضمون لکھا جاتا تو فرماتے یہاں لکھو بقیہ صفحہ فلاں۔ اس وقت ہمیں باقی اور بقیہ کا فرق معلوم ہوا۔ نیز یہ افادہ فرمایا اگر درمیان تحریر میں کوئی لفظ رہ گیا اور وہاں جگہ بڑھانے کے لئے نہیں ہے تو اسی سطر کے داہنی طرف محاذ میں ترک لکھ کر وہ لفظ درج کردو۔ اور اگر کوئی لفظ غلط لکھا گیا۔ تو اگر کاٹ کر دوسرا لفظ لکھنے کی وہاں گنجائش ہے تو خیر ورنہ حاشیہ پر بالکل محاذ میں بدلہ کا نشان بنا کر وہ لفظ لکھواتے جو مقصود ہوتا۔ لفظوں کے شوشے صحیح ہونے کی تاکید اور ہر نقطہ اپنی جگہ پر ہو اِدھر اُدھر نہ ہو۔

ایک مرتبہ نوشتہ ملاحظہ فرمارہے تھے اس میں اسم جلالت اللہ اور اس کے ساتھ کوئی اور لفظ قلم زد تھا جو لغزش قلم کا نتیجہ تھا۔ یہ دیکھکر حضرت کو سخت

تاثر ہوا۔ اور فرمایا کہ ہمارا یہ طریقہ نہیں۔
اسم جلالت پر قلم پھیرنا بے ادبی ہے۔
ادب یہ ہے کہ اسم جلالت کو دائرہ میں
(اللہ) اس طرح گھیر دو۔ اس سے یہ
ظاہر ہوگا کہ یہاں کوئی دوسرا لفظ مقصود
ہے۔ نہ یہ کہ بیکار ہے۔ غلط ہے۔ بے
سود ہے۔ لفظ اللہ ہر وقت ہر حال میں
سودمند کارآمد ہے۔ اس لفظ پاک کا
غلط ہونا چہ معنی۔

مذکورہ احتیاط اور محاسن کے
ساتھ تحشیہ کا کام محرم سے شروع ہو کر
شعبان تک چند مہینہ ہوا۔ اس کام کے
لئے عشاء کے بعد ۲۔۳ گھنٹے مقرر تھے
اور جمعہ کو صبح سے گیارہ تک یا درمیان سال
کی تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا۔ اس
مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانسو
صفحات لکھے گئے۔ مشیت الٰہی کہ پھر وہ
کام ملتوی ہوگیا۔ اب تک نہ مکمل ہوسکا
نہ اتنا ہی شائع ہوسکا۔

مقام غور ہے کہ قلیل مدت میں
جلد اوّل کے نصف پر تحشیہ پانسو صفحات
پر ہوا جو ابھی مسودہ ہے۔ حضرت اقدس
خود فرمایا کرتے تھے کہ ابھی مضامین و مواد
جمع کیا جارہا ہے۔ نظر ثانی ضروری ہے۔
نہ اس کا دیباچہ لکھا گیا۔ نہ نام تجویز ہوا۔
موجودہ صورت میں اتنا بڑا علمی ذخیرہ جمع
ہوگیا۔ خدا جانے نظر ثانی کے بعد کیسے کیسے
مضامین عالیہ و جواہر غالیہ و گرانقدر معانی
کا اضافہ ہوتا۔ اہل علم کے لئے بے بہا خزانہ
ہوتا۔ شکر خدا جو کچھ ہے بسا غنیمت ہے۔

مولیٰ عزوجل حضور اقدس کی اس
دینی خدمت کو شرف قبول بخشے قبر شریف
کو انوار سے بھر دے۔ مراتب علیا عطا
فرمائے آمین۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا
حاشیہ طحاوی تحقیق کے آئینے میں

بقلم مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سیدنا امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان محدثین میں سے ایک ہیں جنھوں نے علوم حدیث کا احاطہ کر کے اجتہاد و استنباط میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا اس سلسلے میں، ہمیں زیادہ زور بھی صرف کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی عظیم الشان کتاب شرح معانی الآثار، آپ کے حفظ حدیث مزید برآں متعارض احادیث کے درمیان تطبیق، ترجیح روایات، ناسخ و منسوخ اقوال صحابہ کی جانب عدول، قیاس شرعی سے تائید اسماء الرجال، تسلسل واتصال، تدلیس وانقطاع، اصول محدثین و فقہا پر صحیح و ضعیف کی تعیین، رد و قبول، احادیث سے کیفیت استدلال، تقویت ضعاف کے طرق، غرضکہ حدیث نبوی کے جملہ علوم و فنون میں آپ کے تبحر و رسوخ پر شاہد عدل ہے۔ چنانچہ اگر حدیث کے باون علوم کا ذکر کر کے شرح معانی الآثار پر انکا انطباق کیا جائے تو شاید ایک دفتر اس کے لئے ناکافی ہو جائے پھر وقت کی قلت مزید دامن گیر ہے اسلئے میں انتہائی اختصار کے ساتھ، صاحب نبراس علامہ عبد العزیز فرہاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد اپنے اس دعویٰ کی تائید کیلئے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ یہ رقمطراز ہیں

صار من عظماء المجتهدين على مذهب الحنيفة وانا لا نجد فيهم بعد الثلاثة مثل الطحاوي وابن الهمام لاحاطتهما بعلم الحديث۔ نبراس ص۳۰

"حضرت امام طحاوی مذہب حنفی کے عظیم مجتہدوں سے ہو گئے ہمیں ائمہ ثلاثہ (امام اعظم، امام ابو یوسف

امام محمد) کے بعد احناف میں امام طحاوی اور امام ابن الہمام جیسے نہیں ملتے کیونکہ ان دونوں نے علم حدیث کا احاطہ کرلیا۔

حضرت امام جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ علمی شاہکار اگرچہ کتب احادیث کے طبقہ رابعہ سے شمار کیا گیا مگر ابواب فقہ کے جس حسن ترتیب سے احادیث کا ذکر کیا اس سے اگر سانید سے اس کا شمار کیا جائے تو کچھ بھی بے جا نہ ہوگا اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔

والمسانید فی الحدیث کسنن ابی داؤد والنسائی والترمذی وفی مرتبتھا مسند الرویانی ومثلھا بل فوق بعضھا شرح معانی الآثار للطحاوی وکتاب الآثار لمحمد الخ

اور حدیث میں مسانید مثلاً سنن ابی داؤد سنن نسائی سنن ترمذی اور اسی مرتبہ میں مسند رویانی ہے اور انھیں جیسی بلکہ بعض سے بڑھ کر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح معانی الآثار اور امام محمد کی کتاب الآثار ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص۱۴۱)

یہ عظیم الشان کتاب معریٰ بغیر حاشیہ کے تھی جب کہ اس پر بھی تعلیق و تحشیہ کی اہمیت وافادیت، صحاح ستہ پر تحشیہ و تعلیق کی اہمیت وافادیت سے کم نہیں ایسی صورتحال میں قابل صد مدح وستائش ہیں۔ صدر الشریعہ بدر الطریقۃ علامہ شاہ مفتی حکیم ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور اخیر کے وہ تلامذہ جنھوں نے اپنے شیخ العلم والعمل سے بپیہم اصرار اور مسلسل التجا کے بعد اس عظیم الشان کتاب کے تحشیہ پر رضا مند کرلیا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ایک مایۂ ناز شاگرد مفسر قرآن حضرت علاّمہ مفتی مبین الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مضمون میں ارشاد فرماتے ہیں، ہم چار (مولوی سید ظہیر احمد مگینوی۔ علی گڈھی، مولوی محمد خلیل احمد خاں صاحب مارہروی قاری حافظ محبوب رضا خان بریلوی حافظ غلام ربانی) کا قیام مدرسہ میں یکجا تھا اکثر اوقات حضرت کی جامعیت و کمالات کا ذکر ہوتا رہتا ایک دن اثنائے گفتگو میں یہ بات نکلی کہ کلام پاک کا ترجمہ کنزالایمان لوگوں نے اصرار کرکے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے لکھوایا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ املا کراتے اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے جاتے اس طرح یہ دولت امت کو ملی

اس پر خیال ہوا کہ ہم لوگ اپنے حضرت سے کچھ لکھوائیں مناسب وقت کے ہم لوگ منتظر رہے آخر ایک دن موقع پاکر عرض کیا کہ حضور درسی یہ تین کتابیں بالکل معریٰ ہیں پڑھنے پڑھانے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ للخیرآبادی، مدارک التنزیل، طحاوی شریف (یہ تینوں کتابیں اوس مدرسہ کے مجوزہ نصاب میں داخل تھیں) انکی شرح تحریر فرمادی جائے اس وقت منظوری کا پروانہ ملتوی رہا پھر دوبارہ سہ بارہ عرض کرنے پر فرمایا کہ اچھا کریں تو کوئی دینی خدمت کریں طحاوی شریف منتخب فرمائی اور اسکے تحشیہ کی تیاری شروع کردی۔ (صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص۲۰۲)

بہر کیف ظاہری حیات کے اخیر دور میں حاشیہ طحاوی کا کام مذکورین تلامذہ کی مدد سے شروع ہوا اور اتنے عظیم پیمانے پر کہ گو کہ اسے حاشیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مگر یہ اپنی جامعیت و کمال کے اعتبار سے کسی شرح سے کم نہیں اس حاشیہ کے مطالعہ کے بعد اگر حضرت صدر الشریعہ کو وقت کا حافظ ابن حجر عسقلانی یا علامہ عینی کہا جائے تو کچھ بھی بیجا نہ ہوگا اس حاشیہ میں وہ تمام محاسن بدرجۂ اتم موجود ہیں جو ایک شرح کے لئے قابل لحاظ ہیں۔

حاشیہ طحاوی اور تخریج حدیث

شرح معانی الآثار کے بارے میں بعض متعصب ناقدین و تبصرہ نگاروں کا عام رجحان یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حنفی مذہب کی تائید و تقویت کے لئے از خود حدیثیں وضع کرلی ہیں اس لئے تحشیہ طحاوی کا ایک اہم عنصر یہ ہے کہ احادیث کی تخریج ذکر کی جائے مثلاً فلاں حدیث کو امام بخاری نے تخریج کیا یا امام مسلم نے یا دیگر اصحاب صحاح وغیرہم نے تاکہ ان بے بنیاد الزامات کی نقاب کشائی ہو سکے اور یہ امر عیاں ہو جائے کہ غیر مقلدین کا نقد و تبصرہ کس حد تک حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جہاں متون کی شرح پورے بسط و تفصیل سے کی وہیں احادیث کی تخریجات بھی ذکر کیں اور یہ ثابت کردیا کہ مذکورہ نقد و تبصرہ حقیقت سے

ماورا محض تعصب و عناد پر مبنی ہے ذیل میں ہم ایک نمونہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"حدثنا احمد ابن داؤد قال ثنا مسدد قال ثنا حماد بن زید عن افلح بن حمید عن القاسم عن عائشۃ قالت کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد تختلف فیہ ایدینا من الجنابۃ۔

باب سور بنی آدم صلا

"احمد بن داؤد نے ہم سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا وہ روایت کرتے ہیں افلح بن حمید سے وہ روایت کرتے ہیں قاسم سے وہ روایت کرتے ہیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے جنابت کی وجہ سے ہمارے ہاتھ اس میں مختلف ہوتے"

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث کی تخریج ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

قولہ کنت اغتسل انا الخ اخرجہ البخاری ومسلم والنسائی والبیہقی وابن حبان وغیرہم وفی روایۃ ابی عوانہ وابن حبان بعد قولہ تختلف ایدینا فیہ وتلتقی وفی روایۃ الاسماعیلی من طریق اسحاق بن سلیمان عن افلح تختلف فیہ ایدینا حتی تلتقیا وفی روایۃ البیہقی من طریقۃ تختلف ایدینا فیبادرنی حتی اقول دع لی وفی روایۃ النسائی فیہ یعنی وتلتقی وفیہ اشعار بان قولہ وتلتقی مدرج وفی روایۃ اخری لمسلم من طریق معاذۃ عن عائشۃ فیبادرنی حتی اقول دع لی و فی روایۃ النسائی وابادرہ حتی یقول دع لی

(حاشیہ شرح معانی الآثار ج۲ لصدر الشریعۃ)

"اس حدیث کی تخریج امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام بیہقی، امام ابن حبان وغیرہم نے کی اور ابو عوانہ اور ابن حبان کی روایت میں تختلف فیہ ایدینا کے بعد وتلتقی ہے اور اسحاق بن سلیمان عن افلح کے طریقے سے اسماعیلی کی روایت میں تختلف فیہ ایدینا حتی تلتقیا ہے اور اسی طریقے سے بیہقی کی روایت میں تختلف ایدینا فیبادرنی حتی اقول دع لی ہے، اور نسائی کی روایت میں فیہ یعنی وتلتقی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وتلتقی مدرج ہے اور معاذہ عن عائشہ کے طریقے سے مسلم کی دوسری روایت

میں فیبادرنی حتی اقول دع لی ہے اور نسائی کی روایت میں وابادرہ حتی یقول دع لی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کو مذکورہ سند ہی کے ساتھ امام بخاری، امام مسلم امام نسائی اور امام بیہقی، امام ابن حبان وغیرہ نے تخریج کیا مگر ابوعوانہ اور ابن حبان کی روایت اسی طرح ہے۔

"تختلف ایدینا فیہ وتلتقی"

اور اسماعیلی نے بجائے حماد ابن زید عن افلح روایت کرنے کے اس طریقے سے روایت کی ہے اسحق بن سلیمان عن افلح اور اس طریقہ سے روایت میں یہ ہے۔ "تختلف فیہ ایدینا حتی تلتقیا"

اور امام بیہقی نے بھی بطریق اسحاق بن سلیمان عن افلح "روایت کیا مگر ان کی روایت میں اضافہ ذیل ہے۔

"تختلف ایدینا فیبادرنی حتی اقول دع لی"

امام مسلم نے امام طحاوی کے طریقہ روایت کے علاوہ مزید معاذہ عن عائشۃ کے طریقے سے بھی روایت کی ہے، اور اس طریقہ روایت میں یہ الفاظ ہیں، "حتی اقول دع لی"

اور امام نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "وابادرہ حتی یقول دع لی"

اس طرح سے بے شمار مقامات ہیں جن میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے احادیث کی تخریج پر جامع کلام فرمایا مزید برآں اختلاف طرق کے ساتھ اختلاف الفاظ کا بھی احاطہ فرمایا۔

مگر اس کے باوجود کسی وجہ سے بعض احادیث کی تخریج کا ذکر حاشیہ میں نہیں ملتا اس سے طالبان علم حدیث کے لئے وہ مقامات پیچیدہ ہو سکتے تھے لیکن وارث علم وفضل عن ابیہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم القدسیہ (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ) کی توجہ ان احادیث کی جانب ہوئی چنانچہ قبلہ ممدوح نے ان تخریجات کی تکمیل کا کام سال گذشتہ سے شروع کیا یہ تکمیل حضرت مخدوم گرامی قبلہ کے علم حدیث میں براعت وکمال، طرق روایت کے استحضار احادیث کی وسعت اطلاع، دقت نظر کی واضح دلیل ہے۔

ذیل میں ہم حضرت مخدوم گرامی قبلہ کی بھی

تخریج کا ایک حصّہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔
جسے دیکھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ
اگر مقالہ نگار یہ صراحت نہ کرے کہ یہ تخریج
صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہے یا حضرت علامہ
صاحب قبلہ کی تو یقیناً قاری امتیاز نہیں کر سکتا

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حدثنا ابراھیم بن ابی داؤد وسلیمان
ابوداؤد الاسدی قالا ثنا احمد بن خالد
الوھبی قال ثنا محمد بن اسحٰق عن
سلیط بن ایوب عن عبید اللہ بن عبد الرحمٰن
بن رافع عن ابی سعید الخدری قال
قیل یا رسول اللہ انہ یستقی لك من
بیر بضاعۃ وھی بیر یطرح فیھا عذرۃ
الناس ومحائض النساء ولحم الکلاب
فقال ان الماء طھور لا ینجسہ شیٔ،
(شرح معانی الآثار ص۶ باب الماء یقع فیہ النجاسۃ)

"ہم سے ابراہیم بن ابی داؤد اور سلیمان ابوداؤد
اسدی نے بیان کیا یہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہم سے
احمد بن خالد وہبی نے بیان کیا فرماتے ہیں کہ ہم
سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا یہ روایت کرتے ہیں
سلیط بن ایوب سے یہ روایت کرتے ہیں عبید اللہ
بن عبد الرحمٰن بن رافع سے یہ روایت کرتے ہیں
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہیں کہ
عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے لئے بیر بضاعۃ
سے پانی نکالا جاتا ہے حالانکہ یہ ایسا کنواں ہے،
جس میں پاخانے، حیض کے لتے اور کتوں کے گوشت
ڈالے جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ پانی پاک کرنیوالا
ہے اسے کوئی شئی نجس نہیں کرتی۔

حضور محدث کبیر قبلہ مدظلہ العالی اس
حدیث کی تخریج ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

"اخرجہ ابوداؤد والترمذی من طریق
ابی اسامۃ واخرجہ ابوداؤد من طریق
محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق
لکن فی طریق ابی اسامۃ عن الولید
ابن کثیر عن محمد ابن کعب عن
عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن
خدیج وفی طریق محمد بن سلمۃ
عن محمد ابن اسحٰق عن سلیط ابن
ایوب عن عبید اللہ ابن عبد الرحمٰن
بن رافع الانصاری وقال ابن الھمام
رحمہ اللہ حسنہ الترمذی وابن القطان
وان ضعفہ بسبب الخلاف فی تسمیۃ

بعض الرواۃ ۔

"ابو داؤد اور ترمذی نے ابواسامہ کے طریقے سے اسکی تخریج کی مزید ابو داؤد نے محمد بن سلمہ عن محمد بن اسحاق کے طریقے سے بھی تخریج کی لیکن ابو اسامہ کے طریقے میں ہے عن الولید ابن کثیر عن محمد بن کعب عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن خدیج اور محمد بن سلمہ کے طریقے میں ہے عن محمد بن اسحاق عن سلیط بن ایوب عن عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن رافع الانصاری امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ترمذی اور امام یحییٰ بن سعید قطان نے اس حدیث کو حسن قرار دیا اگرچہ بعض راویوں کے نام میں اختلاف کیوجہ اسے اس کی تضعیف بھی کی ۔

(حاشیہ قلمی از محدث کبیر)

حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے دو طریقہ روایت ہیں ۔

(۱) ابو اسامۃ عن الولید بن کثیر عن محمد بن کعب عن عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن رافع من خدیج ۔

(۲) محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن سلیط بن ایوب عن عبید اللّٰہ بن عبد الرحمٰن بن رافع الانصاری ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے طریقہ (طریقۂ ابی اسامہ) سے اس کی تخریج کی جبکہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طریقے (طریقۂ ابی اسامہ طریقۂ محمد بن سلمہ) سے تخریج کی ۔

صاحب فتح القدیر محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ اگرچہ بعض راویوں کے نام میں اختلاف کیوجہ سے یہ حدیث ضعیف ٹھہرائی گئی ہے مثلاً ابو اسامہ کے طریقے میں عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع ہے جبکہ طریقۂ محمد بن سلمہ میں عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن رافع ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی اور احد عن ائمۃ الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن سعید قطان نے اس کو حسن کہا ہے ۔

اس طرح سے حضرت محدث کبیر قبلہ مدظلہم العالی کی بھی بہت سی تخریجات ہیں جو آپ کی فنی مہارت وکمال پر روشن دلیل ہیں ۔

حاشیہ طحاوی اور فن اسماء الرجال

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جہاں

حدیث کی تخریج ذکر کی وہیں اسماء الرجال کا بھی ایک ذخیرہ جمع فرما دیا جسے دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ چودہویں صدی ہجری میں وقت کے ابو زرعہ اور یحییٰ بن سعید قطان ہیں جو راویوں کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچ رہے ہیں کہ یہ راوی ثقہ ہے، یہ ضعیف ہے یہ مختلط ہے، یہ مدلس ہے۔

اس سلسلے میں بھی ہم ایک نظر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں امام طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"ابوبکرۃ قد حدثنا قال ثنا ابو عاصم عن قرۃ بن خالد قال ثنا محمد بن سیرین عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال طھور الاناء اذا ولغ فیہ الھر ان یغسل مرۃ او مرتین قرۃ شک"

(باب سور الھر ص۱۱)

"ابوبکرہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے ابو عاصم نے قرہ بن خالد سے روایت کرکے بیان کیا یہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن سیرین نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرکے بیان کیا یہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی جب برتن میں منہ ڈالدے تو اسکی پاکی یہ ہے کہ اسے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دھوئے قرہ سے شک ہوا

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ قرہ بن خالد پر حاشیہ نگاری کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ھو قرۃ بن خالد السدوسی ابو خالد و یقال ابو محمد البصری قال صالح بن احمد عن علی بن المدینی عن یحیٰی بن سعید کان قرۃ عندنا من اثبت شیوخنا وقال عبد اللہ بن احمد سالت ابی عن قرۃ وعمران بن حریز فقال مافیھا الا ثقۃ قال وسئل ابی عن قرۃ وابی خلدۃ فقال قرۃ فوقہ وھو دون حبیب بن الشھید قیل لہ قرۃ والقاسم بن الفضل قال ما اقربہ عنہ وقال قرۃ ثقۃ وقال اسحٰق بن منصور عن ابن معین ثقۃ، وقال ابن ابی حاتم، قرۃ احب الی من جریر بن حازم ومن ابی خلدۃ وقرۃ ثبت عندی وقال ابن ابی حاتم سئل ابو مسعود الرازی قرۃ اثبت عندک او حسین المعلم فقال قرۃ وقال الاجری ذکر ابو داؤد قرۃ فرفع من شانہ وقال ایضا سالت ابا داؤد

عنه وعن الصاقع ابن حزن فقال قرة فوقه وقال النسائی ثقة وذکرہ ابن حبان فی الثقات قال ابونعیم مات سنة نیف و سبعین ومائة وقال غیرہ مات سنة اربع وخمسین ومائة ۔ (قلمی حاشیہ طحاوی لصدر الشریعہ)

وہ قرہ بن خالد سدوسی ابو خالد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ابو محمد نصری ہیں صالح بن احمد علی بن مدینی سے وہ یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرکے فرماتے ہیں کہ قرہ ہمارے نزدیک ہمارے ثابت شیوخ میں سے ہیں اور عبداللہ بن احمد نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے قرہ اور عمران بن حریز کے بارے میں پوچھا، توانھوں نے فرمایا کہ دونوں ہی ثقہ ہیں فرمایا اور میرے والد سے قرہ اور ابو خلدہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا قرہ ان سے بڑھ کر ہیں اور یہ حبیب بن شہید سے درجہ میں کم ہیں ان سے پوچھا گیا قرہ اور قاسم بن فضل ؟ فرمایا ان سے کیا ہی قریب ہیں اور ایک مرتبہ ثقہ فرمایا اور اسحٰق بن منصور نے ابن معین سے روایت کرکے فرمایا ثقہ ہیں اور ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ قرہ میرے نزدیک جریر بن حازم اور ابو خلدہ سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور قرہ میرے نزدیک ثابت ہیں ۔ اور ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ ابو مسعود رازی سے پوچھا گیا کہ قرہ آپ کے نزدیک زیادہ ثابت ہیں یا حسین معلم تو فرمایا قرہ اور اجری نے کہا کہ ابوداؤد نے قرہ کا ذکر کیا توان کی شان بلند کی نیز فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے قرہ اور صاقع بن حزن کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ قرہ ان سے بڑھکر ہیں اور نسائی نے فرمایا ثقہ ہیں اور ابن حبان نے ثقات میں انکا ذکر کیا ابو نعیم نے کہا کہ سنہ ۱۷۰ھ کے بعد انتقال ہوا اور بعض نے کہا کہ سنہ ۱۵۴ھ میں ۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو فن اسماء الرجال میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا

حاشیہ طحاوی اور متعارض احادیث کے درمیان تطبیق

احادیث کے درمیان تعارض کے وقت اصطلاح اصول میں دفع تعارض کی پہلی شکل یہی ہوتی ہے کہ ایسی صورت کا استخراج کیا جائے جس سے متعارض احادیث پر عمل بھی ہوجائے اور تعارض بھی رفع ہوجائے یہ خوبی بھی حاشیہ طحاوی میں بدرجہ اتم موجود ہے ۔

چنانچہ ایک حدیث ہے ۔

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يغتسل

الرجل بفضل المرأۃ والمرأۃ بفضل الرجل

باب سور بنی آدم ص۱۴

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو غسل کرنے اور مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کو غسل کرنے سے منع فرمایا۔

پھر دوسری حدیث میں ہے۔

عن عائشۃ قالت کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد فاقول ابق لی ابق لی۔

" ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تو میں کہتی کہ میرے لئے بھی پانی بچادیں میرے لئے بھی پانی بچادیں۔

یہاں پہلی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے یا مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرسکتا جب کہ دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ ہر ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل و وضو کرسکتے ہیں، اسی تعارض کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" فقد روینا فی ھذہ الاثار تطھر کل واحد من الرجل والمرأۃ بسور صاحبہ فیھما و ذالک ما روینا فی اول ھذا الباب ایضاً ص۱۵

" ہم نے جس آثار کی روایت کی ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے مرد و عورت میں سے ہر ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرسکتے ہیں جبکہ اسکے معارض اس باب کی پہلی روایت ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اس تعارض کو دفع کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" یمکن الجمع بین الاحادیث بان یحمل النھی عن ماء تساقط عن الاعضاء والجواز بما بقی فی الاناء او یحمل النھی علی التنزیہ

(قلمی حاشیہ طحاوی لصدر الشریعہ)

" ان احادیث کے درمیان تطبیق اس طرح ممکن ہے پہلی حدیث میں اس پانی سے غسل کرنے سے نہی وارد ہوئی جو اعضاء سے جدا ہو جائے اور دوسری حدیث میں اس پانی سے طہارت جائز کی گئی۔ جو برتن میں باقی رہے یا پھر یہ کہ حدیث اول میں نہی برائے تنزیہ ہے

حاشیہ طحاوی اور ترجیح دلیل

جب دو حجتوں کے درمیان تعارض ہو اور ناسخ و منسوخ

کا بھی علم نہ ہو تو قوت وضعف کے لحاظ سے ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح ٹھہرایا جاتا ہے مگر یہ انتہائی مشکل مقام ہے کیونکہ ترجیح کا دارو مدار خود حجت کی قوت پر ہے نہ کہ دلیل مستقل پر نورالانوار میں ہے۔

"انما یترجح کل واحد من القیاس والحدیث والکتاب بقوۃ فیہ۔

" قیاس اور حدیث اور کتاب میں سے ہر ایک کی ترجیح اسکی قوت ہی سے ہو گی"

اور قوت کا اندازہ ہر شخص نہیں لگا سکتا کیونکہ اولا نصوص کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) قطعی الثبوت، (۲) قطعی الدلالۃ،
(۲) ظنی الثبوت، ظنی الدلالۃ،
(۳) قطعی الثبوت، ظنی الدلالۃ،
(۴) ظنی الثبوت، قطعی الدلالۃ،

پھر طلب بھی کبھی جازم ہوتی ہے، اور کبھی غیر جازم، اسکے علاوہ کبھی امر سے متعلق ہوتی ہے تو کبھی نہی سے اور جب تک ان تمام چیزوں پر عبور نہ ہو اس وقت تک قوت وضعف کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا حاشیہ

اس خوبی پر مشتمل ہے چنانچہ شوافع مسئلہ قرأت خلف الامام میں سورۂ فاتحہ کی فرضیت پر حدیث ذیل سے استدلال کرتے ہیں

" لاتفعلوا الابفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا،

" سورۂ فاتحہ پڑھو کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔

جب کہ احناف فاقرأوا ماتیسر من القرآن، سے استدلال کرکے مطلق قرأت کی فرضیت کے قائل ہیں باقی سورۂ فاتحہ کی تعیین تو یہ صرف واجب ہے فرض نہیں ہے کیونکہ اگر خبر واحد کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کو فرض ٹھہرایا جائے تو کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئیگی اور یہ نسخ ہے اور کتاب کا نسخ خبر واحد سے جائز نہیں۔

اس دلیل پر بعض شوافع نے اعتراض کیا کہ ہماری روایت کردہ حدیث خبر واحد نہیں ہے، بلکہ خبر مشہور ہے اور خبر مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے؟

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

" قلت لا نسلم انہ مشھور لان التابعین اختلفوا فی ھذہ المسئلۃ ولئن سلمنا انہ مشھور فالزیادۃ بالمشھور انما

تجوز اذا کان محکما اما اذا کان محتملا فلا وھذا الحدیث محتمل لان کلمۃ لا التی لنفی الجنس قد تستعمل لنفی الجواز وقد تستعمل لنفی الفضیلۃ کقولہ علیہ السلام لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد کما مر فی بیان التسمیۃ فی الوضوء ص ۱۹۴ ۔ میں جواب دونگا کہ یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ یہ خبر مشہور ہے کیونکہ اس مسئلہ میں تابعین کا اختلاف ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ خبر مشہور ہے تو مشہور سے زیادتی اس وقت جائز ہے جبکہ وہ محکم ہو لیکن جب محتمل ہو تو زیادتی جائز نہیں اور یہ حدیث محتمل ہے اس لائے نفی جنس کا استعمال کبھی نفی جواز کیلئے ہوتا ہے اور کبھی نفی فضیلت کیلئے مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں جیسا کہ وضوء میں تسمیہ کے بیان میں گذرا ،

حاصل یہ ہے کہ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ خبر مشہور سے کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے مگر لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب خبر مشہور نہیں کیونکہ اگر خبر مشہور ہوتی تو اس مسئلہ میں تابعین کا اختلاف نہ ہوتا ،

اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ یہ خبر مشہور ہے تو بھی یہ قاعدہ کہ خبر مشہور سے کتاب کا نسخ جائز ہے اپنے اطلاق پر نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ خبر مشہور محکم ہو محتمل نہ ہو اور لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب محکم نہیں بلکہ محتمل ہے کیونکہ لائے نفی جنس کبھی نفی جواز کیلئے آتا ہے اور کبھی اس کا استعمال نفی کمال اور نفی فضیلت کیلئے ہوتا ہے مثلاً حدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد میں بالاجماع نفی فضیلت ہی مراد ہے معلوم ہوا کہ شوافع کی مستدل بہ حدیث گو کہ مشہور ہو تاہم وہ محتمل ہے لہذا اس سے کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں ،

حاشیہ طحاوی اور ناسخ و منسوخ

احادیث کے درمیان تعارض کے وقت اگر اس کا علم ہو جائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے وہ حدیث ناسخ ہے جب بھی تعارض رفع ہو جاتا ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اسکا علم قطعی ہو کہ حدیث منسوخ پہلے کی ہے اور ناسخ بعد کی اور یہ علم بجائے خود ایک مشکل

امر ہے حاشیہ طحاوی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اس علم کا
بھی ایک وافر حصہ جمع فرما دیا ہے ذیل میں ایک
نظیر ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے کتنی
بار دھلنا ضروری ہے؟ اس بارے میں احناف
کا نظریہ ہے کہ تین مرتبہ دھلنا کافی ہے سات
مرتبہ کی شرط نہیں جبکہ شوافع یہ کہتے ہیں کہ
سات مرتبہ دھلنا ضروری ہے شوافع حضرات
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال
کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اذا ولغ الکلب فی الاناء فاغسلوہ سبع
مرات" جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو
اسے سات مرتبہ دھلو۔

جب کہ حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ جس برتن میں کتا یا بلی منہ ڈال دے
اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ
اسے تین مرتبہ دھلے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ حضرت ابو ہریرہ
کی حدیث پاک پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ
کی حدیث میں اضطراب ہے کیونکہ دار قطنی نے عن الاعرج عن
ابی هریرة عنه صلی الله علیه وسلم روایت کی تو اس میں یہ ہے
یغسل ثلثا او خمسا او سبعا اسے تین بار یا پانچ یا سات
بار دھولے، اور یہ بھی فرمایا، "وفی سندہ مقال" اسکی
سند محل کلام ہے، پھر دار قطنی عن عطا کرکے موقوفا
یہ روایت کی۔

اذا ولغ الکلب فی الاناء اهرقه ثم
غسل ثلث مرات، جب برتن میں
کتا منہ ڈال دے تو اس کے اندر کی چیز بہا دے
پھر تین مرتبہ دھوئے۔

اور ابن عدی نے کامل میں اسے
مرفوعا روایت کی مگر اسکی سند میں حسین
بن علی کرابیسی ہیں اور انکی روایت کردہ
احادیث میں صرف یہی ایک حدیث منکر ہے
محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سات بار دھلنے کی
حدیث ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔

پھر علی سبیل التنزل حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ولو طرحنا الحدیث بالکلیہ کان فی
عمل ابی هریرة علی خلاف حدیث السبع
وهو روایة کفایه لاستحاله ان یترك

القطعی بالرائی منه وهذا لان ظنیة خبر الواحد انما هو بالنسبة الی غیر راویه، فامابالنسبة الی روایه الذی سمعه من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطعی حتی ینسخ به الکتاب اذا کان قطعی الدلالة فی معناہ فلزم ان لا یترکه الا بقطعه بالناسخ اذا القطعی لایترك الا بقطعی فاذا علمت ذالك کان ترکه بمنزلة روایته للناسخ بلاشبهة فیکون الاخر منسوخا بالضرورة لان صح حدیث السبع دلالة التقدم للعلم بما کان من التشدید فی امر الکلب اوّل الامر حتی امر بقتلها۔ الخ

یہاں تک کہ جب وہ اپنے معنی میں قطعی الدلالۃ ہو تو اس سے کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے تو لازم آیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس پر عمل صرف اس لئے ترک کیا کہ انھیں ناسخ کی قطعیت حاصل تھی کیونکہ قطعی کو قطعی ہی کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے، جب آپ نے اتنی بات جان لی تو حضرت ابو ہریرہ کا سات کی حدیث کو ترک کرنا بلاشبہ ناسخ کی روایت کی منزل میں ہے تو دوسری حدیث منسوخ ہوگی بداہتہ اس لئے کہ سات کی حدیث تقدیم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ ابتدائے اسلام میں کتے کے بارے میں بہت سختی تھی حتی کہ اسے قتل کرنے کا حکم تھا۔

"اور اگر ہم اس حدیث کو بالکل ہی اسکے حال پر چھوڑ ہی دیں تو حضرت ابو ہریرہ کا عمل سات کی حدیث کے برخلاف ہے، اور یہ روایت کافی ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اپنی رائے سے حدیث قطعی کو ترک کردیں اسلئے کے خبر واحد کی ظنیت صرف اسکے لحاظ سے ہے جو اس کا راوی نہ ہو لیکن اس حدیث کا وہ راوی جس نے براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی تو اسکے لحاظ سے وہ قطعی ہے

حاصل یہ ہے کہ اگر ہم سات کی حدیث کو چھوڑ ہی دیں اور اسکے اضطراب سے صرف نظر کرلیں پھر بھی وہ ہمارے منافی نہیں کیونکہ وہ حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے روایت کیا مگر خود انھیں کا عمل اسکے برخلاف ہے اور یہ اسکے نسخ کی دلیل ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت ابو ہریرہ نے محض قیاس و رائے سے اس پر عمل ترک کیا ہو

کہ یہ انکی عدالت کے منافی ہے پھر یہ کہ اس میں قطعی کا ترک ظنی سے لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں بلکہ قطعی کا ترک قطعی سے جائز ہے۔

لہذا ترک عمل کی وجہ صرف یہی ہے کہ سات کی حدیث انکی نگاہ میں منسوخ تھی اس بنیاد پر اگرچہ انھوں نے ناسخ کی روایت نہیں کی تاہم ان کا عمل روایت ناسخ ہی کی منزل میں ہے۔

حاشیہ طحاوی اور تنقیح مذہب

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جہاں اپنے حاشیہ میں حدیث کے جملہ علوم و فنون کی رعایت کی وہیں ان مسائل کی تنقیح بھی کر دی جن میں صاحب مذہب سے کوئی متعین صراحت نہیں مثلاً اذان کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب، اس سلسلے میں صاحب مذہب سے کوئی صراحت نہیں بلکہ صرف اس قدر تصریحیں ملتی ہیں کہ اذان کا جواب دے مگر یہ مبہم ہی ہے کہ امر وجوبی ہے یا استحبابی؟

اسی لئے اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہوا بعض وجوب کے قائل ہیں جبکہ بعض صرف استحباب کے قائل ہیں۔ اسی کی جانب امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"قد قال قوم قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم الاذان فقولوا مثل ما یقول المؤذن علی الوجوب وخالفھم فی ذالک اٰخرون فقالوا ذالک علی الاستحباب لا علی الوجوب۔ (باب اجابۃ الاذان ص ۸۷)

"ایک قوم نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جب تم اذان سنو تو ویسے ہی کہو جیسا موذن کہے یہ وجوب پر محمول ہے اور دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو فرمایا کہ یہ استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں۔

عدم وجوب کے قائلین کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ کسی سفر میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اسی اثناء میں موذن کی آواز سنائی دی "اللہ اکبر اللہ اکبر تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی الفطرۃ پھر جب موذن نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرج من النار۔ الخ

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر قرینہ ہے کہ حدیث اول میں قولوا وجوب پر محمول نہیں ہے بلکہ استحباب پر محمول ہے۔ احناف کی ایک جماعت نے اس کی صراحت بھی کی ہے، اور شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو راجح بھی ٹھہرایا ہے اور امام قاضیخان نے بھی اسی پر عمل کیا۔ یہ تھا حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس مسئلے کی تنقیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"اقول ھھنا امران من النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدھما نقولوا مثل ما یقول المؤذن و ثانیھما اذا سمعت داعی اللہ فاجب فالامر الاول ھو الاجابۃ باللسان ھی لیست بواجبۃ ھذا ما ذکرہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ و الثانی الامر بالاجابۃ ای الحضور لصلوۃ الجماعۃ ویقال لھا الاجابۃ بالقدم وھی واجبۃ علی ما قالہ الامام الحلوانی ولیست لھذ الامر قرینۃ صارفۃ عن الوجوب فالحق عندی ان الاجابۃ باللسان مستحبۃ والاجابۃ بالقدم واجبۃ بحیث لا تفوتہ الجماعۃ من غیر عذر لکن ھذا الوجوب لیس علی الفور بان یترک جمیع مشاغلہ حین سمع النداء بل لہ رخصۃ الی ان یحضر وقت الجماعۃ۔ (قلمی حاشیہ لصدر الشریعہ ص۱۰۱)

"میں کہتا ہوں کہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو امر منقول ہیں ایک نقولوا مثل ما یقول المؤذن (جو مؤذن کہے وہ کہو) دوسرا اذا سمعت داعی اللہ فاجب (جب اللہ کے داعی کو سنو تو جواب دو) امر اول کا معنی ہے زبان سے جواب دینا یہ واجب نہیں اسی کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا دوسرا اجابت کا امر اسکا معنی ہے نماز جماعت کیلئے حاضر ہونا اور اس کو قدم سے جواب دینا کہتے ہیں اور یہ واجب ہے جیسا کہ امام حلوانی نے فرمایا اور اس امر کو وجوب سے پھیرنے کیلئے کوئی قرینہ صارفہ نہیں تو میرے نزدیک حق یہ ہے کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور اور قدم سے جواب دینا واجب ہے اس طور پر کہ جماعت بلا عذر فوت نہ ہو لیکن یہ وجوب فوراً ہی اس طریقے پر نہیں ہے کہ اذان سنتے وقت اپنے تمام مشاغل چھوڑ دے بلکہ اسے وقت جماعت تک رخصت ہے"

حاصل یہ ہے کہ اور فقہاء نے اس باب
میں دو محمل متعین نہیں کئے بلکہ دونوں حدیثوں
کو دیکھتے ہوئے مطلقا وجوب و استحباب کا
اختلاف کیا اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی
اسکی تنقیح نہیں کی تاہم انکی مراد اجابت باللسان
(زبان سے جواب دینا) ہی ہے اور اسی کو
مختلف فیہ کہہ کر دو قسم کی حدیثیں ذکر کیں۔

حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ نے اجابت
کی تقسیم کردی ایک اجابت باللسان (زبان
سے جواب دینا) دوسری اجابت بالقدم
(چل کر جواب دینا)

پہلی حدیث "وقولوا مثل مایقول المؤذن"
میں اجابت لسانی مراد ہے اور یہ یقیناً واجب
نہیں بلکہ مستحب ہے یہی امام طحاوی نے ذکر کیا ہے،

دوسری حدیث "اذا سمعت داعی اللہ
فاجب" میں اجابت بالقدم مراد ہے یعنی
چل کر جواب دینا یہ واجب ہے اور معنی وجوب
سے پھیرنے کیلئے یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں
یہی شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے

البتہ یہ وجوب اذان سننے کے بعد ہی
فوراً متوجہ نہ ہوگا کہ جیسے ہی اذان ہو فوراً تمام
کام بند کر کے مسجد کا راستہ اختیار کیا جائے
بلکہ اسے اتنی رخصت ہے کہ جماعت نہ چھوٹے

پھر امام طحاوی کے قول پر علامہ عینی
رحمۃ اللہ علیہ نے چند قوی اشکالات وارد کئے
جن کا حل علوم حدیث میں تبحر کے بغیر ممکن
نہیں۔ حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ نے
نہایت ہی تفصیل سے ان اشکالات کا
محققانہ حل پیش کیا پھر مذکورہ تنقیح کو دیگر
شواہد سے مستحکم بھی کیا یہاں مختصر وقت میں
اسکی گنجائش نہیں اسکا تعلق دیکھنے سے ہے

یہ چند خصوصیتیں حاشیہ طحاوی شریف
کی میں نے ذکر کی مگر اس حاشیہ پر صرف
دو دن میں عبوری نظر ڈالنے کے بعد مجھے یہ
کہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ صاحب "
"معرفۃ علوم الحدیث" نے اپنی کتاب میں
حدیث کے باون علوم ذکر کئے وہ تمام علوم
حاشیہ شرح المعانی الآثار میں بدرجہ اتم موجود
ہیں اور ان سب کو ذکر کیا جائے تو ایک
ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمۃ کو جس طرح جزئیات فقہ کا استحضار

کتب فقہیہ پر گہری نظر، متضاد اقوال میں تطبیق، فقہاء کرام کے اقوال پر کلام، فقہی قواعد اور آداب افتاء کی رعایت جیسی خوبیاں حاصل تھیں جن سے اعلیحضرت قدس سرہ کے بعد آپ کو فقیہ اعظم اور صدر الشریعہ کے لقب سے پہچانا گیا۔

بعینہ اسی طرح متعارض احادیث کے درمیان تطبیق، ترجیح روایات، ناسخ منسوخ، اقوال صحابہ کی جانب عدول قیاس شرعی سے تائید، اسماء الرجال تسلسل واتصال، تدلیس وارسال اعضال وانقطاع، اصطلاح محدثین اور اصطلاح فقہاء پر صحیح وضعیف کی تعیین رد و قبول، احادیث سے کیفیت استدلال تقویت اضعاف کے طرق کے اسرار و رموز سے بھی آپ بھرپور واقف تھے اس لئے اگر آپ کو فقیہ اعظم، صدر الشریعہ کے ساتھ اپنے زمانے کا امیر المومنین فی الحدیث کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، وللہ الحمد،

بقیہ ص۲۹۱ کا۔ منقبت

ہر کلی کے لب پر ہے نغمہ قادریت کا
امجدی گلستاں کا حسن ہی نرالا ہے

چار سو ہیں روضے پر تیرے چاہنے والے
نیر ولایت کے گرد جیسے ہالا ہے

تیرے در کے ٹکڑوں کا ذائقہ تعالی اللہ
ایسا لگتا ہے جیسے جنتی نوالا ہے

المدد کہا میں نے جب تیرے وسیلے سے
مجھ کو دست رحمت نے ہر جگہ سنبھالا ہے

یا خدا خدا کہہ کے یا نبی نبی کہہ کے
ایک متقی ماں نے اس ولی کو پالا ہے

جشن کیوں مناتا ہے میرے قتل پر ظالم
موت کے لئے دنیا چھوٹا سا نوالہ ہے

المدد مرے آقا خالی ہاتھ ہے مضطر
دشمنوں کے ہاتھوں میں برچھی اور بھالا ہے

بہار شریعت حصہ ہفتم و ہشتم کا

ایک تعارف

مولانا محمد قمر الحسن القادری ہوسٹن امریکہ

حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی الحاج امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء – ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کا ایک مثالی کارنامہ ان شہرہ آفاق تصنیف "بہار شریعت" ہے۔ جس کو بڑی سادہ زبان میں حسن ترتیب کے ساتھ ٹھوس حوالوں سے مزین کر کے امت کے سپرد کیا گیا۔ جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے اس قدر مکمل ہے کہ بساطِ حیات پر پھیلے ہوئے تقریباً جملہ امور کا حل کہیں تفصیلی اور کہیں اجمالی تلاش کر لیجئے سترہ (۱۷) جلدوں پر پھیلے ہوئے ۱۹۹۲ مسائل جو پچاسوں (۵۰) فقہی کتب، پچاس کتب احادیث (۵۰) اور ۲۹۵ آیات قرآنیہ نیز چودہ (۱۴) کتب عقائد ورد پر محیط و مشتمل ہیں۔

سردست میرا موضوع سخن بہار شریعت کے حصہ ہفتم (۷) و ہشتم (۸) ہیں۔ اگرچہ بہار شریعت اپنی جامعیت کے لحاظ سے از ابتدا تا انتہا ایک لافانی کارنامہ اور علمی سرمایہ ہے جس سے آپ کی بالغ نظری اور ژرف نگاہی کا مکمل پتہ چلتا ہے کہ آپ نے زندگی کے تمام مسائل کو اس مجموعہ میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اور تطویل وادلہ سے قطع نظر صرف نفس مسئلہ ہی کو ملحوظ رکھا ہے تاہم حصہ ہفتم و ہشتم زندگی کے محتویات کے وہ گوشے ہیں جس پر نسل انسانی ارتقا پذیر ہے۔ اور ایک عائلی زندگی کے مراحل و مسائل کیا ہوتے ہیں؟ سے بحث کر کے ایک اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے جزئیات کو اُجاگر فرما دیا گیا ہے کہ جس سے علماء و عوام یکساں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حصہ ہفتم۔ یہ حصہ نکاح اور متعلقات نکاح کے بارے میں ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بہار شریعت کی ترتیب میں قدیم فقہی کتابوں ہی کی ترتیب کو برقرار رکھا ہے، جیسے ہفتم سے قبل ششم میں حج اور متعلقات حج کا بیان ہے۔ اور ہشتم میں طلاق اور متعلقات طلاق کا بیان۔ پھر نہم میں عتق اور اور آزادی کی بحث کی گئی ہے۔ یہی طریقہ کار قدیم فقہائے اعلام کا رہا ہے۔ ہدایہ، درمختار، شرح وقایہ وغیرہ انھیں طریقوں پر ترتیب دی گئی ہیں۔

حصہ ہفتم زندگی کے ان اہم امور پر مشتمل ہے جہاں ایک خاندان کی عائلی زندگی کے شب و روز کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ اور پھر کس طرح کنبہ میں تبدیل ہو کر کسی معاشرے کی تشکیل دیتا ہے اور ازدواجی زندگی کے ان اصولوں کو حیطہ تحریر میں لایا گیا ہے تاکہ ایک عائلی زندگی خوشگوار ماحول میں اپنی زندگی کے اوقات گذار سکے۔ جیسے کفو کی بحث، اور وہ کون سے عوامل ہیں جنکی وجہ سے بعض افراد کا نکاح بعض سے جائز

اور بعض کا بعض سے ناجائز و حرام ہوتا ہے جیسے محرمات کی بحث، پھر حرمت ذاتی اور اضافی کی تفصیلات ذکر فرماکر عائلی زندگی کی فلاح و بہبود کی پیش بندی کی گئی ہے۔

پھر اسی حصہ میں ایک خوشگوار معاشرتی زندگی کے اسباب پر ناصحانہ تبصرہ بھی ہے، اور احادیث کی مثالیں بھی دی گئی ہیں کہ ازدواجی زندگی میں نفرتوں کا طوفان کیوں امڈتا ہے اور اس سے مستقبل کے نقصانات کیا ہوتے ہیں؟ چنانچہ رقمطراز ہیں:

،، آج کل عام شکایت ہے کہ زن و شوہر میں نااتفاقی ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی، ہر ایک دوسرے کیلئے بلائے جان ہے، اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب۔ آپس کی نااتفاقی وہ علاوہ دنیا کی خرابی کے دین بھی برباد کرنیوالی ہوتی ہے اور اس نااتفاقی کا اثر بد انھیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت۔ اس نااتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین میں ہر ایک دوسرے کا لحاظ نہیں رکھتے اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے،،

پھر اس ناچاقی اور اختلاف و نفرت کا نفسیاتی تجزیہ بھی فرمایا۔ جو اس وقت عموماً کسی نفرت زدہ عائلی زندگی میں پایا جاتا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں۔

،، مرد چاہتا ہے عورت کو باندی سے بدتر رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے، جو میں چاہوں وہ ہو جائے۔ کچھ ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے،،

پھر اس اختلاف کو حل کرنے کیلئے قرآن مقدس کی دو آیتوں اور اٹھارہ (۱۸) احادیث مبارکہ نقل فرمایا ہے۔ جس میں حسن معاشرت عمدہ خصائل، عادات فاضلہ اور زہد و تقویٰ کی بھرپور بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ باہمی رواداری اور میل و محبت کیلئے یہ چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسی طرح سے اِس حصّہ کے آخر میں

"شادی کے رسوم" کے عنوان سے ایک ذیلی اضافہ بھی کیا گیا ہے، جس میں بعض غلط رواجوں پر شرعی گرفت اور نکیر فرمائی گئی ہے۔ اِسی کے ضمن میں اصلاح معاشرہ کا ایک نفیس پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے۔ بعض لوگ جو قبیلہ جاتی رسوم کا لحاظ کرتے ہوئے نوجوان بچیوں کی شادی نہیں کرتے اور غلط رسموں کو نبھانے کیلئے قرض کے بوجھ تلے دب کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں ان کو آگاہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے خسران کا دنیوی و اخروی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اِس سودی قرضوں سے شادی کی مثالیں ہر جگہ بکثرت ملیں گی۔ کہ ایسے ہی غیر ضروری مصارف کی وجہ سے سلمانوں کی بیشتر جائدادیں سود کی نذر ہو گئیں۔ پھر قرضخواہ کے تقاضے اور اسکے تشدد آمیز لہجہ سے رہی سہی عزت پر بھی پانی پڑ جاتا ہے۔ یہ ساری تباہی و بربادی آنکھوں دیکھ رہے ہیں مگر اب بھی غیرت نہیں ہوتی۔ اور مسلمان اپنی فضول خرچیوں سے باز نہیں آتے۔ یہی نہیں کہ اِسی پر بس ہو اسکی خرابیاں اِسی زندگی دنیا ہی تک محدود ہوں بلکہ آخرت کا وبال الگ ہے"

پھر آگے چل کر فہمائش کے ساتھ بڑی نصیحت فرما رہے ہیں:

"ہم نے مانا کہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مدت کی آرزو کے بعد یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے بیشک خوشی کرو مگر حد سے گذرنا اور حدود شرع سے باہر ہو جانا کسی عاقل کا کام نہیں"

مسائل فقہیہ کے ضمن میں اگر کبھی کسی مناسب تنبیہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کا ذکر بھی صراحتہً کر دیا گیا۔ جیسے نکاح کے بیان میں بوقت نکاح صراحتہً لڑکی کا نام لینے سے گریز کی صورت میں "تنبیہ" کے اضافہ کے ساتھ توضیح مسئلہ کی گئی ہے۔ اور بعض غلط مروجہ امور پر روشنی بھی ڈالی گئی ہے مثلاً۔

"تنبیہ" بعض نکاح خواں کو دیکھا گیا ہے کہ رواج کی وجہ سے نام نہیں لیتے اور نام لینے کو ضروری بھی سمجھتے ہیں۔ لہذا دولھا کے کان میں چپکے سے لڑکی کا نام ذکر کر دیتے ہیں پھر ان لفظوں سے ایجاب کرتے ہیں کہ فلاں لڑکی جس کا نام تجھے معلوم ہے میں نے اپنی وکالت

سے تیرے نکاح میں دی۔ اس صورت میں اگر اسکی اور لڑکیاں بھی ہیں تو گواہوں کے سامنے تعین نہ ہوئی، یہاں تک کہ اگر یوں کہا کہ میں نے اپنی موکلہ تیرے نکاح میں دی یا جس عورت نے اپنا اختیار مجھے دیدیا ہے اُسے تیرے نکاح میں دیا۔ تو فتویٰ اِس پر ہے کہ نکاح نہ ہوا"۔

مآخذ: یوں تو پوری بہار شریعت نفاست ترتیب و استدلال کے لحاظ سے بڑی آراستہ ہے، پہلے قرآن مجید پھر احادیث مبارکہ اور پھر کتب فقہیہ سے مسائل کا استدلال کیا جاتا ہے اس طرح حصہ ہفتم کے مآخذ اسطرح ہیں:

۱۔ قرآن مجید:

(۱) سورہ نساء (۲) سورہ نور (۳) سورہ بقرہ۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

(۱) بخاری شریف (۲) مسلم شریف (۳) ابوداؤد شریف (۴) ترمذی شریف (۵) نسائی شریف (۶) ابن ماجہ شریف (۷) بیہقی شریف (۸) طبرانی کبیر (۹) اوسط (۱۰) امام احمد (۱۱) بزار (۱۲) حاکم (۱۳) ابن حبان (۱۴) ابن ابی حاتم (۱۵) ابو یعلی (۱۶) عامۂ کتب (۱۷) حلیہ لابی نعیم

۳۔ کتب فقہیہ

(۱) رد المحتار (۲) در مختار (۳) عالمگیری (۴) جوہرہ نیرہ (۵) خانیہ (۶) ہندیہ (۷) عامۂ کتب (۸) فتح القدیر (۹) ہدایہ (۱۰) بزازیہ (۱۱) متون (۱۲) تنویر الابصار (۱۳) بحر الرائق۔

اسی طرح اِس حصے میں بارہ (۱۲) اہم اصل ابواب کے تحت (۱۴) آیات قرآنیہ (۴۸) احادیث مبارکہ اور ۴۲۷ مسائل فقہیہ درج ہیں جنکی تفصیل یوں ہے:

شمار	موضوعات	آیات مبارکہ	احادیث شریفہ	مسائل
۱	نکاح کا بیان	۲	۱۴	۶۵
۲	محرمات کا بیان	۳	۴	۷۵
۳	دودھ کے رشتہ کا بیان	۔	۔	۳۲
۴	ولی کا بیان	۔	۱	۵۳
۵	کفو کا بیان	۔	۱	۲۴
۶	نکاح کی وکالت کا بیان	۔	۔	۲۷
۷	مہر کا بیان	۴	۵	۶۸
۸	لونڈی غلام کے نکاح کا بیان	۱	۲	۳۵
۹	نکاح کافر کا بیان	۔	۔	۲۸
۱۰	باری مقرر کرنے کا بیان	۲	۴	۲۰
۱۱	حقوق الزوجین	۲	۱۷	۔
۱۲	شادی کے رسوم (نصائح)	۔	۔	۔
		۱۴	۴۸	۴۲۷

ان مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ ان کی ضمنی بحثیں بھی کی گئی ہیں اس طرح یہ حصہ اصل عناوین کے علاوہ ۴۲ مزید عنوانات پر مشتمل ہے کہ نکاح کے عنوان کے تحت ۱۶ ذیلی عنوان محرمات کے تحت ۸ ذیلی عنوانات، ولی کا بیان کے تحت ۶ عناوین کفو کے تحت ۳، وکالت نکاح کے تحت ۳، مہر کے بیان کے تحت ۱۱، لونڈی غلام کے نکاح کے تحت ۵ اور حقوق الزوجین کے تحت ۲ عنوانات ہیں۔ لیکن یہ عناوین ضمنی ہونے کی وجہ سے کہیں شہ سرخیوں میں نہیں بلکہ اوراق کے حاشیہ پر قلمبند کئے گئے ہیں۔ خلاصۂ کلام حصۂ ہفتم بہار شریعت کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔

حصۂ ہشتم :- یہ پورا طلاق اور متعلقات پر مبنی ہے۔ یہاں بھی فقہی ترتیب وہی ہے جو اس سے قبل کے حصوں کی رہی ہے۔ چونکہ طلاق عقد نکاح پر موقوف ہوتی ہے اس لئے اس کو رتبۃً موخر ہونا ضروری ہے، یہ حصہ آپکی رحلت سے ۲۹ر سال قبل تصنیف پا چکا تھا، جیسا کہ اس کے آخر میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے تاریخ تکمیل ذکر فرمائی ہے۔

"شب بست و دوم ماہ فاخرہ ربیع الآخر شب پنجشنبہ ۱۳۳۸ھ" یعنی یہ حصہ ۲۲ر ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ جمعرات کی رات میں مکمل ہوا، اس حصہ کے تنوعات بہ نسبت حصۂ ہفتم کے کچھ زیادہ ہیں، کیونکہ متعلقات طلاق اور اس کے داعیہ زیادہ ہونے کی وجہ سے بحث خود بخود وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔ نفس طلاق کی لفظی بحث دسیوں صفحات تک بکھری ہوئی ہے پھر مستزاد اس کے جزوی انواع نوع بنوع ہوتے چلے جارہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسکی ضخامت اور مستدلات بھی ماسبق حصہ سے زیادہ ہیں۔

اس حصہ میں ۲۶ آیات قرآنیہ ۲۶ احادیث مبارکہ اور ۵۹۷ مسائل فقہی ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس حصہ میں بھی ہمدردانہ فہمائش کے ساتھ ساتھ گاہے گاہے پند و موعظت بھی کہیں کہیں ملتی ہیں۔ حالانکہ فقہی امور کے ضمن میں کسی مسئلہ کی توضیح میں جب موعظت کا ذکر ہوتا ہے تو ارشادات کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً نفقہ کے بیان میں ایک جگہ اس مسئلہ پر کہ "طالب علم کا نفقہ اس کے والدین کے ذمہ ہوتا ہے" کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں

مسئلہ: طالب علم کہ علم دین پڑھتا ہو اور نیک چلن ہو اس کا نفقہ بھی اس کے والد کے ذمہ ہے وہ طلبہ مراد نہیں جو فضولیات و لغویات فلاسفہ میں مشتغل ہوں۔ اگر یہ باتیں ہوں تو نفقہ باپ پر نہیں۔" (عالمگیری، درمختار)

اب اس پر مزید تشریح فرماتے ہوئے فی زمانناان قبیح معتقدات و نظریات کی بھرپور تردید فرماتے ہوئے نصیحت بھی فرمائی اور ایمان بھی بچایا

"وہ طلبہ بھی اس سے مراد نہیں جو بظاہر علم دین پڑھتے اور حقیقۃً دین ڈھانا چاہتے ہیں مثلاً وہابیوں سے پڑھتے ہیں اُن کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں کہ ایسوں سے عموماً یہی مشاہدہ ہو رہا ہے کہ بدباطنی و خباثت اور اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی کرنے میں اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے ایسوں کا نفقہ درکنار اُن کو پاس بھی نہ آنے دینا چاہئے۔ ایسی تعلیم سے تو جاہل رہنا اچھا تھا کہ اُس نے تو مذہب و دین سب کو برباد کیا اور نہ فقط اپنا بلکہ وہ تم کو بھی لے ڈوبے گا۔ ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد"

حصہ ہشتم کے ماٰخذ کی ترتیب بھی وہی ہے جو تمام بہار شریعت کی ہے۔ اِس حصہ کے ماٰخذ یوں ہیں:

۱۔ قرآن مجید:

(۱) سورہ صٓ شریف، (۲) سورہ بقرہ شریف (۳) سورہ احزاب شریف (۴) سورہ مجادلہ شریف (۵) سورہ نور شریف (۶) سورہ طلاق شریف (۷) سورہ تحریم شریف۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

(۱) دارقطنی (۲) ابو داؤد (۳) امام محمد (۴) ترمذی (۵) ابن ماجہ (۶) دارمی (۷) بخاری (۸) مسلم (۹) نسائی (۱۰) موطا امام مالک۔

۳۔ کتب فقہیہ:

(۱) درمختار (۲) جوہرہ (۳) عالمگیری (۴) ردالمحتار (۵) فتح القدیر (۶) خانیہ (۷) فتاوی رضویہ (۸) فتاوی خیریہ (۹) تنویرالابصار (۱۰) کتب عامہ (۱۱) بحرالرائق (۱۲) ہدایہ (۱۳) بدائع (۱۴) نیرہ

ماٰخذ پر نظر ڈالنے سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ مصنف علام علیہ الرحمۃ کی نظر کتب پر کتنی وسیع ہوتی تھی۔ ایسا نہیں کہ کسی مسئلے کو فقط ایک ہی کتاب سے نقل کر دیا گیا ہو بلکہ ہوتا یہ ہے کہ کبھی کبھار

ایک مسئلے کو متعدد کتبِ فقہ یا متعدد کتب احادیث سے مزین فرماتے ہیں۔ اور مسئلہ کو رقم فرمانے کے بعد اس فقہی کتاب کا حوالہ بھی درج ہوتا ہے یوں حدیث پاک نقل کرنے کی صورت میں متن حدیث سے قبل کتب حدیث کا ذکر بھی ضروری ہوتا ہے۔ یہ انداز نہ صرف حصہ ہشتم کا ہے بلکہ پوری بہار شریعت کا ہے۔

اس حصہ کے اصل عنوانات کل ۲۲ ہیں جن کے تحت ۷۵۹ مسائل کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ تفصیلی عنوانات یوں ہیں:

شمار	موضوعات	آیات مبارکہ	احادیث شریفہ	مسائل
۱	طلاق کا بیان	۴	۸	۲۶
۲	صریح کا بیان	-	-	۲۱
۳	اضافت کا بیان	-	-	۲۳
۴	غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان	-	-	۲۱
۵	کنایہ کا بیان	-	-	۱۱
۶	طلاق سپرد کرنے کا بیان	۲	۱	۷۱
۷	تعلیق کا بیان	-	-	۳۷
۸	استثناء کا بیان	-	-	۲۰
۹	طلاق مریض کا بیان	-	۱	۳۱
۱۰	رجعت کا بیان	۲	۱	۳۹
۱۱	حلالہ کے مسائل	-	-	۲۳
۱۲	ایلا کا بیان	۲	-	۵۴
۱۲	خلع کا بیان	۱	۱	۵۸
۱۴	ظہار کا بیان	۱	-	۲۱
۱۵	کفارے کا بیان	۲	۱	۳۴
۱۶	لعان کا بیان	۴	۵	۳۳
۱۷	عنین کا بیان	-	۱	۲۳
۱۸	عدت کا بیان	۴	۱	۳۵
۱۹	سوگ کا بیان	۱	۶	۲۶
۲۰	ثبوت نسب کا بیان	-	۱	۱۷
۲۱	بچہ کی پرورش کا بیان	-	۲	۲۳
۲۲	نفقہ کا بیان	۳	۷	۱۱۲
		۲۶	۳۶	۷۵۹

مگر ان میں اصل عنوان کے اگر فروعی عناوین کو جمع کیا جائے تو یہ تعداد (۶۶) چھیاسٹھ ہو جاتے یعنی ۲۲ اسی عناوین اور ۶۶ فروعی عناوین ہیں جیسے طلاق کے تحت ۴ عنوان، اضافت کا بیان کے تحت ۳، کنایہ کے بیان کے تحت ۲، سپردگی طلاق کے ۵، تعلیق کے ۶، استثناء کے ۲، طلاق مریض

کے دو ۲، رجعت کے ۳، حلالہ کے ۱، ایلا کے ۶،
خلع کے ۴، ظہار کے ۳، کفارہ کے ۲، لعان کے ۲،
عدت کے ۳، سوگ کے ۳، بچے کی پرورش کے ۴،
اور نفقہ کے ۹ ۔ ان جزئی عناوین کا ایک اہم فائدہ
یہ ہے کہ قاری کیلئے کسی مسئلہ کی تلاش آسان
ہو جاتی ہے ۔ نیز نوعیت مسئلہ کے امتیاز کا بھی
پتہ چلتا ہے ۔

بہار شریعت اپنے دور کی مایہ ناز، بے مثال
اور نادر تصنیف ہے جس میں فقیہانہ عوامل کی
کارفرمائی کے جلوئے جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ جزئیات
کے بحر بیکراں کا ایک نمونہ ہے، جس میں ہر موضوع
پر جزئیات فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ
اس سے اہل علم کثرت سے اکتساب کرتے ہیں۔ فقہی
اصطلاحات کو عام زبان میں حد درجہ سہل بنا کر
پیش کیا گیا ہے ۔

حالانکہ جس دور میں بہار شریعت تصنیف کی
جا رہی تھی اس وقت اوروں نے بھی فقہ میں طبع
آزمائی کی ہے۔ خصوصاً اغیار کے یہاں بھی فقہ حنفی کے
نمونے ملتے ہیں مگر ان میں فقیہانہ عناصر اقل قلیل اور
غیر فقیہانہ مواد زیادہ ملیگا۔ اس سلسلے میں اس دور کی
کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ صداقت اظہر من الشمس

ہو جاتی ہے۔ نیز بہار شریعت میں احتیاط کا جو پہلو ہے
وہ دراصل "فتاویٰ رضویہ" کا عکس ہے۔ جیسا کہ عرض کیا
جا چکا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ نے فقہی جواہر پارے اسی
مجدد اعظم کی بارگاہ سے حاصل کئے ہیں جو اپنے قرن کا
بے نظیر مفتی اور شیخ الاسلام والمسلمین رہا ہے۔ ایک
اور خوبی بھی جو بہار شریعت کے مطالعہ سے محسوس
ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مسائل کو اردو کے قالب میں
اس طرح اتارا گیا ہے کہ لگتا ہے نفس مسئلہ اسی زبان
میں رہا ہوگا۔ یہ دراصل حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کی
زبان عربی و اردو پر قدرت کا مکمل ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ
حضرت علیہ الرحمۃ کے مرقد انوار کو گہوارۂ جنت بنائے، اور
ہم خوشہ چینوں کو ان کے حدیقۂ علم و فضل سے بہرہ مند
فرمائے ۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مراجع :

۱۔ حضرت صدر الشریعہ بہار شریعت حصہ ہفتم ص ۶۵ مطبوعہ لاہور
۲۔ " " " ص ۶۶ " "
۳ " " " " ۷۰ " "
۴ " " " " ۷۱ " "
۵ " " " " ۹ " "
۶ " " حصہ ہشتم " ۱۲۵ " "
۷ " " " " " "

صدر شریعہ قدس سرہ کی نثر نگاری

مولانا ارشاد احمد صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

افسوس ہے کہ ''ادب برائے ادب'' کے مزاج نے ادب کا ایک ایسا تصور عام کر دیا ہے جس نے ترقیاتی ادب پسند حلقوں کو ان حضرات سے بالکل غیر مانوس کر دیا جو متین دلائل کی روشنی میں ٹھوس بنیادوں پر افادیت سے لبریز گفتگو کے عادی ہیں۔ اس لئے ترقی پسند طبقہ بھولے سے بھی اس حلقہ کی طرف پلٹ کر دیکھنا پسند نہیں کرتا خواہ ان کے ذخائر علمی میں خود ادب پسند عناصر ہی کے لئے کتنی ہی دلچسپیاں کیوں نہ موجود ہوں یہی سبب ہے کہ علماء اور فقہا کے نثری شاہکاروں کی نہ کوئی اہمیت سمجھی گئی نہ کسی نے ان کا ادبی اور لسانی حیثیت سے جائزہ لینے کی زحمت گوارا کی تو پھر بھلا ان کا نام ادب پسند طبقہ میں آئے تو کس طرح سے؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ فقہائے اسلام اور عالمان دین کی نگارشات کا اگر ادبی جائزہ لیا جائے تو کسی طور سے ان کی ادبی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ادب کے فروغ اور لسان کے ارتقاء میں ان کا حصہ اقدار ادب کے پاسبانوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ۔ اسی طبقہ کی ایک مخصوص نگارش کے ادبی پہلو کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:-

> '' اگر فتاویٰ کے تمام سرمایہ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو مختلف حیثیات سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ادبی اور لسانی حیثیت سے فتاویٰ خاص اہمیت رکھتے ہیں، آسان اور سلیس اردو میں اہم قانونی مسائل و دفعات کی تشریح ایک طرف خود زبان اردو کی وسعت اور دوسری طرف مجیب و مفتی کی کمال قدرت کی آئینہ دار ہے۔ علماء میں بکثرت ایسے

اصحاب نظر آتے ہیں جنھوں نے بڑی کامیابی
کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے ہیں .....
انھیں علماء کی تعلیم و تدریس اور تحریر و تقریر
سے زبان اردو کو بڑا فروغ حاصل ہوا، بیرونی
ممالک خصوصًا ایشیائی ممالک میں اردو کی
اشاعت میں علمائے کرام نے اہم خدمات
انجام دی ہیں۔[1]

صدر الشریعہ قدس سرہٗ علمی عبقریت اور فنی
وجاہت کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کے بھی
محرم راز تھے ۔ وہ لسانیات کے بنیادی عناصر
سے جن میں مخاطب کی نفسیات کا پورا پورا خیال
رکھا جاتا ہے ، پوری طرح واقف تھے ۔ اور
یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ خود اس پر ان کے فتاویٰ
اور دیگر تصانیف کی شستہ ، سلیس ، برجستہ
اور رواں دواں زبان بہترین شاہد ہے جس
میں نثر نگاری کے بنیادی عناصر سلاست
روانی ، برجستگی ، جامعیت اور مفہوم کی صحیح ترسیل
پوری ہمہ ہمی کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں ۔
سادہ نگاری اور سلاست آپ کے نثری افادات
کی روح کہی جا سکتی ہے جس میں قاری کیلئے
بے پناہ جذب و کشش ہوتی ہے کیونکہ نثر نگاری
کا بنیادی محور ہے ، مفہوم کی صحیح ترسیل ، جو نثر
اس کے گرد گھومتی رہی وہ افادیت کی حامل
بھی ہوگی اور قبولیت سے قریب بھی ۔ اور اگر
کہیں عبارتوں کے پیچ و خم میں صحیح مفہوم کھو گیا
تو وہ نثر مفہوماتی انتشار کا شکار ہو کر اپنی
افادیت کھو بیٹھتی ہے ۔ اس لئے یہ کہنا
بجا ہوگا کہ نثر کا حقیقی عنصر دلکش سادہ نگاری
ہے ۔ جو سپاٹ اور بے کیف نہ ہو ۔ ایسی نثر
افادیت سے لبریز ہوتی ہے جو قاری کو
اوبنے نہیں دیتی بلکہ اس کیلئے اس کا
ہر پہلو دلکش اور توجہ رُبا ہوتا ہے ۔
صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے یہاں بھی ہمیں
ایسی ہی نثر ملتی ہے جس میں سادگی کا حسن
بے ساختگی کی جاذبیت اور تسلسل کی لطافت
جگہ جگہ ملتی ہے جو سپاٹ پن ، بے کیفی ، اور
تھکا دینے والی گنجلک بے ترتیبی سے شکن
آلود نہیں ہوتی ۔
اب آیئے چند اقتباسات میں اس کی
تائید دیکھتے چلیں ۔
مصیبتوں اور کلفتوں پہ صبر کی خوبصورت
تلقین کرتے ہوئے ، تحریر فرماتے ہیں ۔

[1] مقدمہ فتاویٰ مظہری ۔ ص ۶۲ - ۶۳

"بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے منافع بے شمار ہیں اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقۃً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہیئے۔ بہت موٹی سی بات جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا ہے توبہ و استغفار کرتا ہے اور یہ تو بڑے رتبہ والوں کی شان ہے کہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں۔ جیسے راحت کا،

ع آنچہ از دوست می رسد نیکو است۔

مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں اور جزع و فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ دیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے[1]۔"

کتنی سلیس، رواں، سادہ اور دلوں کو چھوتی ہوئی نثر استعمال فرمائی ہے، لگتا ہے کہ الفاظ خود ہی تلقین صبر کے واسطے کھڑے ہیں۔ تدریجی تفہیم، آسان اور تمثیلی پیرایۂ بیان اور شفقتوں سے لبریز اندازِ گفتگو سطر سطر سے نمایاں ہے۔ جو موثرانہ تلقین صبر کے خاص عناصر ہیں۔

اب چند بے ساختہ اور بولتے ہوئے نثری اقتباسات بھی دیکھتے چلیں جس میں روزمرہ کا وہ بے تکلف مکالماتی انداز صاف جھلکتا نظر آتا ہے۔ جس نے غالب کو نہ جانے کتنے القاب سے سرفراز کر دیا۔

بے جا سوال کی عادت پر یہ دلچسپ تنقیدی انداز دیکھنے کے لائق ہے۔

"آجکل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست، چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں مگر انھوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال

[1] بہار شریعت ص ۱۲۳ ج ۴ —

کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور
بہتیرے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری چھوٹی
تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے اور بھیک مانگنا
کہ حقیقتاً ایسوں کیلئے بے عزتی ہے۔ مایۂ عزت
جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا
پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے
ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے
ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے۔ ان سے
کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے
واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں گے۔

بے ساختہ یونہی الفاظ جن میں رویت
کے سلسلہ میں عوامی عجلت پسندی اور اس پہ
تفہیمی نکیر سے مکالماتی گفتگو کے بہتر آئینہ دار ہیں۔

آجکل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انتیس ۲۹ رمضان
کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے
جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں اگر کہیں سے
تار آ گیا بس لو عید آ گئی یہ محض ناجائز و حرام
ہے۔ تار کیا چیز ہے اولاً تو یہ معلوم نہیں کہ
جس کا نام لکھا ہے واقعی اسی کا بھیجا ہوا ہے
اور فرض کرو اسی کا ہو تو تمہارے پاس کیا
ثبوت، اور یہ بھی سہی تو تار میں اکثر غلطیاں
ہوتی ہی رہتی ہیں، ہاں کا نہیں، نہیں کا ہاں
معمولی بات ہے اور مانا کہ بالکل صحیح پہنچا تو
یہ محض ایک خبر ہے شہادت نہیں اور وہ بھی
بیسوں واسطہ سے اگر تار دینے والا انگریزی
پڑھا ہوا نہیں تو کسی اور سے لکھوائے گا۔
معلوم نہیں اس نے کیا لکھوایا اس نے کیا لکھا
آدمی کو دیا اس نے تار والے کے حوالہ کیا
اب یہاں کے تار گھر میں پہنچا تو اس نے تقسیم
کرنے والے کو دیا اس نے اگر کسی اور کے
حوالہ کر دیا تو معلوم نہیں کتنے وسائط سے
اس کو ملے اور اگر اسی کو دیا جب بھی کتنے
واسطے ہیں پھر یہ دیکھئے کہ مسلمان مستور
جس کا عادل و فاسق ہونا معلوم نہ ہو اس
تک کی گواہی معتبر نہیں اور یہاں جن جن ذریعوں
سے تار پہنچا ان میں سب کے سب مسلمان ہی
ہوں یہ ایک عقلی احتمال ہے جس کا وجود معلوم
نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ مکتوب الیہ صاحب بھی
انگریزی پڑھے نہ ہوں تو کسی سے پڑھوائیں گے
اگر کسی کافر نے پڑھا تو کیا اعتبار اور مسلمان نے

لہ بہار شریعت ۵/۷۲ - ۷۱ ۔

پڑھا تو کیا اعتماد کہ صحیح پڑھا۔ غرض شمار کیجئے تو بکثرت ایسی وجہیں ہیں جو تار کے اعتبار کو کھوتی ہیں[1]

فقہاء اسلام اور علماء دین اسلامی روایات اور دینی اقدار کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی توجہ کا مرکز وحید دینی مزاج کی تربیت اور نبوی آثار کی ترسیل ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے نثری افادات میں ایسے جمالیاتی رنگ کی تلاش جس سے تہذیب شکن سرمستی چھلکتی ہو بالکل بے سود ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ لطافتیں انھیں چھو کر نہ گئی ہوں اور گفتگو کا جمالیاتی ذوق تشنہ تشنہ ہی نظر آئے بلکہ شائستہ مہذب، جمالیاتی اور صوتی رنگ و آہنگ کی رعنا محفلیں، ان کے فکری دبستانوں میں بھی سجی ملتی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ تحقیق و تناسب کی سنگلاخ اور ٹھوس زمین آ ایسے زیبا گل بوٹے اگانا ہی ان کا وہ بنیادی کمال ہے جو انھیں دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ کیونکہ آزادی کی فضا میں سرمستی کا راگ الاپ لینا کوئی کمال کی بات نہیں کمال تو یہ ہے کہ تہذیب کی حدوں کا پابند بنا دیا جائے، ہر قدم پہ قدغن کے پہرے ہوں پھر بھی اس کی فکر صاحب ذوق اور شائستہ جمال نظر آئے۔

صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے یہاں بھی یہ بامعنی جمالیاتی رنگ، اپنے صوتی آہنگ کے ساتھ نظر آتا ہے۔

حاضری بارگاہ اقدس کے آداب کس پیارے انداز میں سکھاتے ہیں جس سے ذوق جمال و محبت جھوم جھوم اٹھتا ہے۔

الحمد للہ: اب کہ دل کی طرح تمہارا مونھ بھی اس جالی کی طرف ہو گیا۔ جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرامگاہ ہے۔ نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآواز حزیں وصورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت نہ نہایت نرم و پست مجرا و تسلیم بجا لاؤ[2]

منظر نگاری بھی تاثیراتی نثر کا خاص جزہے جس کی قوت تاثیر سے مخاطب خود کو فراموش کر کے اسی ماحول میں پہنچتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ جس کی تصویر کھینچ دی گئی ہو حضرت نے بھی ہمیں ایسے یادگار جملے عطا کئے ہیں، جسے پڑھنے کے بعد یقینی طور سے خود فراموشی کا عالم طاری ہو جاتا ہے

[1] بہار شریعت ۵/ ۱۱۱-۱۱۰ [2] بہار شریعت ۶/ ۱۴۶

جو یقیناً آپ کی قوت تحریر کا منہ بولتا ثبوت ہے
وقوف عرفات کے وقت، انسان کی
دلی کیفیت کیا ہونی چاہیئے اسکی منظر نگاری
حضرت کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

"سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم
مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور
میدان قیامت میں حساب اعمال کے لئے
اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ نہایت
خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے
امید کرتے، آنکھیں بند کئے، گردن جھکائے
دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا
پھیلائے، تکبیر و تہلیل و تسبیح و لبیک و حمد
و ذکر و دعا و توبہ و استغفار میں ڈوب جائے
کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے
کہ دلیل اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے
کا سا مونھ بنائے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی
اثنائے دعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے
آج کے دن دعائیں بہت منقول ہیں اور
دعائے جامع کہ اوپر گذری کافی ہے چند بار
اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت
درود و ذکر و تلاوت قرآن میں گذار دو کہ
بوعدہ حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو۔
غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو
اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرکے بید کی
طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے
اسی کے پاس پناہ ہے، اس سے بھاگ
کر کہیں نہیں جا سکتے، اس کے در کے سوا
کہیں ٹھکانہ نہیں لہذا ان شفیعوں کا دامن
پکڑے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ
مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے
غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی
رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہو جاتا ہے۔[1]

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی نثر نگاری کے یہ چند گوشے
پیش کردیئے گئے جن سے آپکی تصنیفات و افادات کے ادبی اور لسانی پہلو
پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ادبی حیثیت سے بھی اکابرین اسلام کے
قلمی آثار کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان کی نگارشات کی قدر و قیمت جدید
مذاق آشنا ذہنوں میں بھی جگہ پا سکے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری
مرحوم نے اپنے تحقیقی مقالہ (تھیسس) کیلئے اس موضوع کا
انتخاب کیا تھا لیکن وہ اشاعت کی منزل تک سے نہ گذر سکا[2] اگر کوئی
صاحب فکر اس موضوع پر کام کریں تو یہ ایک بڑی دینی اور ادبی خدمت
ہوگی۔ فقیر نے جو عرض کیا صرف ایک اشارہ تھا ورنہ ۔

ع ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا

[1] بہار شریعت ۶/۸۹ - ۸۸ - [2] امام احمد رضا کے نثری شہ پارے ص ۴ :-

محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی

حضرت صدر الشریعہ کا اعلیٰ ترین مقامِ فقاہت

از حضرت مولانا سید محمد حسینی صاحب اشرفی مصباحی، چیف ایڈیٹر ماہنامہ "سنی آواز"، دار العلوم امجدیہ
-: ناگپور :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مولٰینا المفتی الشاہ محمد امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بلاشبہ چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام کے عظیم فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ کیوں نہ ہوں، مجدد اسلام سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسلام وسنیت کی خدمات اور باطل فرقوں کے رد وابطال میں اپنے خلفاء وشاگردوں کی ایک ایسی مضبوط ٹیم تیار کی تھی جو قیامت تک تبدیلیٔ ازمنہ کے باوجود پوری دنیائے سنیت اس سے بہرور ہوتی رہے عالم اسلام میں جو شخصیت دینی رہنمائی اور قیادت کے لئے پیدا کی جاتی ہے، اسکو پہلے اسکے خلفاء اور شاگردوں اور اولاد سے پہچانا جاتا ہے

جب زمانہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے شاگردوں اور خلفاء کو دیکھتا ہے تو ان میں ہر شخصیت کے علوم وفنون اور بالغ نظری اور شانِ قیادت کو دیکھکر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ یہ ٹیم تو اپنی جگہ پر ہے۔ اس نے اپنے خلفاء وشاگردوں کی جو جماعت تیار کی ہے۔ اس کی علمی ودینی وملی وملکی قیادت وخدمات پر نظر جاتی ہے تو اس جماعت کے سامنے دنیا کے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی بلند پیشانیاں خمیدہ نظر آتی ہیں جیسے حضور سید العلماء مارہروی، حضرت شیر بیشہ اہل سنت، حضرت حافظ ملت، حضرت محدث اعظم پاکستان، حضرت مجاہد ملت

حضرت صدر العلما میرٹھی، حضرت غلام یزدانی اعظمی، حضرت مفتی رفاقت حسین کانپوری وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین، کی دینی و علمی قیادت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ یقیناً ان میں سے ہر ایک اولوالامر منکم کے عظیم منصب پر فائز تھا اگر اسلامی و شرعی حکومت ہوتی تو اس جماعت میں سے ہر کوئی قاضی اسلام یا قاضی القضاۃ یا اور کوئی دینی و شرعی منصب پر فائز ہوتا یہاں ان حضرات کی دینی قیادت اور علمی خدمات سے بحث مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مذکورہ حضرات کے خلفاء و شاگردوں کی دینی قیادت پر بھی تفصیلی بحث کی جا سکتی ہے۔

ہمیں اس وقت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی عظیم الشان شخصیت پر کچھ لکھنا ہے، آپ پر لکھنے کے لئے بھی بھرپور علمی صلاحیت کی ضرورت ہے۔ مجھ جیسا کم علم عالم اسلام کی عبقری عظیم شخصیت پر خامہ فرسائی کرے ممکن نہیں ہے اس لئے میں اختصار کے ساتھ اصل مقصود کی طرف آتا ہوں۔ حضرت بدر الطریقہ، صدر الشریعہ فقیہ اعظم ہند علامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کا مقام علم اتنا اونچا تھا کہ وہ آسمان فقاہت میں نیر تاباں کی حیثیت رکھتے تھے اسی کے ساتھ وہ زہد و تقویٰ اور علوم طریقت میں بدر کامل تھے، اسی لئے آپ کے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں بہار شریعت کی تدوین سے فارغ ہوتے ہی طریقت کے مسائل اور اس کے رموز پر ایک ایسی ہی تصنیف ''بہار طریقت'' لکھوں۔ لیکن آپ کی عمر نے ساتھ نہ دیا، آپ اس امت کے اولوالامر میں شمار ہوتے ہیں، اولوالامر کی ولایت عامہ، سلطان اسلام اور اسکے مقرر کردہ مقتدر حکام کو حاصل ہے۔ حلال و حرام کے احکام بتانے اور انھیں جاری کرنے اور تعزیر و حد جاری کرنے کا حق علماء کرام اور فقہاء ملت کو ہے۔ جو بالاتفاق اولوالامر ہیں۔ بلکہ علماء امت بدرجۂ اولیٰ اس پر فائز ہیں اس لئے کہ علماء امت کا حکم امراء و سلاطین پر بھی جاری ہوتا ہے۔ امراء و سلاطین حکم شرع کے نفاذ میں علماء کرام کے محتاج ہیں۔

حقیقت میں علماء کرام ہی اولوالامر ہیں مختلف علوم و فنون کے ماہر علماء کرام میں منفرد اور اعلیٰ مقام فقہاء کرام کا ہے۔ اسی لئے

ارشاد فرمایا گیا من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین ۔ علم فقاہت دین کے کئی علوم بالخصوص قرآن وحدیث و تفسیر واصول سے کشید کیا ہوا عطر مجموعہ ہے، جسکی خوشبو سے عالم اسلام معطر ہے، موجودہ زمانہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت کے بعد حضرت صدر الشریعہ اور حضرت مفتی اعظم ہند کو دین میں فقاہت کا جو اعلیٰ مقام حاصل تھا کسی اور شخصیت میں وہ مقام ارفع نظر نہیں آتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سارے علوم وفنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی، ان میں بھی خاص طور سے تفسیر وحدیث اور فقہ میں جو بصیرت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی ۔ دنیائے اسلام میں ان کے زمانے سے اب تک کوئی دوسرا اس مقام پر فائز نظر نہیں آتا ہے۔ فقہی جزئیات آپ کی نوک زبان پر ہر وقت جاری رہتے تھے وہ عالم ہی نہیں، سراپا علم۔ تھے، اسی لئے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کی فقہی مہارت پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کو صدر الشریعہ کے خطاب سے نوازا تھا،

اور اسی کے ساتھ قاضی القضاۃ کے عہدۂ جلیلہ پر بھی فائز فرمایا تھا۔ حضرت صدر الشریعہ اپنے وقت کے کامل استاذ اور محدث حضرت علامہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے علوم وفنون میں کامل دستگاہ حاصل کرنے کے بعد، پٹنہ کی ایک مشہور درسگاہ میں بحیثیت صدر مدرس مقرر کئے گئے۔ وہیں سے آپ کی خداداد علمی صلاحیت اجاگر ہونے لگی بہت جلد دور دور تک آپ کی قابلیت واہلیت کا شہرہ ہونے لگا، پٹنہ کی جس درسگاہ میں آپ اپنے دریائے علم وفن سے تشنگان علوم وفنون کو سیراب کر رہے تھے وہ کوئی معمولی درسگاہ نہیں تھی، اسکی تفصیل ابھی مجھے ایک کتاب بذریعہ پوسٹ موصول ہوئی اس میں اس طرح مرقوم ہے۔

"اس درسگاہ (مدرسۂ اہلسنت) کی علمی دھمک کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ سے پہلے علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید مولانا عبد العزیز منطقی اور حافظ الحدیث محدث سورتی علیہم الرحمہ جیسی عظیم المرتبت

شخصیتیں یہاں برسوں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے چکی تھیں، ان حضرات کے بعد آپ نے اس خلا کو پر کیا۔ آپ کی آمد سے اس درسگاہ کا پرانا وقار عود کر آیا۔ (مختصر سوانح صدر الشریعہ، ناشر طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ص۱۳)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بعد فراغت علوم کثیرہ پہلی مرتبہ بغرض تدریس جس درسگاہ میں قدم رکھا وہ درسگاہ کتنی عظیم الشان تھی، زمانے کی کیسی کیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں مسند تدریس پر جلوہ گر ہو کر گوہر علم لٹا چکی تھیں، نہ جانے کتنے خالی دامن علم کے زر وجواہر سے بھر کر زمانے میں مختلف علوم وفنون کے امیترین بن گئے۔ اس درسگاہ میں آپ کے تشریف لاتے ہی آپ کی علمی دھاک قائم ہو گئی تشنگان علوم وفنون سیراب ہونے لگے حضرت صدر الشریعہ اپنے عہد کی تاریخ ساز شخصیت کا نام تھا، عالم اسلام بالخصوص ہندو پاک آپکی دینی وملی وشرعی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، اس درسگاہ سے جو تاریخ ساز تدریسی عہد کا آغاز کیا وہاں سے تقریباً پچاس برس تک درس وتدریس، تصنیف وتالیف کے آفاقی مشاغل میں مصروف رہ کر آپ نے شاگردوں کی گرانقدر مضبوط جماعت تیار کی اس میں شامل ہر فرد کامل اپنے زمانے میں سب سے بھاری شخصیت بن کر ابھرا، پھر ان میں ہر فرد کی تاریخ ساز خدمات دینیہ وشرعیہ کی ناقابل فراموش تفصیل الگ ہے، ان میں ہر ایک آسمان علم وفن میں آفتاب ومہتاب بن کر چمکا۔ جیسے حضرت محدث پاکستان حضرت سید العلماء، حضرت حافظ ملت، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت، حضرت صدر العلماء میرٹھی، شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین حضرت مجاہد ملت، حضرت مفتی رفاقت حسین وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، ان حضرات میں سے ہر ایک شخصیت نہ صرف تاریخ ساز ہے بلکہ ان کے علمی وفنی کمالات نے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو بلند پیشانیاں اپنی بارگاہوں میں جھکانے پر مجبور کر دیا۔ زمانے کے ماہرین ان حضرات کے احسان کے تلے دبے نظر آتے ہیں۔ جب شاگردوں کا یہ عالم ہے

زمانے میں ان کی مثال نہیں تو پھر بارگاہ
مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت سے تربیت
یافتہ، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی
صاحب علیہ الرحمہ کا کیا عالم ہوگا، شریعت
جن پر ناز کرے وہ نام ہے صدر الشریعہ مولٰنا امجد علی
کا، بیک وقت وہ عظیم فقیہہ بھی ہیں تو
مفسر قرآن بھی، علم حدیث پر ید طولیٰ حاصل
ہے تو علم کلام میں ماہر کامل، اسی کے
ساتھ صرف و نحو میں یگانۂ روزگار، اسی
لئے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ
نے اپنے شاگرد و خلیفہ خاص کی توقیر میں
اس طرح ارشاد فرمایا ؎

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچھ بھاتے یہ ہیں

آپ کے علمی شاہکار میں بہار شریعت
اردو زبان میں فتاوی رضویہ کے بعد سب
سے بڑا فقہی سرمایہ ہے۔ اسی کے ساتھ
آپ کے فتاوے ترتیب دیکر شائع کر دیئے
گئے ہیں وہ چار جلدوں پر مشتمل ہیں جو
فتاوے چوتھائی سے کم محفوظ رہ سکے وہ
ذخیرہ چار جلدوں میں پھیل گیا۔ آپ کے

تمام فتاوے محفوظ رہ جاتے تو معلوم نہیں
وہ کتنے ہزار صفحات پر مشتمل ہوتے، تقویٰ
شعار عالم جس کو دین میں تفقہ عطا ہوتا ہے
اس کو عقل حقیقی عطا کی جاتی ہے۔ جو ملکوتی
ہوتی ہے۔ اس کو قرآن و حدیث کے
معانی اور ان کے اسرار اور مجتہد فیہ احکام
کا انکشاف ہوتا ہے بلکہ ان کے انکشاف
پر بصیرت کاملہ عطا ہوتی ہے۔ جو ملکوت
اعلیٰ میں پہنچتی ہے جو نہ صرف اپنے
زمانے کے حالات کو دیکھتی ہے بلکہ
وہ اپنی اسی عقل کے ذریعہ قیامت تک
پیش آنے والے مسائل پر نظر رکھتا ہے
اور ان کی عقدہ کشائی کرتا ہے اور وہ عالم
جو عقل ملکوتی رکھتا ہے اس کے قلب
و روح دونوں اس کے قالبوں میں کمال
ادب کی وجہ سے کامل ہو جاتے ہیں
یعنی مجتہدین کرام و اولیائے عظام اور
علماء کرام آسمانی ہو جاتے ہیں۔ اہل ہوئی
و بدعت چاہے وہ علماء سو ہی کیوں نہ ہوں
وہ اس مقام سے روک دیئے جاتے ہیں
ان کو عقل ملکوتی کے بجائے عقل حیوانی

حضور صدر الشریعہ کا جبّہ شریف
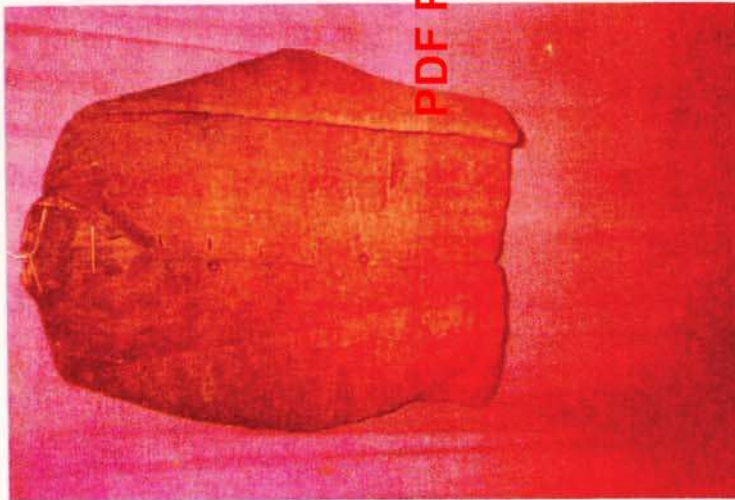
حضور صدر الشریعہ کی صدری شریف

کلیۃ البنات الامجدیہ کا بیرونی منظر

جامعہ امجدیہ رضویہ کا شمالی منظر

عطا کی جاتی ہے اس کی وجہ سے وہ فقہی بصیرت سے محروم کردیئے جاتے ہیں اور پندار کی لعنت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ چودھویں صدی ہجری میں سیدنا اعلیٰ حضرت کے بعد حضرت صدر الشریعہ اور حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہما الرحمہ کو عقل ملکوتی عطا ہوئی تھی جس کے جلوے دیکھنا ہو تو حضرت صدر الشریعہ کی تصنیف لازول "بہار شریعت" اور فتاوائے امجدیہ" دیکھیں اسی طرح حضور مفتیٔ اعظم ہند کے مجموعۂ فتاویٰ کی زیارت کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہی بصیرت میں ان حضرات کا کتنا اونچا مقام تھا۔ اب ہر صاحب علم کو اقرار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں" حضرت صدر الشریعہ کا مقام فقاہت اعلیٰ ترین ہے۔

از:۔ ڈاکٹر شکیل احمد شکیلؔ اعظمی

سکوں ملتا بھلا کیوں دور رہ کر اس کو جینے میں
قفس کو طائر جاں توڑ کر پہونچا مدینے میں

تھی صہبائے محبت اس کے دل کے آبگینے میں
سرور و کیف حاصل تھا اسے ہر لحہ جینے میں

سکونِ دردِ دل کے واسطے نام خدا لیکر
مدینے کا مسافر ہند سے پہونچا مدینے میں

نہ کر پائی کوئی بادِ مخالف گل اسے آخر
جو روشن شمع عشقِ مصطفےٰ تھی اس کے سینے میں

وہ منزل آشنا تھا کیا بھٹکتا رہ گزاروں میں
دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہونچا مدینے میں

متاعِ عشق سرکارِ دو عالم ہو جسے حاصل
کشش اس کے لئے کیا ہوگی دنیا کے خزینے میں

وہ جوشِ عشق تھا اس کا کرم تھا سرورِ دیں کا
بغیر اسبابِ ظاہر کے بھی وہ پہونچا مدینے میں

ہے گھوسی سرزمینِ ہند کا وہ محترم خطہ
نہ جانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں

ستارہ جگمگا اٹھتا شکیلؔ اپنے مقدر کا
مجھے بھی کاش مل جاتی جگہ تھوڑی مدینے میں

باسمہ تعالیٰ

حضرت صدر الشریعہ بحیثیت فقیہ

از قلم۔ محمد ممتاز عالم مصباحی استاذ دار العلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

انسان خلاصۂ تخلیقات اور اشرف المخلوقات ہے، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجود ملائکہ بنایا اور کرامت وشرافت کے تاج محمود سے نوازا۔ لیکن اُسے یونہی بیکار نہیں چھوڑا بلکہ مختلف ومتنوع احکام کا مکلف بھی بنایا ارشاد رب تعالیٰ ہے۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون۔ اے لوگو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آنا ہے۔

انسان کو جن احکام کا مکلف بنایا گیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) احکام اعتقادیہ اصلیہ اور (۲) احکام عملیہ فرعیہ، احکام اعتقادیہ کے علم کو علم الکلام اور علم التوحید والصفات اور احکام عملیہ فرعیہ کے علم کو علم الفقہ اور علم الشرائع کہتے ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

اعلم ان الاحکام الشرعیۃ منہا ما یتعلق بکیفیۃ العمل وتسمی فرعیۃ وعملیۃ ومنہا ما یتعلق بالاعتقاد وتسمی اصلیۃ واعتقادیۃ والعلم المتعلق بالاولی یسمی علم الشرائع والاحکام لما انہا لا تستفاد الا من جہۃ الشرع ولا یسبق الفہم عند اطلاق الاحکام الا الیہا وبالثانیۃ علم التوحید والصفات لما ان ذالک اشہر مباحثہ واشرف مقاصدہ۔ جان لو کہ احکام شرعیہ میں سے بعض وہ ہیں جو کیفیت عمل سے متعلق ہیں۔ اور ان کا نام احکام فرعیہ عملیہ رکھا جاتا ہے اور بعض وہ احکام ہیں جنکا تعلق اعتقاد سے ہے اور ان کا نام احکام اصلیہ واعتقادیہ رکھا جاتا ہے اور وہ علم جو قسم اوّل (احکام فرعیہ عملیہ) سے متعلق ہو اس کا نام علم الشرائع والاحکام ہے کیونکہ یہ (احکام فرعیہ عملیہ) صرف شرع ہی سے مستفاد ہوتے ہیں۔

اور احکام کے اطلاق کے وقت انہی احکام کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے اور جو علم قسم ثانی (احکام اصلیہ واعتقادیہ) سے متعلق ہو اس کا نام علم التوحید والصفات ہے کیونکہ توحید باری اور صفات باری کی بحث علم کلام کے مشہور اور عمدہ ترین مباحث و مقاصد میں سے ہے۔

چونکہ ہمارا عنوان بحث اور موضوع سخن دبستان فقہ کے ایک عظیم فقیہ کے فقہی کارناموں کا بیان ہے اس لئے ہم پہلے فقہ و فقیہ کے تعلق سے کچھ ضروری اور بنیادی باتیں بطور تمہید پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

فقہ کا لغوی معنیٰ

فقہ کے لغوی معنی اس سمجھ بوجھ کے ہیں جس سے آدمی کسی امر کی حقیقت اور نتیجے تک پہونچ جائے۔ قرآن کریم میں ہے مانفقہ کثیرا مما تقول۔ تم جو کچھ کہتے ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ فمالھولاء القوم لایکادون یفقھون قولا ہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم اس قوم کو کیا ہو گیا کہ وہ کوئی بات نہیں سمجھتے ہ مگر تم ان کی تسبیح کی حقیقت کو پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔

علامہ زمخشری نے اسی مفہوم کی تائید کی آپ حقیقۃ الفقہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ الفقہ حقیقتہ الشق والفتح۔ فقہ کی حقیقت تحقیق و تفتیش اور کھولنا ہے۔

امام غزالی نے فقہ کے لغوی معنی، مفہوم و تدبر اور دینی بصیرت کے بیان کئے ہیں۔

فقہ کا اصطلاحی معنیٰ

ارباب اصطلاح اور فقہائے عظام سے فقہ کی متعدد تعریفیں منقول ہیں۔ خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین الشامی اور عام فقہاء نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے۔

العلم بالاحکام الشریعۃ العملیۃ عن ادلتھا التفصیلیہ۔ شریعت کے عملی احکام کو ان کے ماخذ اور تفصیلی دلائل کے ذریعہ جاننے کا نام فقہ ہے

اس تعریف کے پیش نظر فقہ انسان کی اس علمی فہم و فراست اور بصیرت و مہارت کا نام ہے، جن کے ذریعہ وہ شریعت کے احکام کو اس کے تفصیلی ماخذ و دلائل کیساتھ جانتا ہے اور جس میں بصیرت و مہارت کا یہ جوہر آبدار ہوتا ہے اسے فقیہ بولتے ہیں۔

صاحب بحرالرائق نے مذکورہ بالا تعریف میں قدرے ترمیم و اضافۂ قیود کے ساتھ فقہ کی تعریف

اس طرح کی ہے۔

العلم بالاحکام الشریعۃ العملیۃ المکتسبۃ من ادلتھا التفصیلہ بالاستدلال۔

فقہ ان شرعی عملی احکام کے علم کا نام ہے جو تفصیلی دلائل سے بطور استدلال حاصل ہوں۔

علماء شوافع میں ایک زبردست عالم اور فقیہ علامہ آمدی کے نزدیک فقہ کی تعریف یہ ہے۔ الفقہ مخصوص بالعلم الحاصل بجملۃ من الاحکام الشریعۃ بالنظر و الاستدلال۔ فقہ اسی علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ نظر و عقل اور دلیل کیساتھ احکام شرعیہ کا علم ہو جائے۔

بعض فقہاء فقہ کی تعریف میں اسطرح رقم طراز ہیں۔

اعلم ان معنی الفقہ فی اللغۃ الوقوف و فی الشریعۃ الوقوف الخاص وھو وقوف معانی النصوص واشاراتھا ودلالاتھا ومضمراتھا ومقتضیاتھا والفقیہ اسم الواقف علیھا۔ فقہ کے لغوی معنی واقف ہونے اور مخفی بات جاننے کے ہیں اور شریعت طاہرہ میں اس خاص واقفیت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ نصوص کے معنی، ان کے اشارات، دلائل اور مقتضیات کا علم ہو جائے، اور فقیہ اُسے کہیں گے جو ان چیزوں کا جانکار اور واقف کار ہو۔

صاحب مسلم الثبوت فاضل بہاری علیہ الرحمہ نے فقہ کی ایک مختصر تعریف کی ہے مگر وہ نہایت جامع اور عمیق ہے "

" والفقہ حکمۃ فرعیۃ شرعیۃ "، فقہ شریعت میں کیفیت عمل سے تعلق رکھنے والے قوانین کے ملکۂ استنباط کا نام ہے۔

فقہ کے مفہوم میں تنگی

فقہ سے متعلق مذکورہ تعریفات وتصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ کے دائرے میں صرف اعمال آتے ہیں جو عقائد کی فرع ہیں یعنی اصطلاح فقہا میں فقہ صرف شریعت کے عملی احکام کے مجموعہ کا نام ہے جس میں علم عقائد، علم تصوف اور دیگر علم داخل نہیں۔ بلکہ یہ علم صرف عبادات، معاملات، مناکحات عقوبات، مخاصمات، حکومت، وخلافت پر مشتمل و منحصر ہے۔ لیکن۔

سراج الامۃ، کاشف الغمہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ کے مفہوم میں اس درجہ تحدید

وتضنیق سے متفق نہیں ہیں امام صاحب کے نزدیک فقہ کا دائرہ وسیع تر ہے آپ سے فقہ کی تعریف اس طرح منقول ہے۔ والفقہ معرفۃ النفس مالہا وماعلیہا۔ فقہ ان چیزوں کی معرفت کو کہتے ہیں جو نفع ونقصان پہونچائیں فقہ کی مذکورہ تعریف میں معلومات کی تخصیص وتعیین نہیں کی گئی ہے، بلکہ صرف نفع وضرر کو معیار بنایا گیا ہے، نفع بخش اور ضرر رساں امور کی معرفت کو فقہ کہا گیا۔ خواہ یہ امور اعتقادیات سے تعلق رکھتے ہوں یا عملیات سے یا وجدانیات سے۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے عقائد اور علم کلام میں ایک کتاب لکھی تو اس کا نام فقہ اکبر رکھا۔

صدر اول میں اور اس کے بعد ایک زمانے تک فقہ کا یہی مفہوم جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا رائج رہا۔ جس میں علم کلام و علم تصوف سب شامل تھے، مگر بعد میں چلکر جب یونانی فلسفہ کے اثرات بڑھے۔ اور اسلامی عقائد کے خلاف ملحد فلسفیوں کی فلسفیانہ موشگافیاں سامنے آئیں تو حکماء اسلام نے حق پر مبنی ایسے منطقیانہ وفلسفیانہ جوابات دیئے جس سے ملحد فلاسفہ کے دانت کھٹے ہو گئے اور عقائد نے ایک علیحدہ فن کی حیثیت اختیار کرلی اور علم کلام کے نام سے اسکی شہرت ہوئی۔

اور علم تصوف جنکا تعلق ان ملکات نفسانیہ سے ہے جن کے لئے صرف علم کافی نہیں بلکہ خاص قسم کی تربیت درکار ہے نے علیحدہ فن کی حیثیت اختیار کرلی۔

اصول کی کتابوں میں ہے۔

ان الفقہ فی الزمان القدیم کان متناولا لعلم الحقیقۃ وھی الالٰہیات من مباحث الذات والصفات وعلم الطریقۃ وھی مباحث المنجیات والمھلکات وعلم الشریعۃ الظاھرۃ

قدیم زمانے میں فقہ علم حقیقت وہ علم جس میں الٰہیات یعنی ذات وصفات سے بحث ہو۔ اور علم طریقت جس میں نجات دینے والے اور ہلاکت میں ڈالنے والے (اعمال وافعال) سے بحث ہو۔ اور علم شریعت ظاہرہ جس میں ظاہری احکام ومسائل سے بحث ہو سب کو شامل تھا

فقہ کے مفہوم میں تنگی محققین کی نظر میں

ہمارے محققینِ اسلام نے فقہ کے مفہوم میں اس درجہ تنگی کو بنظر استحسان نہیں دیکھا بلکہ اسیر گرفت و نکیر کی۔ اور جا بجا بڑی برہمی بھی ظاہر کی۔ چنانچہ عالم اسلام کے ایک نامور محقق حجۃ الاسلام امام غزالی نے لفظ فقہ کو ان الفاظ میں ایک شمار کیا ہے جن میں اغراض فاسدہ کی بنا پر تحدید و تضییق کا عمل و تصرف کیا گیا۔

آپ فرماتے ہیں۔

اللفظ الاول الفقہ فقد تصرفوا فیہ بالتخصیص لا بالنقل والتحویل اذ خصصوہ بمعرفۃ الفروع الغریبۃ فی الفتاوی والوقوف علی دقائق عللها واستكثار الكلام فیها وحفظ المقالات المتعلقۃ بها فمن كان اللہ تعمقا فیها واكثر اشتغالا بها یقال هو الافقہ ولقد كان اسم الفقہ فی العصر الاول مطلقا علی علم طریق الاخرۃ ومعرفۃ دقائق آفات النفوس ومفسدات الاعمال وقوۃ الاحاطۃ بحقارۃ الدنیا وثروۃ التطلع الی نعیم الاخرۃ واستیلاء الخوف علی القلب

جن الفاظ میں اغراض فاسدہ کی وجہ سے تصرف کیا گیا ان میں پہلا لفظ فقہ ہے لوگوں نے اس لفظ میں بظاہر بغیر کسی تبدیلی اور تحریف کے تخصیص و تجدید کی ہے۔ کیونکہ اب لوگوں کے نزدیک فقہ صرف عجیب و غریب جزئیات فتاوی جاننے ان کے علل و اسباب سے واقف ہونے زیادہ بولنے اور دیگران باتوں کی حفاظت جنکا تعلق جزئیات اور ان کے علل و اسباب سے ہے کا نام ہے۔ اور جو شخص ان چیزوں میں زیادہ مشغول و منہمک رہتا ہے فقہ کا زیادہ عالم سمجھا جاتا ہے صدر اول میں فقہ کے دائرہ اطلاق میں راہ آخرت کا علم آفات نفسانی کی باریکیوں کی پہچان۔ عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں کی معرفت دنیا کو حقیر سمجھنے کے ساتھ اس پر قابو پانے کی طاقت، اخروی نعمتوں کی طرف غالب درجہ میلان، دل پر خوفِ الٰہی کا غلبہ۔ یہ ساری چیزیں آتی تھیں۔

واقعی جب ہم کتاب و سنت میں فقہ کی بنیاد اور اسکے اولین مقصد کو تلاشتے ہیں تو فقہ کے مفہوم میں تنگی کے تعلق سے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ریمارک سو فیصد لازمی طور پر کھلی حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں فقہ کو حکمت اور خیر کثیر سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کا اولین

مقصد انذار قوم یعنی قوم کو ڈرانا ان کو راہ راست پر لانا بتایا گیا ہے، ارشاد رب تعالیٰ ہے

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا

مفسرین کا اجماع ہے کہ آیت مذکورہ میں حکمت سے مراد فقہ ہے۔ حدیث نبوی ہے

ومن یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین۔

فقہ کے مقصد کی طرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا۔ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروقومھم اذا رجعوا الیھم۔ کیوں نہیں ہر طبقے سے ایک جماعت نکلے جو دین میں فہم و فراست پیدا کرے اور جب وہ اپنے طبقے کی طرف واپس آئے تو قوم کو انجام کار سے ہوشیار کرے۔

جب فقاہت حاصل کرنے کا مقصد قوم کو انجام کار سے ہوشیار اور باخبر کرنا ہے تو یہ مقصد اعلیٰ صرف عملی احکام اور چند فروعی مسائل کے علم سے حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عقائد، تصوف اور فروعی مسائل سب پر یکساں عبور حاصل نہ ہو۔

فقہ کے ماخذ شریعت اسلامیہ اور ملت طاہرہ کے جملہ احکام و مسائل کے کلیدی و بنیادی ماخذ و مراجع چار ہیں۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول (۳) اجماع امت (۴) قیاس، ان چاروں پر ائمہ کرام اور علماء و فقہاء کا اتفاق و اجماع ہے کہ یہ شریعت کے تمام احکام کی بنیادیں ہیں لیکن۔ ان کے علاوہ کچھ امور ہیں جو فقہ کے ماخذ و مراجع کی حیثیت رکھتے ہیں گو کہ یہ امور بھی قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے نور سے منور ہیں۔ مگر ان کو احکام شریعت اور مسائل فقہیہ کی بنیاد تسلیم کرنے حجت شرعیہ اور قابل استدلال ماننے نیز ان کے مفہوم کی تحدید و تعیین اور تعریف و تشخیص اور ان کے دائرہ عمل کی توسیع میں علماء فقہاء کا باہمی اختلاف ہے یہ امور مندرجہ ذیل ہیں

(۱) استحسان (۲) مصالح مرسلہ (۳) استصحاب (۴) سابقہ شرائع (۵) صحابی کا مسلک،

فقیہ کیلئے مجتہد ہونا ضروری ہے یا نہیں

فقیہ کیلئے مجتہد ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں اس سلسلے میں علماء کے افکار و نظریات مختلف معلوم ہوتے ہیں علامہ ابن عابدین

شامی نے فقہ کی جو تعریف کی ہے اس کا ظاہر منطوق یہی ہے کہ فقیہ کیلئے مجتہد ہونا ضروری نہیں۔ بس جو شرعی احکام عملی دلائل تفصیلیہ سے جان لے یہی اس کے فقیہ کہلانے کیلئے کافی ہے، مگر دوسرے علماء کی تعریفات مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ فقیہ کیلئے مجتہد ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ صاحب بحرالرائق علامہ شامی کی پیش کردہ تعریف کے علاوہ فقہ و فقیہ کی مذکورۃ الصدر تعریفیں نقل کرکے لکھتے ہیں۔

فلیس الفقیہ إلا المجتہد عندھم و اطلاقہ علی المقلد الحافظ للمسائل مجازاً

ان تعریفوں کے پیش نظر تو فقیہ وہی ہو سکتا ہے جو مجتہد ہو اور جو مسائل کے جزئیات کو جاننے والا یاد رکھنے والا ہو اس کو مجازاً فقیہ بولتے ہیں۔

فقیہ کے اوصاف

بہرکیف فقیہ وہ ہوگا جو اپنے فہم و تدبر، دینی بصیرت، بالیدگی نظر اور متوازن و معتدل جوہر فکر سے احکام و قوانین کے حقائق کا پتہ لگائے، اور مشکل و مغلق امور کو واضح کرے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کو ظاہری علوم و فنون کیساتھ قلب و دماغ اور نفس و روح کی طہارت و نفاست حاصل ہو۔ نیز دین میں کامل دستگاہ، زہد و ایثار کیساتھ تحقیق و تفتیش کی ٹھوس صلاحیت قومی مزاج کی رعایت مصلحت شناسی اور مرض و مریض کی نفسیات سے واقفیت بھی میسر ہو۔

چنانچہ حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں حضرت امام بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سے فقیہ کیلئے جو اوصاف درکار ہیں۔ ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

انما الفقیہ الزاھد فی الدنیا الراغب فی الاخرۃ البصیر فی دینہ المداوم علی عبادۃ ربہ الورع الکاف نفسہ عن اعراض المسلمین العفیف عن اموالھم الناصح لجماعتھم۔

فقیہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے (دنیا کو مقصود بالذات نہ بنائے) آخرت کے کاموں میں دلچسپی لے، دین میں کامل بصیرت حاصل ہو اطاعت پر ہمیشگی برتنے والا اور پرہیزگار ہو۔ مسلمانوں کی بے آبروئی اور ان کی حق تلفی سے بچنے والا

ہو اجتماعی مفاد اس کے پیش نظر ہو قومی اور جماعتی مفاد کو شخصی مفاد پر ترجیح نہ دیتا ہو مال کی طمع و حرص والا نہ ہو۔

حضرت امام غزالی نے بھی ان اوصاف سے اتفاق کیا ہے۔ اور اس مقام پر نہایت وقیع اور جامع جملہ ارشاد فرمایا ہے۔

فقیھًا فی مصالح الخلق فی الدنیا۔

یعنی فقیہ وہ ہوگا جو دنیاوی امور میں خلق خدا کی مصلحتوں اور منفعتوں کا ماہر اور رمز شناس ہو۔

اسی وصف کی تائید میں علامہ شامی نے ارشاد فرمایا۔

من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل

جو فقیہ اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے واقف نہ ہو وہ جاہل ہے۔

فقیہ کیلئے جس گہرائی، بالغ نظری، نکتہ آفرینی، دقیقہ سنجی، کی ضرورت ہے۔ اسکا ثبوت حضرت اعمش کے اس قول سے بھی ملتا ہے۔ یا معشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ۔ اے فقیہو تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں۔

ہم محدثین کا کام دوا سازی اور دوا اندوزی ہے اور فقیہوں کا کام دواؤں کی جانچ پرتال، مرض کی تشخیص مریض کی نباضی، پھر تشخیص کی مناسبت سے دواؤں کی تجویز ہے۔

یعنی ہم محدثین کا کام صرف ذخیرہ احادیث کو اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا ہے، اب ان احادیث میں ضعف و صحت کی پرکھ، اور ان ماخذ سے مسائل کے استخراج و استنباط کی نوعیت معاشرہ اور سوسائٹی کی نفسیات سے واقفیت اقوام عالم کی مزاج شناسی اور ان کی رہنمائی آپ فقیہوں کا کام ہے۔

فقہ اسلامی کے ادوار

فقہ اسلامی کا بیش قیمت خزانہ اور بے بہا سرمایہ جو دنیائے اسلام کی نگاہوں کے سامنے ہے، وہ دفعتًہ وجود میں نہیں آگیا بلکہ رفتہ رفتہ مختلف مراحل سے گذرتا ہوا آیا ہے، مصر کے مشہور عالم اور مورخ نہایت وسیع النظر اور محتاط بزرگ حضرت علامہ محمد خضری کے بیان کے مطابق فقہ اسلامی کے چھ ادوار ہیں جو اختصار کے ساتھ ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) فقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں سنہ ۱۱ھ تک

(۲) فقہ عہد کبار صحابہ میں سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۴۱ھ تک۔

(۳) فقہ صغار صحابہ اور تابعین کے زمانے میں سنہ ۴۲ھ سے دوسری صدی ہجری تک۔

(۴) دوسری صدی ہجری کی ابتدا سے چوتھی صدی ہجری کے تقریباً نصف تک۔

(۵) چوتھی صدی ہجری کے نصف سے زوال سلطنت عباسیہ تک۔

(۶) فتح بغداد سے (جو ہلاکو خان کے ہاتھوں ہوئی) اب تک۔

پہلا دور عہد رسالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی موجودگی کی وجہ سے صالح نظام زندگی، قانون سازی، فتاوی، فیصلے غرض کہ فقہ کے تعلق سے جملہ امور سرکار رسالتمآب کی ذات مبارکہ ہی سے متعلق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں تدوین فقہ کی ضرورت نہیں ہوئی اس دور میں فقہ کے صرف دو ماخذ تھے (۱) قرآن (۲) حدیث،

دوسرا دور لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما لینے کے بعد فتوحات کی کثرت اور مختلف ومتنوع اخلاقی وتمدنی زندگی سے سابقہ کی وجہ سے دوسرے دور میں نئے نئے سیاسی واجتماعی مسائل پیدا ہوئے، حالات وزمانہ کی نت نئی کروٹوں نے پیش آمدہ اجتماعی اور معاشرتی مسائل کو حل کرنے کیلئے فکر ونظر کے نئے خطوط پیدا کئے۔ اس لئے اس دور میں قرآن اور تصریحات نبویہ کی روشنی میں موجودہ ضرورتوں کو پوری کرنے کیلئے فقہ کو ایک گونا وسعت دی گئی، اور مزید دو ماخذ اجماع اور قیاس کا اضافہ ہوا۔ استنباط واستدلال کے کچھ محکم خطوط کھینچے گئے تاکہ بعد میں آنیوالوں کیلئے یہ لائحہ عمل کا کام کریں۔ اس دور میں اجماع کو منظم شکل دی گئی، چند ذی ہوش اور باصلاحیت افراد پر مشتمل ایک فقہی کمیٹی عمل میں آئی اور ان باصلاحیت افراد کو حتی الامکان باہر جانے سے روک دیا گیا۔ اس دور میں قیاس ورائے کے استعمال کیلئے فقہی قواعد واصول منضبط ہوئے لیکن اس دور میں فقہ کی تدوین گوناگوں اسلامی

ضرورتوں کی وجہ سے نہیں ہو سکی۔

اس دور کے فقہاء اس دور کے مشہور ترین حضرات جو فقہ میں بے پناہ درک رکھتے تھے۔ اور فقہ کے رموز و اسرار سے واقف تھے۔ یہ ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت معاذ ابن جبل، حضرت ابی ابن کعب حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین

تیسرا دور فقہ اسلامی کا یہ تیسرا دور فقہ کا تاسیسی دور تھا اس دور میں فقہ کی ترتیب و تدوین کا کام شروع ہوا۔ یہ دور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ۴۱ھ سے شروع ہو کر دوسری صدی ہجری کی ابتداء تک رہتا ہے۔

اس دور میں احادیث کی روایت کا عام سلسلہ جاری ہوا اور حدیث کا عام رواج ہوا اور غیر عرب لوگوں کی تعلیم و تربیت سے آراستہ ایک بڑی جماعت تیار ہوئی اور اس نے تمام اسلامی شہروں میں تعلیم و تربیت کے مراکز قائم کئے۔

اس دور میں مختلف تمدن اور مختلف مکتبۂ فکر کے لوگ تھے صحابۂ کرام کے مختلف ممالک و بلاد میں منتشر ہو جانے اور روابط کی سہولت فراہم نہ ہونے کی وجہ سے مسائل کی باہمی شیرازہ بندی بھی نہیں کی جا سکتی تھی اس لئے ان کے فتاوی اور فیصلے میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ اس دور میں فقہاء پر نئے نئے مسائل کا دباؤ پڑا تو انھوں نے قیاس، استحسان، استصحاب وغیرہ کا سہارا لیا۔ اور اس کے بغیر کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا۔

اس دور کے فقہاء اس دور کے مشہور مفتیان کرام اور فقہاء عظام یہ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت سعید بن مسیب مخزومی، سالم بن عبداللہ، حضرت سلیمان ابن یسار، حضرت نافع، ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ ابن سعید، حضرت مسروق حضرت انس ابن مالک، حضرت محمد ابن سرین حضرت مکحول، مذکورہ حضرات فقہ میں خاص درک

اور ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور مختلف شہروں کے لوگوں کے مرکز توجہ تھے۔ اس دور میں فقہ کے مختلف اسکول قائم نہ ہوئے تھے، بلکہ جو شخص جن سے چاہتا فتویٰ پوچھ لیتا اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق اس کا جواب دیتا تھا۔

فقہ کا چوتھا دور یہ دور فقہ اسلامی کی ترویج و ترقی کا اہم دور ہے فقہ کی باقاعدہ تدوین اسی دور میں ہوئی۔ جلیل القدر ائمہ فقہ جن کے مقلدین اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اس دور کی پیداوار ہیں اس دور میں تمدن کی وسعت ہوئی، نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں، اور غور و فکر کیلئے نئے نئے میدان سامنے آئے، بچند مراحل تدوین حدیث کا کام اور جرح و تعدیل کا فن، فرض، واجب سنت مستحب وغیرہ کی اصطلاحات اسی دور میں مقرر کی گئیں۔

اس دور کے اہم ائمہ فقہ اس دور کے جلیل القدر اور مشہور فقہا میں امام ابوحنیفہ، امام مالک ابن انس، امام محمد ابن ادریس شافعی امام احمد ابن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد ابن حسن شیبانی، امام زفر ابن ہذیل امام حسن ابن زیاد ہیں۔

مذکور الصدر ائمہ اربعہ کے مسلک کو خاص شہرت و عمومیت حاصل ہوئی جنکے عمومی اور کلیدی اسباب یہ تھے کہ ان حضرات کے تربیت یافتہ تلامذہ کو معاشرہ اور سوسائٹی میں بیحد اونچا مقام حاصل تھا۔ اسلئے انکی رائیں قدر و قیمت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ دوسرے ان تلامذہ نے اساتذہ کے آراء و افکار کی اشاعت میں کافی زور دیکھایا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان تلامذہ نے اپنے اساتذہ کے مسلک کی اشاعت کا گویا حلف لے لیا ہو۔

اس دور میں فقہ صرف واقعی اور عملی نہیں بلکہ نظری بھی بن گیا یعنی واقعات و مسائل کے پیش آنے سے قبل انکو فرض کر کے ان کے متعلق احکام بیان کئے جانے لگے اس لئے اس طریق کار سے فقہ نہایت وسیع اور ضخیم بن گیا۔

پانچواں دور یہ خاص خاص مذاہب کی پابندی، انکی تائید اور مناظرہ وجدل کی اشاعت کا دور ہے اس دور میں بڑے بڑے علماء اور صاحب فکر پیدا ہوئے۔ اس دور کے ائمہ فقہ کے اصول تشریح کے علم اور طرق استنباط میں وہ اپنے اسلاف سے کم نہ تھے، لیکن ان میں وہ آزادی نہ تھی جس سے انکے اسلاف بہرا ندوز ہوتے تھے،

اس دور میں فقہ میں جو استقلال کی روح تھی وہ تقلید سے ضعیف ہوگئی یعنی وہ بلند روح جو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی امام احمد ابن حنبل اور ان کے ہمسروں میں کام کر رہی تھی اس کا صرف ضعیف سا اثر باقی رہ گیا۔ یہی وہ بلند روح تھی جس نے امام ابوحنیفہ کو انکے اسلاف کے متعلق یہ کہنا سکھایا تھا کہ، ھم من الرجال ونحن من الرجال۔ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔ اور امام مالک کو یہ کہنا سکھایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جسکا قول رد و قبول کے قابل نہ ہو لیکن اب یہ بلند روح ناپید ہوگئی ہے اسکی جگہ اسی روح نے لے لی ہے جسکو ہم روح تقلید کہتے ہیں۔

اس دور میں عام طور پر روح تقلید سرایت کر گئی، اور علماء اور عوام سب اس میں شریک ہوگئے، اس دور کے علماء میں سے ہر ایک نے معین مذہب کا التزام کر لیا جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا اور اجمالاً و تفصیلاً وہ اپنی پوری طاقت اس مذہب کی تائید میں صرف کرتا تھا تقلید و تائید کا مزاج اس حد تک ہوگیا کہ امام کرخی کہتے ہیں کہ جو حدیث ہمارے اصحاب کے مخالف ہو وہ یا تو مؤول ہے یا منسوخ ہے

اس دور کے فقہاء اس دور کے فقہاء اپنے ائمہ کے مذاہب کو مکمل کرنے والے خیال کئے جاتے ہیں۔

اس دور کے قابل ذکر اور منتخب فقہاء میں یہ حضرات شمار کئے جاتے ہیں

ابوالحسن عبداللہ بن حسن کرخی،

ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص، ابوجعفر محمد ابن عبداللہ البلخی الہمدانی، ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی مشہور بامام الہدیٰ، ابوعبداللہ

یوسف ابن محمد الجرجانی، ابوالحسن احمد ابن محمد القدوری البغدادی، ابوبکر خواہرزادہ محمد ابن الحسین البخاری، شمس الائمہ محمد ابن احمد سرخسی، علی ابن محمد البزدوی، ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی ۔

چھٹا دور

یہ دور تقلید محض کا ہے اس دور کی کوئی قابل ذکر خصوصیت نہیں ۔ اس دور کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ علماء کے نفوس میں تقلید محض کی روح جاگزیں ہوگئی، چنانچہ اس دور میں چند علماء کے علاوہ کوئی ایسا عالم نہیں نظر آتا جو درجۂ اجتہاد کو پہونچا ہو۔ وہ بھی اس دور کے نصف اوّل میں لیکن اس دور کے نصف ثانی میں جو دسویں صدی کی ابتداء سے شروع ہوا حالت بدل گئی اور نشان راہ میں تغیر واقع ہوا، اور یہ اعلان کردیا گیا کہ کسی فقیہ کیلئے اختیار و ترجیح جائز نہیں، اس دور میں خلل انداز اختصار کیا گیا، یعنی اس بات کی کوشش کی جانے لگی کہ بہت سے مسائل تھوڑے سے الفاظ میں جمع کردیئے جائیں، لیکن چونکہ ان کو عربیت کا اچھا سلیقہ نہیں تھا۔ اس لئے انکا کلام معمہ کی طرح ہوگیا۔ گویا اس دور میں کوئی سمجھنے اور سمجھانے کیلئے کتاب نہیں لکھتا تھا۔ بلکہ مسائل کو جمع کرنے کیلئے ۔

اس دور کے فقہاء

اس دور کے قابل ذکر فقہاء علامہ ابن عابدین شامی، اعلیٰحضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی، فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قادری جیسے نامور فقہاء علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں

طبقات الفقہاء

فقہ و فقیہ کے تعلق سے ایک بحث اور رہ جاتی ہے کہ طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے، تا کہ اس کی روشنی میں یہ متعین کیا جا سکے کہ کس فقیہ کا قول معتبر اور قابل استناد ہے ۔ اور کس فقیہ کا قول پایۂ اعتبار سے ساقط۔

فقیہ عصر، محقق دہر حضرت علامہ ابن عابدین شامی اور فقہ و شریعت کے ماہرین نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں ۔

(۱) طبقۃ المجتہدین فی الشرع

جیسے ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رضی المولیٰ عنہم اور وہ لوگ جو قواعد و اصول کی تاسیس میں نیز ادلہ اربعہ سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول و فروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔

(۲) طبقۃ المجتہدین فی المذہب

جیسے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف، شارح فقہ حنفی حضرت امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلہ اربعہ سے اپنے استاذ حضرت امام ابو حنیفہ کے مستخرج قواعد واصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کر سکیں۔

(۳) طبقۃ المجتہدین فی المسائل

یہ وہ حضرات ہیں جو ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب المذہب سے نہیں ملتی اپنے ائمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد و اصول کے مطابق کرتے ہیں، جیسے حضرت علامہ خصاف، علامہ ابو جعفر طحاوی، حضرت ابو الحسن کرخی، حضرت شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، حضرت فخر الاسلام بزدوی، حضرت علامہ فخر الدین قاضیخاں وغیرہم یہ حضرات کسی اصول و فروع میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

(۴) طبقۃ اصحاب التخریج من المقلدین

جیسے امام رازی وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں۔ البتہ یہ حضرات جملہ قواعد واصول کا پورا علم اور مسائل و قواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر یہ صلاحیت تھی کہ امام مذہب سے منقول قول مجمل کی تفصیل اور صاحب مذہب یا ان کے تلامذہ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی قول محتمل کی تشریح و تعین اصول و قیاس امثال و نظائر کی روشنی میں بیان فرمادیں

(۵) طبقۃ اصحاب الترجیح من المقلدین

جیسے ابوالحسن قدوری، صاحب ہدایہ وغیرہم
یہ وہ حضرات ہیں جو بعض روایات کو بعض
پر تفضیل و ترجیح کی اہلیت وصلاحیت رکھتے
تھے جیسے وہ کسی روایت کی تفضیل و ترجیح
میں فرماتے ہیں ھذا اولیٰ۔ یا۔ ھذا اصح
یا ھذا اوضح۔ یا ھذا اوفق للقیاس وغیرہ

(۶) طبقۃ المقلدین القادرین علی التمیز

یہ وہ حضرات ہیں جو اپنی کتابوں میں ضعیف و مردود
اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی
اقوی، ضعیف ظاہر الروایۃ ظاہر المذہب
اور روایت نادرہ میں امتیاز و تمیز کرنے کے
اہل ہیں جیسے صاحب کنز صاحب مختار
صاحب الوقایہ صاحب المجمع اور اصحاب
المتون المعتبرہ۔

(۷) طبقۃ المقلدین الذین لا یقدرون علی ما ذکر

یہ وہ حضرات ہیں جو کھرے کھوٹے، کمزور
وقوی اور دائیں بائیں میں امتیاز کرنے
کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انھیں جہاں
کہیں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے
جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ٹاپک ٹوئیاں
مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں
کہ ان کی تقلید کی جائے یا ان سے مسائل میں
رجوع کیا جائے۔

حضور صدر الشریعہ

تمہیدات مذکورہ اور
تفصیلات مسطورہ کے
آئینے میں ہم جب صدر الشریعہ کی ذات بابرکات
کو دیکھتے ہیں تو آپ کا فقہی چہرہ آفتاب نیمروز
کی طرح نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ حضور صدر شریعت
بدر طریقت، مصنف بہار شریعت حضرت مولانا حکیم
امجد علی اعظمی دبستان فکر ماتریدی کے خوشہ چیں
اور گلستان فقہ حنفی کے سدا بہار فقیہ اعظم ہیں۔
جو شیراز ہند کے مردم خیز خطہ قصبہ گھوسی اعظم گڑھ
کی خوشگوار اور پاکیزہ پیداوار ہیں۔
حضرت صدر الشریعہ ہمہ جہت شخصیت کے
مالک تھے، آپ زہد و ورع، تقوی و طہارت
مجد و شرف، تواضع وانکساری، حلم و مروت،
خلوص وللہیت، خوف آخرت، عمل بالسنۃ
استغناء و توکل، صبر و شکر، عفو و درگذر، حکمت و

دانش، علم و معرفت، مقتضیات زمانہ پر نظر، بے پناہ فکری بصیرت اور اکثر مروجہ علوم و فنون پر کامل دستگاہ و مہارت جیسے ان تمام اوصاف کاملہ و اخلاق فاضلہ کے جامع تھے۔ جو کسی ایک فقیہ کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

ایک مجلس میں حضرت فاضل بریلوی نے صدر الشریعہ کو ہندوستان کا چیف جسٹس اور قاضی القضاۃ بنایا تھا، فقہ و فتاویٰ میں بے پناہ مہارت کو دیکھتے ہوئے خاتم الفقہاء، امام اہلسنت حضرت فاضل بریلوی ہی نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب دیا اور اپنے وقت کا سب سے بڑا فقیہ قرار دیا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں

"آپ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائیے گا، اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے (انتھی)

تفقہ اور فقہ کس کا نام ہے خود امام اہلسنت کی زبانی سنئے اور حضرت صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت کو داد دیجئے۔ آپ فرماتے ہیں

فقہ یہ نہیں کہ کسی جزیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اسکا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔

بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اصول مقررہ، وضوابط محررہ ووجوہ تکلم، وطرق تفاہم، وتنقیح مناط، ولحاظ انضباط، ومواضع یسر واحتیاط، وتجنب تفریط وافراط، فرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز روایات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم صریح ومحتمل، وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتین وسر مراتب ناقلین، وعرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان، واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، وعلم وجوہ تجریح واسباب ترجیح، ومناہج توفیق ومدارک تطبیق، ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشارع قیود وشوارع مقصود، وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام، واطلاع عام، ونظر دقیق، وفکر عمیق، وطول خدمت علم، وممارست فن وتیقظ وافی، وذہن صافی معتاد تحقیق، مؤید بتوفیق کا کام ہے۔ اور

حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل
بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا
ہے۔ وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقاھا
إلا ذو حظ عظیم۔ صدہا مسائل میں اضطراب
شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے
مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر جولان
دیتا اور دامن ائمہ کرام تھام کر راہ تنقیح لیتا
ہے، توفیق ربانی ایک سررشتہ اسکے ہاتھ
رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے۔
کہ ہر فرع خود بخود اپنے محل پر ڈھلتی ہے
اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر اصل
مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے
اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت
مختلف نظر آتے تھے، حقیقۃً سب ایک ہی
بات فرماتے تھے۔

الحمد للہ کہ فتاویٰ فقیر میں اسکی بکثرت
نظیریں ملیں گی وللہ الحمد تحدیثا بنعمۃ
اللہ ما توفیقی إلا باللہ وصلی اللہ علی من
أمدنا بعلمہ وایدنا بنعمہ وعلی آلہ وصحبہ
وبارک وسلم آمین۔ والحمد للہ
رب العالمین۔

حضور صدر الشریعہ کے علمی وفقہی کارنامے

حضرت صدر الشریعہ کے علمی اور فقہی کارنامے
بے پناہ ہیں جنکا استقصار حیطۂ تحریر میں نہیں
کیا جا سکتا۔ آپ کثیر التصانیف نہیں تھے
لیکن آپ کی جو بھی تصنیفات وتالیفات
وجود میں آئیں، وقیع اور مقبول ہوئیں۔
ان میں فتاویٰ امجدیہ اور بہار شریعت کو
خاصی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن جس کتاب
کو آفاقی شہرت ومقبولیت عام حاصل ہوئی
وہ بہار شریعت ہے

بہار شریعت

فقہ حنفی کے ذخائر میں امہات
اور فروع، متون وشروح
اور فتاویٰ کی شکل میں بہت سی کتابیں موجود ہیں
لیکن بہار شریعت فقہ حنفی کے باب میں ایک
اہم اور عظیم الشان اضافہ ہے یہ کتاب اپنی
نوعیت میں منفرد ہے جو گوناگوں اوصاف
کی جامع ہے۔ جسے دیکھکر اہل علم کا تاثر یہ
ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں فقہ حنفی کی کوئی

کتاب ایسی نہ ہوگی جو ان اوصاف کی بیک وقت جامع ہو۔ یہ کتاب فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (فقہی انسائیکلوپیڈیا) ہے یہ کتاب فقہی مسائل میں سترہ جلدوں پر مشتمل ہے اس میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ نے زندگی سے لیکر موت تک اور عقائد سے لیکر معاملات تک کے ضروری اور مفتی بہ، صحیح وراجح مسائل کو بزبان اردو بہت ہی سلیس اور سہل انداز میں بیان کیا ہے۔

شریعت مکمل نظام حیات ہے تو بہار شریعت اسکی ترجمان ہے اس کتاب میں زندگی کے ہر شعبہ کی رہنمائی کی گئی ہے۔

بہار شریعت کی ضرورت ہندوستان بلکہ برصغیر میں

فتاوی عالمگیری کو شہرت تام اور قبولیت عام حاصل ہوئی اس کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتاوی رضویہ کو سب سے زیادہ شہرت اور علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ لیکن چونکہ فتاوی عالمگیری کی زبان عربی اور فتاوی رضویہ کی زبان گو کہ مجموعی اعتبار سے اردو لیکن تحقیقات وتدقیقات، ادلۂ عقلیہ ونقلیہ اور احادیث نبویہ کی شہادتوں سے بوجھل تھی، جو عوام تو عوام بہتیرے خواص کی دسترس اور سمجھ سے بالاتر تھی اسلئے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی جس میں دلائل وشواہد کے تعرض کے بغیر، عقائد، عبادات معاملات، عقوبات، مخاصمات، غرضیکہ زندگی سے لیکر موت تک پیش آنے والے ضروری مسائل کو اردو زبان میں بیان کیا جائے چنانچہ وقت کی ضرورت و نزاکت کا احساس کرتے ہوئے نباض قوم فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ نے سلیس اور شگفتہ انداز سے اردو زبان میں بہار شریعت لکھکر دنیا کو مسائل ضروریہ سے روشناس کرایا۔

چنانچہ اس کتاب کی ضرورت و اہمیت اور افادیت وجامعیت کے تعلق سے حضرت صدرالشریعہ خود ارشاد فرماتے ہیں

"اب وہ زمانہ آگیا کہ عوام تو عوام بہت وہ جو علماء کہلاتے ہیں روزمرہ کے ضروری جزئیات حتیٰ کہ فرائض و واجبات سے ناواقف اور جتنا جانتے ہیں اس پر بھی عمل

سے منحرف کہ ان کو دیکھ کر عوام کو سیکھنے اور عمل کرنے کا موقع ملتا۔ اسی قلت اور بے پروائی کا نتیجہ ہے کہ بہت ایسے مسائل جن سے واقف نہیں انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ نہ خود علم رکھتے ہیں کہ جان سکیں نہ سیکھنے کا شوق کہ جاننے والوں سے دریافت کریں نہ علماء کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں کہ ان کی صحبت باعث برکت بھی ہے اور مسائل جاننے کا ذریعہ بھی۔ اور اردو میں کوئی ایسی کتاب کہ سلیس عام فہم قابل اعتماد ہو اب تک شائع نہ ہوئی، بعض میں بہت تھوڑے مسائل کہ روزمرہ کی ضروری باتیں بھی ان میں کافی طور پر نہیں اور بعض میں اغلاط کی کثرت۔ لاجرم ایک ایسی کتاب کی بیحد ضرورت ہے کہ کم پڑھے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا فقیر بنظر خیر خواہی مسلمانان بمقتضاء الدین النصح لکل مسلم، مولیٰ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس امر اہم و اعظم کیطرف متوجہ ہوا۔

کچھ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔

اس کتاب میں مسائل کی دلیلیں نہ لکھی جائیں گی کہ اول تو دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں دوسرے دلیلوں کی وجہ سے ایسی الجھن پڑ جاتی ہے کہ نفس مسئلہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مسئلے میں خالص منقح حکم بیان کر دیا جائیگا۔

پھر آگے چل کر آپ رقم طراز ہیں۔

اس کتاب میں حتی الوسع اختلاف کا بیان نہ ہوگا کہ عوام کے سامنے جب دو مختلف باتیں پیش ہوں تو ذہن متحیر ہوگا کہ عمل کس پر کریں اور بہت سے خواہش کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں یہ سمجھ کر نہیں کہ یہی حق ہے بلکہ یہ خیال کر کے کہ اس میں اپنا مطلب حاصل ہوتا ہے اور جب بھی دوسرے میں اپنا فائدہ دیکھا تو اسے اختیار کر لیا۔ اور یہ ناجائز ہے کہ اتباع شریعت نہیں بلکہ اتباع نفس ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں مفتیٰ بہ، صحیح اصح راجح قول بیان کیا جائیگا کہ بلا دقت ہر شخص عمل کر سکے۔ (انتھیٰ ملخصاً)

آپ بہار شریعت کو اوّل سے آخر تک پڑھ جائیے اس میں وہ ساری باتیں ملیں گی جن کا ذکر حضور صدر الشریعہ نے مذکورہ بالا اقتباسات میں کیا ہے۔

بہارِ شریعت کے حصص اور اعلیحضرت وعلماءِ معاصرین کی تقریظات وتصدیقات

حضرت صدرالشریعہ کے قلم فیض رقم سے بہارِ شریعت کے سترہ حصے معرض وجود میں آئے جو عقائد اور کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب الحظر والاباحۃ تک مسائل ضروریہ پر محتوی ہیں۔ تین مزید حصے لکھنے کا عزم تھا مگر پیہم حوادث ومصائب اور کثرت غم واندوہ ہی کی وجہ سے آپ بقیہ تین حصوں کے لکھنے سے معذور ہوگئے اور اپنے تلامذہ اولادیا علماءِ اہلسنت کو بقیہ حصوں کی تکمیل کیلئے وصیت فرمادی چنانچہ آپ کے انتقال کے ایک عرصے کے بعد آپکی اولاد اور تلامذہ نے مل جل کر آپکی یہ وصیت پوری کردی اب وہ تینوں حصص بھی چھپ کر منظر عام پر آگئے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

اٹھارھواں حصہ:۔ حضرت صدرالشریعہ کے بڑے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفٰے ازہری علیہ الرحمہ اور حضرت کے دو شاگرد مولانا مفتی وقارالدین اور مولانا قاری محبوب رضاخان بریلوی علیہما الرحمہ والرضوان کے مشترکہ قلمی تعاون سے وجود میں آیا۔

انیسواں حصہ:۔ حضرت صدرالشریعہ کے آخری دور کے شاگرد حضرت مولانا ظہیر احمد زیدی سابق استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے قلم سے منظر عام پر آیا۔

بیسواں حصہ:۔ یہ حصہ بھی حضرت کے خاص شاگرد حضرت مفتی وقارالدین علیہ الرحمہ کے قلم فیض رقم سے معرض وجود میں آیا۔

بہارِ شریعت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اس کے ابتدائی چھ حصے اعلیحضرت عظیم البرکت کو سنائے گئے تھے اور بعض حصوں پر آپنے تحریری طور پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت فرمائی ہے۔ اس تصدیق وتقریظ کے چند جملے قارئین کی نذر ہیں۔

> "فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہارِ شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل العلی مولانا ابوالعلی مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والشرب

دالسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنی مطالعہ کیا الحمدللہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع و ملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولیٰ عزوجل مصنف کے عمر و علم و عمل و فیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی و شافی و وافی و صافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انھیں اہلسنت میں شائع و معمول اور دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے۔

بہار شریعت پر اعلیٰ حضرت کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ کے معاصرین اور جلیل القدر علماء دین کی بھی تصدیقات و تقریظات مرقوم و مسطور ہیں جن سے بہار شریعت کی وقعت و عظمت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ فطری جذبہ کے تحت کسی شخص کے علم و فضل کا اعتراف کرنے سے اس کے معاصرین گریز کرتے ہیں لیکن جس کی عظمت و بزرگی کا اعتراف خود اس کے معاصرین کرلیں تو یہ اسکی عظمت پر مہر تصدیق ہوتی ہے۔

معاصرین میں حضور محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے حقہ کے پانی کے تعلق سے حضرت صدر الشریعہ کی تحریر کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"حضرت مولانا مولوی امجد علی قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق انیق فرمائی ہے کہ مخالف جاہل ہے تو امید قوی کے قبول حق کرے۔ معاند ہے تو سکوت سے کام لے۔"

مبلغ اعظم حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری بہار شریعت کی اہمیت و افادیت اور حقہ کے پانی کی طہارت کے تعلق سے حضرت صدر الشریعہ کی تحقیق کی تصویب و تائید میں رقمطراز ہیں۔

"حضرت مولانا امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے مسائل طہارت میں بہار شریعت جیسی جامع کتاب تالیف فرما کر مسلمانان ہند پر ایسا احسان عظیم فرمایا ہے جس کے شکریہ سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے۔ دعاء ہے کہ رب العزت جل مجدہ مولانا موصوف کو اجر جزیل مرحمت فرمائے

آب قلیان کی طہارت و طہوریت کا

ثبوت بدلائل ساطعہ اس فتویٰ میں دیا گیا۔
کتاب مذکورہ میں صرف اس قدر مسطور ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں نہ یہ کہ خواہ مخواہ اس سے وضو کیا جائے درصورتیکہ اس سے بہتر پانی موجود ہو، اس پر جرح کرنا ان ہی اصحاب کا کام ہوتا ہے جنکا مقصود بغض و فتنہ انگیزی ہو۔

بہار شریعت کے خصائص و امتیازات

بہار شریعت بہت سی ایسی خوبیوں کی جامع ہے جو بیک وقت کسی کتاب فقہ میں موجود نہیں یہاں ان تمام خوبیوں کا استقصا مقصود نہیں صرف چند اہم اور بنیادی خصائص اور امتیازات ذکر کئے جاتے ہیں

(۱) پیدائش سے لیکر موت تک کے روزمرہ مسائل ضروریہ کا سلیس اور شگفتہ اردو میں بیان تاکہ بیشتر ہندوستانی مسلمان عوام و خواص جنکی زبان اردو ہے انکو مسائل کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

(۲) ہر باب میں مسائل فقہیہ کی مناسبت سے آیات قرآنیہ احادیث و آثار پھر مسائل کا بیان کہ قارئین و ناظرین کو اول نظر سے یہ تاثر دیا جا سکے کہ فقہ حنفی کے ماخذ قرآن اور حدیث ہی ہیں۔ رہا عقل پرور اور متعصبین کا یہ الزام کہ فقہ حنفی قیاسات پر مبنی ہے وہ سراسر کذب و بہتان ہے۔

(۳) آیات و احادیث کے بعد جزئیات فقہ سے قبل مصطلحات کی جامع و مانع فقہی تعریفات اور باب سے متعلق چند قواعد فقہیہ کا بیان تاکہ ان کے پیش نظر مستقبل میں نئی شکل کے ساتھ پیش آنے والے مسائل کا حل نکالا جا سکے۔

(۴) ابحاث و دلائل سے گریز کرتے ہوئے صرف مسائل کا بیان تاکہ اصل مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ ابحاث و دلائل کے ہجوم میں عام قاری کے ذہن سے اصل مسئلہ بھی گم ہو جاتا ہے۔

(۵) کسی بھی باب میں صرف مفتی بہ، راجح و صحیح مسائل کے بیان پر اکتفاء

کسی بھی مسئلہ کے تعلق سے فقہاء
کے مختلف اقوال و آراء کے ذکر سے
احتراز تاکہ عوام آسانی کے ساتھ مفتیٰ
اقوال پر عمل کرکے حق تقلید ادا کرسکیں

الحاصل بہار شریعت سلیس عام فہم اور
سادہ اردو زبان میں مسائل ترجیحہ کا
حسین گلستان ہے جسکی ہر کلی کو قرآن وحدیث
اور اقوال صحابہ سے مزین کیا گیا ہے۔
بہار شریعت فقہ کی ایک معتبر و مستند
کتاب ہے جو عوام و خواص خصوصًا ارباب
افتاء کیلئے ایک بیش بہا خزانہ ہے جو ہر
گھر اور ہر دارالافتاء کی ضرورت ہے۔

فتاوی امجدیہ

فتاوی امجدیہ، حضور
صدرالشریعہ علیہ الرحمہ
کے اکثر تحریری فتاوی کا مجموعہ ہے۔ جو
ارباب علم و دانش بالخصوص اصحاب افتاء
وقضا کیلئے ایک عظیم علمی و فقہی سرمایہ ہے
جس میں اختصار و ایجاز کیساتھ آیات قرآنیہ
احادیث نبویہ، قواعد واصول، فقہی کلیات
وجزئیات نظائر و شواہد، دلائل وابحاث
کے ذریعہ کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب الفرائض
تک اکثر ابواب کے متعلق کامل تحقیق و تدقیق
کیساتھ وافی و شافی جوابات مرقوم و مسطور ہیں
فتاوی امجدیہ ابحاث و دلائل اور حسن استدلال
وندرت استنباط کے لحاظ سے فتاوی رضویہ
کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ حضرت صدرالشریعہ
انفرادی اور اجتماعی سطح کی بے پناہ مصروفیات
ومشغولیات کی بنا پر عدیم الفرصت۔ اسلئے
آپ کا فتوی مختصر مگر نہایت جامع، آیات و
احادیث اور فقہی قواعد و جزئیات سے مزین
ومبرہن ہوتا۔
ماضی قریب کے فقہا اور ارباب افتاء
کے فتاوی پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو آفتاب
عالم تاب کی طرح یہ حقیقت کھل کر سامنے
آجاتی ہے کہ فتاوی میں اختصار کے ساتھ
جامعیت و قطعیت حضرت صدرالشریعہ ہی کا
حصّہ ہے۔
ہر چند کہ صدرالشریعہ عدیم الفرصتی کی
وجہ سے اختصار کے ساتھ فتاوی لکھتے تھے
لیکن جب کوئی مسئلہ اہم یا مختلف فیہ اور
تفصیل طلب ہوتا تو صدرالشریعہ کا اشہب قلم
ایسی جولانی دیکھاتا کہ وقت کے مستند اور

مایہ ناز فقہا اور مفتیین ورطۂ حیرت و استعجاب میں پڑ جاتے۔

ذیل میں مختصر اور تفصیلی ہر دو فتوی کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

(۱) اختصار کا نمونہ

بعض بلاد و امصار میں بعد نماز پنجگانہ و جمعہ و عیدین مصافحہ مسلمانوں کے درمیان رائج ہے۔ اس مصافحہ کا جواز فقہاء امت کے نزدیک ثابت ہے لیکن بعض جو اپنے کو حنفی بھی کہلاتے ہیں اس کو ناجائز اور مذموم بدعت قرار دیتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ سے بعد نماز جمعہ و عید مصافحہ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز آپ نے جواب دیا۔

> "مصافحہ جائز اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت، نماز کے بعد یا عید کے دن مصافحہ کرنا اسی مطلق میں داخل، اپنی طرف سے مطلق کی تقیید باطل"

ناظرین، اس جواب پر غور کیجئے اور اختصار و جامعیت کی داد دیجئے۔

اس فتوی میں اصل حکم بھی مذکور ہے دلیل بھی، ضابطہ بھی، مانعین جواز کا رد و ابطال بھی اور دلیل رد کی طرف واضح اور نمایاں اشارہ بھی موجود ہے۔ یعنی حضرت صدر الشریعہ نے پہلے اصل حکم بیان فرمایا کہ بعد نماز و عیدین مصافحہ جائز ہے پھر دلیل یہ دی کہ جن احادیث سے مصافحہ کا جواز واضح ہے وہ مطلق ہیں، ان میں مصافحہ کو زمان و وقت اور حال کی قید و بند سے آزاد رکھا گیا ہے۔ اور بعد نماز جمعہ و عیدین مصافحہ اسی مطلق کا ایک فرد ہے لہذا شریعت کا مشہور ضابطہ "المطلق یجری علی اطلاقہ" کے بموجب یہ مصافحہ بھی جائز و مسنون ہی رہے گا۔ کیونکہ سنت جہاں کہیں بھی ادا کی جائیگی سنت ہی رہے گی بدعت نہیں ہو جائیگی۔ ہاں مطلق کے اطلاق پر اس وقت عمل نہیں ہوتا جب کہ شرع کی جانب سے اس مطلق کیلئے کوئی مخصص و مقید ہو۔ اور یہاں دائرہ میں کوئی مخصص و مقید نہیں۔ لہذا اس مصافحہ کو ناجائز بتا کر حدیث

رسول کے اطلاق کو اپنی جانب سے بغیر کسی دلیل شرعی کے باطل کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

(۲) تفصیل کا نمونہ — شرائع سابقہ میں سجدۂ تعظیمی جائز

تھا اس کا جواز ہماری شریعت میں منسوخ ہوچکا ہے۔ اب یہ ناجائز و حرام ہے۔ لیکن یہ مسئلہ بہت اہم اور پیچیدہ ہے اس مسئلے کے بارے میں حضرت صدر الشریعہ سے بھی استفتار کیا گیا، آپ نے آیات و احادیث اقوال ائمہ اور ارشادات علماء کی روشنی میں تقریباً اٹھارہ صفحات پر مشتمل ایسا تفصیلی اور تحقیقی جواب فرمایا جو آپ کے وفور علم، تبحر علمی، خداداد ذہانت و لیاقت علمی فقاہت اور فقہی بصیرت پر شاہد عدل ہے۔

خوف طوالت سے استفتار اور فتویٰ کو من وعن نقل کرنے کے بجائے اسکا خلاصہ ناظرین و قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

نصیر آباد کے رہنے والے غلام قادر نے سجدۂ تعظیمی کے بارے میں استفتار کیا کہ سجدۂ تعظیمی کے جواز و عدم جواز کے تعلق سے زید و بکر میں اختلاف ہے بتایا جائے کہ ان میں سے کون حق پر ہے۔؟ اور کس کا قول لائق اعتبار اور قابل عمل ہے؟

زید کہتا ہے کہ اسلام میں غیر اللہ کے حق میں سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی ملت ابراہیمی میں رائج تھا اور آج بھی قطعی طور پر جائز ہے

زید اپنے موقف کی تائید میں فرمان رب العزت۔ لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن۔ کو پیش کرتا ہے۔ اور بکر سجدۂ تعظیمی کے قطعی جواز میں قرآن کی اس آیت پاک کا تذکرہ کرتا ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو انکے بھائیوں کے سجدے کا ذکر ہے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں سجدہ سے مراد سجدۂ تعظیمی ہی ہے اور اس کے جواز کے نسخ پر کوئی دلیل قطعی بھی نہیں اور اس سجدے کے جواز کا نسخ قرآن سے محال ہے۔ اور جس حدیث میں اس سجدے کی ممانعت آئی ہے تو وہ خبر واحد ہے جو ظنی ہے اور ظنی قطعی کی ناسخ نہیں ہوا کرتی۔

نیز سجدۂ تعظیمی حضرات صوفیۂ کرام میں بھی
قدامت سے رائج چلا آرہا ہے پھر سجدہ تعظیمی
کیونکر ناجائز ہوگا۔
زید نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر جن آیت سے
استدلال کیا ہے وہ دو وجہوں سے درست
نہیں اوّل یہ ہے کہ اس آیت میں صرف
شمس و قمر کو سجدہ کرنے کی نفی ہے نہ کہ
مسجود ملائکہ یعنی انسان کو سجدہ کرنے کی
نفی، دوسرے یہ کہ اس آیت میں سجدہ سے
مراد سجدۂ عبادت ہے نہ کہ سجدۂ تعظیمی،
پھر بکر معارضے کے طور پر کہتا ہے کہ اگر زید کا
قول مان لیا جائے کہ اسلام میں غیر اللہ
کے حق میں سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ تو حضرت
یوسف و یعقوب علیہما الصلاۃ والسلام جیسے
جلیل القدر معصوم انبیاء کا مرتکب کفر و شرک
ہونا لازم آئے گا حالانکہ ان کی عصمت اور
معصیت سے بریت قرآن مجید سے ثابت ہے)
حضور فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمۃ والرضوان نے زید کے قول کی
تائید اور بکر کے مزعومات کے رد میں تقریباً
اٹھارہ صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی و تفصیلی
جواب و فتویٰ عنایت فرمایا جو آپ کے
زبردست علمی استحضار اور بے پناہ فقہی
درک کا آئینہ دار ہے۔
حضرت صدر الشریعہ کے جواب کا
خلاصہ یہ ہے کہ سجدۂ تعظیمی تحیت و اکرام
کی غرض سے شرائع سابقہ میں جائز تھا
ہماری شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہوگیا
اب یہ سجدہ حرام ہے۔
قرآن مجید میں جہاں غیر خدا کیلئے سجدہ
کا حکم ہے جیسا کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ آدم کو
سجدہ کرو یا برادران یوسف نے انکو سجدہ
کیا اس سجدہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں

(۱) بعض فرماتے ہیں کہ یہاں سجدہ کے
لغوی معنی انحناء یعنی جھک جانا مراد
ہے، ان مواقع میں پیشانی زمین پر
رکھنا مراد نہیں۔ سید المفسرین حضرت
عبداللہ ابن عباس سے یہی منقول ہے

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ شرعی
سجدہ تھا یعنی پیشانی کا زمین پر
رکھنا مگر وہ سجدہ ان کو نہ تھا جنکے
سامنے کیا گیا بلکہ یہ سجدہ خدا کو تھا

اور سجدۂ ملائکہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سجدہ برادران یوسف علیہ السلام میں یوسف علیہ السلام قبلہ تھے مسجود لہ نہ تھے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ بوضع جبھہ تھا اور شرائع سابقہ میں تحیت و اکرام کیلئے سجدہ جائز تھا۔ اس شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہوگیا۔

پھر صدر الشریعہ نے بکر کے اس اعتراض کا کہ (سجدۂ تعظیمی کا جواز قرآن سے قطعیت کے ساتھ ثابت اس جواز کے نسخ پر کوئی دلیل قطعی نہیں، بلکہ ممانعت صرف خبر آحاد سے ہے، خبر آحاد ظنی ہوتی ہے جو قطعی کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔ اور قرآن سے اس جواز کا منسوخ ہونا مستحیلات سے ہے) روح پرور جواب اس طرح ارقام فرماتے ہیں کہ۔

"جب سجدۂ برادران یوسف میں اسقدر عظیم اختلافات موجود ہیں اور سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو انحناء پر محمول کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ آیت سجدۂ جواز سجدۂ تحیت و اکرام میں قطعی الدلالۃ نہیں پھر اس کے ناسخ کا قطعی ہونا کیا ضرور۔ جبکہ دلیل جواز قطعیت کا افادہ نہیں کرتی۔ بلکہ یہ جواز برتقدیر ثبوت ظنی ہے۔

جمہور مفسرین یہاں سجدہ سے وضع جبھہ مراد لیتے ہیں وہ خود تصریح کرتے ہیں کہ یہ حکم شرائع سابقہ کا ہے، ہماری شریعت نے یہ حکم منسوخ کردیا۔ تو جس طرح جواز سجدہ میں ان کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے نسخ میں بھی ان کے قول کا اعتبار کرنا چاہیئے ورنہ پہلے والے دونوں گروہ مفسرین غیر اللہ کیلئے مطلقاً سجدہ کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے قول کا حاصل تو یہ ہے کہ نہ پہلے جائز تھا نہ اب جائز ہے۔ اور یہ قول رابع جو بکر نے اختیار کیا یعنی غیر اللہ کیلئے سجدۂ تعظیمی پہلے بھی جائز تھا اور اب بھی جائز ہے بالاجماع باطل ہے اور ایسا قول ہرگز قابل قبول نہیں۔"

حضرت صدر الشریعہ آگے بڑھکر ارشاد

فرماتے ہیں کہ سجدۂ تحیت و تعظیم کی حرمت پر
جو حدیث ہے اگرچہ لفظاً خبر واحد ہے مگر معنیً
خبر متواتر ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ عبد العزیز
محدث دہلوی نے اس حدیث کو متواتر کہا
ہے۔ چنانچہ

"اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سجدۂ تعظیمی کا
جواز قطعیت کے ساتھ کتاب اللہ سے ثابت
ہے پھر بھی یہ قطعی جواز، ممانعت والی حدیث
متواتر المعنیٰ سے منسوخ ہو جائیگا، کیوں کہ
خبر واحد ظنی ہوتی ہے مگر خبر متواتر تو قطعی ہی
ہوتی ہے۔ اور ایک دلیل قطعی دوسری دلیل
قطعی کیلئے ناسخ ہو سکتی ہے۔ اصول فقہ کی
کتابوں میں ہے یجوز نسخ الکتاب
بالکتاب والسنۃ۔ یہاں سنت سے مراد
سنت متواترہ ہی ہے۔"

الحاصل۔ تمام ائمہ مجتہدین اور فقہاء مذہب
اپنی کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں کہ غیر اللہ
کو سجدہ کرنا حرام ہے اور بہ نیت عبادت ہو
تو کفر و شرک، ہم مقلدین کیلئے ان کے
اقوال کافی ہیں۔
بیشک وہ ناسخ و منسوخ کو ہم سے اچھا
جانتے تھے، جب وہ یہ کہتے ہیں کہ سجدہ
منسوخ ہے تو ان کے اقوال کو پس پشت
ڈالنا اور اس کے خلاف عمل کرنا مقلد کو کب
سزاوار ہو سکتا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ نے شریعت طاہرہ
میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت کی حکمت بھی بیان
کی کہ سجدۂ تحیت اور سجدۂ عبادت دونوں میں
وضع جبہہ یعنی پیشانی کو زمین پر رکھنا ہوتا ہے
فرق صرف نیت کا ہے اگر صرف نیت تحیت
واکرام کی ہے تو سجدۂ تعظیمی، اور نیت عبادت
کی ہے تو سجدہ عبادت۔

چونکہ یہ فرق باریک اور باطنی ہے
اس کا تعلق صرف ارادۂ قلب سے ہے
جسے عوام الناس بادی النظر میں عام طور
پر نہیں سمجھ سکتے اسلئے اندیشہ تھا یہ سجدہ
کفر و شرک کی طرف منجر ہو اسلئے شریعت
نے اسکو جائز نہیں رکھا۔ اس طرح کے
بے شمار نظائر و امثال فقہی کتابوں میں
ملیں گے کہ کچھ چیزیں فی نفسہ جائز و
مباح تھیں مگر اندیشہ تھا کہ شرک کی طرف
منجر نہ ہو جائیں وہ بھی روکی گئیں۔

پھر حضرت صدر الشریعہ زید کی تائید اور بکر کی سرزنش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اور اگر بکر کو قرآن مجید کی آیت ہی درکار ہے کہ جس سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہونا ثابت ہو تو وہ آیت جو زید نے بیان کی ہے غیر اللہ کے سجدے کی مطلقاً نفی کرتی ہے کیونکہ سجدہ مطلق ہے اور وہ خالق کو ہونا چاہیئے نہ کہ غیر خالق کو جیسا کہ آیت کا مفاد ہے اسلئے کہ الذی خلقھن سے سجدہ کی علت کا بیان ہے، چنانچہ امام رازی نے اعبدوا ربکم الذی خلقکم کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ انہ بیان لان العبادۃ لا تستحق الا بذالک۔ لہذا یہاں بھی یہ بیان ہے کہ سجدہ کا مستحق وہی ہے جو خالق ہو تو غیر اللہ چونکہ خالق نہیں لہذا اسے سجدہ بھی نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے غیر اللہ کیلئے سجدہ حرام ہونے پر مرقات میں اِسی آیت سے استدلال کیا بکر کا یہ کہنا کہ اگر سجدۂ تعظیمی حرام و ناجائز قرار دیا جائے تو حضرت یوسف و یعقوب علیہما الصلاۃ والسلام کفر و شرک کے مرتکب ہوں گے یہ صحیح نہیں کہ جن علماء کے نزدیک انہوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا ہی نہیں ظاہر ہے کہ شرک کے مرتکب کیونکر ہوں گے اور جن کے نزدیک سجدہ کرنا ثابت ہے وہ شرائع سابقہ کا حکم بتاتے ہیں اور سجدہ کی دو قسم کرتے ہیں (۱) سجدۂ عبادت (۲) و سجدۂ تحیت، سجدۂ عبادت بے شک کفر ہے اور سجدۂ تحیت کفر نہیں مگر وہ اُس شریعت میں جائز تھا اِس شریعت میں حرام۔ سجدۂ یوسف سجدۂ تحیت تھا سجدۂ عبادت نہیں پھر کیا استحالہ اور صوفیاء کرام قدست اسرارہم کو یہ کہنا کہ قدامت سے ان میں یہ سجدہ رائج چلا آرہا ہے بزرگان دین پر بہتان اور افتراء پردازی ہے صوفیاء کرام ہرگز شریعت مطہرہ کے خلاف افعال نہیں کرتے تھے۔"

ہماری گفتگو سے قارئین کرام پر یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ حضور صدر الشریعہ فقہ و افتاء، وفور علم، استحضار مسائل، حفظ ابحاث و دلائل، تحقیق و تدقیق، نقد و جرح، اور توفیق و تطبیق جیسی عظیم خوبیوں کے مالک تھے جو اَب بظاہر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں مگر ان کے علمی فیوض و برکات سے رہتی دنیا تک ہم مستفیض ہوتے رہیں گے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ کا فقہی مقام

از معمار ملت الحاج مولانا شبیہ القادری پوکھریروی سیوان

سند افتخار اکابر علمائے اہلسنت صدر الشریعہ
فقیہہ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مولانا مفتی محمد
امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہ جنکے خطبۂ توصیف
کیلئے میری زبان درماندہ ہے، انکی محبت
اور فقہی بصیرت کی فرماں روائی جو میرے قلب و
جگر پر ہے۔ اسکو کیا کہیئے گا۔

تزول الجبال الراسیات وفیہم
عن الحب لایخلوا ولا یتزلزل

جن کو نا خدائے علم و فضل اور فقیہہ اعظم کے
اعزاز سے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوازا ہے

بمن اسرار جاناں خویش ظاہر شد بایں ساماں
کہ از فیض نگاہ دوست باد اور رسن رقصم

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت آپ کی فقہی بصیرت
اور کارہائے افتاء پر بیحد اعتماد فرماتے۔ جبھی
تو اعلیحضرت فرماتے ہیں کہ

"تفقہ جسکو کہتے ہیں وہ مولوی امجد علی
میں زیادہ پائیگا۔ اسکی وجہ یہ ہیکہ وہ
استفتاء سنایا کرتے ہیں۔ اور جو میں جواب
دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے
طرز سے واقفیت ہو چلی ہے"

ے میرا امجد مجد کا پکا
ان سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں

صدر الشریعہ کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے وہ خوبیاں
عطا کی تھیں کہ فقہی جزئیات زبان پر رہتے تھے
اور فقہ کے سارے جزئیات مستحضر تھے۔ اسلئے
اعلیٰ حضرت نے ان کو قاضی شریعت مقرر فرمایا تھا

ے خوشش باد انسیم صبح گاہی
کہ درد شب نشینارا دوا کرد

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ

"لوگ بہار شریعت کو صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ شاہکار کہتے ہیں۔ گرچہ بہار شریعت کو صدر الشریعہ رمضان المبارک کی فرصتوں میں تحریر فرماتے تھے۔ اور شاہکار فاضل اوقات میں نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیائے علم کے شاہکار یہ صدر الشریعہ کے شاگردان رشید ہیں جنکی مثالیں عالم علم و فضل میں بہت کم مل سکیں گی"

آپ کے تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد المصطفٰے صاحب ازہری شیخ الحدیث امجدیہ کراچی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید آل مصطفٰے صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور، اور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ یہ ایسے علم و فقہ اور حدیث کے آبدار موتی ہیں۔ جن سے دنیائے علم میں چہل پہل آج بھی ہے۔

> یک بار نالہ کردہ ام از درد اشتیاق
> از شش جہت ہنوز صدامی تواں شنید

آج صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت سے دیدہ واران علم و فضل آپ اپنی ضیافت کی تشنگی میں سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کی مشہور مقدس کتاب "بہار شریعت" کے محققانہ مسئلے اور جزئیات سے پورے برصغیر ہندوستان و پاکستان کے علماء استفادہ کر رہے ہیں اور ہندوستان و پاکستان کا ہر دار الافتاء اپنے فتوؤں پر رنگ و روغن چڑھانے کیلئے بہار شریعت کا ممنون کرم ہے

> پیر میخانہ سحر جام جہاں داد
> و آں در آں آئینہ از حسن تو کرد آگاہم

ذاتی و ذہنی کمال یہ تھا کہ کسی بھی فقہ کی کتاب کا یاد کر لینے کی نیت سے تین مرتبہ دیکھ لینا کافی تھا۔ اس وہبی اور کسبی خوبیوں نے آپ کو علم فقہ میں فقید المثال اور وحید العصر بنا دیا تھا۔ اور ان کے فضل کا سکہ دنیا و آخرت میں چلتا رہے گا۔

> ز شعر دلکش حافظ کسے شود آگاہ
> کہ لطف طبع و سخن گفتن دری دارد[1]

[1] دری فارسی زبان کی سات قسموں میں سے ایک کا نام ہے۔

بہار شریعت ایک نادر روزگار علم فقہ میں ایسی کتاب ہے جسمیں بیک وقت کئی خوبیاں سما گئی ہیں کہ دنیا کے کسی بھی فقہ حنفی کی کتاب میں یہ خوبیاں نہیں پائی جاتی ہیں۔ سارے ابواب فقہ میں ضروری مسئلوں کا استقصاء مفتٰی بہ اور صحیح مسائل کا التزام مسائل کی ترتیب یہ سب سونے پر سہاگے کا کام کرتی ہیں ؎

اے رو ماہ منظر تو ما بہار حسن
خال و خط مرکز لطف مدار حسن

اللہ تعالیٰ کے رسول برحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے خیر چاہتا ہے اسکو فقہی بصیرت اور بصارت سے نواز دیتا ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ ؕ۔

یہ ساری خوبیاں حضور صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ کو پروردگار عالم نے عطا فرمائیں کہ تمام مسائل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اطمینان قلب کرواتے رہے۔

صدر الشریعہ سارے علوم پر ایسے ہی حاوی تھے جیسے ایک حافظ قرآن ناظرہ پڑھنے پڑھانے پر حاوی ہوتا ہے۔

لیکن انھوں نے علم فقہ پر ہی اپنی مزید توجہ اسلئے ڈالی کہ قوم مسلم کی زندگی اس کے معاد کے مصالح اور ضروریات انسانی کا تکملہ فقہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ فقہ علوم عقلیہ و نقلیہ اور کتاب و سنت کا معدن ہے۔ کوئی شخص علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کئے بغیر فقیہہ نہیں ہو سکتا۔ بہار شریعت کی سترہ جلدیں اسی فقہی مقام علم و فضل اور فقیہہ اعظم ہونے کی غمازی کر رہی ہیں۔

؎ چہ قامتے کہ ز سرتا قدم ہمہ جانی
چہ صورتے کہ ہیچ آدمی نمی مانی

بقول علامہ ارشد القادری فاتح یورپ یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ حدیث کے ساتھ فقہ کا تعلق لازم و ملزوم ہے۔ مفتی کیلئے اگر فقیہہ ہونا ضروری ہے تو فقیہہ کیلئے محدث ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن محدث کیلئے فقیہہ ہونا ضروری نہیں۔ اس گفتگو کی روشنی میں حضور صدر الشریعہ کا فقہی مقام کہکشاں کے جمال سے بھی آگے ہے ؎ مصنف بھی مقرر بھی فقیہہ عصر حاضر بھی وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم و حکمت کا

حضرت صدر الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
ان ساری کتابوں کو اپنی آنکھوں میں سمو کر
بہار شریعت کی تصنیف کی جن کا فقہ حنفی پر مدار ہے
ے کس کو یارا ہے کہ خورشید کے آگے چمکے
شمع گل ہوتی ہے سورج کی ضیا سے پہلے
ان کی جیب و دامن جس سمت نگاہ کیجئے فقہی
شہ پاروں کے موتیاں جڑے نظر آتے ہیں
اس لئے صدر الشریعہ اعلیٰحضرت کے علمبرداروں
میں فقہی مورچہ سنبھالنے میں تنہا میر کارواں کی
حیثیت سے کھڑے ہیں۔
ے اٹھانے کے ہاتھوں میں پرچم اعلیٰحضرت کا
وہ میر کارواں ہے کاروانِ اہلسنّت کا
فتاویٰ امجدیہ جو صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ کے
قلم کا رشحہ ہے جس میں حدیثوں کے ساتھ ساتھ
فقہی کلیات و جزئیات بھی موجیں لے رہے ہیں
ندرتِ استنباط اور حسن استدلال دیکھکر ہر
قاری کو حافظ کا یہ شعر گنگنانا چاہیئے۔
ے تعالیٰ اللہ زہے ذاتے کہ تا نیرنگ ہستی یافت
صفائے جوہر پاکش دَم از پرہیزگاران زد
مرشدی و آقائی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فتویٰ اور تقویٰ کے خود ایک کوہ ہمالیہ تھے، تاہم
صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ کے تفقہ پر آپکو اس قدر اعتماد
تھا کہ ایک موقع سے فرمایا کہ

"ابھی سفر حج کی تیاری کی وجہ سے جواب
مستحضر نہیں ہے، اور کتاب دیکھنے کی فرصت
بھی نہیں ہے۔ یہ مسئلے صدر الشریعہ کے سامنے
پیش کرو"

گرچہ صدر الشریعہ اس وقت یا اس زمانے
میں شدت کے بخار میں مبتلا تھے، تاہم صدر الشریعہ
بستر پر لیٹے لیٹے آن کی آن میں سارے سوالات
کے جوابات عطا فرما دیئے،
یہ تھی صدر الشریعہ کی شان فقاہت، اور
فقہی مقام۔ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ
کی فقہی بصیرت اور بصارت بھی کچھ کم نہیں تھی،
تاہم اس لئے کہ حضور صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ
کے فقہی مقام کو لوگ اچھی طرح پہچان لیں۔
سائل کو حکم دیا کہ صدر الشریعہ کے حضور اپنے
مسائل پیش کرو۔
ایک دفعہ پاسبان ملت حضرت علامہ مولانا
مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے درس نظامی
کے قدیم نصاب میں ترمیم و تنسیخ کی غرض سے
علمائے اہلسنّت کی ایک مشاورتی نشست

دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں رکھی تھی جسمیں علمائے معتمدین مدعو کئے گئے تھے۔ ان علماء میں قاضی شمس الدین صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اور محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ وغیرہم کے علاوہ یہ خاکسار شبیہ القادری پوکھریروی بھی تھا۔

نصاب ہی کے سلسلے میں یہ بات آئی تو حضرت علامہ قاضی شمس الدین جون پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ۔

"مخدوم زادے میرے مخدوم حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کو جملہ علوم و فنون متداولہ میں کافی درک تھا۔ بالخصوص معقولات کو پڑھاتے وقت معقولات کو پانی پانی کردیتے تھے۔

یہ الگ بات ہے کہ قدرت کی فیاضیوں نے انھیں علم فقہ کا امین اور وارث بنادیا لوگ دارالافتاء میں فتوے کی مشق کرتے کرتے زندگی تمام کردیتے ہیں، تاہم اس منصب کو نہیں پہنچ پاتے ہیں۔ جو صدر الشریعہ کو قدرت کا عطیہ تھا"

غرض علم فقہ نے خود ہی چاہا کہ صدر الشریعہ علم فقہ کے امین اور وارث بن جائیں۔

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہر و خورشید پیشانی جھکا دیں

ترے خدّام اے صدر الشریعہ
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

صدر الشریعہ قدس سرہ کا تفقہ ایک ضمیمہ جاتی رسالہ کی روشنی میں

مولانا ارشاد احمد صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

تنباکو گیارہویں صدی کے آغاز میں عالم وجود میں آیا اور ہندوستان کے اندر اس نے عہد جہانگیری میں قدم رکھا۔ اسے مختلف مقامات میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ تنباک تتن، طابغی، تنبکہ، تنباکو اور طابہ سبھی نام ملتے ہیں[1]

اس کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس دور کے فقہاء اسلام کے سامنے اس کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ سوالیہ نشان بن کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے آغاز سے لیکر چودہویں صدی تک اس کی حلت وحرمت اور کراہت کے باب میں مختلف رسائل سامنے آئے۔ لیکن ان تقابلی تحریروں کی گرم بازاری تیرہویں اور چودہویں صدی میں نظر آتی ہے۔ تیرہویں صدی کے رسائل میں مندرجہ ذیل رسالوں کے نام مجھے دستیاب ہو سکے۔

(۱) ہدایۃ الاخوان فی حکم شرب الدخان۔

(۲) اتحاف الاخوان فی حکم الدخان۔

(۳) ہدیۃ الاخوان فی شجرۃ الدخان۔

یہ تینوں رسالے سید مرتضی محمد حسینی حنفی واسطی بلگرامی کے تصنیف کردہ ہیں۔

(۴) رسالہ حرمۃ تنباکو۔ از جان محمد لاہوری۔

(۵) تحذیر الاخوان فی منع شرب الدخان۔ از الحاج محمد ہاشم سندھی حنفی۔

(۶) رسالہ در حلت دخان۔ از شیخ علی اجہوری مالکی

(۷) الصلح بین الاخوان فی اباحۃ الدخان۔ از سیدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی

(۸) التبیان فی حکم شرب الدخان۔ از معین الدین بن خیرات علی کاظمی کڑوی۔

[1] التبیان فی حکم شرب الدخان ص ۳-۲

اور چودھویں صدی میں درج ذیل رسائل کا سراغ ملتا ہے۔

(۱) زجر ارباب الریان عن شرب الدخان

(۲) ترویح الجنان بتشریع حکم شرب الدخان

یہ دونوں رسالے علامہ ابوالحسنات عبدالحئی بن عبدالحکیم لکھنوی کے ہیں۔

(۳) حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان۔ از امام احمد رضا قادری۔

اس باب میں اہل تشیع کے بھی دو رسالوں کا علم ہوا۔

(۱) فصل الخطاب فی حلۃ شرب القلیان از سید علی محمد شیعی،

(۲) اقامۃ البرہان فی حلۃ القہوۃ والقلیان، از سید ابوالحسن کشمیری شیعی۔

رسائل کی اس طویل فہرست سے مجھے صرف ایک رسالہ التبیان فی حکم شرب الدخان از معین الدین کاظمی دستیاب ہوسکا جس کا سال تصنیف ۱۲۹۵ھ ہے۔ اس کے مندرجات کا مطالعہ کرنے کے بعد حلت و حرمت اور کراہت تحریم سبھی قسم کے احکام کے قائلین کی قطار نظر آتی ہے لیکن ان اقوال کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ حرمت و کراہت کے قائلین کے پیش نظر محض "نئی ایجاد" کے خطراتِ دروں تھے۔ اور "ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں" کے پس منظر میں اس وقت یقیناً یہ پہلو بھی اہمیت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل تھا۔ مگر کوئی دلیل، حرمت کا کوئی ایسا مضبوط اساسی پہلو نہیں رکھتی جس کی روشنی میں اعتماد کے ساتھ یہ کہا جاسکے کہ اسے یقیناً حرمت کے دائرے میں آنا چاہیئے۔ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ "الصلح بین الاخوان فی اباحۃ الدخان" میں ان دلائل کا تفصیلی جائزہ لیکر ان کے اصولی حیثیتیں متعین کردی ہیں جس کے کچھ اقتباسات "التبیان فی حکم شرب الدخان" میں نقل کئے گئے ہیں۔ تفصیلات کے لئے مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔[1]

کچھ حضرات غالباً اسی حرمت کے تقاضوں کے پیش نظر فرشی کے پانی سے بوقت ضرورت وضوء کے جواز کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ حکیم شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ مانعین کے اس نظریہ کا اپنے ضمیمہ جاتی رسالہ "طہارت آب قلیان" میں ہمہ جہت

[1] التبیان فی حکم شرب الدخان ص ۳-۲۰

جائزہ لیتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ہر جہت مانعین کے خلاف جاتی ہے۔ آیئے اس اجمال سے تفصیل کی طرف چلتے ہیں۔

صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے کاٹھیاواڑ سے سوال ہوا کہ اس جواز کے دلائل کیا ہیں، آپ نے اس کے جواز کی تائید میں تیس ۳۲ کتب فقہیہ کی ترسٹھ عبارات اور قرآن وحدیث کے چند نصوص پیش کئے۔ آیئے واقعہ کی تفصیل آپ بھی زبان قلم سے ملاحظہ کرتے چلیں رقم طراز ہیں :۔

بہار شریعت حصہ دوم میں جہاں آب مطلق وآب مقید کے جزئیات فقیر نے گنائے ایک مسئلہ یہ بھی بیان میں آیا کہ "حقہ کا پانی پاک ہے اگرچہ رنگ و بو ومزہ میں تغیر آجائے اس سے وضو جائز ہے بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں"۔ اس پر کاٹھیاواڑ کے بعض اضلاع میں عوام میں خواہ مخواہ اختلاف پیدا ہوا اور یہاں ایک خط طلب دلیل کیلئے بھیجا۔ چاہیئے یہ تھا کہ خلاف کرنے والے دلیل لاتے کہ دلیل ان کے ذمہ ہے نہ کہ ہمارے ذمہ اس لئے کہ پانی اصل میں طاہر مطہر ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ وانزلنا من السماء ماءً طھورا، اور فرماتا ہے وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ، ردالمحتار میں ہے۔ ویستدل بالآیۃ ایضاً علی طھارتہ اذا لامستہ بالنجس۔ فقہ کا وہ ارشاد کہ کسی پانی کی نجاست کی کافر نے خبر دی اس کا قول نہ مانا جائے گا۔ اور اس سے وضو جائز ہے کہ نجاست عارضی ہے اور قول کافر دیانات میں نامعتبر لہٰذا اپنی اصل طہارت پر رہے گا۔ اس سے ہمارے قول کی کافی تائید ہے۔ مگر یہ سب باتیں تو اس کے لئے ہیں جو قواعد شرعیہ کے مطابق کہے یا کہنا چاہے اور آج کل اس سے بہت کم علاقہ رہا الا ماشاء اللہ اس زمانہ میں تو یہ رہ گیا ہے کہ کچھ کہہ کر عوام میں اختلاف پیدا کر دیا جائے صحیح ہو یا غلط اس سے کچھ مطلب نہیں۔ معترضین اگرچہ اسے ناپاک مانتے ہیں لہٰذا صرف طہارت کی سند دینی ہمیں کافی تھی مگر ہم احساناً دونوں حکموں کا ثبوت دیتے ہیں[1]

شرعی نقطۂ نگاہ سے کسی بھی پانی کے ذریعہ

[1] بہار شریعت ضمیمہ (۲/۱۱۷)

طہارت کے حصول کے لئے اس میں دو وصف کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) طاہر ہونا یعنی خود پاک ہو (۲) مطہر ہونا یعنی اس میں دوسروں کو بھی پاک کر دینے کی صلاحیت موجود ہو۔ صدر الشریعہ علامہ حکیم محمد امجد علی رضوی قدس سرہٗ نے اس ضمیمہ جاتی رسالہ میں قلیان کے پانی کے دونوں پہلوؤں کو حوالہ جات کے سہارے بخوبی پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ اور پانی کی بہت ساری قسمیں مثال کے طور پر پیش کی ہیں جو آب قلیان سے زیادہ قیدوں کی حامل ہیں مگر ان سے وضو کے جواز کے بارے میں احناف میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔ سب سے پہلے طہارت کے بنیادی اوصاف سے متعلق آٹھ فقہی جزئیات پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اس عبارت رد المحتار سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب تک کسی شئی کا نجس ہونا یقینی معلوم نہ ہو حکم نجاست نہیں دیتے اگرچہ ظاہر نجس ہونا ہو۔ حقہ کے پانی کی نسبت جب تک نجس ہونا یقینی نہ ہو نجس نہیں کہہ سکتے، نجاست کا یقین درکار یہاں وہم بھی نجاست کا نہیں اس کی نجاست اسی وقت ثابت ہوگی کہ اس کا نجاست سے مس یا نجاست کا خلط یقیناً معلوم ہو اور یہ دونوں امر مفقود تو اپنی اصلی طہارت پر ہونا ثابت وھو المقصود [1]

تمباکو ترکیبی مراحل سے گذرنے کے بعد وجود میں آتا ہے اور جب تک اجزاء کی اختلاطی کیفیت کا علم نہ ہوگا یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ اس چیز میں نجاست کا اختلاط یا مس نہیں پایا جاتا؟۔ اس لئے اب تمباکو کے ترکیبی عناصر اور ان کی موجودہ کیفیات سے متعلق گفتگو کرتے ہیں کہ جب اجزاء کا پاک ہونا معلوم ہو جائیگا تو محض ترکیب تو اسے نجس نہیں کر سکتی۔

"یہ امر تو ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ تمباکو ایک درخت کا پتا ہے جس میں کچھ اجزاء ملا کر کھاتے پیتے سونگھتے ہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ پتے نجس نہیں باقی اجزاء مثلاً شیرہ، ریہ یا خوشبو کرنے یا دیگر منافع کیلئے کچھ اجزاء اور شامل کئے جاتے ہیں مثلاً سنبل الطیب، انناس، املتاس، بیر، کٹھل وغیرہا ان میں کوئی چیز نجس نہیں

[1] بہار شریعت ضمیمہ (۱۱۹/۲)

لہٰذا تمبا کو طاہر۔ یہ امر آخر ہے اس کے کھانے یا پینے سے بے ہوشی کی کیفیت پیدا ہو جائے تو بوجہ تفسیر اس کا اس حد تک کھانا پینا حرام ہو گا کہ۔ نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر مگر حرام ہونا اور بات ہے، نجس ہونا اور، ویسے تو مٹی بھی حد ضرر تک کھانا حرام ہے حالانکہ مٹی پاک بلکہ پاک کرنے والی ہے۔ [1]

عام ذہن علمی تحقیقات کو قبول نہیں کرتے جب تک انھیں انہی کے معیار پر پیش نہ کیا جائے۔ صدر الشریعہ اس رمز فطرت سے بخوبی واقف تھے۔ آپ نے دلکش اور آسان ترین انداز تفہیم کے ذریعہ ان تحقیقات کے مثبت اثرات کو ان ذہنوں سے کتنا قریب کر دیا ہے آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔

" رہا یہ شبہہ کہ پاک ہے تو پیتے کیوں نہیں؟ رینٹھ بھی تو پاک ہے پھر کیوں نہیں کھاتے تھوک بھی پاک ہے پھر کیوں نہیں پیتے؟ افیون و بنگ بھی تو ناپاک نہیں پھر کیا پیو گے؟ جب پاک چیزیں حرام ہوتی ہیں تو طبعاً مکروہ ناپسندیدہ ہونا کیا دشوار ہے" [2]

رہا پانی کا دوسرا وصف کہ وہ دوسری چیز کو بھی پاک کر سکے یہ اس میں اسی وقت تک باقی رہے گا جب تک وہ پانی مطلق ہے مقید نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے پانی کے اطلاق کی تعریف ذکر کرتے ہیں تاکہ اسی معیار پر فرشی کے پانی کو بھی پیش کر کے اس کا حکم دریافت کیا جا سکے۔ رقمطراز ہیں:۔

مطلق کی جامع مانع تعریف جو جزئیات منصوصہ سے منتقض نہ ہو وہ ہے جو رسالہ النور والنورق میں سیدی و سندی و مستندی مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمائی ہے کہ مطلق وہ پانی ہے کہ اپنی رقت طبع پر باقی رہے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شئی نہ ملائی گئی ہو جو اس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہے، نہ ایسی شئی کہ اس کے ساتھ مل کر چیز دیگر مقصد دیگر کے لئے ہو جائے جس سے پانی کا نام بدل جائے، شربت یا لسی یا نبیذ یا روشنائی وغیرہ کہلائے۔ [3]

پھر اس کے ایک ایک قید سے مطلق

---

[1] بہار شریعت ضمیمہ (۱۱۹/۲) [2] (۱۲۰/۲) [3] (۱۲۱/۲)۔

کثیر جزئیات معتمد فقہی کتب سے ذکر کرنے کے بعد کچھ شبہات کے بالترتیب جوابات بھی ذکر فرماتے ہیں تاکہ آب قلیان کے وصف تطہیر کا حکم مکمل طور سے واضح ہو کر سامنے آجائے۔ لکھتے ہیں۔

(۱) رہا یہ کہ اس کا تلفظ حقہ کی طرف اضافت کرکے ہوتا ہے اس سے اس پانی کا مقید ہونا لازم نہیں جیسے گھڑے کا پانی، دیگ کا پانی یہ اضافت تعریف ہے نہ تقیید۔

(۲) اگر یہ خیال ہو کہ اس میں بدبو ہوتی ہے اس وجہ سے ناجائز ہو تو۔ اولاً۔ مطلقاً یہ حکم کہ حقہ کے پانی میں بدبو ہوتی ہے، غلط ہے۔ ثانیاً۔ مدار آب مطلق پر ہے، خوشبو بدبو کو کیا دخل۔ زعفران اگر پانی میں اتنا ملا کہ رنگنے کے قابل ہو گیا اس سے وضو ناجائز ہے اگرچہ خوشبو رکھتا ہے۔ گلاب خوشبو رکھتا ہے مگر عامۂ کتب مذہب میں ہے کہ گلاب سے وضو ناجائز۔ ثالثاً۔ متعدد کتابوں کی تصریحیں ذکر کی گئیں کہ صرف تغیر اوصاف ثلٰثہ مانع جواز وضو نہیں کسی نے اس کو خوشبو یا بدبو سے مقید نہ کیا لہٰذا حکم مطلق پر ہے و للہ الحمد۔ لہ

ان تفصیلات سے ذہن اس امر سے تو متفق ہو جاتا ہے کہ یہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی، اس لئے اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ مگر پھر یہاں ایک سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ جب یہ پانی طاہر بھی ہے اور مطہر بھی، تو اس سے وضو کرنے کے بعد کچھ دیر تک انتظار کا حکم کیوں؟۔ اس شبہہ کا تعاقب کرتے ہوئے صدر الشریعہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"البتہ اگر وقت ختم ہونے میں عرصہ ہو اور اس پانی میں بدبو آگئی تھی تو اتنا وقفہ لازم ہوگا کہ بو اڑ جائے۔ کہ حالت نماز میں اعضا سے بو آنا مکروہ ہے اور اس حالت میں مسجد جانے کی اجازت نہ ہوگی کہ بدبو کے ساتھ مسجد میں جانا حرام ہے" ٢ہ

اس طور سے آپ نے ہر رخ اس کے جواز کے پہلو کو روشنی میں لاکر حرمت کی امکانی راہیں بھی بند کردیں۔ اس قدر مختصر مسئلہ پر جہاں اوروں کے قلم چند قدم چل کر رک جائیں اس قدر مبسوط اور تحقیقی فتویٰ سپرد قلم کر دینا

لہ بہار شریعت ضمیمہ (۱۲۵/۲) ٢ہ ایضاً (۱۲۶/۲)

اسی کا حصہ ہو سکتا ہے جس نے فقہ کے گلستاں کی ہمہ جہت سیر کی ہو اور اپنے دامن میں ہر قسم کے گلوں کی بہاریں سمیٹ لایا ہو۔

وسعت مطالعہ، کثرت مراجعت، ذہنی استحضار اور کسی حکم کے ہر پہلو پر غور وخوض کرنے کی زبردست قوتوں کے سہارے ہی کسی فکر میں ایسی گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ جن بتیس [۳۲] کتب فقہیہ کے ترسٹھ [۶۳] نصوص کے مضبوط حوالوں سے کس کر آپ نے اپنا صحیح موقف پیش کیا ہے۔ ان میں معروف حوالے بھی ہیں اور نادر بھی جو یقیناً آپ کی بے مثال فقاہت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

(۱) تنویر الابصار، (۲) در مختار، (۳) رد المحتار، (۴) فتاویٰ عالمگیری (۵) النور والنورق (۶) حاشیہ شلبی علی الزیلعی (۷) فتاویٰ قاضی خان (۸) فتح القدیر (۹) البدائع والصنائع للامام ملک العلماء، (۱۰) منیۃ المصلی (۱۱) فتاویٰ امام غزنی تمرتاشی، (۱۲) بحر الرائق (۱۳) المختصر القدوری (۱۴) ہدایہ للمرغینانی۔ (۱۵) وقایہ۔ (۱۶) عنایہ۔ (۱۷) کفایہ (۱۸) بنایہ (۱۹) غایہ۔ (۲۰) مجمع الانہر۔ (۲۱) صغیری (۲۲) حلیہ۔ (۲۳) سراج وہاج۔ (۲۴) جوہرہ نیرہ۔ (۲۵) مجتبیٰ شرح قدوری (۲۶) نہر الفائق (۲۷) شرح کنز لملا مسکین (۲۸) تبیین الحقائق (۲۹) غرر شرح دار (۳۰) نور الایضاح (۳۱) غنیہ شرح منیہ (۳۲) فتاویٰ زینیہ جیسی عظیم اور معتمد فقہی کتب کے حوالوں سے یہ ضمیمہ جاتی رسالہ مزین ہے۔ اس قدر جامعیت اور شواہد کی کثرت بہت کم فتاویٰ میں نظر آتی ہے۔ یہ سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے فتاویٰ کا وہ مخصوص وصف ہے جسے اگر امتیازی نشان کہا جائے تو بجا ہے۔ اس خصوص وامتیاز کی جھلک سیدی صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے فتاویٰ میں بھی بخوبی دیکھی جا سکتی ہے جسے یقیناً آپ کے مرشد ومربی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کا فیضان بھی کہا جا سکتا ہے،

اسی فقہی مہارت اور طرز نیابت کو دیکھ کر امام اہلسنت فتاویٰ کے سلسلے میں آپ پر بھرپور اعتماد اور مکمل اطمینان کا اظہار کرتے[۱] اور اسی سے متاثر ہو کر آپ نے صدر الشریعہ

[۱] باغی ہندوستان ص ۲۳۶ ۔

مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ کو "صدر الشریعہ" جیسے عظیم الشان اور ممتاز لقب سے سرفراز فرمایا[1]

اس رسالہ میں اس دور کے آٹھ اکابر علماء کی شاندار عربی اور اردو تصدیقات ملتی ہیں جن کے تائیدی کلمات صحیح معنوں میں اس رسالہ کی جامعیت کے ترجمان ہیں۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ
(۲) محدث اعظم ہند ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ
(۳) ابو الابرار مفتی محمد اسرار الحق صدیقی رہتکی علیہ الرحمہ
(۴) مفتی محمد احسان الحق نعیمی علیہ الرحمۃ بہرائچ شریف
(۵) مفتی حکیم عبد الاحد قادری پیلی بھیتی تلمیذ محدث سورتی علیہما الرحمۃ۔ (۶) ابو سراج مفتی عبد الحق رضوی تلمیذ محدث سورتی قدس سرہما۔ (۷) مفتی سید محمد السنوسی المدنی المجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(۸) مبلغ اسلام مفتی عبد العلیم صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

ابو الابرار مفتی محمد اسرار الحق صدیقی قادری چشتی علیہ الرحمہ کے تصدیقی الفاظ پڑھے جانے کے قابل ہیں لکھتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم! آبِ حقہ کی طہارت و طہوریت میں اور بروقت ضرورت اس کا استعمال جائز ہونے میں جیسی توضیح کامل کتب فقہ سے جناب مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب اعظمی الرضوی مد فیوضہ العالی نے فرمائی ہے بلا شک و شبہ نہایت ہی درست و بجا ہے۔ باوجود ایسی تحقیق انیق کے بھی اس سے انکار سراسر جہل و خطا ہے۔ حضرت مولانائے موصوف نے اس مسئلہ کے متعلق بفضلہ تعالیٰ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا اور ہر پہلو پر کامل غور فرما کر شرح و بسط کیساتھ اس کا فیصلہ فرمادیا ہے۔ مسلمان کو لازم ہے کہ کسی ایسی بات پر جس کا اسے اس سے پہلے علم نہ ہو سن کر ضد و انکار نہ کرے بلکہ نہایت نیک نیتی سے تحقیق سے کام لے۔ مجھکو مولانا کی اس تحریر اور پھر اس پر دیگر علمائے اکابرین دامت برکاتہم کی تصدیقات سے قطعاً اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ خاکسار

ابو الابرار محمد اسرار الحق حنفی صدیقی چشتی نظامی قادری رہتکی عفی عنہٗ

[1] باغیٔ ہندوستان ص ۳۴۰ -

حضرت صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت فتاویٰ امجدیہ کے آئینے میں

از مولانا عابد حسین صاحب استاذ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

فتاویٰ امجدیہ کی ابتک ۴ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں یہ کتاب مستطاب اپنے اندر بے شمار خصوصیات رکھتی ہے۔ اگرچہ بطریق سوال وجواب ہونے کے سبب فتاوی کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اعتماد واستناد کے اعتبار سے ان شروح کے زمرہ میں داخل ہے جنھیں متون کے بعد اولیت و فوقیت دی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ فقہائے اعلام سب سے پہلے متون پر اعتماد کرتے اور ان سے فتویٰ دیتے ہیں اگر ان میں کسی خاص مسئلہ کا حل نہ ہو تو شروح کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیسرے درجہ میں کتب فتاویٰ کی حیثیت متعین کرتے ہیں مگر فتاویٰ رضویہ وامجدیہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ کتب فتاویٰ پر مقدم ہوں۔

آپ کی فتویٰ نویسی کا یہ کمال ہے کہ بڑے بچے تلے الفاظ، جامع کلمات شستہ عبارات اور سلجھے انداز ہوتے ہیں

اس کتاب کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ نے کس طرح اپنی فقاہت وفتویٰ نویسی کے جلوے دکھائے ہیں۔ فتویٰ نویسی کا کام کوئی آسان کام نہیں درحقیقت سب سے مشکل ترین کام یہی ہے۔ اس منصب پر فائز ہونے والے کیلئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اس کے اصول وضوابط کو ذہن میں ہمہ وقت محفوظ اور جزئیات پر عبور رکھے۔ ایک مفتی اگر اس کے اصول سے واقف نہ ہوگا تو اس کا قدم کبھی بھی لغزش میں پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ذہن نشین کرنا ہوتا ہے کہ امام اعظم، امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر اور حسن ابن زیاد رضی اللہ تعالیٰ

یں سے کس کے قول کو تقدم حاصل ہے
اور اختلاف کی صورت میں اصحاب فتویٰ
واصحاب ترجیح نے کس کے قول پر فتویٰ دیا ہے
اس کے مطابق اگر فتویٰ دیگا تب ہی وہ
لغزش سے بچ سکے گا۔

نیز مفتی کیلئے ضروری ہے کہ بیدار مغز
وہوشیار ہو کیونکہ کم عقلی و غفلت سے دوچار
ہونے کی صورت میں اکثر لوگ حیلہ سازی اور
دیگر ترکیبوں سے اصل واقعہ کو مسخ کر کے
فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں۔ الغرض فتویٰ کا
کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہے مگر
ایک فقیہ ہی ہے جو فقہ کی ضیاء سے سرشار
ہو کر ان تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے
آپ کے فقیہانہ جلووں کے شواہد
ہدیۂ ناظرین ہیں۔

کیا طلاق بائن کے بعد بائن واقع ہو سکتی ہے

آپ کی بیدار مغزی اور زیرکی
کا اندازہ لگائیے کہ ایک سائل نے آپ سے
سوال کیا کہ۔

"زید کا والد بیمار تھا، کسی رنجش سے
زوجۂ زید کے متعلق کہا، تمہاری بیوی طلاق کے
قابل ہے۔ باپ کے کہنے پر زید کو غصہ آیا اور
کہا، "میں نے اسکو طلاق بائن دیا۔"

اس سوال میں صرف اتنا ہے کہ "میں نے
اس کو طلاق بائن دیا۔ اگر کوئی سطحی نظر کا مفتی
ہوتا تو یہ لکھدیتا کہ صرف ایک طلاق بائن واقع
ہوئی کہ وہ دوبارہ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے
حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اتنا ہی جواب کافی تھا
لیکن فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ اپنی دقیق النظری
اور دور رسی کی بنا پر اتنا ہی نہیں فرماتے بلکہ
مغالطہ کی ساری دیواروں کو منہدم کرتے ہوئے
ارقام فرماتے ہیں۔

"اگر یہ لفظ تین بار کہے تو تین طلاقیں
ہو گئیں۔ اور ایک بار تو ایک یا دو بار کہے تو دو
حلالہ کی حاجت نہیں"[1]

چونکہ سائل کے سوال میں یہ تھا کہ "میں
نے اس کو طلاق بائن دیا" اور عوام کے ذہن
میں یہ رہتا ہے کہ تین بار سے کم طلاق دینے
سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ
وہ جب بھی طلاق دیتے ہیں تو تین دیتے ہیں
اس لئے یہاں یہ احتمال تھا کہ سائل نے تین طلاقیں

[1] فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۰۶ بیان طلاق صر

دی ہوں، مگر لکھا ایک ہی۔ اسلئے صدرالشریعہ قدس سرہٗ نے سارے شقوق کو حصار میں لے لیا تاکہ آپ کے فتویٰ کو دلیل بنا کر اپنے لئے راہ جواز نہ اختیار کر سکے۔

اب آپ ہی کے الفاظ میں مسئلہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ رقم فرماتے ہیں۔

"اگر یہ لفظ تین بار کہے تو تین طلاقیں ہوگئیں بغیر حلالہ اسکے نکاح میں وہ عورت نہیں آسکتی اور اگر ایک بار یا دو بار کہے تو حلالہ کی حاجت نہیں۔ اس سے دوبارہ نکاح کرے، عدت کے اندر یا بعد۔ نکاح کے بعد وہ عورت حلال ہوجائیگی۔ بشرطیکہ پیشتر طلاق نہ دی ہو کہ وہ اور یہ مل کر تین ہوجائیں گی"

اخیر کے شرطیہ جملہ پر غور کیجئے تو آپ کی دقت نظر کا ایک اور جوہر نکھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ کہ مستفتی جس حادثہ کو قلمبند کرتا ہے اس وقت تو صرف ایک طلاق شوہر نے دیا تھا، مگر کچھ لوگ اس سے پہلے بھی طلاق دیئے ہوتے ہیں جس کا تذکرہ کرنے میں مستفتی چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ حکم شرع یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی جو طلاق دی گئی وہ بھی شمار میں آئیگی۔ اور درپیش طلاق کے ساتھ منضم ہوگی۔ تو اگر صرف واقعہ مرقومہ کو پیش نظر رکھا جاتا تو پھر مستفتی اپنے موافق سند بنا کر گناہ میں مبتلا ہوتا، اسلئے آپ نے یہ قید بڑھادی "بشرطیکہ پیشتر طلاق نہ دی ہو۔" کہ اگر پیشتر بھی دی ایک دی ہو تو یہ ایک ملکر دو اور اگر دو دی ہو تو تین پڑجائے گی۔

یہ ہے آپ کا فتویٰ نویسی میں کمال تبحر کہ حالات زمانہ پر گہری نظر رکھ کر فتویٰ دیتے ہیں۔ جو ایک مفتی کیلئے لابدی ہے، فقہاء فرماتے ہیں

"من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔"

جو اپنے زمانہ والے کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے

نیز آپ کے کمال بیدار مغزی کو ملاحظہ کیجئے کہ تائیدی عبارت بھی جو لاتے ہیں وہ شکوک وشبہات کو رفع کرتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ جواب کے بعد حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

درمختار میں ہے۔ لایلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول. کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاءً ابخلاف

ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبریٰ لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاءً۔"

مطلب یہ ہے کہ یہاں یہ شبہ عارض ہو سکتا تھا کہ، "اس کو طلاق بائن ہے" کے لفظ سے طلاق بائن ہوتی ہے اور یہ طے ہے کہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی ہے تو جملہ کو تین بار بھی کہا ہو تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہونا چاہیئے اور باقی لغو قرار پانا چاہیئے، تو اس شبہ پر آپ نے حوالہ سے قدغن یہ لگایا کہ اگرچہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی ہے لیکن یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس سے پہلی والی طلاق کی خبر دینا ممکن ہو جیسے کسی نے کہا "میں نے تجھے بائن دیا تجھے بائن دیا"، مگر اس سے خبر دینا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں انشاء قرار دیتے ہوئے جدید طلاق کا حکم دیا جائیگا جیسے کسی نے کہا تجھے بائن طلاق ہے تجھے بائن طلاق ہے۔ بلفظ دیگر یوں کہئے کہ بائن کو بائن کا لاحق نہ ہونا اور بات ہے اور بائن کے ساتھ صریح کا لاحق ہونا اور بات ہے اور یہاں پر طلاق کے ساتھ طلاق صریح ہی ہے۔ اسلئے اس کا لحوق ضرور ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ اپنے مدعیٰ پر دوسرا جزئیہ یوں نقل کرتے ہیں۔

"نیز اسی میں ہے قال لامرأتہ طالق ولم یسم ولہ امرأۃ معروفۃ طلقت امرأتہ استحساناً"، (یعنی اگر کسی نے کہا اسکی بیوی کو طلاق اور بیوی کا نام نہ لیا حالانکہ معلوم ہے کہ اسے بیوی ہے تو اس پر استحساناً طلاق واقع ہو جائے گی)

یہ جزئیہ نقل کرنا بھی ایک شبہ کا قلع قمع کرتا ہے کہ سائل نے لکھا ہے "اس کو طلاق بائن دیا"، کہا ہے اور اس نے بیوی کا نام نہ لیا اور بیوی وہاں موجود بھی نہ تھی تو ممکن ہے کہ سائل کو یہ پیچیدگی ہو کہ شوہر نے بیوی کا نام نہیں لیا ہے بلکہ "اسکو" کا لفظ کہا ہے اور یہ لفظ اشارۂ مبہم کیلئے آتا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہونا چاہیئے۔ تو آپ نے حوالہ دیکر واضح کر دیا کہ اگرچہ بیوی کا کوئی نام نہ لے پھر بھی لفظ "اسکو"، یا اسکے مثل ہر اس لفظ سے

طلاق ہو جاتی ہے جس سے اسکی عورت کسی طرح متعین ہو جائے اگرچہ عورت وہاں موجود نہ ہو کیونکہ طلاق کے وقوع کیلئے اضافت ضروری ہے موجود ہونا ضروری نہیں اور یہاں اضافت پائی گئی مع ہذا زید کے باپ نے زوجۂ زید ہی کا تذکرہ کیا تھا اسلئے وہ متعین ہے اور ضرور طلاق پڑے گی۔

کیا عورت کو طلاق دینے کا اختیار ہے

آج کل بعض لوگوں نے اسلام دشمن ماحول سے متاثر ہو کر یہ فتنہ کھڑا کر رکھا ہے کہ عورت خود کو طلاق کیوں نہیں دے سکتی ہے؟ اسے ضرور اختیار ہونا چاہیئے، خواہ یوں کہکر کہ میں تمکو طلاق دیتی ہوں یا یوں کہ میں طلاق لیتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ عورت کے ناقص العقل ہونے کے سبب شریعت مطہرہ نے طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں نہیں دیا ہے۔ کیونکہ اگر عورت کے ہاتھ میں یہ اختیار دیدیا جاتا تو کبھی بھی وہ اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر ایک آباد گھر کو بالکل ویران کر کے چلی جاتی اور شادی کا جو مقصد گھر کو آباد کرنا ہے وہ فوت ہو جاتا۔ بلکہ شرع شریف نے طلاق کا پورا اختیار مرد کو دیا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے

"الطلاق بالرجال والعدۃ بالنساء۔"

طلاق کا معاملہ مرد سے منسلک ہے اور عدت عورت سے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ بیدہ عقدۃ النکاح۔" یعنی شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، آیت و حدیث نے دور حاضر کے فتنہ سے بہت پہلے ہی اس مسئلہ کو منقح کر دیا ہے کہ طلاق دینے کا اختیار صرف اور صرف شوہر کو ہے کسی غیر کو نہیں۔ حضور صدر الشریعہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے جس کے بعد منکرین کو مجال دم زدن نہیں آپ کے یہ فتوے "فتاویٰ امجدیہ" دوم کے صفحہ ١٨٠ اور صفحہ ٢٠٠ تا ٢٠٢ پر مندرج ہیں۔

سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ جیسے جبل علم و عرفان اور القا[illegible] دینے میں کافی احتیاط برتنے والے کا کسی کی تعریف کرنا

معمولی معنی نہیں رکھتا۔ جہاں آپ نے اس دور کے تمام موجود علماء میں صدر الشریعہ کے تفقہ کا اعلان فرمایا وہیں فتوی، میدان تصنیف وتالیف اور مناظرہ میں آپ پر اعتماد بھی فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ ایک مقام پر یہ القاب لکھے، ”عالم، فقیہ مصنف، واعظ، حامی سنت ومجاز طریقت“[1] پھر کیا تھا، وقت کے علماء وفقہاء نے آپ پر اعتماد کیا اور لاینحل مسائل آپ کے پاس پیش کرنے لگے۔ فتاوٰی امجدیہ کے مطالعہ کرنے والے پر یہ مخفی نہیں ہے کہ ایسے ایسے علماء نے بھی آپ سے استفتاء کیا ہے۔ جو بجائے خود صاحب فقہ وفتوٰی تھے۔ مولانا عنایت اللہ صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ، محدث احسان علی صاحب مظفر پوری، مولانا عبدالغفار صاحب صدر مدرس مدرسہ علیمیہ سرکاہی شریف، حضرت محدث مبارکپوری، حضرت صدر العلماء حضرت شمس العلماء اور حضرت مجاہد ملت قدست اسرارہم، جیسے چوٹی کے علماء فخام نے آپ سے فتاوٰی حاصل کیئے۔ اس لیئے راقم کبھی کبھی اپنے بیان میں کہا کرتا ہے کہ حافظ ملت مجاہد ملت، شمس العلماء اور امام النحو جیسے فقہاء، صوفیاء، محدثین وعقلاء حضرت صدر الشریعہ کے حاشیہ نشین ہیں، تو جن متن کے حاشیے اتنے عظیم ووقیع ہوں اس متن کی عظمت ووقعت کا عالم کیا ہوگا

ایک پیچیدہ مسئلہ کا حل

اس متن کی جواہر ریزی، استنباط مسائل اور دقت نظر ملاحظہ کیجئے۔ صدر العلماء امام النحو، حضرت مولانا غلام جیلانی نے میرٹھ سے یہ سوال بھیجا کہ

> ”ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک نے شوہر کے پینے کیلئے پانی رکھا شوہر کو بچھونے جو پیالے کے نیچے تھا، کاٹ لیا، شوہر نے کہا جس نے پانی رکھا اسکو طلاق۔ اب دونوں عورتیں پانی رکھنے سے انکار کرتی ہیں تو طلاق کس پر واقع ہوگی“[2]

یہ ایک ایسا پیچیدہ اور دشوار تر مسئلہ ہے

---

[1] ماہنامہ الرضا بریلی ص۱۰ بابت جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔ [2] فتاوٰی امجدیہ دوم ص۲۵۹۔

جس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو فتویٰ نویسی کے کام سے منسلک ہے۔ حضرت صدر العلماء کی نظر سے اس جزئیہ کا نہ گذرنا اس کے مشکل ترین ہونے کیلئے کافی ہے۔ اس کا جزئیہ خاص ہئیت کے ساتھ غالباً کسی کتاب میں بھی مذکور نہیں سوائے اس کے کہ اسکی نظیر پر نظر ڈالی جائے اور فقہی بصیرت کو بروئے کار لایا جائے۔

چنانچہ حضور صدر الشریعہ کی نکتہ سنجی اور نظر فقہی لمحوں میں اس مسئلہ کو سلجھا دیتی ہے اور مسئلہ بالکل بے غبار ہو کر سامنے آتا ہے۔ نیز اس وا ہم کا بھرپور رد ہو جاتا ہے کہ دونوں بیویوں میں سے کوئی ایک متعین نہیں ہو رہی ہے تو طلاق نہیں پڑنی چاہئیے آپ فرماتے ہیں۔

"اگر شوہر کو معلوم ہے کہ فلاں عورت نے پانی رکھا تھا جب تو ظاہر ہے کہ اسی کو طلاق ہے، اسکے انکار کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر شوہر کو بھی معلوم نہیں وہ خود مشتبہ ہے کہ کس نے ایسا کیا، مگر یہ معلوم ہے کہ انھیں دونوں میں سے ایک نے پانی رکھا ہے، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں میں سے ایک کو معین نہ کرے اور اشتباہ جاتا نہ رہے، کسی سے قربت نہیں کر سکتا اگر وہ طلاق بائن ہو یا عدت گذر چکی ہو، اگر رجعی ہے تو دونوں سے رجعت کرے، اور اگر بائن مادون الثلث ہے تو دونوں سے نکاح کرے اور مغلظہ ہو تو بالکل قربت نہیں کر سکتا، جب تک تحلیل نہ ہو جائے یعنی ہر ایک کو ایک ایک طلاق دیدے تاکہ وہ دوسرے سے نکاح کر سکے، پھر اگر وہ طلاق دیدے اور عدت گذر جائے تو شوہر اول نکاح کر سکتا ہے۔ اگر شوہر نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے ایک کا مطلقہ ہونا معین ہو جائے تو اسی پر طلاق کا حکم ہوگا۔" [1]

جواب لکھنے کے بعد آپ نے نظیر میں فتاویٰ عالمگیری کی ایک طویل تائیدی عبارت پیش کی ہے جس کے بعد مسئلہ اور بھی منقح ہو جاتا ہے۔

---

[1] فتاویٰ امجدیہ دوم صہ ۲۵۹ - ۲۶ ملخصاً

حاصل جواب یہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں
(۱) شوہر کو معلوم ہے کہ ان دونوں بیوی میں سے فلاں نے پانی رکھا تو اسی پر طلاق پڑیگی دوسری پر نہیں۔
(۲) اسے معلوم تو نہیں ہے لیکن اس نے اپنے کسی فعل سے ایک کو متعین کر دیا تو اسی پر واقع ہوگی۔ مثلاً مذکورہ فی السوال جملہ بولنے کے بعد شوہر نے ان میں سے کسی ایک سے تین طلاق کی صورت میں بغیر حلالہ کئے ہوئے نکاح کر لیا تو متعین ہوگیا کہ اس نے دوسری کو طلاق کے لئے خاص کیا لہذا اسی پر طلاق پڑیگی
(۳) شوہر نے نہ کسی فعل سے متعین کیا نہ اسے معلوم ہی ہے کہ فلانہ نے پانی رکھا بلکہ وہ خود ہی اشتباہ میں ہے تو متعین نہ ہونے کے سبب دونوں میں سے کسی سے وطی نہیں کر سکتا ہے۔
اب یہاں چار وجوہ میں سے ایک کو اپنانا پڑے گا۔ اوّل یہ کہ ایک یا دو طلاق رجعی دی ہے اور عدت ابھی نہیں گذری ہے تو رجعت کرلے، دوم یہ کہ عدت گذر چکی ہے تو اب نکاح ثانی کرے۔ سوم یہ کہ طلاق بائن دی ہے خواہ ایک یا دو خواہ عدت گذری ہے یا نہیں اس صورت میں نکاح ثانی سے بھی کام نہیں چلے گا بلکہ حلالہ کرنا ہوگا جب تک حلالہ نہ کرے دونوں میں سے کسی سے قربت نہیں کی جا سکتی۔

ایک مجلس میں تین طلاق کا مسئلہ

آج کل کچھ نام نہاد مسلمانوں نے یہ فتنہ بھی کھڑا کر رکھا ہے کہ ایک مجلس میں یا ایک مرتبہ میں اگر کسی نے تین طلاقیں دے دیں تو طلاق صرف ایک پڑے گی۔ حالانکہ یہ چاروں ائمہ کرام کے مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ یہاں پر حضرت مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محلی سے بھی لغزش ہوگئی یا یہ کہ کسی اسلام دشمن نے ان کی کتاب میں الحاقی عبارت بڑھا دی ہے انھیں یہ وہم ہوگیا کہ ایک مجلس میں یا ایک ہی مرتبہ میں تین طلاق دینے سے تین کا وقوع صرف امام اعظم کے نزدیک ہے۔ بقیہ ائمہ مجتہدین امام شافعی، امام مالک، اور امام

احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ایک ہی ہوگی ۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے دور میں بھی ذکر اللہ بستوی نے یہ فتنہ کھڑا کیا جو اپنے کو ستی حنفی ہونے کا دعویدار تھا اس نے ایک سوال کے جواب میں یہ لکھا کہ ایسی صورت میں اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایک مجلس میں تین طلاق کے لفظ سے تین ہی واقع ہوگی لیکن دوسرے ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ایک ہی واقع ہوگی اور چونکہ اشد ضرورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرلینا جائز ہے ۔ لہٰذا زید دوسرے مذہب پر ایسی پریشانی میں عمل کرے اور رجعت صحیح ہے زیادہ سے زیادہ طلاق بائن مان کر عورت کو نکاح پڑھا کر رکھے ۔

فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں جب یہ سوال و جواب پیش ہوئے تو آپ نے اس کا رد بلیغ فرمایا ۔ آیت قرآنی و فقہی عبارات سے اپنے دعویٰ کو اس طرح مبرہن فرمایا کہ مخالف کو انکار کی گنجائش ہی نہیں ، جواب میں اتنی معقولیت ہے کہ عناد و سرکشی کے سبب اگر دل نہ بھی مانے تو دماغ کو ایمان لانا ہی پڑے گا

آپ رقم فرماتے ہیں ۔

در صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں ، اب بے حلالہ یہ شخص اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا یہی مذہب ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے بلکہ جمہور اسی کے قائل ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہو جاتی ہیں ۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ، د

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ،

جو اللہ کی باندھی حدوں سے تجاوز کریگا وہ خود اپنی جان پر ظلم کریگا ، حکم شرع تو یہ تھا کہ تین طلاقیں تین طہروں میں دی جائیں مگر اس نے اس حکم شرع سے تجاوز کیا کہ ایک مرتبہ تینوں طلاقیں دیدیں ۔ اس کا وبال خود اسی کو بھگتنا پڑیگا ۔ جو فتویٰ آپ نے بھیجا ہے وہ بالکل غلط ہے ، اس کی میں تصدیق نہیں کرسکتا مسلم شریف کی شرح میں امام نووی ،

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کے متعلق فرماتے ہیں، (وقال الشافعی ومالک وابوحنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع بہ الثلث (یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ امام احمد اور سلف ہے لیکر خلف سارے علماء جمہور نے فرمایا کہ تین طلاقیں پڑجائینگی

پھر آگے لکھتے ہیں۔

"یہ مسئلہ تو وہ ہے جس میں چاروں امام متفق ہیں، اگر ائمہ میں اختلاف بھی ہوتا تو ایک حنفی کو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک سے عدول کرنا کب جائز ہوتا یہ اتباع شرع نہیں بلکہ ہوائے نفس کی پیروی ہے جس میں اپنا فائدہ نظر آیا اس کو اختیار کرلیا۔"

سوال میں سائل نے یہ عذر خواہی کی ہے کہ زید کہتا ہے کہ "میری نیت یہ نہ تھی کہ چھوڑ دوں بلکہ دھمکانا اور عادت چھڑانا پھر فوراً عورت نے معافی مانگی اور میں افسوس کرنے لگا اور ہم دونوں راضی ہوگئے اور ہم دونوں میں علیحدگی سخت دشوار ہے کیونکہ اس بیوی سے دو لڑکے ہیں۔ علیحدگی میں لڑکوں کیلئے حیرانی ہے"، اور مجیب (ذکراللہ بستوی) نے بھی ضرورت کا بہانہ بناکر صرف ایک طلاق کا حکم دیا ہے۔

اس عذر لنگ اور ضرورت فرضی کے سوال پر آپ کا زور استدلال نشتر کا کام کرتا ہے۔ اور آپ واضح کرتے ہیں کہ یہاں سرے سے کوئی ضرورت شرعی متحقق ہی نہیں ہے ضرورت کی آڑ لینا صرف ایک بہانہ ہے۔ پھر ایک شرعی حل آپ پیش فرماتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو بھی تو اس کیلئے شرع شریف نے حلالہ کی تدبیر بتائی ہے اسے اختیار کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ضرورت کا (قول) محض ایک حیلہ ہے، بچے والی عورت کا ہونا کوئی عذر نہیں اسی طرح جدائی کا شاق ہونا بھی کوئی عذر نہیں آج کل بہت لوگ طلاق دیکر پشیمان ہوتے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ عورت بغیر حلالہ کئے ہمارے لئے حلال ہو جائے مگر شریعت نے جو حدیں مقرر کردی ہیں ایک مسلم پر اسکی پابندی

لازم ہے۔ اگر صورت مذکورہ میں ضرورت کا خیال کیا جائے تو شریعت نے حلالہ کو اس موقع پر دفع ضرورت کیلئے مقرر فرمایا ہے اس کے ذریعہ اپنی ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔ [1]

واضح رہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین پڑ جاتی ہیں اگرچہ بیک وقت تین دینا گناہ ہے اس سلسلہ میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں جو فتاوی امجدیہ دوم ص ۱۸۱ پر مندرج ہیں۔

"نکل جا" سے وقوع طلاق کیلئے نیت ضروری ہے

ایک مفتی کیلئے نقاد ہونا ضروری ہے تاکہ اپنی تنقیدی نگاہ سے صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے اسکے بغیر کوئی اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدر الشریعہ ایک نقاد ذہن کے مالک تھے۔ اس کا اندازہ ذیل کے فتوے سے کیجئے جس میں آپ نے ایک عالم صاحب کی سخت تردید کی ہے۔

پیلی بھیت یوپی سے آپکے پاس ایک سوال آیا کہ "زید نے اقرار کیا کہ میں نے لڑائی کی حالت میں اپنی بیوی کو اس طرح کہا، "میں نے تجھکو طلاق دی نکل جا" میں نے تجھکو طلاق دی نکل جا" ان الفاظ سے شریعت کا جو حکم ہو بیان فرمائیں؟

اس سوال میں دو طرح کے الفاظ طلاق ہیں (۱) ایک تو صریح جن سے نیت ہو یا نہیں، بہر صورت طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ میں نے "تجھکو طلاق دی۔ میں نے تجھکو طلاق دی"

(۲) دوسرے کنایہ جن سے نیت ہو تو طلاق بائن ہوتی ہے ورنہ کچھ نہیں وہ ہیں "نکل جا" وغیرہ

اس سوال کے جواب میں حضرت صدر الشریعہ کے بعض معاصر علماء نے جواب دیا کہ ان مذکورہ فی السوال الفاظ سے تین مغلظہ طلاقیں پڑ گئیں جن کے بعد بغیر حلالہ کے کوئی چارۂ کار نہیں۔

اس عالم صاحب نے دو طلاق تو اوپر والے سے بتایا اور ایک طلاق لفظ "نکل جا"

[1] فتاوی امجدیہ ص ۲۷۷

سے اور دلیل یہ دی کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ اخرجی اور اذہبی (جنکا اردو میں ترجمہ ہے نکل جا چلی جا) سے نیت طلاق ہو تو پڑے گی مگر مذاکرہ اگر طلاق کا ہو تو بغیر اظہار نیت بھی قضاءً طلاق ہوجائے گی، اور یہاں چونکہ یہ لفظ طلاق کے ساتھ مذکور ہے اسلئے اظہار نیت کی ضرورت نہیں لہذا اس سے طلاق بہر تقدیر ہوجائے گی۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

" بنا بریں زوج وزوجہ کے درمیان جدائی لازم وضروری اور زمانۂ عدت تک کہ تین ماہ ہیں اور وضع حمل ہے اگر زوجہ حاملہ ہو طلاق دینے والے پر زوجۂ مطلقہ کا نفقہ شرعاً واجب۔ یہاں فاضل مجیب نے چار امور کی وضاحت کی ہے۔

(۱) میں نے تجھکو طلاق دی، میں نے تجھکو طلاق دی، سے دو طلاق کا وقوع۔

(۲) " نکل جا " ان الفاظ کنایہ سے ہے جس میں اگرچہ نیت کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے مگر حالت مذاکرۂ طلاق میں ضرور طلاق پڑجائے گی۔ اس لئے اوپر کی دو اور ایک یہ ملکر تین مغلظہ طلاقیں ہوجائیں گی۔

(۳) مذاکرہ کے ساتھ حالت غضب کا اضافہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک مذاکرہ بغیر غضب کے پایا ہی نہیں جاتا ہے۔

(۴) غیر حاملہ کی عدت تین ماہ بتائی۔

مگر یہی سوال مع جواب مذکور جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ صورت مسئولہ میں حالت مذاکرہ وغضب کے سبب مطلقاً تین طلاق مغلظہ کا حکم دینا صحیح نہیں ہے۔ مجیب کے پہلے امر کے سلسلہ میں فرمایا کہ ان دونوں لفظ صریح (میں نے تجھکو طلاق دی میں نے تجھکو طلاق دی) سے بہرحال دو طلاقیں واقع ہوئیں۔ مگر مجیب نے لفظ " نکل جا " سے جو مذاکرہ کے سبب طلاق کا مطلقاً حکم دیا یہ سراسر غلط و بے بنیاد ہے کیونکہ یہ کنایہ کے ان الفاظ سے ہے جو محتمل رد ہوتا ہے۔ اور اس میں بہرحال نیت کی ضرورت ہے، خواہ مذاکرہ طلاق ہو یا نہیں اگر اس سے شوہر نے طلاق کی نیت کی تھی

تو اس سے طلاق ہو گی ورنہ نہیں آپ نے اپنے
موقف پر تنویر الابصار، درمختار اور ہدایہ کی اس
عبارت سے استناد کیا ہے جس سے فاضل
مجیب نے چشم پوشی سے کام لیا تھا،

مجیب کے تیسرے امر کے سلسلہ میں
نقد یوں فرمایا کہ مذکورہ لفظ سے اگر بالفرض
مذاکرہ کی صورت میں بغیر علم نیت شوہر طلاق
ہو بھی تو غضب کی عبارت کا یہاں کیا جوڑ
کیا بغیر غضب کے مذاکرہ کا وجود نہیں ہوتا
اگر ایسا ہے تو یہ مجیب کے قصور فہم کی دلیل
ہو گی ۔

چوتھے امر پر آپ نے تعجب کا اظہار فرمایا
ہے کیونکہ غیر حاملہ کیلئے تین ماہ مدت عدت
مطلقاً کہنا ہرگز درست نہیں بلکہ تین ماہ کی
عدت آئسہ و صغیرہ کیلئے ہے ۔ رہ گیا ذوات
الحیض کا معاملہ تو ان کی عدت تین حیض ہے
نہ کہ تین ماہ ۔ خواہ وہ تین حیض دو ماہ میں
پورے ہوں یا دس سال میں ۔

راقم چاہے گا کہ حضرت کا وہ فتویٰ
بھی نقل کرے تاکہ فقیہ اعظم کی فقاہت کا
جلوہ قارئین دیکھ لیں اور فتویٰ کی تلاوت
و کلام کی چاشنی سے بھی محظوظ ہوں ۔ لیکن
اس سے قبل یہ ذہن نشیں کرتے چلئے کہ طلاق
کے الفاظ کنایہ کی تین قسمیں ہیں ۔

(۱) وہ الفاظ جو طلاق کے معنی بتانے کے ساتھ
ساتھ رد کا بھی احتمال رکھتے ہوں ۔

(۲) سب و شتم یعنی گالی کا احتمال رکھتے ہوں

(۳) نہ سوال کے رد کا احتمال رکھتے ہوں
اور نہ سب و شتم کا بلکہ جواب کیلئے متعین
ہوں ۔ اگر پہلی صورت ہے تو وقوع طلاق کیلئے
ہر حال میں نیت کی ضرورت ہے ۔ بغیر اظہار
نیت کے حکم طلاق نہ ہو گا ۔ اور اگر دوسری
صورت ہے تو اس سے اسی وقت طلاق
ہوئی جبکہ خوشی یا غضب کی حالت میں
نیت ہو ۔ البتہ مذاکرہ طلاق ہو تو اظہار نیت
کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت ہو تو
خوشی میں نیت ضروری اور غضب و مذاکرہ
کے وقت نیت کی ضرورت نہیں (درمختار وغیرہ)
یہاں مسئلہ زیر بحث اس پہلی قسم یعنی
محتمل رد میں سے ہے جس میں وقوع طلاق
کیلئے خواہ مذاکرۂ طلاق ہو یا نہیں بہر تقدیر
نیت کی ضرورت ہے ۔

اب فتویٰ کی اصل عبارت تختہ ذہن پر نوٹ کیجئے۔

شوہر نے جو الفاظ کہے ان میں دو لفظ صریح ہیں، ان سے بہر حال دو طلاقیں واقع ہوئیں، خواہ اس نے طلاق دینے کی نیت سے کہے یا نہیں۔ اور دو بار یہ لفظ کہے کہ "نکل جا"، یہ الفاظ کنایہ سے ہے اور محتمل رد ہے اور اس میں بہر حال نیت کی ضرورت ہے اگر شوہر نے اس لفظ "نکل جا" سے طلاق کی نیت کی تو اس سے بھی طلاق ہو گی، اور اب تین طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی۔ اور لفظ "نکل جا" سے اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو صرف دو رجعی طلاقیں ہوئیں، زمانۂ عدت میں رجعت کر سکتا ہے۔ اور بعد عدت نکاح جدید۔ اور حلالہ کی اس صورت میں ضرورت نہیں۔ اگر شوہر بقسم بیان کرے کہ میں نے لفظ نکل جا سے نیت طلاق نہ کی تو اس کا قول مان لیا جائیگا غضب کی صورت میں نیت پر موقوف نہ ہونا اس

کنایہ میں ہے جو محتمل رد و سب نہ ہو جواب کیلئے متعین ہو اور مذاکرۂ طلاق میں جو محتمل سب یا محتمل رد و سب کسی کا نہ ہو یہ دونوں نیت پر موقوف نہیں اور یہ لفظ نکل جا محتمل رد ہے لہٰذا مذاکرہ یا غضب کا ذکر کہ فتویٰ میں واقع ہوا، اور اس بنا پر موقوف علی النیۃ نہ جانا اور بغیر علم نیت شوہر تین طلاق کا حکم دیا صحیح نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے۔ فنحو اخرجی واذھبی وقومی یحتمل ردًا۔ در مختار میں فرمایا۔ تتوقف الاقسام الثلثۃ علی نیۃ للاحتمال......... اور ہدایہ سے استناد کیا (فاضل مجیب نے) کہ اخرجی اور اذھبی اگر مذاکرہ طلاق کے وقت بولے جائیں تو بغیر اظہار نیت قضاءً طلاق ہو جائیگی حالانکہ صاحب ہدایہ نے یہ قول قدوری اولاً ذکر کیا اسکے بعد بتا دیا کہ اس قول میں اگرچہ تمام الفاظ کی نسبت ایک حکم رکھا مگر اس میں تفصیل یہ ہے، جو محتمل رد ہے اس سے اس میں بغیر نیت حکم طلاق نہیں، فرماتے ہیں...... صاحب ہدایہ نے جو تفصیل ذکر کی اور قاعدۂ کلیہ ذکر فرمایا ان سب سے

چشم پوشی نہ چاہیئے تھی۔ پھر قدوری نے صرف مذاکرہ کیلئے یہ حکم دیا مجیب نے اس پر غضب کا اضافہ فرمایا، شاید بغیر غضب مذاکرہ کو ناکافی سمجھا اور عجب یہ کہ عدت تین ماہ اور وضع حمل بتائی حالانکہ مطلقہ غیر حامل کی عدت تین حیض ہے۔ تین حیض کیلئے تین ماہ ہونا کیا ضرور، ہاں اگر آئسہ یا صغیرہ ہو تو البتہ عدت تین ماہ ہے ،، ملخصاً [1]

یہ فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی شان فتویٰ نویسی، دقت نظر، قوت تنقید اور کمال استدلال کی چند جھلکیاں تھیں جو صرف بطور نمونہ قید تحریر میں لائی گئیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات جہاں اور فنون میں بے نظیر ہے وہیں افتاء و دارالافتاء کیلئے آبرو ہے۔ ایک عالم میں کوئی مفتی نہ ملیگا جو آپ کی کتابوں سے استفادہ نہ کرتا ہو، کوئی دارالافتاء نہیں جس میں آپکے فتاویٰ کی کتابیں نہ ہوں۔ آپ ادارۂ علم و حکمت تھے جو آپ سے منسوب ہوا ادارۂ علم و حکمت ہو گیا۔ آپ کے فقہی گلدستہ سے جڑا فقیہ بن گیا۔

یہ ساری برکتیں ہیں خدمت دین پیمبر کی
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر الشریعہ کا
مصنف بھی، مقرر بھی، فقیہ عصر حاضر بھی
وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم و حکمت کا

حضرت صدر الشریعہ اور خدمت فقہ حنفی

یہ امر ثابت شدہ ہے کہ اہلسنت وجماعت کے چاروں مذاہب حق پر ہیں۔ ان میں سے جس کا پیروکار رہنے گا نجات و فلاح پائے گا لیکن سب سے زیادہ عظمت و فوقیت مسلک حنفی کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نزول فرمائیں گے تو آپ کا اجتہاد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا، اہل ہند کی خوش قسمتی کہی جا سکتی ہے کہ شروع سے ہی اس مسلک پر کاربند رہے ہیں۔ مگر تیرہویں صدی کے اخیر میں غیر مقلدین نے نت نئے فتنے کھڑے کئے اور چاہا کہ ہندوستان سے حقیقت کو مٹا دیا جائے۔ ایسے موقع سے

---

[1] فتاویٰ امجدیہ ص ۲۰۸ - ۲۰۹ -

چونکہ مجاہد کرنے والے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ کمربستہ ہوئے اور اہل باطل کے ناپاک عزائم کی بنیاد کھوکھلی کردی اور مسلک حنفی کی اشاعت اس طرح کی کہ مبصرین یہ تبصرہ کرنے پر مجبور ہوگئے کہ اگر امام احمد رضا پیدا نہ ہوتے تو ہندوستان سے حنفیت ملیامٹ ہوجاتی۔ اس طرح آپ کے شاگرد وخلیفہ مجاز حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان نے بھی اپنی پوری زندگی حنفیت کے فروغ واشاعت کیلئے وقف کردی۔ شاگردوں کے ذہن کو حنفیت کے سانچے میں ڈھالا، عوام کے سامنے اسکی خوبی ظاہر فرمائی اور اپنی تصنیفات سے ایک عالم میں حنفیت کو پھیلادیا۔ آپ کی جو بھی تصنیف ہماری نظروں کے سامنے ہے وہ مسلک حنفی ہی میں ہے۔ وہ جا بجا مسلک حنفی کا کھلے لفظوں میں اظہار فرماتے ہیں اور احادیث سے اس کی تائید فرماتے ہیں۔ مثلاً طلاقِ مُکرَہ کا مسئلہ لیجئے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک حالت اکراہ (زبردستی) میں طلاق نہیں ہوتی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہوجاتی ہے (اگر زبان سے ہو) حضرت صدر الشریعہ سے اس بارے میں استفتاء ہوا تو آپ نے جواب دیا حنفیہ کے نزدیک حالت اکراہ یعنی زبردستی میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ "ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والعتاق"۔[1] (تین چیزیں وہ ہیں جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور مذاق بھی ارادہ ہے وہ ہیں نکاح، طلاق اور آزادی) درمختار میں ہے "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا او مکرھا" (اور ہر عاقل بالغ شوہر کے طلاق دینے سے واقع ہوجائے گی اگرچہ وہ غلام یا مجبور ہو)[2]

صرف عورت ہی پر عدت کیوں!

احکام الٰہیہ جو بندوں پر عائد ہیں ان میں کوئی نہ کوئی مصلحت وحکمت ضرور ہے لیکن ہر مصلحت کو بندہ جان لے یہ کوئی ضروری نہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنے مخصوص بندو

[1] رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ کتاب الطلاق۔ [2] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۱۷۹۔

پر حکمتوں کو ظاہر فرما دیتا ہے اور بہتوں کو محروم رکھتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ بے شمار مصالح شرعیہ پر ان کی گہری نظر تھی چنانچہ آپ احکام شرع کے وجوہ و حکم کو جا بجا واضح کرتے ہیں اور اس طرح کے بے بنیاد اعتراض کا شافی و کافی جواب دیتے ہیں۔

اس سوال پر کہ صرف عورتوں ہی پر عدت کیوں واجب ہے مرد کو کیوں یہ حکم نہیں آپ فرماتے ہیں کہ

"عورت کیلئے عدت اس لئے ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اسکو حمل نہیں ہے کہ اگر حمل ہوا اور نکاح ہو گیا تو بچہ کے نسب میں دشواری پیدا ہو گی اور عدت کے دیگر اسباب بھی ہیں جو مرد میں نہیں پائے جاتے [1] مثلاً طلاق کسی وقتی غصہ وغیرہ کی وجہ سے دیدیا تھا، بعد میں شوہر پچھتایا اور چاہتا ہے کہ یہ عورت میرے نکاح میں رہے۔ تو عدت سے یہ فائدہ ہو گا کہ اگر طلاق رجعی ہے تو رجعت کر سکتا ہے۔ اور اگر طلاق بائن تین سے کم ہے تو نکاح جدید کر سکتا ہے"

اگر بالفرض عورت کی عدت نہ ہو اور طلاق کے بعد عورت کو فوراً نکاح کا حق حاصل ہو جس کی بنا پر طلاق کے بعد ہی بلا تاخیر عورت دوسرا نکاح کر لیتی تو نہ رجعت ہو سکتی نہ نکاح جدید ہو سکتا عدت کے ایام میں سوچنے غور کرنے اور مستقبل کا فیصلہ کرنے کا کافی موقع ہے [2]

گویا اس میں عورت کا نقصان نہیں فائدہ ہی ہے۔

کیا زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہ کی شرط زنا کو بڑھاوا دینا ہے؟

شریعت مطہرہ میں مسلمانوں کی عزت و آبرو اور جان کا بڑا لحاظ رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں شریعت مطہرہ نے زانی و زانیہ پر یہ حکم عائد کیا ہے کہ اسکو سو کوڑے لگائے جائیں یا سنگ ساری کر کے ہلاک کر دیا جائے وہیں زنا کے ثبوت کے لئے

[1] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۲۹۱ ۔ [2] حاشیہ

کڑی شرط لگائی ہے کہ اپنی شرائط کے ساتھ چار عینی شاہد ہوں۔ اگر مع شرائط چار عینی شاہد نہ ہوں بلکہ تین یا دو ہی ہوں تو زنا ثابت نہ ہوگا بلکہ زنا کے مدعی اور گواہ ہی پر حد قذف (۸۰ کوڑے) لگائی جائیگی۔

تو یہاں پر ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ جب گواہوں کی شرط ہے تو زانی وزانیہ تین یا دو آدمی کے سامنے دھڑلے سے زنا کریں گے اور انھیں کوئی خوف نہ ہوگا کہ اتنے ہی سے زنا ثابت نہ ہو سکے گا بلکہ الٹے ہی گواہوں ہی کو کوڑے لگیں گے ایسی صورت میں زنا پر بندش نہ ہوئی بلکہ دروازہ کھل جائیگا۔ معترض کے اس اعتراض کو حضرت صدر الشریعہ بے بنیاد کرتے ہوئے ایسا حل پیش فرماتے ہیں کہ زنا کا دروازہ بھی مسدود ہو جاتا ہے اور گواہان بھی حد قذف سے بچ جاتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

"رہا سائل کا یہ سمجھنا کہ چار گواہ نہ ہوں تو حد نہیں۔ لہذا تین شخصوں کے سامنے زنا کا کوئی خوف نہیں۔ یہ غلط ہے بلکہ شرع مطہر نے بروجہ اتم اس کی بندش فرمادی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا مکان میں ہو تو اگرچہ فعل قبیح میں اسے مبتلا نہ دیکھے مگر یہ گمان ہے کہ برے کام کیلئے جمع ہوئے ہیں تو انھیں سختی کے ساتھ روک دے اور اگر جانتا ہے کہ شور وغل کرنے سے بھی باز نہ آئیں گے تو جان سے مارڈالنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر یہ حکم صرف اسی وقت کیلئے ہے جس وقت اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا، اس کے بعد یہ دیکھنے والا کچھ سزا نہیں دے سکتا بلکہ اب حاکم کے سامنے پیش کرے، وہ جو مناسب سمجھے سزا دے۔ اور حاکم مناسب جانے تو انتالیس درے لگائے مگر یہ سزا اسی وقت ہوگی کہ دیکھنے والے نے زنا کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ مثلاً یہ کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک مکان میں تنہا دیکھا یا زنا کے علاوہ اور کوئی ان کی حرکت قبیحہ بیان کی۔ اور اگر زنا کا دعویٰ کیا تو اب بغیر

چار گواہ پیش کئے حد قذف سے بری نہیں ہو سکتا۔ ملخصاً[1]

اس جواب میں حضرت نے کئی امور کا افادہ فرمایا ہے۔

(۱) کہ کسی مرد و عورت کو تنہائی میں دیکھا اور گمان ہے کہ زنا میں مبتلا ہو جائیں گے اور چار گواہ نہیں تو چاہیئے کہ ان دونوں کو سختی کے ساتھ رد کے، خدا کا خوف دلائے یا ڈانٹ پھٹکار کرے اور دونوں کو جدا کرے۔

(۲) اگر یہ کارآمد نہ ہو تو شور و غل کرے کیونکہ شور و غل کے ڈر سے بھی بد طینت لوگ الگ ہو جاتے ہیں

(۳) اگر یہ گمان غالب ہو کہ شور و غل سے بھی یہ دونوں باز نہ آئیں گے تو قتل کر ڈالے (یہ حکم مخصوص ہے اس ملک کیلئے جہاں حاکم اسلام ہے) اور ہندوستان میں چونکہ حاکم اسلام نہیں اسلئے قتل کرنیکی اجازت نہ دی جائے گی، البتہ گورنمنٹ کے تھانے کو اسکی اطلاع دے کہ اس کے خوف سے بھی آئندہ باز رہنے کی امید ہے۔ یا عوام کی میٹنگ میں اسے پیش کرے تاکہ لوگ اس سے باز پرس کریں اور نہ ماننے پر اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

اور اگر ڈانٹ ڈپٹ سے باز آگیا، تو یہ بھی کرلی تو عوام کے سامنے اجاگر کرنا اچھا نہیں، کہ اسلام پردہ پوشی کا مذہب ہے، نہ کہ فاحشہ کی اشاعت کا

(۴) قتل کرنے کا حکم اسی وقت ہے جس وقت اس نے دیکھا لیکن کسی نے زنا کرتے دیکھا اور حاکم اسلام کے پاس یہ شکایت لیکر جارہا ہے اس میں دو صورتیں ہیں۔ خاص زنا کے ساتھ دعویٰ کیا یا یہ کہ صرف یہ کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک مکان میں تنہا دیکھا ہے۔ اگر پہلی صورت ہے اور چار گواہ پیش نہ کرسکا تو خود مدعی پر حد قذف جاری ہوگی۔ لیکن اگر دوسری صورت ہے تو حاکم انتالیس درّے تک سزا دیگا۔ تو حاصل یہ نکلا کہ شور مچانے یا حاکم کے یہاں غیر زنا کے دعویٰ سے زنا کا سد باب ہو جائیگا اور حد قذف سے بھی بچ جائے گا۔

یہ وہ فقہی تحقیقات انیقہ، و سہولیات شرعیہ ہیں جن کے پڑھنے کے بعد قلب کو سرور اور آنکھوں کو روشنی ملتی ہے۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تبحر علمی و دقتِ فقہی کی نظیریں بھی سامنے آتی ہیں۔

---

[1] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۳۲۰ - ۳۲۱ -

صدر الشریعہ کا فقہی مقام

عبدالحکیم نوری مصباحی (ایم اے) خادم الافتاء دارالعلوم وارثیہ لکھنؤ

فقہا کا ہر فرد ربانی اور خیر کثیر کا مستحق ہے مگر ان میں بھی درجات ہیں اور ہر اوّل اپنے بعد والے سے افضل و اعلیٰ ہے علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی کتاب شرح عقود میں ان سات طبقات کا تذکرہ فرمایا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) طبقۃ المجتہدین فی الشرع :۔
جیسے ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے احکام فرعیہ کے استنباط کیلئے اصول و فروع کے قواعد کو وضع فرمایا۔

(۲) طبقۃ المجتہدین فی المذہب :۔
یہ ان حضرات کا طبقہ ہے جو ادلہ شرعیہ سے امام اعظم کے مستخرجہ قواعد اصول کے مطابق احکام شرعیہ کے استخراج پر قادر ہیں۔ جیسے امام اعظم ابو حنیفہ کے ارشد تلامذہ۔

(۳) طبقۃ المجتہدین فی المسائل :۔
یہ ان حضرات کا طبقہ ہے جو اپنے ائمہ کے بیان کردہ قواعد کے مطابق ان مسائل کے استنباط پر قادر ہوتے ہیں جن کے بارے میں صاحب مذہب سے کوئی روایت نہ ہو۔

(۴) طبقہ اصحاب التخریج من المقلدین
یہ حضرات قواعد و اصول کا پورا علم اور مسائل و قواعد کے مآخذ سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اس لئے ان میں یہ صلاحیت ہے کہ ایسے امور کی تفصیل بیان کردیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور ان میں دو صورتیں نکلتی ہیں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہو اور وہ صاحب مذہب سے یا ان

کے تلامذہ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہو اس کی تشریح و تفصیل۔ اصول و قیاس اور امثال و نظائر کی روشنی میں بیان کردیں صاحب ہدایہ نے جہاں کہیں کہا کہ کذا فی تخریج الکرخی یا کذا فی تخریج الرازی۔ اس کا یہی مطلب ہے۔

(۵) طبقہ اصحاب التخریج من المقلدین:
یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر ترجیح و تفصیل دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ ھٰذا اصح یا اوضح یا اولیٰ یا اوفق بالقیاس وغیرہ

(۶) طبقۃ المقلدین القادرین علی التمیز:
یہ حضرات اپنی تصنیفات میں ضعیف اور مردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایہ، ظاہر المذہب اور روایات نادرہ میں امتیاز و تمیز کرنے کے اہل ہیں۔

(۷) طبقۃ المقلدین الذین لا یقدرون علیٰ ما ذکر۔ یہ حضرات کھرے کھوٹے کمزور قوی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انھیں جہاں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرلیتے ہیں یہ لوگ قابل تقلید نہیں ہیں، اور نہ ہی مسائل میں رجوع کئے جانے کے لائق ہیں!

(شرح عقود، آداب الافتاء)

جب ہم فقہائے کرام کے ساتوں طبقات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے ممدوح صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت طبقۃ المقلدین القادرین علی التمیز میں داخل نظر آتے ہیں! اس لئے کہ ان کی تصنیف لطیف بہار شریعت میں ہر مسئلہ مفتیٰ بہ، اصح، صحیح اور ارجح قول کے مطابق ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ سترہ حصّوں میں ہزاروں مسائل ہیں اس بات کا التزام وہی کرسکتا ہے، جو قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایہ ظاہر المذہب اور روایات نادرہ میں امتیاز اور تمیز کی اہلیت رکھتا ہو! چودھویں صدی کے فقہا میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ کے خوشہ چینوں ہی کا یہ مقام ہے جن میں صدر الشریعہ سب میں ممتاز نظر آتے ہیں، خود امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جدید تعمیر شدہ ضیا ہال برائے سیمینار و میٹنگ کا اندرونی منظر
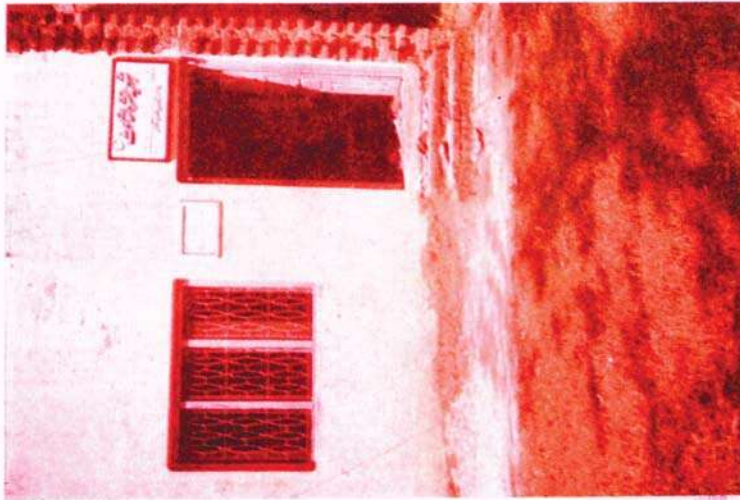
جامعہ امجدیہ رضویہ کا شعبۂ نشر و اشاعت

حضور صدر الشریعہ کی ٹوپی، رومال اور عمامہ شریف
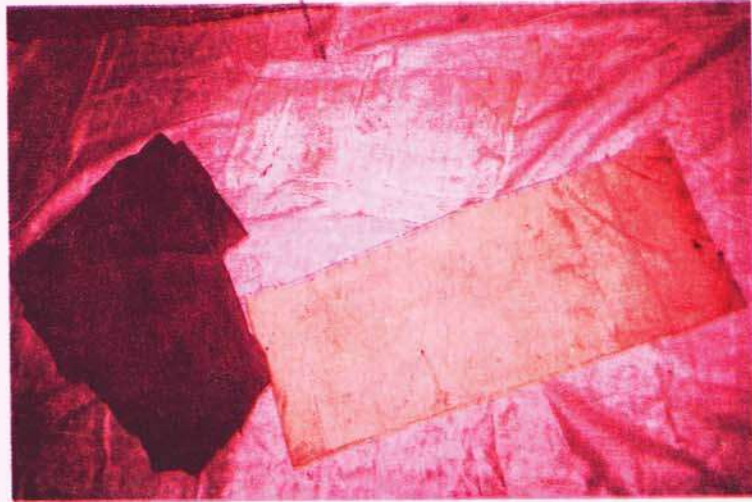
اعلیٰحضرت کا جبّہ شریف اور صدر الشریعہ کی شیروانی اور عمامہ شریف

"آپ یہاں موجود ہیں تفقہ جس کا نام
ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائیے گا
وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں
اور جو میں جواب دیتا ہوں اسکو لکھتے ہیں
طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی
ہے۔" (الملفوظ ص ۱۰۳)

امام احمد رضا کی نگاہ کیمیا کا اثر ہے
کہ وہ مسائل فقہیہ جنھیں سمجھنے اور سمجھانے میں
ایک طویل مدت درکار ہے انھیں چند جملوں
اور مختصر لمحوں میں اذعان و یقین کی منزل تک
پہونچانا آپ کا آسان خاصّہ ہے اپنی کتاب
بہار شریعت حصّہ دوم کی تمہید میں فرماتے ہیں
"اس کتاب میں حتی الوسع یہ کوشش ہوگی
کہ عبارت بہت آسان ہو کہ سمجھنے میں
دقّت نہ ہو اور کم علم اور عورتیں اور بچے
بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں ص۴"
اپنی کوشش کو سچ کر دکھایا ہے آج
اردو ہی نہیں بلکہ عربی و فارسی زبان میں بھی
اس طرز کی کوئی تصنیف نظر نہیں آتی۔ تقریباً
ہر باب کی ابتدا قرآن مقدس اور احادیث کریمہ
سے پھر مستند کتب فقہیہ کے حوالوں سے ہر

مسئلہ میں خالص منقّح حکم کا بیان کرنا اس
بات کی دلیل ہے کہ آپ محض مجتہدین کرام
کے بیان کردہ مسائل ہی سے واقف نہیں ہیں
بلکہ ہر مسئلہ کی کنہہ تک آپ کی رسائی ہے۔
آپ مجتہدین کرام کے بیان کردہ مسائل سے
اصول و قواعد کی روشنی میں پورے طور پر
واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا
فاضل بریلوی نے پورے ہندوستان میں
مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والے
مسائل کا شرعی فیصلہ کرنے کا مجاز آپ کو
بنایا ظاہر سی بات ہے کہ نو پید امسائل کا
فیصلہ وہی کر سکتا ہے جو اپنے اندر مجتہدانہ
شان رکھتا ہو یقیناً یہ امام احمد رضا کی بیکراں
نوازشات اور حسنِ انتخاب کی دلیل ہے جسے
برہان الملّت حضرت علّامہ برہان الدین صاحب
علیہ الرحمہ یوں رقمطراز ہیں۔
"بریلی شریف میں دار القضاء شرعی کیلئے
قاضی شرع اور قاضی شرع کو شرعی احکامات
واعانت کیلئے مفتی کی ضرورت ہوتی ہے
اس سلسلے میں ایک دن صبح قریب نو بجے
اعلیٰحضرت مکان سے باہر تشریف لائے

تخت پر قالین بچھانے کا حکم فرمایا ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لئے فرما رہے ہیں پھر حضرت امام اہلسنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آج بریلی میں دار القضاء بریلی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں اور انھیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر قاضی کے منصب پر انھیں بٹھا کر فرمایا کہ میں آپ کو ہندوستان کیلئے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں مسلمانوں کے درمیان اگر کوئی مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضیٔ شرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے پھر دعا پڑھکر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے ہی دن قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ فرمایا۔ (اکرام امام احمد رضا ص۱۰۶)

یوں تو حضور صدر الشریعہ نے اپنی تصنیف لطیف بہار شریعت میں چند حکمتوں کی وجہ سے مسائل کے دلائل پیش کرنے سے اجتناب کیا، جیسے خود فرماتے ہیں۔

"اس کتاب میں مسائل کی دلیلیں نہ لکھی جائیں گی کہ اوّل تو دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں دوسرے دلیلوں کی وجہ سے اکثر ایسی الجھن پیدا ہو جاتی ہے کہ نفس مسئلہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے لہذا ہر مسئلہ میں خالص منقح حکم بیان کر دیا جائے گا۔
(بہار شریعت حصہ دوم تمہید ص۴-۵)

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے عربی کتابوں کا محض ترجمہ کر دیا ہے اور دلائل سے ناواقف ہیں جس پر بہار شریعت حصہ دوم ضمیمہ شاہد عدل ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ بہار شریعت حصہ دوم میں یہ مسئلہ مندرج فرمایا کہ حقہ کا پانی پاک ہے لہذا اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں جس پر بعض لوگوں نے دلیل طلب کی تو آپ نے اس کے طاہر ہونے کے متعلق فرمایا کہ "یہ پانی ہے اور پانی بذاتہ نجس نہیں جس پر کتب فتاویٰ سے آٹھ حوالہ جات پیش فرمایا اور رد المحتار کی ایک طویل عبارت پیش کرنے کے بعد ارشاد فرمایا "کہ عبارت رد المحتار سے یہ بھی معلوم ہو گیا

کہ جب تک کسی شئی کا نجس ہونا یقینی طور پر معلوم نہ ہو حکم نجاست نہیں دیتے اگرچہ ظاہر نجس ہونا ہو۔ جو حقہ کے پانی کی نسبت جب تک نجس ہونا یقینی معلوم نہ ہو حکم نجس نہیں دے سکتے نجاست کا یقین درکنار یہاں وہم بھی نجاست کا نہیں اس کی نجاست اس وقت ثابت ہوگی کہ اس کا نجاست سے مس یا اس میں نجاست کا خلط یقینی طور پر معلوم ہو اور یہ دونوں امر مفقود اور اپنی اصل طہارت پر ہونا ثابت فہو المقصود"

اس پر بھی پانچ حوالے پیش فرمائے اور اس کے مطہر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

"رہا اس کا مطہر ہونا تو اس کا مدار ماءِ مطلق پر ہے کہ ماءِ مطلق سے وضو و غسل جائز ہے مقید سے نہیں کما ھو مصرح فی المتون"

پھر ماءِ مطلق کی تعریف رسالۂ مبارکہ النور والنورق سے کرنیکے بعد قیود تعریف پر معتبر کتابوں سے باون ۵۲ عبارتیں نقل فرما کر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بارگاہ میں تصدیق کیلئے پیش فرمایا، جسے دیکھنے کے بعد مجدد اعظم نے فرمایا کہ۔

"مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی سلمہٗ کی یہ تحریر صحیح اور اس کا خلاف جہلِ صریح یا عناد قبیح جس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض قطعی ہے"

اسی طرح ہر ہر مسئلہ پر دلائل کے انبار جمع کرنے کی آپ میں بھرپور صلاحیت تھی۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

از:۔ شکیل کریمی

بیاں کس زباں سے مرتبہ صدرِ شریعت کا
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

نہیں ممکن بھٹک جائے رہِ حق و صداقت سے
وہ جس کو مل گیا ہے راستہ صدرِ شریعت کا

جہاں میں کفر و باطل کے اندھیرے لاکھ سر ٹپکیں
نہ ہوگا ختم نوری سلسلہ صدرِ شریعت کا

کوئی کہدے ستم پرور ہواؤں سے کوئی کہدے
نہ بجھ پائے گا یہ روشن دیا صدرِ شریعت کا

سلاطینِ جہاں قسمت پہ میری رشک کرتے ہیں
شکیل خوش نوا میں ہوں گدا صدرِ شریعت کا

حضرت صدر الشریعہ کے اساتذہ میں آپ کے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین، مولانا محمد صدیق صاحب گھوسوی، اور حکیم عبدالولی صاحب لکھنوٴ کا نام بھی ملتا ہے۔ لیکن جن کے تذکرے ہمیں دستیاب ہو سکے وہ حسب ترتیب ذیل درج کئے جا رہے ہیں

مرتب غفرلہ

(۱) اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ شیخ

(۲) حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ استاذ

(۳) حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری علیہ الرحمہ استاذ

مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ

تحریر۔ مولانا جمال مصطفےٰ قادری جامعہ اشرفیہ مبارکپور

ولادت باسعادت

۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی محمد رکھا گیا، اور تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء) لیکن جدامجد حضرت مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے "احمد رضا" تجویز فرمایا۔

نسب نامہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بن حضرت مولانا نقی علی خان بن مولانا رضا علی خان بن حافظ کاظم علی خان بن مولانا شاہ محمد اعظم خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت محمد سعید اللہ خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

فراغت

مجدد اعظم اعلیحضرت قدس سرہٗ نے اپنی فطری ذکاوت کی بنا پر ۱۳ سال ۱۰ مہینے اور ۵ دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ ایک جگہ خود آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"وسط شعبان (۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء) میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اس وقت میں ۱۳ سال ۱۰ ماہ اور ۵ دن کا ایک نوعمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور احکام شرعی میری طرف متوجہ ہوئے۔ (مترجما الاجازۃ الرضویۃ)

تدریس وافتاء

"اعلیحضرت" کو علوم درسیہ سے فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے افتاء کی ذمہ داریاں بھی آپ کو تفویض کردیں اور اپنی کم عمری میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا چنانچہ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔

علمی لیاقت

مجدد اعظم اعلیحضرت نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بھی تحصیل کی اور بعض علوم وفنون میں تو خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ ایسے تمام علوم وفنون کی

تعداد ۴۵ ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ (جملہ مذاہب) (۵) اصول فقہ (۶) جدل (۷) تفسیر (۸) عقائد (۹) کلام (۱۰) نحو (۱۱) صرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) منطق، (۱۶) مناظرہ (۱۷) فلسفہ (۱۸) تکسیر (۱۹) ہئیاۃ (۲۰) حساب (۲۱) ہندسہ (۲۲) قرأۃ (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگاثمات (۳۶) توقیت (۳۷) مناظرہ ومرایا (۳۸) اکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہئیاۃ جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرجہ،

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ علم الفرائض، عروض وقوافی، نجوم، اوفاق، فن تاریخ (اعداد) نظم و نثر فارسی، نثر و نظم ہندی، خط نسخ، اور خط نستعلیق وغیرہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس طرح مجدد اعظم نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی ان کی تعداد ۵۴ سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ عـلـه

ان تمام علوم کے حاصل ہونے کے باوجود آپ کو صرف تین اہم کاموں میں ہی دلچسپی رہی جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں

> ۱۔ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین کی حمایت کرنا، کیونکہ ہر ذلیل وہابی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے، میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے۔
>
> ۲۔ ان کے علاوہ دیگر بد عقیدوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ مفسد محض ہیں۔
>
> ۳۔ حسب استطاعت مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔ (الاجازۃ الرضویہ)

ردّ مذاہب باطلہ

آپ نے ہنود کے رد میں کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان میں سے "النفس الفکر فی قربان البقر" اسکے علاوہ آریہ سماج، نصاریٰ اور انگریزوں کے رد میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں

عـلـه اور جدید تحقیق کے مطابق ان علوم وفنون کی تعداد ۷۰ سے متجاوز ہے جن پر آپ کو مکمل عبور تھا۔ ف ۱۲

اوران کے تمام خطرناک سازشوں کو کچل کر رکھدیا۔
جب انگریزوں کے خیرخواہ وہابیہ نے ششش مثل کا فتنہ برپا کرتے ہوئے اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو اعلیحضرت نے ان کے رد میں "تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال" جوابہائے ترکی بہ ترکی ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرماکر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کیلئے راہئ ملک عدم ہوگیا۔

نیز جب انگریزوں کے دلی خیرخواہ وہابی، دیوبندی مولوی نے مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا۔ اللہ سبوح وقدوس کے جھوٹ بولنے کو درست کہا۔ سید ابرار واخیار صلی اللہ کے ذکر میلاد مقدس کو کنھیا کا جنم قرار دیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں، چوپایوں، جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا۔ اور غیر مقلد وہابیوں نے امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید واتباع کو شرک وکفر کہا تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیوں وغیر مقلدوں کے رد میں دوسو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں

ایسے ہی جب فرقہ تفضیلیہ نے شور وغل مچایا اور اکٹھا ہوکر بریلی آئے اور مناظرہ چھیڑا تو اعلیٰ حضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی شریف سے بھاگ کھڑے ہوئے جسکا مفصل بیان "فتح خیبر و ترک مرتضوی" میں چھپ چکا ہے۔ اسی طرح جب روافض ونواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا تو اعلیٰ حضرت نے وہیں سرکوبی فرمائی اوران کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یوں ہی سائنس والوں نے "زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان کوئی چیز نہیں" کا نظریہ پیش کیا یہ بھی دین ومذہب کی بنیاد پر ایک ضرب کاری ہے کیونکہ جب آسمان کوئی چیز ہی نہیں ہے تو، توریت، زبور، انجیل، قرآن مجید و دیگر صحائف انبیاء کا آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت نہ ہوگا۔ تو پھر سائنس والوں کا یہ نظریہ تسلیم کرلینے کا معنٰی یہی ہوگا کہ دین ومذہب کوئی چیز نہیں اور قرآن مجید آسمانی کتاب نہیں، نیز اسلام آسمانی دین نہیں، حالانکہ قرآن مجید آسمانی کتاب؛ اور مذہب اسلام آسمانی دین ہے۔ ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس جدید کے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کردی جائے۔ چنانچہ اعلیٰحضرت نے اپنے شمشیر خارا شگاف سے فلسفہ یوروپ

کی اس مصنوعی تحقیق کو عورت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف "فوز مبین در رد حرکت زمین"، "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" میں سائنس دانوں کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں اور آج بھی اس میں سوالات کے جوابات سے سائنسی دنیا کے افراد عاجز و درماندہ ہیں

اجمالی فہرست تصانیف

تفسیر[1] ۷ عدد، حدیث[2] ۴۵ عدد، عقائد و کلام[3] ۲۲ عدد، فقہ، تجوید[4] ۷ عدد، تصوف[5]، اذکار، اوفاق، تعبیر ۹ عدد، تاریخ[6]، سیر، مناقب ۱۱ عدد، ادب[7]، نحو، لغت، عروض، ۶ عدد، علم زیجات[8]، عدد، علم جفر تکسیر[9] ۱۱ عدد۔ جبر و مقابلہ[10] ۴ عدد، علم مثلث، ارثماطیقی[11]، لوگارثم ۶ عدد۔ توقیت[12]، نجوم، حساب ۱۶ عدد، ہیئت[13]، ہندسہ، ریاضی ۲۸ عدد، منطق[14]، فلسفہ ۶ عدد

یوں تو اعلیٰ حضرت نے تقریباً پچاس پچپن علوم و فنون میں تصنیفات فرمائیں۔ جنکی تعداد ہزار سے زائد ہیں۔ سب میں مقبول و مشہور یگانہ روزگار فقہی انسائیکلوپیڈیا "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ واقعتاً یہ وہ نادر و نایاب ہے کہ جس کے بارے میں بڑے بڑے علماء اکابر، دانشوروں نے اور خاصکر بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس جج مسٹر ایف ملاں نے کہا۔ "فقہ حنفی میں برصغیر میں دو ہی کتاب لکھی گئیں جن میں ایک فتویٰ عالمگیری اور دوسری فتاوی رضویہ"

اور کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ہے۔ جو آج اردو کے موجودہ تراجم میں کوئی ترجمہ بھی کسی حیثیت سے اس کا ہم پلہ نہیں چنانچہ کنز الایمان و فتاوی رضویہ کی اہمیت و برتری کو اپنوں کے علاوہ بیگانوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

عشق رسول

عشق رسول آپ کے رگ و پے میں رچ بس گیا تھا اور یہی آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو ہے جو آپ کی تحریر کی سطر سطر سے ہویدا ہے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے جذبۂ عشق و محبت نے آپ سے دین و ملت کی بے شمار خدمات لیں۔ ساری دنیا میں مشہور آپ کا نعتیہ مجموعۂ کلام "حدائق بخشش" اس سلسلے میں آپ کی عظیم یادگار ہے۔

سفر حج

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی معیت میں زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے۔ اس مبارک

سفر میں علماء حجاز نے آپکی بڑی قدر و منزلت کی جس کا بخوبی اندازہ ,, حسام الحرمین ،، سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء (,, الدولۃ المکیۃ ،، (سنہ ۱۳۲۳ھ / سنہ ۱۹۰۶ء) اور ,, کفل الفقیہ الفاہم (سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء) وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

عُلمائے حرمین شریفین اور امام احمد رضا

مکہ معظمہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی جو قدر و منزلت ہوئی اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ اسماعیل علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے انھوں نے لکھا ہے ,, کہ اہل مکہ جوق در جوق آپ کے گرد جمع ہو گئے بہت حضرات نے آپ سے التجا کی کہ ان کو سند اجازت مرحمت فرمائی جائے چنانچہ ان کے اصرار کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا۔ وہ مقدس بزرگانِ مکہ معظمہ یہ ہیں۔ حضرت مولانا سید عبدالحئی مکی ، مولانا شیخ صالح کمال ، اور مولانا سید شیخ اسماعیل خلیل ، اور ان کے برادر مولانا سید مصطفےٰ خلیل ، شیخ احمد خضراوی ، شیخ عبدالقادر کردی ، ان کے صاحبزادے شیخ فرید ، و سید محمد عمر۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اکابر مکۂ معظمہ کو اجازت سے مشرف فرمایا۔ اور اور بعض حضرات رہ گئے تو ان سے وعدہ فرمایا کہ وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کر دی جائے گی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف لے گئے یہاں بھی جس اکرام و اعزاز سے نوازا گیا اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے وہ اپنا ذاتی تأثرات کا اظہار یوں فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

,, میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں ہندوستان سے ہزاروں صاحبِ علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا لیکن اعلیٰ حضرت مجدد اعظم کی شان عجیب ہے یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ،،

مدینۂ منورہ میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بہت سے علماء نے اجازت حاصل کی بہت سوں

کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی اور بعض سے وعدہ فرمایا کہ وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کردی جائیں گی مثلاً شیخ عمر بن حمدان المحرسی، سید مامون البری، شیخ الدلائل شیخ محمد سعید وغیرہم۔

الغرض اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی علمیت وفقاہت اور روحانی عظمت سے عرب وعجم کے بیشتر علماء متاثر تھے۔

چنانچہ علماء مدینہ منورہ اعلیٰ حضرت کی معجز کلامی کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے،

کان صاحب المشاهدة وصاحب مقام الفنا فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

وصال شریف

اعلیحضرت قدس سرہٗ نے ۲۵/ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) یوم جمعۃ المبارک دوپہر دو بجکر ۳۸/ منٹ پر بریلی شریف میں وصال پایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ شہر بریلی شریف محلہ سوداگران میں دار العلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پُرشکوہ عمارت میں آپ کا مزار پاک ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۴/۲۵/ صفر المظفر کو ہوتا ہے۔ اور اکناف ہند وغیر ممالک کے علماء ومشائخ اس میں شریک ہوتے ہیں۔ اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀

بہارِ شریعت

"الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتابوں کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلہ پائیں اور گمراہی واغلاط کے مصنوعی ومُلمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولیٰ عزوجل مصنّف کی عمر وعلم وفیض میں برکت دے۔"

(اعلیحضرت)

حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ

از

فیضان المصطفیٰ قادری

مولانا وصی احمد ابن مولانا محمد طیب
قدس سرہما ۱۸۳۶ء میں راندیر ضلع سورت میں
پیدا ہوئے آباء و اجداد مدینہ کے ساکن تھے
سولہویں صدی عیسوی میں شاہجہاں کے دور
میں سورت کی بندرگاہ سے ہندستان پہنچے،
آپ کے دادا مولانا محمد قاسم نے راندیر ہی میں
سکونت پذیر ہوکر مصروف تدریس وارشاد ہوئے
رسم بسم اللہ خوانی دادا نے کرائی اور والد ماجد سے
علم حاصل کرنے مصروف ہوئے۔

عمر کی اکیسویں منزل میں ۱۸۵۷ء کا غدر
پیش آیا۔ دو حقیقی بھائیوں کے علاوہ خاندان
کے متعدد افراد انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے
آپ والدین اور چھوٹے بھائی کو لیکر کئی دن روپوش
رہنے کے بعد کسی طرح عراق پہنچ گئے۔ تین سال
بعد حج کو گئے پھر مدینہ منورہ میں چند یوم قیام
کے بعد راندیر واپس آئے راستے میں والد
ماجد نے سفر آخرت کیا یہاں آکر والدہ نے بھی
داغ جدائی دیا۔ والدہ کی رحلت کے بعد آپ
چھوٹے بھائی کو لیکر حصول علم کے لئے دہلی پھر
علی گڈھ پہنچے اور استاذ العلماء مولانا لطف اللہ
کے حلقۂ درس میں شامل ہوکر علوم و فنون
کی تکمیل کی۔ ۱۸۶۵ء میں سہارن پور مولانا
احمد علی محشی بخاری کے پاس پہونچے اور ان کے
درس حدیث میں شرکت کرکے سند واجازت
حاصل کی۔ بعدہٗ گنج مرادآباد پہونچ کر مولانا
شاہ فضل رحمان قدس سرہٗ سے بیعت وارادت
کا تعلق قائم کیا اور سند حدیث کے ساتھ سند
خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

آپ کی قیادت میں تین ماہ تک علماء
کی ایک بڑی تعداد نے ملک کے مختلف گوشوں میں
کامیاب تبلیغی دورے کئے۔ ۱۸۶۷ء کے نصف
اول میں اپنے پیر بھائی حکیم خلیل الرحمن پیلی بھیتی

کی دعوت پر اور مرشد کے حکم سے ترویج علوم کیلئے پیلی بھیت تشریف لے آئے۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید مرحوم کی بنائی ہوئی جامع مسجد میں ان کے نام پر مدرسہ حافظیہ قائم کیا گیا اور آپ اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے سن ۱۳۱۰ھ میں متصلاً آپ نے مدرسہ کیلئے زمین خریدی اور اسی سال علماء کی موجودگی میں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا اس مدرسے کا نام "مدرسۃ الحدیث" رکھا گیا ــــ علوم وفنون کے علاوہ آپ نے مستقل چالیس برس حدیث شریف کا درس دیا آپکے درس حدیث کی اسقدر شہرت تھی کہ دور دراز سے طلبہ تحصیل علوم کے بعد آپ کے درس حدیث میں شرکت کیلئے آتے۔ آپ کا درس بعد نماز فجر سے دن بھر اور آدھی رات چلتا دیگر ضروریات کے علاوہ صرف تدریس کا ہی شغل فرماتے جس میں وضو کا خاص خیال فرماتے تھے۔

آپ کی تمنّا تھی کہ میری موت حدیث پڑھاتے ہوئے آئے۔ چنانچہ ۸ ؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء کو جب آپ کے سینہ پر مشکوٰۃ شریف تھی اھدنا الصراط المستقیم پر روح نے جسم سے جدائی اختیار کی مدرسۃ الحدیث کے قریب مسجد کے احاطہ میں اس گنجینۂ فضل وکمال کو سپرد خاک کیا گیا۔ حضور اعلیٰ حضرت نے مادۂ تاریخ وفات آیۂ کریمہ "یطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب" کہا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے آپ کے بڑے اچھے روابط تھے۔ حضور اعلیحضرت فرمایا کرتے تھے کہ محدث سورتی برصغیر کے امیر المومنین فی الحدیث ہیں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو اعلیحضرت کی بارگاہ تک پہنچانے والے آپ ہی تھے۔

آپ کی گرانقدر قلمی یادگاروں میں حاشیہ سنن نسائی شریف، حاشیہ طحاوی، تعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی، حاشیہ جلالین وحاشیہ مشکوٰۃ وغیرہ مشہور ہیں۔ "جامع الشواہد باخراج الوہابیین عن المساجد" غیر مقلدوں کو مساجد سے نکالے جانے کے متعلق پہلی کتاب ہے ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۷۲ھ تک اس کے اکیس ہزار نسخے شائع ہو چکے تھے (ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۸۲ء) (ماخوذ ملخصاً تذکرہ علمائے اہلسنت)
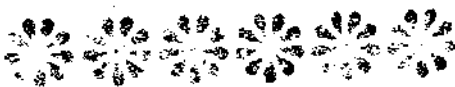
استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری علیہ الرحمہ

فیضان المصطفیٰ قادری

آپ کا آبائی وطن سوات ہے، والد کا نام مولوی رفیع اللہ خاں، رام پور میں پیدا ہوئے ابتدائی کتب والد صاحب سے پڑھیں صرف و نحو، مولانا غلام علی سے اور منطق میر زاہد تک مولینا جلال الدین المتوفی ۱۲۱۳ھ سے حاصل کیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کے رام پور تشریف لانے کے بعد حلقہ تلامذہ میں داخل ہو کر علوم و فنون میں کمال پیدا کیا۔ حدیث مولانا عالم علی نگینوی المتوفی ۱۲۹۵ھ سے پڑھی علامہ فضل حق خیرآبادی کے بڑے معتقد اور شیدائی تھے علم و فضل حکمت و تدبر اور استقلال و ثبات قدمی میں مجاہد آزادی کے سچے جانشیں تھے۔ عقیدت و محبت کا یہ عالم کہ ہر وقت ساتھ رہتے دہلی الور اور مختلف مقامات پر آزادی کی تحریک میں مجاہد حریت کے دوش بدوش تھے۔ بالآخر فتوائے جہاد کی پاداش میں جب علامہ موصوف کالا پانی بھیج دیئے گئے تب جدائی ہوئی، مغموم وطن آئے اور مسند تدریس سنبھالا، مدرسہ عالیہ میں مدرس ہو گئے ۱۸۷۰ء میں جونپور مدرسہ حنفیہ میں صدر مدرس ہو کر تشریف لائے۔ امام علم و حکمت علامہ فضل حق خیرآبادی نے علم و حکمت کی جو امانت آپ کو سپرد کی تھی اُسے قوم میں دل کھول کر تقسیم کرنے لگے گویا جونپور کی سرزمین سے علم کے دریا بہنے لگے۔ تشنگان علم ہر طرف سے کشاں کشاں جونپور کا رخ کرنے لگے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جب شعور کی منزل میں قدم رکھا تو اپنے والد ماجد اور بھائی مولانا محمد صدیق صاحب سے ابتدائی اور کچھ متوسط کتب کا درس لینے کے بعد آپ کی درسگاہ کا رخ کیا جہاں طویل عرصہ تک علم و فن کے بحر ذخار کے جواہر نایاب سے اپنے

دامن بھرتے رہے۔ علّامہ ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ نے علم وفضل میں صدر الشریعہ کو اپنا جانشیں بنایا چنانچہ خود فرماتے ہیں۔
"مجھ سے کسی نے پڑھا تو مولوی امجد علی نے"
فرقہ وہابیہ سے تنفر میں اپنے استاذ علامہ فضل حق خیرآبادی کے قدم بقدم تھے۔
۱۳۱۸ھ میں علمائے اہلسنت کے جلسے میں جو ندوہ کی اصلاح کے لئے پٹنہ میں منعقد ہوا تھا حمایت حق کے لئے شریک ہوئے۔

اپنے استاذ مولانا جلال الدین کے برادر صغیر حضرت شاہ چھوٹے میاں قدس سرہٗ سے طریقہ عالیہ قادریہ میں مُرید تھے۔

بروز شنبہ ۵ / بجے شام یکم رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ میں واصل بحق ہوئے مدفن قطب الاقطاب شیخ عبدالرشید کی درگاہ رشید آباد جونپور میں واقع ہے حضرت کو شعر گوئی سے بھی لگاؤ تھا۔ مادۂ تاریخ وفات اس مصرع سے مستخرج ہے۔

ع   شد نہاں مہر اوج فلسفیات

(ماخوذ تذکرہ علمائے اہلسنت مصنفہ مولانا محمود احمد قادری)

"آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت فقیر اپنے برادر طریقت صدر الشریعت حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زید کرمہ کے سپرد کرتا ہے۔ موصوف آستانۂ عالیہ مقدسہ میں قیام فرما رہیں گے۔ آپکی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں اعلیحضرت قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ واکابر خلفاء میں سے ہیں ۲۰، ۲۲ سال تک اعلیحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہکر علم ومعرفت سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں اسلئے آپکے پہنچائے ہوئے شرعی احکام اعلیحضرت پر مبنی ہوں گے۔ اور جملہ اختیارات جو اس آستانہ کے عقیدت کیشان کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں وہ سب فقیر اپنی طرف سے صدر الشریعہ کو تفویض کرتا ہے۔" (مفتی اعظم ہند بموقعہ روانگی سفر حج)

سلامی جابجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

(شفیق جونپوری)

(۱) حضرت حافظ ملّت علیہ الرحمہ
(۲) حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ
(۳) حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت علّامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ
(۴) حضرت مجاہد ملّت علیہ الرحمہ
(۵) حضرت سید العلماء مولانا آل مصطفٰے مارہروی علیہ الرحمہ
(۶) حضرت مفتی خلیل احمد صاحب برکاتی علیہ الرحمہ
(۷) حضرت شمس العلماء قاضی شمس الدین صاحب جونپوری علیہ الرحمہ
(۸) حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ
(۹) حضرت علّامہ عبد المصطفٰے صاحب ازہری علیہ الرحمہ
(۱۰) حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ
(۱۱) حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ
(۱۲) حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ
(۱۳) حضرت مولانا عبد المصطفٰے صاحب اعظمی علیہ الرحمہ
(۱۴) حضرت مولانا مبین الدین صاحب امروہوی علیہ الرحمہ
(۱۵) حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب علیہ الرحمہ
(۱۶) حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمہ
(۱۷) حضرت مولانا محمد محسن فقیہ شافعی ۔
(۱۸) حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ

اُستاذُ العُلَماءِ جلالۃُ العِلم

حضور حافظِ ملّت علیہ الرّحمۃ والرّضوان

آپکی ولادت

حافظ ملّت حضرت علّامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ ضلع مرادآباد کے قصبہ بھوجپور میں ۱۳۱۴ ہجری میں ایک دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد ماجد حافظ محمد نور صاحب بہت ہی سیدھے سادھے حافظ قرآن بزرگ تھے۔ انھوں نے حافظ ملت اوران کے دونوں بھائیوں کو اپنی ہی طرح حفظ قرآن کی تعلیم دیکر حافظ بنادیا۔

ابتدائی تعلیم

حافظ ملّت نے حفظ قرآن کی تکمیل اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ خانگی دشواریوں کے باعث سلسلۂ تعلیم منقطع کردیا انھیں دنوں مرادآباد کے ایک انتہائی قابل اور حاذق حکیم بہ سلسلۂ علاج ومعالجہ بھوجپور تشریف لائے اور مسجد میں حافظ ملّت کی اقتدار میں نماز ادا فرمائی آپ کی تجوید اور صحت تلفظ سے کافی متأثر ہوئے اختتام نماز پر دوران گفتگو حکیم صاحب نے فرمایا حافظ صاحب آپ مرادآباد آکر ہم سے فن طب پڑھ لیں آپ کا ذہن حکمت کے لئے بہت مناسب ہے آپ نے اپنی اقتصادی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے معذرت پیش کی مگر حکیم صاحب نے اس جوہر قابل کی تعلیم وتربیت کا پورا بار اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ حافظ ملت بغرض تحصیل علم مرادآباد تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے گلستان کا امتحان لیکر فرمایا حافظ صاحب آپ عربی تعلیم حاصل کریں میں آپ کے اندر فکر ونظر کی بڑی صلاحیت پاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے عربی تعلیم شروع کی پندرہ روز میں میزان منشعب اور ایک ماہ

میں نحو میر و پنج گنج یاد فرمالیا پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لے لیا اور اس طرح حکیم صاحب نے اس جوہر قابل سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں بحمدہٖ تعالیٰ بدرجۂ اتم پوری ہوئیں۔

حضرت صدر الشریعہ کے سایۂ کرم میں

جامعہ نعیمیہ میں تین سال تک تحصیل علم کے بعد مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر حافظ ملت نے جب حضرت صدر الشریعہ سے تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت صدر الشریعہ نے از راہ شفقت و عنایت آپ کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اگرچہ حافظ ملت اس وقت ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھ رہے تھے اور حضرت صدر الشریعہ اونچی جماعت کی منتہی کتابیں پڑھایا کرتے تھے مگر حافظ ملت کی تشنگیٔ علم اور ذہانت و طباعی کا اندازہ فرماتے ہوئے خارج از درس اوقات میں تعلیمی سلسلہ کا آغاز فرمادیا۔ ملا حسن وغیرہ پڑھنے کے بعد حافظ ملت نے خانگی مشکلات کے باعث دورہ لے لینے کی خواہش کا اظہار کیا مگر حضرت صدر الشریعہ نے آپ کی علمی لیاقت اور فکری صلاحیت کے پیش نظر منظور نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا زمین پھٹ جائے آسمان ٹوٹ پڑے یہ تو ممکن ہے مگر آپ کی ایک کتاب بھی چھوٹ جائے یہ ممکن نہیں آپ کو ہر صورت درس نظامیہ کا پورا کورس مکمل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ کو مشفق استاذ کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پھر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ اجمیر شریف سے بریلی آئے اور مدرسہ منظر اسلام بریلی سے فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت اور سند فضیلت حاصل کی۔

مبارکپور میں تشریف آوری

دور طالبعلمی ختم ہوا تو حضرت صدر الشریعہ نے ضلع اعظم گڈھ کے ایک غیر معروف قصبہ مبارکپور کے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں تدریس کیلئے آپ کا انتخاب فرمایا اور آپ بریلی ہی سے چند طلبہ ہمراہ لیکر ۲۹ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۴ء کو مبارکپور تشریف لائے اس وقت مدرسہ پرانی بستی میں تھا۔ باہری طلبہ بالکل نہ تھے

معیار تعلیم فارسی اور نحو میر پنج گنج تک تھا۔ مگر آپ کی تشریف آوری سے اس مدرسہ کی قسمت بدل گئی۔ آپ کے علمی استعداد کی شہرت نے ایک ہی سال میں اس چھوٹے مدرسے کو اسقدر بام عروج پر پہونچا دیا کہ یہاں طلبہ کا ایک ہجوم امنڈ پڑا آپ کی اس بے پناہ مقبولیت اور عزت و شہرت پر حسد کرتے ہوئے مبارکپور کا سب سے بڑا دیوبندی مولوی جو پورے اعظم گڈھ کے فرقۂ دیوبندیہ وہابیہ کا دل و دماغ سمجھا جاتا تھا مذہبی بنیاد پر آپ کو چیلنج کرنے لگا اور پورے ضلع کے دیوبندی مولوی متحدہ محاذ بنا کر آپ سے تقریری و تحریری مناظرے کیلئے لنگوٹ باندھکر اکھاڑہ میں آ گئے اس معرکہ میں حافظ ملت نے تنہا ان سبھوں کا مقابلہ کیا دن بھر درس و تدریس کا دماغ سوز مشغلہ اور رات کو ہنگامہ خیز مناظرانہ تقریروں کی ہماہمی مہینوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر بحمدہ تعالیٰ یہ جانباز مجاہد اس معرکہ آرائی میں مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں ڈٹا رہا بالآخر اس قلمی و لسانی جہاد میں یہ مرد مجاہد مظفر و منصور ہوا۔

تدریسی صلاحیت

درس نظامیہ کی اہم اور مشکل کتابوں کو برجستہ پڑھانے پر حضور حافظ ملت کو پوری قدرت حاصل تھی ایک بار قاضی مبارک کا درس ہو رہا تھا۔ معمول کے مطابق درس ختم کرکے کتاب بند کرنی چاہی ایک ذکی طالب علم نے اپنے ہم درس کو اشاروں میں کہا کہ حافظ ملت کا مطالعہ یہیں ختم ہو گیا حضرت نے کتاب کھولدی اور عبارت پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا طالب علم نے اپنے مطالعہ کے مطابق عبارت پڑھی حضرت نے اسی شان سے درس دیا اب طالب علم نے کتاب بند کرنی چاہی حضرت نے ارشاد فرمایا اور پڑھو مگر طالب علم کا مطالعہ ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ خاموش بیٹھا رہا حضرت نے ارشاد فرمایا عبدالعزیز کو قاضی پڑھانے کیلئے مطالعہ کی حاجت نہیں ہے بفضلہ تعالیٰ ایک نشست میں پوری قاضی پڑھا سکتا ہوں۔

اہل مبارکپور کا ایثار

حافظ ملت کو مبارکپور آئے ابھی تقریباً

ساڑھے گیارہ ماہ ہوئے تھے کہ شوال ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء میں گولہ بازار میں ایک زمین مدرسہ کے لئے حاصل کرلی گئی اور مبارکپور میں نہایت زور وشور سے اس کی تعمیر کے لئے چندہ ہونے لگا اور مبارکپور کے دیندار مسلمانوں نے مدرسہ کی اس پہلی تعمیری تحریک پر بڑی حوصلہ مندی کا ثبوت دیا۔ مدرسہ کی بنیاد حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے رکھی اس موقع پر مبارکپور کے علاوہ گرد و نواح کے مسلمانوں نے بھی شرکت کی۔

طالبان شوق کی کثرت سے جب یہ عمارت بھی تنگ ہوگئی تو حضور حافظ ملت نے ایک عظیم تعلیمی درسگاہ کی ضرورت محسوس کی۔ اسی سلسلے میں سہ روزہ تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں پورے ملک کے علماء، شعراء، خطباء تشریف فرما ہوئے اور آبادی سے دور ایک عظیم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ حضور حافظ ملت چندے کی فراہمی کے سلسلے میں پورے ملک کا دورہ کرنے لگے ضعف و نقاہت کے باوجود یہ مرد مجاہد ایسی مشقت اور جانفشانی کرتا کہ بڑے بڑے جوان حیرت زدہ رہ جاتے آپ کی جانفشانیوں کا بڑا خوشگوار نتیجہ نکلا چند مہینوں میں مجوزہ درس گاہ کے لئے ایک فلک نما عمارت وجود میں آگئی جس کو دنیا الجامعۃ الاشرفیہ (مجوزہ عربی یونیورسٹی) کے نام سے جانتی ہے۔

ابھی بہت سے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا تھا کہ اچانک حضور حافظ ملت کی صحت جواب دینے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ بستر علالت پر آپڑے اور بالآخر یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ کی رات وہ آفتاب ہمیشہ ہمیش کیلئے ہم سے روپوش ہوگیا جس کی تیز کرنوں سے پورا برصغیر نصف صدی تک منور ہوتا رہا۔

حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں

حضور حافظ ملت اساتذہ کی بارگاہ میں سراپا ادب بنے رہتے انکے حکم کی تعمیل اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے خصوصیت کے ساتھ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ان کے تعلقات اتنے گہرے تھے کہ آج دور دور تک کسی شاگرد کا اپنے استاذ کے ساتھ ایسا تعلق و لگاؤ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ جب بھی حضرت صدر الشریعہ

سٹھیاؤں ریلوے اسٹیشن سے گذرتے حضور حافظ ملت اپنے شاگردوں کے ساتھ انکے استقبال کیلئے اسٹیشن پر موجود ہوتے استاذ و شاگرد نہایت محبت و عقیدت اور گرم جوشی کے ساتھ ملتے اور ایک دوسرے کے حالات معلوم کرتے ایک مرتبہ حضور حافظ ملت مبارکپور میں نہایت اہم اور مشکل گھڑی میں پھنس گئے جس کی وجہ سے سٹھیاؤں اسٹیشن پر حاضر نہ ہو سکے مگر دل مضطرب تھا کہ حضرت صدر الشریعہ باہر نکل کر میرا انتظار فرماتے ہونگے اور ہوا بھی یہی کہ حضرت صدر الشریعہ سٹھیاؤں اسٹیشن پر گاڑی رکتے ہی باہر ہر چار جانب حافظ ملت کی تلاش میں نگاہ دوڑاتے رہے اور پھر گاڑی پر سوار ہو گئے بعد میں حضور حافظ ملت نے گھوسی پہونچکر اپنا عذر پیش کیا اور تلافی مافات کے طور پر قادری منزل آکر دست بوسی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا حضور حافظ ملت نے اپنے استاذ حضرت صدر الشریعہ کو بہت قریب سے دیکھا ان کی صبح و شام کو دیکھا اور ان کی ہر ہر ادا کو اپنے لئے نمونۂ عمل بنایا۔ آپ خود فرماتے ہیں گرم چائے صرف اس لئے پیتا ہوں کہ میرے استاذ حضرت صدر الشریعہ کو گرم چائے بہت پسند تھی ایسے ہی ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدر الشریعہ سے صرف علم ہی نہیں سیکھا بلکہ عمل بھی سیکھا ان کی ایک ایک ادا کو اپنانے کی کوشش کرتا کیونکہ حضرت صدر الشریعہ ایک کامیاب آدمی تھے اور کامیاب آدمیوں کی تقلید کرنی چاہئے انکی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہئے۔

حضرت صدر الشریعہ سے غایت درجہ محبت رکھنے ہی کا سبب تھا کہ جب بھی حضرت صدر الشریعہ گھوسی قادری منزل تشریف لاتے حضور حافظ ملت اپنے چند احباب اور شاگردوں کے ساتھ ان کی قدم بوسی کے لئے تشریف لاتے اور ان کی اولاد کے ساتھ بھی حد درجہ محبت و شفقت فرماتے خطو کتابت کا سلسلہ تاحیات جاری رہا کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے حضرت صدر الشریعہ سے مشورہ کر لینا ضروری سمجھتے اور ہر ممکن تعاون لیتے حضرت صدر الشریعہ کی وفات کے بعد ہمیشہ عرس امجدی میں حاضری دیتے رہے اور آستانہ حضور صدر الشریعہ کو والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ چومتے رہے۔

محدّثِ اعظمِ پاکستان حضرت علّامہ سردار احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد بن چودھری میراں بخش قدس سرہٗ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں اپنے آبائی وطن موضع دیال گڑھ ضلع گورداس پور (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں حاصل کی ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں اسلامیہ ہائی اسکول بٹیالہ میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ایف، اے، کی تیاری کے لئے لاہور تشریف لائے انھیں دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں شرکت کے لئے حجت الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ بھی تشریف لے گئے۔ آپ حضرت حجت الاسلام سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ان کی خداداد وجاہت اور کمال علمی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم کو خیر باد کہہ کر علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے ان کے ہمراہ بریلی شریف چلے آئے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگرانی میں کافیہ تک کی تعلیم دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں پائی اس کے بعد جب صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب قدس سرہٗ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو آپ بھی اکتساب علم وفیض کے لئے ہم رکاب رہے اور کتب منقول ومعقول کا درس لیا ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہوکر دوبارہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے اور یہیں سند فراغت حاصل کی۔

تکمیل علوم کے بعد پانچ سال تک

دارالعلوم منظر اسلام ہی میں تدریسی خدمات پر مامور رہے پھر ۱۳۵٦ھ میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں جس کے آپ خود بانی بھی ہیں شیخ الحدیث متعین ہوئے اور علم حدیث کی گرانقدر خدمات انجام دیں اس دور میں بے شمار اہل علم نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

۲۰ رمحرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو بریلی شریف میں مشہور دیوبندی مناظر مولوی منظور احمد نعمانی سے کامیاب مناظرہ کرکے اسے شکست فاش دی۔

تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے گئے کچھ عرصہ تک وزیرآباد اور سارو کی میں قیام فرمایا ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء کے اواخر میں لائل پور تشریف لائے اور بے سروسامانی کے عالم میں درس حدیث دنیا شروع کیا اس کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کی بنیاد رکھی جس سے آپ نے بے پناہ جدوجہد اور سعی پیہم کے باعث جلد ہی ملک و بیرون ملک میں کافی شہرت حاصل کرلی اور دور دراز سے کثیر تعداد میں طلبہ آکر آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ آپ کو بے پناہ چاہتے تھے چنانچہ آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ۔ مولانا سردار احمد میری داہنی آنکھ ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ اخبارات میں آپ کی شہادت کی جھوٹی خبر شائع ہوئی تو آپ کی فاتحہ خوانی کا اپنے وطن گھوسی میں شاندار اہتمام کیا اور قرآن خوانی کے بعد اشکبار آنکھوں سے آپ کے سلسلہ میں تقریر فرمائی

(بروایت علامہ ضیاء المصطفٰے صاحب قادری)

حافظ ملت قدس سرہٗ کی طرح آپ نے بھی اخیر عمر تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا آپ کے بھی کثیر تلامذہ ہندوپاک اور دوسرے ممالک میں دین متین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ حافظ ملت کی طرح آپ کے درس کی بھی بہت شہرت ہوئی حتیٰ کہ آخری دور میں سند فراغت حاصل کرنے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہو جایا کرتی تھی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کی وجاہت آپ میں نمایاں تھی۔

آپ پیکر اخلاق، سراپا شفقت، باوقار و بارعب اور پر شکوہ و پرکشش شخصیت

کے مالک تھے آپ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ حاضری دینے والا شخص ہمیشہ کے لئے آپ کا گرویدہ ہو جایا کرتا تھا۔ اتباع سنت، علم و تدبر اور کم گوئی وسادگی میں آپ بھی مجاہد ملت کی طرح حضرت صدر الشریعہ کا نمونہ و مظہر تھے ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۶ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے مگر پابندی کے باوجود تصویر نہیں بنوائی۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ سے سلسلہ قادریہ رضویہ میں بیعت و مجاز تھے اور حضرت شاہ محمد سراج الحق صاحب چشتی نے سلسلہ چشتیہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔

درس و تدریس کے ساتھ رشد و ہدایت کا معاملہ بھی جاری تھا ہزارہا افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ نے تمام عمر علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی خدمت اور وعظ و ارشاد میں صرف کر دی اس لئے تصنیف و تالیف کا موقع نہ مل سکا تاہم چند تصانیف (۱) اسلامی قانون وراثت۔ (۲) تبصرۂ مذہبی بر تذکرۂ مشرقی (عنایت اللہ مشرقی کے تذکرہ پر تبصرہ) (۳) مرزا مرد ہے یا عورت (در ردّ مرزائیت) (۴) موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام، آپ کی بہترین یادگار ہیں

بغرض علاج کراچی تشریف لے گئے اور وہیں یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو جمعہ کا دن گذار کر شب میں ایک بجکر چالیس منٹ پر علم و عرفان کا یہ گنج گرانمایہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نعش مبارک لائل پور لائی گئی۔ چار لاکھ افراد نے جنازے میں شرکت کی ہزارہا افراد نے جنازے پر ایک نور کو سایہ کناں دیکھا بارگاہ الٰہی اور دربار رسالت میں آپ کی مقبولیت کی یہ روشن دلیل ہے۔

شاہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ احاطۂ سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔

(بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

حضرت شیر بیشہ اہلسنت علیہ الرحمہ

مولانا محمد حشمت علی خاں ابن نواب علی خاں لکھنؤ میں ۱۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنا مادۂ تاریخی سگِ درگہ بغداد تحریر فرماتے تھے یہیں تربیت ونشوونما پائی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے اساتذہ سے دس برس میں قرآن حفظ کیا اور بارہ برس کی عمر میں قرأت کی سند حاصل کی۔ والد گرامی کے حکم پر ۱۳۳۶ھ میں دارالعلوم منظر اسلام حاضر ہوئے۔ جہاں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے مختلف علوم وفنون کا درس لیا۔ ۱۳۳۸ھ میں جبکہ ابھی زیر تعلیم تھے۔ حضور اعلیحضرت نے ایک دیوبندی سے مناظرہ کرنے کیلئے آپ کو تنہا ہلدوانی بھیجا۔ جہاں اس انیس سالہ طالب علم نے دیوبندی مولوی کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ اور فتح دکامرانی کیساتھ واپس ہوئے۔ اعلیحضرت بہت خوش ہوئے ابوالفتح کنیت بخشی۔ اور انعامات سے نوازا۔

شعبان ۱۳۴۰ھ میں منظر اسلام بریلی شریف کے جلسۂ عام میں آپ کی دستار بندی ہوئی سند فراغت کے علاوہ حضرت حجۃ الاسلام۔ حضرت صدر الشریعہ، اور حضرت مفتی اعظم ہند نے اپنی اپنی خلافتوں سے نوازا۔ چند برس یہیں منظر اسلام میں مدرس رہے۔ پھر دھوراجی مدرسہ مسکینیہ میں صدر المدرسین بنا کر بھیجے گئے۔ پھر پادرہ ضلع بڑودا کے مدرسہ اہل سنت میں صدر مدرس ہوئے۔

ردّ وہابیہ آپ نے اپنی پوری زندگی ردّ وہابیہ میں صرف کی۔ بیشمار مناظرہ کئے اسی لئے وہابیہ آپ کے بدترین دشمن بن گئے چنانچہ دھوراجی میں قیام کے دوران وہابیہ نے آپ پر جادو کر دیا۔ مجبوراً آپ کو وہ جگہ چھوڑنی پڑی۔ بڑودا آنے کے بعد راندیر میں محمد حسین سے آپکا تاریخی مناظرہ ہوا اور آپ کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ سورت میں اس کی تہنیت میں جلسۂ عام میں علماء نے آپ کو شیر بیشہ اہلسنت کا خطاب دیا۔ جو اتنا مشہور رہا کہ بمنزلہ علم بن گیا۔ مگر آپ کو اعلیٰحضرت کی دی ہوئی کنیت ابوالفتح بہت محبوب تھی

اور اعلیٰ حضرت سے اس قدر الفت و محبت تھی کہ خود کو عبید الرضا لکھتے تھے۔

وہابیہ کے تقریباً تمام مشہور و معروف عالموں اور مناظروں سے آپ نے مناظرہ کر کے انھیں شکست خوردہ اور ساکت کر دیا۔ آپ زندگی بھر فرقہائے باطلہ سے جہاد باللسان و بالقلم فرماتے رہے۔ آپ نے لاکھوں بے دینوں کو توبہ کرا کے سنی مسلمان بنایا۔ بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے تعارف میں نام بتانے کے بعد جب پیشہ پوچھا گیا تو فرمایا (رد وہابیہ)۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ آپ کے اندر عشق رسول، دین و سنیت کی بقا اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کا کس قدر جذبہ تھا۔ آپ نے دین و سنیت کے لئے بے شمار کارنامے انجام دیئے۔ برصغیر کے طول و عرض میں آج بھی آپ کی تحریری و تقریری اور تبلیغی خدمات سے لوگوں کی نگاہیں اور کان آشنا ہیں۔ بالآخر کم و بیش چالیس برس فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد ۸ ر محرم الحرام ۱۳۸۰ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ عمر ساٹھ برس تھی۔

امام المناظرین ۔ اور موت العالم موت العالم

۱۳۸۰ ۱۳۸۰

الجمع مادۂ تاریخ وفات ہے۔

(بقلم مرتب غفرلہ)

از:۔ عارف گھوسوی

زمانہ کیوں نہ ہو شیدا میرے صدر شریعت کا
جس کا چار سو چلتا ہے سکہ علم و حکمت کا

تیرے باغِ صدارت میں نسیم صبح چلتی ہے
پھریرا ہاتھ میں لیکر ابھی تک اہلسنت کا

دعا میں ذاتِ امجد کا وسیلہ گر دیا جائے
خداوندِ دو عالم کھولدے گا در اجابت کا

کرم اس ہستیٔ کامل کا ہو جائے اگر عارف
تو میرے کشتِ دل پر خوب برسے ابر رحمت کا

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ

حضور مجاہد ملت ۸ر محرم الحرام ۱۳۲۲ھ بروز شنبہ صبح صادق کے وقت دھام نگر اڑیسہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد حبیب الرحمٰن تھا، آپ ملا محمد عبد المنان ولد محمد مظہر الحق عرف ملا مظہر میاں کے بیٹے تھے، آپ کا نسب نامہ حضرت شاہ کمال بلخی علیہ الرحمہ سے ہو کر چند واسطوں سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہونچتا ہے۔ آپ کے والد ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک تھے جن کا شمار اڑیسہ کے چار بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا مجاہد ملت نے اسی جاہ و حشمت کے ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ ابھی حضرت کی عمر نو سال کی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ماجدہ اور ماموں حضرت ملا ابرار الحق مرحوم پر عائد ہوئی ابتداءً آپ نے کچھ انگریزی تعلیم حاصل کی پھر والد ماجد کے خواہش کے مطابق دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولوی شفقت حسین صاحب مرادآبادی اور حضرت عبد المجید صاحب مرحوم سے فارسی کی تعلیم لی۔ فارسی پر عبور حاصل کرنے کے بعد عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، مولوی عبد العزیز صاحب سے میزان اور کافیہ اور ظہور حسام صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا عبد الصمد صاحب علیہ الرحمہ سے شرح تہذیب، قطبی، شرح وقایہ و شرح جامی پڑھی ۹ر رجب ۱۳۴۰ھ میں آپ کی شادی ہوئی اس کے بعد آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے وہاں سے واپسی کے بعد مزید تعلیم کے لئے ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں داخلہ لیا۔ یہاں مولانا نعیم الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ تلمیذ امام احمد رضا قدس سرہٗ سے قطبی مع المیر پڑھی، مولانا مرحوم نے تھوڑے ہی عرصہ بعد مدرسہ سبحانیہ چھوڑ دیا۔ پھر کئی مدرسین آئے مگر

مجاہد ملت جیسے ذہین طالب علم کو مطمئن نہ کر سکے اس وجہ سے رخصت ہوتے گئے آپ ہی کی خواہش کے مطابق مولانا عبدالرحمٰن صاحب بادشاہ پوری کو بلوایا گیا۔ آپ نے ان سے ملا جلال، اور ترمذی شریف وغیرہ پڑھی۔ دو سال بعد اجمیر شریف تشریف لے گئے اور جامعہ معینیہ میں داخلہ لیکر حضرت مولانا عبدالحئی صاحب دیشالی اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہما الرحمہ سے حمد اللہ، میر زاہد، قاضی مبارک، امور عامہ، اور توضیح تلویح جیسی کتابیں پڑھی، دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے حدیث کی بقیہ کتابوں کو پڑھا اور سند حدیث حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت پانے کے بعد وہیں جامعہ نعیمیہ میں مدرس ہو گئے ۱۹۳۴ء میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے علم و حکمت کے دریا بہائے۔ یہاں تک کہ آپ کی تدریسی عظمت کا ہر طرف شہرہ ہوا۔ ملک کے طول و عرض میں مختلف سیاسی اور مذہبی مسائل کی وجہ سے آپ کی مصروفیات میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مزید تدریسی مشغلے کو برقرار نہ رکھ سکے اور مجبوراً مدرسہ سبحانیہ سے الگ ہو کر ہمیشہ کیلئے جامعہ حبیبیہ سے منسلک ہو گئے۔ مسند تدریس سے حضرت کا ہٹنا طالبان علم کے لئے ایک عظیم سانحہ ثابت ہوا۔ مگر یہیں سے آپ کا دعوت و تبلیغ، مناظرے اور مختلف تحریکات کا انقلاب آفریں دور شروع ہوا۔ آپ مفتی عبدالکافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ مولانا سید شاہ مفتی محمد احسن صاحب علیہ الرحمہ کے اس سلسلے کی اجازت و خلافت ملی۔ حضرت اشرفی میاں نے بھی آپ کو اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔

حضرت مجاہد ملت اپنی حیات مبارکہ میں سات بار حرمین شریفین حاضر ہوئے اور چھ بار مناسک حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی آخری مرتبہ ۱۹۷۹ء میں آپ کو نجدیوں کے مظالم کا شکار ہونا پڑا اور مناسک حج ادا کئے

بغیر واپس کردگیا۔ آپ دو بار بغداد شریف بھی تشریف لے گئے۔ آپ کو اپنی زندگی میں چھ بار جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑا۔ آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کمیٹی کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی، جسکا مقصد مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح اور تنظیم و اتحاد کا قیام ذخائر اسلامی کے بقا کی تدبیریں اور دین کی اشاعت و تبلیغ تھا۔ اس تنظیم کے تحت متعدد شاندار جلسے ہوئے، اور دوسری تنظیم خاکساران حق کے نام سے قائم کی جس کی حیثیت اسلامی فوج کی تھی۔ آپ نے حبیب المطابع کے سے نام ایک شاندار مطبع بھی قائم کیا اور مکتبۃ الحبیب کے نام سے ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی، آپ نے فرقہائے ضالہ کے ساتھ متعدد مناظرے کئے اور حقانیت کو بھرپور واضح کردیا آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ نماز پڑھتے وقت نہ جیب میں روپے (جس پر تصویر ہو) رکھتے اور نہ کلائی پر گھڑی باندھتے، ساری چیزیں صدری کے جیب میں رکھکر صدری اتار دیتے پھر نماز ادا کرتے۔ نہ جانے کتنی بار صدری کے جیب سے ہزاروں کی رقم نکل گئی مگر مجاہد ملت نے اس کی چھان بین تک نہ کرائی آپ خط لکھتے تو کارڈ پر پتہ لکھتے وقت اس کو الٹ دیا کرتے تاکہ تحریر کے اعتبار سے تصویر الٹی دکھائی دے۔

۶ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳ر مارچ سنہ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ شام پانچ بجکر ۴ر منٹ پر آپ ہمیشہ ہمیش کیلئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ بیاسی سال ۵ر ماہ اور چند روز کی عمر میں آپ نے بے شمار دینی خدمات انجام دی۔ آپ کے دینی و ملی کارناموں کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ آپ مسلمانوں کے دینی و مذہبی قائد بھی تھے۔ اور سیاسی و سماجی قائد بھی۔ آپ کے بعد مسلمانوں کو کوئی صحیح قائد نہ مل سکا۔ اور آج تک ہم قیادت کو ترس رہے ہیں۔

(بقلم مرتب غفرلہ)

سیّد العلما حضرت مولانا سیّد آل مصطفےٰ مارہروی علیہ الرحمہ

ولادت و نام سید آل مصطفےٰ اولاد حیدر نام نامی، آپ کی ولادت یکشنبہ دسویں شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ کی ہے۔

تعلیم و تربیت قطب وقت حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی قدس سرہٗ (جو آپ کے نامور ماموں تھے) کے زیر سایہ آپ کی تربیت ہوئی۔ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں بر سول حضرت صدر الشریعہ حجۃ العصر مولانا الحکیم محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ کے زیر نگرانی تعلیم حاصل کی طب کی تعلیم طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں پائی حکیم عبد اللطیف فلسفی مشفق اساتذہ میں تھے۔

دینی، ملی و قومی خدمات برسہا برس مسجد قصابان کھڑک روڈ بمبئی میں امامت و خطابت کے منصب پر فائز رہے ۱۹۵۸ء میں سنی مسلمانوں کی ملی، دینی، اور سیاسی تنظیم کے لئے سنی جمیعۃ علمار قائم کی۔ ذمہ داری کے احساس اور عمدہ کارکردگی کی بنا پر وقت تاسیس سے مستقل صدر رہے۔ اعلیٰ درجے کے خطیب، بہترین نثر نگار اور خوش فکر شاعر تھے۔ ملک کے طول و عرض میں کانفرنسوں کی صدارت اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرکے قوم کو رشد و ہدایت پر لانا ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا آپ کی زندگی کا ایک انمول باب ہے بڑے سے بڑا خطیب اجلاس سے خطاب کر چکا ہوتا مگر جب سید العلمار رونق اسٹیج ہوکر قوم سے خطاب کرتے تو پوری تقریر نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کے جھنکار میں ہوتی۔ اور لوگ سید العلمار (جو آپ کا لقب تھا) اور سید الخطبار زندہ باد کے نعروں میں آپ کی تحسین کرتے۔ زبان میں مولیٰ تعالیٰ نے اثر دی تھی۔ انداز بیان بڑا ہی شاہانہ اور گر جدارانہ ہوتا تھا — آپ رات میں وعظ و تقریر کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا فرماتے۔ اور دن میں بیعت و ارشاد کے مصلیٰ پر بیٹھ کر تشنگان معرفت کو وصال کے جام پلاتے۔ اور اسطرح ہزارہا ہزار لوگ آپکے دامن سے وابستہ ہوکر اور آپسے بیعت ہوکر کفر و ارتداد سے اپنے کو بچاتے۔

آپ سرکار کلاں خانقاہ برکاتیہ کے زیب سجادہ نشیں بھی تھے اور اپنی سجادگی کا حق ادا فرمایا۔ بقلم مولوی محمد حسین متعلم

خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمۃ

محمد خلیل خاں ابن عبد الجلیل خاں ابن اسماعیل خاں جولائی ۱۹۲۰ء میں علی گڈھ کی مشہور ریاست دادوں سے ملحق موضع کھریری میں پیدا ہوئے، آپ کی پیدائش کے چھٹے روز والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ پھر دادا کا بھی انتقال ہوگیا جس کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ اپنی نانیہال مارہرہ شریف آشریف لائے۔ یہاں آکر والدہ ماجدہ کے سائے سے بھی محروم ہوگئے چنانچہ آپ کو چچا صاحب نے اپنی تربیت میں لیا۔

تعلیم آپ کے قدیم آباء واجداد سے ہی تعلیم وتعلم کا سلسلہ چلا آرہا تھا، سن شعور میں پہونچنے کے بعد آپ نے بھی انگریزی تعلیم مارہرہ شریف کے مقامی اسکول میں حاصل کی اور ۱۹۳۴ء کے اوائل میں انگریزی ٹڈل اچھی پوزیشن سے پاس کیا۔ اسی دوران ڈیڑھ سال کا عرصہ اپنے چچا کے ہمراہ حیدر آباد سندھ میں بھی گذارا، وسائل کی کمی کی وجہ سے قصبہ سے باہر حصولِ علم کے لئے نہ جا سکے، اسکول سے فراغت کے بعد ریاست منیڈو کے مدرسہ یوسفیہ عربیہ میں چھ ماہ تک گلستاں بوستاں پڑھی، جس کے بعد تقدیر کشاں کشاں آپ کو ریاست دادوں لے آئی۔ جب مدرسہ حافظیہ سعیدیہ پہونچے۔ تو داخلہ کا وقت گذر چکا تھا، مگر ریاست سے تعلق کی بنیاد پر آپ کو سفارش ملی اور داخلہ ہوگیا۔ ادھر نواب ابوبکر خاں صاحب متولی مدرسہ کی وفات ہوگئی۔ اور نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب مدرسہ کے متولی ہوئے متولی ہونے کے بعد آپ کی نظرِ انتخاب حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی جو اس وقت منظر اسلام بریلی میں صدر مدرس اور کہنہ مشق شیخ الحدیث تھے۔ حاجی میاں نے اس تاکیدی حکم کے ساتھ اپنا کارندہ حضرت

کی خدمت میں بھیجا، کہ حضرت صدر الشریعہ کو ہر قیمت پر لانا ہے۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ تشریف لے آئے۔ مدرسہ کی قسمت جاگ اٹھی دو سال بعد حضرت صدر الشریعہ نے مدرسہ کی تعلیمی سرپرستی قبول فرمائی، یہ دور مدرسہ کا شاندار دور تھا، مفتی محمد خلیل خاں صاحب نے ۱۹۴۰ء ۱۳۵۹ھ میں درجۂ مولوی اور ۱۹۴۲ء ۱۳۶۱ھ میں درجۂ عالمیت کی سند یہیں سے حاصل کی اور اسی سال دستار بندی عمل میں آئی۔

مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے فراغت کے بعد تقریباً تین چار ماہ حضرت مفتی صاحب نے مختلف علاقوں میں تبلیغی دورے کئے، اس دوران کئی جگہ سے مدرسی کی پیش کش ہوئی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اور مارہرہ شریف تشریف لے آئے۔ اور یہیں مدرسہ قاسم البرکات سرکار کلاں میں صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے ڈیڑھ سال تک رہے۔ اس کے بعد چند ماہ تجارت میں لگایا، اسی عرصہ میں سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے بھی آپ سے تعلیم لی۔

خدمات:۔ اوائل شباب میں آپ مسلم لیگ کے جلسوں میں شریک رہے اور جھنڈا لیکر سب سے آگے چلتے تھے۔ مگر پھر آپ نے سیاست میں عملاً حصہ لینا بند کر دیا۔ مگر کانگریس اور کانگریسوں کی ہمیشہ تردید کرتے رہے۔

فراغت کے بعد مارہرہ شریف کے مدرسہ قاسم البرکات میں تقریباً دو سال تک صدر مدرس رہے ۱۹۴۶ء ۱۳۶۶ھ کے اوائل میں میرٹھ چھاؤنی میں بحیثیت C.S.M. (سویلین اسکول ماسٹر) تقرر ہو۔ چھ ماہ بعد فوج سے استعفیٰ دے دیا اور پھر مدرسہ قمر الاسلام میرٹھ میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت اولاد رسول سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پھر دوبارہ مارہرہ شریف آئے۔ اور سابقہ خدمات انجام دینا شروع کر دی۔ مدرسہ اسلامیہ مارہرہ میں تقریباً چار سال تک ۱۳۶۷ھ تا ۱۳۷۰ھ بحیثیت صدر مدرس اور جامع مسجد شیش گراں میں بحیثیت خطیب و امام خدمات انجام دی۔ یکم فروری ۱۹۴۸ء ۱۳۶۷ھ کو حضرت کی شادی ہوئی یہ وہ دور تھا جب پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا۔ حالات بگڑتے جا رہے تھے۔ پورا خاندان

پاکستان منتقل ہوگیا۔ صرف آپ کی اہلیہ آپ کے ساتھ تھیں۔ بالآخر آپ نے بھی ترک وطن کا فیصلہ فرمایا۔ اور تیئس ۲۲ شعبان ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ میرپور اور پھر کراچی میں ایک سال تک مقیم رہے۔ جہاں مسجد کھتری کھارا در کراچی میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ایک سال بعد کراچی سے حیدرآباد منتقل ہو گئے۔ جولائی ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء میں سید جعفر حسین صاحب مرحوم کی نگرانی میں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی یہ دارالعلوم سندھ میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ آپ مفتیٔ اعظم سندھ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

دارالعلوم برکات کی مسجد خضریٰ میں امامت وخطابت کے فرائض بلاکسی معاوضہ کے انجام دیتے رہے۔ اور بھی مختلف مساجد میں وقتاً فوقتاً امامت وخطابت کرتے رہے۔ مگر جب لاؤڈ اسپیکر کی وبا عام ہو گئی تو آپ نے خطابت وامامت چھوڑ دیا۔

۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء میں تدریسی کام دوبارہ شروع کیا لیکن زبان پر چھالے پڑجانے کی وجہ سے آپ نے تدریس وتقریر کا سلسلہ بند کر دیا اور پوری محنت کے ساتھ افتاء وتصنیف کے کام میں لگے رہے آپ کے دست حق پرست پر تقریباً ۶۶ رمرد اور عورتوں نے اسلام قبول کیا جن میں ہندو مسیحی وبہائی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے تقریباً ۴۱ رکتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں مطبوعہ غیر مطبوعہ اور تراجم بھی شامل ہیں۔ اور خلاصۃ التفاسیر کے نام سے قرآن کریم کی تفسیر بھی فرمائی ہے۔ آپ سید شاہ محمد عمر صاحب برکاتی سے بیعت ہیں۔ اور انھیں کی ایما پر بعد وصال حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ نے خلافت عطا فرمایا۔

صدر الشریعہ کی بارگاہ میں

آپ صدر الشریعہ کے بڑے چہیتے شاگرد ہیں۔ آپ پر حضرت خاص شفقت فرماتے اپنا ایک اہم واقعہ صدر الشریعہ سے متعلق اپنی قلمی یادداشت میں تحریر فرماتے ہیں

> "مدرسہ حافظیہ میں مروجہ نصاب میں تبدیلی ہوئی تو فقیر مدرسہ کی ساتویں جماعت میں تھا اس تبدیلی کے باعث حضرت صدر الشریعہ

نے بجائے جماعت ہشتم کے جماعت نہم میں
فقیر کو ترقی دے دی فقیر نے اعتراض بھی کیا
کہ حضرت میری کتابیں چھوٹ جائیں گی فرمایا
تم بہتر جانتے ہو یا ہم جانتے ہیں؟ چنانچہ
جماعت نہم سے فارغ ہونے کے بعد جب
فقیر دورۂ حدیث میں شریک ہوا تو دوران سال
سنہ ۱۳۶۲ھ/سنہ ۱۹۴۳ء میں نواب حاجی غلام
محمد خاں صاحب کا انتقال ہو گیا اور نواب
حاجی محمد جان خاں صاحب عرف مولوی میاں
متولی مدرسہ ہوئے۔ لیکن حضرت والا نے
دادوں کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی فقیر کو
اگر حضرت نے ترقی نہ دی ہوتی تو یہ فقیر
دورۂ حدیث میں حضرت اقدس سے کوئی
استفادہ نہ کر پاتا حضرت کی کرامت نے فقیر
کو اس محرومی سے بچا لیا۔ (قلمی یادداشت)

حضرت صدر الشریعہ کو آپ کی علمی لیاقت
پر بڑا اعتماد تھا۔ آپ کی طالب علمی کے زمانے
میں حضرت صدر الشریعہ نے چند کتب بھی تدریس
کے لئے سپرد فرمائیں۔

مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں مدرسہ کی
جانب سے فٹ بال کھیلنے کا اہتمام ہوتا تھا
حضرت صدر الشریعہ اس سلسلے میں ہمیشہ طلبہ
کی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ ایک واقعہ کا ذکر
کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ ہماری ٹیم پڑوس کی ریاست
میں کھیلنے گئی، مقابلے پر آنیوالی ٹیم صرف
ایک ٹیم تھی اور اصولوں سے ناواقف، اُنکا
مقصد صرف جیتنا تھا۔ خواہ کسی طور پر غرض
کہ دوہرے پٹے، چوٹیں بھی آئیں اور ہارے
بھی ہمارے آنے سے پہلے ہماری شکست
وریخت کی خبر حضرت صدر الشریعہ تک پہونچ
چکی تھی۔ ہماری ہمت سامنے پڑنے کی نہ
ہوئی، اور اس انتظار میں رہے۔ کہ حضرت
نماز مغرب سے فراغت کے بعد مکان تشریف
لے جائیں تو احاطۂ مدرسہ میں داخل ہوں
ہماری شامتِ اعمال کہ حضرت والا نے
نمازِ مغرب کے بعد گھر سے پانوں کی ڈبیا منگا
لی اور ایسی جگہ قیام فرمایا کہ احاطہ میں داخل
ہونے والا شخص نظر آجائے ہم نے جھانک کر
دیکھا کہ تو شرم آئی، آخر کار اندر داخل ہوئے
سلام عرض کیا، تو فرمایا۔ بہت ترسے کی
بار کے آگیا۔ پھر مکان میں تشریف لے گئے

تین ماہ بعد جب ہم نے اس ٹیم کو اپنے یہاں
دعوت دی اور اُن کو اُسی طریقے پر شکست
فاش دی اور پھر حضرت کا آمنا سامنا ہوا تو
فرمایا ,, ہاں ! اب ٹھیک ہوا ,, خود فرماتے ہیں
کہ ایک مرتبہ طلبہ میں ایک علمی بحث چھڑ گئی
کسی نے کچھ موقف اختیار کیا کسی نے کچھ میں
نے بھی ایک علاحدہ موقف اختیار کیا ۔ مگر
دلائل کسی کے پاس نہیں تھے ، بات بڑھی
تو طے پایا کہ حضرت کی خدمت میں چلو جوش
میں اٹھے اور خدمت میں حاضر ہو گئے ،
سامنے پہنچے تو جوش کافور ہو گیا ۔ اب کوئی
نہیں بولتا کہ اس حاضری کا منشا کیا ہے ؟
آخر فرمائش پر اس فقیر نے عرض کیا کہ یہ بحث
ہے اور فقیر یہ کہتا ہے جبکہ فلاں صاحب
یہ فرماتے ہیں ۔ فرمایا تیری بات صحیح ہے
اور پھر فرمایا کہ مسائل شرعیہ پوچھنے میں ہم
سے شرم کرو گے تو پھر روئے زمین پر کوئی
بتانے والا نہ پاؤ گے ۔ اور پھر مفتی صاحب
خود فرماتے ہیں ۔ کہ بحمداللہ تقریباً پچیس ۲۵
سال بعد یہ مسئلہ نووی میں مل گیا ۔ فرماتے
ہیں کہ حضرت والا کی اس شفقت نے ہمیں

گستاخ کر دیا تھا ۔ اور ہم حضرت سے بلا دھڑک
مسائل پوچھ لیا کرتے تھے ۔ لیکن بلا وجہ زبان
تو درکنار جلالت علمی کی باعث ہنس کر بات
کرنا بھی دشوار ترین مرحلہ تھا (قلمی یادداشت)

حضرت کو بعد وصال بھی طلبہ کی طرف
جو التفات ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں

,, فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحریر میں
الجھن پیش آئی ، خواب میں تشریف لا کر
ارشاد فرمایا ۔ بہار شریعت کا فلاں حصہ
دیکھلو ، صبح اُٹھکر بہار شریعت اٹھائی اور
مسئلہ حل کر دیئے ۔ وصال شریف کے
بعد فقیر نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ کتب
احادیث کا درس دے رہے ہیں ، مسلم
شریف سامنے ہے ۔ سفید اور شفاف لباس
میں ملبوس تشریف فرما ہیں ۔ مجھ سے فرمایا
آؤ تم بھی پڑھ لو ۔ (منہ)

حضرت صدر الشریعہ کو آپ پر اس قدر
اعتماد تھا کہ ایک بار جبکہ خاکسار تحریک زوروں
پر تھی جس کے داعی ہر طرف گشت کر رہے تھے
اس تحریک کی بنیاد غلط مذہب پر رکھی گئی
علمائے اہلسنّت کے خلاف رسائل ، اشتہارات

وغیرہ کی بھرمار تھی، مفتی صاحب دورانِ طالب علمی میں اس تحریک کے چوبیس[۲۴] نکات کا رد بنام "خنجر آبدار بر فرقہ خاکسار" لکھکر صدر الشریعہ کو سنا رہے تھے کہ خاکسار پارٹی کا ایک مبلغ کوٹ پینٹ میں ملبوس حضرت کے پاس آیا اور بولا۔ میں اس تحریک کے بارے میں آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا، میرا بچہ ہے پہلے اس سے بات کرلیں، حضرت مفتی صاحب بلائے گئے مبلغ حیران کہ میں اس بچہ سے کیا بات کروں جبکہ حضرت صدر الشریعہ کے اس بچہ نے چوبیس نکات سامنے لاکر اس روباہ کو۔ فبہت الذی کفر۔ کا مصداق بنادیا۔ اور وہ لاجواب ہوکر چلا گیا۔

حضرت مفتی خلیل العلماء اور حضرت صدر الشریعہ کے درمیان ایک سعادت مند شاگرد اور ایک مشفق استاذ کے معاملات کا سارا قصہ میں مفتی صاحب کے ان جملوں پر ختم کرتا ہوں۔

"حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی بے غایت نوازشیں، اور ان کی بارگاہ سے حصول فیضان سے اپنے دامن کی کوتاہی پر حسرتیں کیسے دل سے نکل سکتی ہیں، حضرت والا کا اس فقیر سے عموماً "تو" سے تخاطب اور اس کی لذتیں دل میں بسی ہوئی ہیں۔

دیکھاؤں تو کیسے دیکھاؤں، اور بتاؤں تو کیونکر بتاؤں۔ (منہ)

(بقلم مرتب غفرلہ)

از:۔ مضطر اعظمی

قطعہ

نبی کی الفت کامل کا اک دریا تھا سینے میں
گذاری عمر ساری بادۂ عرفاں کے پینے میں

اسے شہر نبی میں دیکھنے والوں نے دیکھا ہے
بظاہر تو نہیں ہوبہو وہ شیدائی مدینے میں

شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جعفری جونپوری

آبائی وطن جونپور میں آپ کی ولادت ہوئی جعفری زینبی نسب ہے۔ شاہان شرقی کے زمانہ میں آپ کے آباء واجداد منصب قضاء پر فائز تھے ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں ہوئی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے انگلش میں بی، اے فائنل کیا انگریزی تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق پیدا ہوا اور صدرالافاضل حضرت مولٰنا سید نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ سے کسب فیض کے لئے جامعہ نعیمیہ مرادآباد حاضر ہوئے اور آپ سے درس نظامیہ کی متعدد کتابوں کا درس لیا۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی قدس سرہٗ کے درس کی شہرت سن کر بہت سارے طلبہ کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس پہونچے۔ انتہائی شوق وذوق اور کمال انہماک ویکسوئی سے اساتذۂ دارالعلوم سے درس نظامیہ کی کتب متوسطات پڑھیں معقولات ومنقولات کی منتہی کتابوں اور حدیث پاک کی تکمیل فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ سے کی ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ وہاں سے مستعفی ہوکر چالیس طلبہ کے ہمراہ جو اپنے دور کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ساتھ آنیوالے تلامذہ میں...... شامل تھے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۲ھ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قدس سرہٗ اور دیگر اکابر اہلسنت کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت حاصل کی۔

زمانہ تعلیم ہی سے آپ کی ذہانت و فطانت اور حاضر جوابی بے مثل تھی یہی وجہ تھی کہ اپنے رفقاء درس میں "خیرالاذکیاء" سے مشہور تھے۔ حضرت صدرالشریعہ سے بہت زیادہ

قربت حاصل تھی۔

فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیا۔

آخرالذکر دو مدارس میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے۔ بعدہٗ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں مسند صدارت کی زینت بنے ۱۳۹۴ھ میں جب حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی تعمیری سرگرمیوں کی بنا پر تدریسی فرائض سے الگ ہوئے تو الجامعۃ الاشرفیہ میں شیخ الحدیث کے لئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے اراکین و مدرسین کے اصرار کے باوجود بحیثیت شیخ الحدیث حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے الجامعۃ الاشرفیہ میں آپکا تقرر فرمادیا۔ ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء تک آپنے بہت ہی انہماک اور حسن و خوبی کے ساتھ شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے مگر جامعہ رضویہ کے اراکین اور احباب بنارس کے پیہم اصرار اور مسلسل سفارش سے مجبور ہو کر دوبارہ جامعہ حمیدیہ رضویہ تشریف لے گئے۔ جہاں اخیر عمر تک مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔

درس نظامیہ کے جملہ فنون پر آپ کو عبور تھا خصوصاً فلسفہ جدیدہ اور قدیمہ میں تو مہارت تامہ حاصل تھی۔ انگریزی کی بھی اچھی صلاحیت تھی متعدد بار ملحد و بے دین اور دہریوں سے مناظرہ کیا جس میں آپنے فلسفہ جدید و قدیم کی روشنی میں ان کے ملحدانہ اعتراضات کے ایسے شافی و وافی جوابات دیئے کہ اکثر و بیشتر نے آپکے دست حق پرست پر توبہ کی۔

آپ کی تصنیفات میں قانون شریعت جو دو جلدوں میں بہار شریعت کا اقتباس ہے۔ بہت مشہور اور خاص و عام میں مقبول و معروف ہوئی، فن منطق میں "قواعد النظر فی مجانی الفکر" اور علم نحو میں "قواعد للاعراب" بھی آپکے وفور علم پر دال ہیں دس سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا شب جمعہ یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو بنارس میں علم و حکمت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اور اپنے آبائی وطن جونپور میں مدفون ہوئے۔

(بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

امینِ شریعت حضرت علامہ
مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ مدظلہ مفتی اعظم کانپور

بھوانی پور ضلع مظفر پور میں ۱۳۱۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی آبائی وطن حاجی پور جڑھوا جلال گڑھ ہے۔ جڑھوا گڑھ کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ جلال الدین علیہ الرحمہ سے نسبی تعلق ہے ابتدائی تعلیم درجہ چہارم تک بھوانی پور کے ایک اسکول میں ہوئی۔ فارسی کی کتابیں مولوی طاہر حسین مرحوم عارض پوری سے پڑھیں۔ والد ماجد نے اپنی رحلت سے ایک سال قبل مدرسہ احمدیہ مظفر پور میں داخل کر دیا۔ جہاں علم الصیغہ، فصول اکبری وغیرہ پڑھیں۔ ۱۳۴۳ھ میں مدرسہ عزیزیہ بہار شریف تشریف لائے اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن بہاری سے شرح وقایہ شروع کی۔ اور مولانا مفتی عبد المتین سے آثار السنن کا درس لیا۔ ۱۳۴۵ھ میں جونپور کا تعلیمی سفر فرمایا۔ اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخلہ لے کر مشکوٰۃ شریف، سراجی، وغیرہ پڑھیں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے درس کا شہرہ سن کر ۱۳۴۱ھ میں جونپور سے اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوئے دار العلوم معینیہ عثمانیہ حاضر ہو کر حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی حضرت مولانا حکیم سید عبد الحئی افغانی مولانا مفتی امتیاز احمد امیٹھوی قدست اسرارہم سے درسیات کی تکمیل کی۔ خارج اوقات میں حضرت صدر الشریعہ سے متقدمین کی کتابوں کا درس لیا۔ ۱۳۵۱ھ میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف حاضر ہوئے۔ ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قدس سرہٗ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

اسی سال مدرسہ محمدیہ جائس رائے بریلی

کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کر کے مطب شروع کیا۔ اور ساتھ ہی درس بھی دیتے رہے چند سال جامع مسجد سلطانپور کے خطیب رہے اسی دوران آپ نے اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ روافض کا رد بلیغ فرما کر ان کا زور توڑ دیا اور سنیت دشمن سرگرمیوں کا قلع قمع کیا وہاں سے وطن آ کر تین سال تک مطب کیا اسکے بعد دوبارہ جائس تشریف لے گئے اور تقریباً سترہ برس تک دینی و تعلیمی خدمات انتہائی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے ساتھ انجام دیتے رہے سولہ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۶۹ھ کو مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کا تقرر ہوا۔ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ میں دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کے منصب صدارت پر فائز ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال تک درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا پھر مدرسہ مسکینہ دھوراجی ضلع راجکوٹ تشریف لے گئے ۱۳۸۲ھ تک تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیں اس کے بعد پھر مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور کے سرپرست منتخب ہوئے، اور پھر دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات کی دینی و علمی سرپرستی فرمائی اور اپنے فیض سے سیراب فرماتے رہے۔

آپ کا شمار اس دور کے صف اوّل کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ علمی لیاقت خاندانی وجاہت اور تفقہ فی الدین بدرجہ اتم آپ میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مجلس علمائے اہلسنت کانپور نے ۱۳۷۲ھ میں مفتی اعظم کانپور کا منصب آپ کے سپرد کیا۔

حضرت الحاج سید شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ اور تمام سلاسل کی اجازت بھی، زیارت حرمین طیبین کی کی سعادت دو مرتبہ حاصل ہوئی مدینہ منورہ میں حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ نے سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی مکہ مکرمہ میں الگ قیام جماعت کے سبب قاضی القضاۃ نجدی سے گفتگو ہوئی جس میں اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

۳ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۸۳ء بروز بدھ ۲ بجکر ۵۵ منٹ پر یہ آفتاب علم و حکمت ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؕ

(بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رحمۃ اللہ علیہ

فاضل اجل محدث بے مثل یکتائے روزگار نابغہ عصر اپنے دور کے عظیم محقق شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ماجد الازہری علیہ الرحمہ بن صدر الشریعہ حکیم ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) ابتدائے محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بمطابق / ۱۹۱۸ء دنیائے سنیت کے مشہور علمی مرکز بریلی شریف ہندوستان میں پیدا ہوئے (جبکہ آپ کا وطن اصلی ضلع اعظم گڑھ گھوسی ہے) عظیم المرتبت والد نے امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرکے نام کے متعلق عرض کی تو امام اہلسنت نے اپنی گود میں لیکر اپنا نام محمد عبدالمصطفیٰ عطا فرما کر سلسلہ قادریہ رضویہ میں مرید بھی کر لیا تقریباً چار سال کی عمر میں قاعدہ پڑھنا شروع کیا جبکہ حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد انبیٹھوی اور مولانا حکیم سید عبدالحئی سے درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں اور فارسی کی تعلیم مولانا عارف بدایونی مرحوم سے حاصل کی یہاں سے مزید تحصیل علم کی غرض سے جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے اور وہاں تین سال مسلسل قیام فرما کر الشہادۃ العالمیہ کی سند لیکر ۱۹۳۷ کے شروع میں ہندوستان واپس تشریف لائے غالباً اس وقت کے متحدہ ہندو پاک کے آپ پہلے شخص تھے جو تحصیل علم کی غرض سے مصر تشریف لے گئے تھے جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد اپنے والد ماجد سے تقریباً سبقاً سبقاً دورۂ حدیث شریف پڑھا ۳۸-۱۹۳۷ء میں دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں درس و تدریس کی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد سے مزید اکتساب فیض کیا یہاں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی لائلپوری علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی کچھ

درجے آپ نے پڑھے اور وقار الملت والدین مفتی
وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ بھی آپ کے
ہم سبق رہے ۱۹۳۹ تا ۱۹۴۲ء اعلیٰحضرت کے
قائم کردہ مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے پھر کچھ
دنوں کے بعد ۱۹۴۸ء تک دنیائے سنیت وصوفیت
کے عظیم علمی مرکز جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ
نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے
یہاں آپ سے ملک التحریر علامہ ارشد القادری قاری
یحییٰ مولانا عبدالمنان وغیرہ جیسی نابغہ عصر شخصیات
نے مسلم شریف کے علاوہ دیگر کتب دینیہ کا درس لیا
تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ ہی میں جامعہ محمدی شریف
ضلع جھنگ پنجاب میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے
تشریف لائے یہاں سے مفتی محمد ظفر علی نعمانی
صاحب مدظلہ العالی کے اپنے مرشد برحق اور علامہ
ازہری علیہ الرحمہ کے والد ماجد صدر الشریعہ مولانا
محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے نام سے قائم مشہور علمی
مرکز اہلسنت دار العلوم امجدیہ میں بعد اصرار شیخ الحدیث
اور پرنسپل کی حیثیت سے کراچی آئے دار العلوم امجدیہ
کراچی آکر تادم زیست درس حدیث کا سلسلہ جاری
رکھا اور ہزاروں علماء تیار کئے آپ حدیث وفقہ کے
ماہر عالم دین کے ساتھ عالم گر تھے اللہ تعالیٰ نے آپکو
بے پناہ صلاحتیں عطا فرمائی تھیں آپ کے دور کے
علماء خصوصاً امام اہلسنت علامہ سید احمد سعید کاظمی
علیہ الرحمہ آپ کی علمی قابلیت اور خداداد صلاحیت
کا برملا اعتراف فرماتے تھے آپ خوش اخلاق ملنسار
اور چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رکھنے والی شخصیت کے
مالک تھے ایک بار جو آپ سے ملتا وہ ایسا گرویدہ
ہوجاتا کہ بار بار ملنے کی خواہش کا اظہار کرتا آپ نے
اپنے اسلاف کے طرز زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے
ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی آپ کو شاعری کا پاکیزہ ذوق
بھی تھا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر اشعار
کہتے جو قرآن وحدیث کا ترجمہ ہوتے راقم الحروف کو اچھی
طرح یاد ہے کہ آپ غریب اور نادار طلباء کی امداد اپنی
جیب خاص سے فرماتے اور کبھی کسی کے سامنے اس
کا اظہار نہ فرماتے اگر کوئی دوسرا اس کا اظہار کرتا تو اس کو
محبت وپیار سے سمجھاتے کہ کسی کی ضرورت کے وقت
مدد کرنا نیکی ہے اور نیکی کا اعلان اچھی بات نہیں علامہ
ازہری مرحوم میدان علم وعمل کے ساتھ ساتھ میدان
سیاست کے بھی کامیاب لیڈر تھے آپ جمعیت علماء
پاکستان صوبہ سندھ کے صدر رہے چنانچہ جے یو پی
کے پلیٹ فارم پر الیکشن ۷۰ء میں کراچی کے حلقہ ۷ جو
شاہ فیصل کالونی لانڈھی کورنگی ملیر سعود آباد وغیرہ پر مشتمل

تھا حصہ لیا اور اپنے مقابل اور سوشلسٹ کے زبردست حامی پیپلز پارٹی کے امیدوار کو بھاری اکثریت سے شکست دیکر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے جب ۱۹۷۳ء میں آئین پاکستان میں مسلمانوں کی تعریف شامل کرنے کا مرحلہ آیا تو آپنے مسلمان کی ایسی جامع تعریف مرتب فرمائی کہ تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس سے اتفاق کیا اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے وفاقی وزیر مذہبی امور کوثر نیازی آپ کی علمی قابلیت کے اعتراف میں تعریفی اشعار کہے بغیر نہ رہ سکا الحمداللہ آپکی مرتب کردہ مسلمان کی تعریف آج بھی آئین پاکستان کا حصہ ہے آپ نے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے بھی اپنے مسلک حق اہلسنت کی ترویج واشاعت جاری رکھی جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء کے دور میں قائم کردہ فیڈرل کونسل آف مجلس شوریٰ کے رکن نامزد ہوئے اور قصاص ودیت کے مسودہ کی تیاری کے لئے بنائی گئی کمیٹی کے اہم رکن رہے اور شبانہ وروز محنت دلگن اور خلوص سے کام کیا اس راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں خواتین وحضرات (نام نہاد علماء) کو بذریعہ اخبارات کھلا چیلنج کیا مگر اس پاسبان مسلک رضا کے سامنے کسی کو بھی آنے کی جرات نہ ہوئی ۱۹۷۵ء میں غیر جماعتی الیکشن میں کراچی کے حلقہ ۱۹۶ سے حصہ لیا اور دوبارہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوکر جونیجو حکومت کو گستاخ رسول کی سزا پھانسی کا قانون بنانے میں اہم مشوروں سے نوازا جونیجو دور حکومت ہی میں آپنے پارلیمانی گروپ کے ہمراہ چین کا دورہ کیا آپنے غالباً دوبار حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کیا آپکو اجازت وخلافت شہزادگان اعلیحضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خان قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل تھی ۱۹۸۹ء کے شروع میں آپکے فالج کا حملہ ہوا پہلے جناح ہسپتال کراچی میں داخل ہوئے بعد ہ بغرض علاج سانگلہ ہل پنجاب تشریف لے گئے اور وہاں ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء اپنے داعی اجل کو لبیک کہا جسد مبارک کراچی لایا گیا مولانا فضل الرحمٰن مدنی ابن قطب مدینہ کی امامت میں دارالعلوم امجدیہ کراچی کی چورنگی پر نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں علماء و طلباء ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کی موجودگی میں دارالعلوم امجدیہ کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا آپ سے اکتساب فیض کرنے والے تلامذہ کی تعداد کثیر ہیں جو اکناف واطراف میں پھیلے ہوئے ہیں مگر ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں

(۱) مولانا محمد اسحاق اظہر
(۲) مولانا غلام یاسین امجدی
(۳) مولانا ارشد القادری
(۴) مولانا عبدالمنان اعظمی
(۵) مولانا مفتی عبدالعزیز حنفی
(۶) مولانا افتخار احمد قادری
(۷) مولانا مختار احمد قادری
(۸) مولانا محمد حسن حقانی
(۹) مولانا غلام قمرالدین

(بقلم مولینا محمد صابر امجدی کراچی)

صدرالعلماء حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں آپ کی ولادت ہوئی آپ کے جدامجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین قدس سرہ اپنے دور کے جید عالم دین اور علم نحو و صرف کے امام تھے۔ انھوں نے اپنے وطن سہسوان ضلع بدایوں سے ترک سکونت اختیار کی اور دادوں ضلع علی گڑھ میں اقامت پذیر ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ایک مکتب میں ہوئی، پرائمری اسکول میں درجۂ چہارم کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے عم مکرم مولانا سید غلام قطب الدین صاحب علیہ الرحمہ نے مدرسہ انجمن اہلسنت ضلع مرادآباد (جو آج جامعہ نعیمیہ سے موسوم ہے) میں داخلہ کرادیا۔ آمدنامہ سے تعلیم کا آغاز ہوا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتح پوری سے فصول اکبری اور کافیہ کا درس لیا۔ صدرالافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ

سے گلستان، قدوری، اور قال اقول کے ابتدائی حصے پڑھے۔ شروع ہی سے میلانِ طبع صرف و نحو کی جانب زیادہ تھا۔

چنانچہ جلد ہی کافیہ مکمل حفظ کرلی۔ اور روزانہ صبح حفّاظ کی طرح اس کا دور کرتے تھے ۱۹۳۳ء میں حضور حافظ ملّت حضرت علّامہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ، شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جونپوری اور دیگر احباب کے ہمراہ حضرت صدرالشریعہ سے اکتسابِ فیض کے لئے اجمیر شریف حاضر ہوئے امتحان کے بعد درجۂ شرح جامی میں داخلہ ہوا۔ جب تک مجلس شوریٰ کی جانب سے آپ حضرات کا وظیفہ مقرر نہیں ہوا۔ بہت ہی پریشانی اور کسمپرسی کے عالم میں شب و روز گزرے تقریباً دو ماہ بعد ایک روپیہ ماہانہ وظیفہ منظور ہوا

تو اس مصیبت سے نجات ملی، ملا حسن کے امتحان
میں آپ کے تحریری جواب پر ممتحن نے اس قدر
تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپے انعامی
وظیفہ مقرر کر دیا۔ مولانا عبد المجید اور مولانا عبد الحیٔ
افغانی سے بھی اخذ علوم کیا شرح تہذیب کی منطقی
ترکیب حضرت مولانا عبد اللہ افغانی سے حاشیہ
عبد الغفور اور اس کا تکملہ مولانا سید امیر صاحب
پنجابی سے پڑھا باقی فوقانی کتب اور بہت سے
مطبوعہ اور غیر مطبوعہ حواشی کا درس حضرت صدر الشریعہ
قدس سرہٗ سے لیا۔

۱۳۵۱ھ میں مدرسہ کے سلوک سے
حضرت صدر الشریعہ دل برداشتہ ہو کر مستعفی ہو گئے
اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا صاحب قدس سرہٗ
کی درخواست پر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف
تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔
بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعہ سے شرح
چغمینی اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی جدیدہ
اور قدیمہ کے ساتھ تجرید امام رازی اور طوسی
کے شروح کے ساتھ اشارات کی تعلیم حاصل
کی ۱۳۵۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام سے
دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے، فراغت کے بعد
تدریس کی ابتدا، مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی سے
کی تقریباً ایک سال بعد نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا
حبیب الرحمٰن خان شیروانی کی دعوت پر دار العلوم
عظمت نشان کرنال میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف
لے گئے۔ پھر سوا سال بعد مدرسہ احسن المدارس قدیم
کانپور کے صدر مدرس ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں صدر الافاضل
حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی کے حکم پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ
اندرکوٹ میرٹھ تشریف لے گئے اور منصب صدارت
پر فائز ہوئے۔ جہاں آپ نے اخیر عمر تک تدریسی خدمات
انجام دیں اور بے شمار تشنگان علوم کو سیراب فرمایا۔

حضرت صدر العلماء قدس سرہٗ کو درس نظامیہ کے جملہ
فنون میں ملکہ حاصل تھا خصوصاً علم نحو میں اپنے وقت کے
امام تھے۔ آپکی تصنیف "شرح مائۃ عامل" کی شرح
"البشیر الکامل"، فن نحو کی مشہور و معروف کتاب کافیہ کی
شرح "البشیر الناجیہ" اور نحو میر کی شرح "البشیر المنیر" جیسے
اخیر عمر میں تالیف فرمایا۔ اس پر دال ہیں فیض الباری
شرح صحیح البخاری کے جواب میں آپنے "تبشیر القاری
بشرح صحیح البخاری" تالیف فرمائی اور مخالفون کو
اپنے وفور علم کا سکہ بیٹھا دیا۔

بیعت و خلافت کا شرف شیخ المشائخ حضرت
علامہ شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ سرکار کچھوچھوی

(بقیہ ص ۴۳۲ پر دیکھیں۔)

خیر الاذکیا حضرت علامہ
غلام یزدانی صاحب قبلہ اعظمی قدس سرہٗ

آبائی وطن کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں آپ کی ولادت ہوئی آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب قبلہ قدس سرہٗ سابق صدر مدرس مدرسہ مصباح العلوم مبارکپور عمدۃ المحققین حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں قدس سرہٗ (المتوفی ۱۳۲۶ھ) کے خاص شاگردوں میں سے تھے آپ کا سلسلۂ نسب چوتھی پشت میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے جد اعلیٰ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم ایک مقامی مکتب میں ہوئی فارسی عربی کی تعلیم کے لئے مدرسہ حنفیہ امروہہ تشریف لے گئے اس کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور میں کچھ دنوں تک اخذ علوم کرتے رہے حضرت صدر الشریعہ کے بہت چہیتے تھے۔ اجمیر شریف ہی میں معقولات و منقولات کی منتہی کتابیں پڑھیں پھر ۱۳۵۱ھ میں جب صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہو کر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو ہمراہ آنے والے طلبہ میں آپ بھی تھے بریلی شریف میں ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ اشرفیہ مبارکپور (جو اس وقت پرانی بستی کی ایک خام عمارت میں تھا) میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث آپ کا تقرر ہوا طعام و قیام کا انتظام حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب کے یہاں تھا مدرسہ اشرفیہ مبارکپور قدیم میں تقریباً ڈیڑھ سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ نعمانیہ دہلی میں دینی و تعلیمی فرائض انجام دیتے رہے مگر جلد ہی ملازمت سے دل برداشتہ ہو کر آپ نے لکھنؤ واجیہ طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا جہاں سے طب کی تکمیل کرنے کے بعد مکان ہی پر مطب شروع کیا لیکن شروع ہی سے علمی ذوق تھا۔ اس لئے کچھ اپنے ذوق

کی بناپراور کچھ حضرت صدر الشریعہ کی تنبیہ پر دوبارہ تدریس کے لئے آمادہ ہوئے۔ اور مدرسہ شمس المدارس گدڑی بازار میرٹھ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے
اس کے بعد مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد بھرت پور میں آپ کا تقرر ہوا جہاں آپنے تقسیم ملک تک تعلیمی خدمات انجام دیں۔ تقسیم ہند سے کچھ پہلے بھرت پور کے فرقہ پرستوں نے جب مسلمانوں سے شہر خالی کرالیا۔ تو ۱۹۴۲ء میں وطن آکر دوبارہ آپ نے مطب شروع کیا یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک جاری رہا اسی دوران آپ نے محسوس کیا کہ گھوسی میں اہلسنت کا ایک بھی مکتب نہیں جہاں نونہالان قوم دینی تعلیم سے روشناس ہو سکیں۔ آپنے اس کی جانب توجہ فرمائی۔ محلہ کے سربر آوردہ لوگوں کو اس کے لئے ابھارا عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ وجلوس کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا رافضیوں اور غیر مسلموں کی انتہائی مخالفت کے باوجود جلسہ وجلوس بہت ہی شان وشوکت سے ہوئے جس سے سنی مسلمانوں میں غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا آپ نے حاجی شکر اللہ صاحب مرحوم سے زمین حاصل کرکے دار العلوم اہلسنت شمس العلوم قائم کیا جو آج بھی اعلیٰ پیمانہ پر دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہٗ کے پاکستان ہجرت کرنے کی وجہ سے دار العلوم مظہر اسلام مائل بہ زوال ہونے لگا کئی مدرسین ان کی جگہ آئے مگر اسے سنبھال نہ سکے آخر کار سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دار العلوم مذکور کے منصب شیخ الحدیث کے لئے آپ کو دعوت دی مگر ملازمت کے سابقہ تلخ تجربات کے باعث آپ نے مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی سے تذکرہ کیا انھوں نے بریلی شریف جانے پر بہت زور دیا پھر مشورہ کے لئے مبارکپور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے آپ پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ آپ کو راضی ہونا پڑا بالآخر ۱۹۵۱ء میں بحیثیت شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام آپ تشریف لے گئے اور چند ہی سال میں ادارہ نے خوب ترقی کر لی دور دراز سے طلبہ آکر حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے آخر میں ایک پیر پر فالج کا حملہ ہوا اور ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ۴ اگست ۱۹۵۴ء چہار شنبہ کو شب میں ۲ بجے آپ راہیٔ ملک عدم ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ بہت ذہین فتین، طباع وحاضر جواب، خوش خلق وخوش آواز اور خوش پوشاک تھے حق بات کہنے میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ اولا معقولات سے زیادہ دلچسپی تھی مگر بعد میں فقہ وحدیث سے ایسا لگاؤ پیدا ہوا کہ آپ کا شمار بھی اس وقت کے صف اول کے فقہاء ومحدثین میں ہونے لگا۔

آپ نے بہار شریعت کے آخر کے بقیہ شدہ تین حصص کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا تھا اور مکمل خاکہ بھی تیار کرلیا تھا۔ جس کے تحت کچھ تحریر بھی فرمایا مگر عمر نے ساتھ نہ دیا اور یہ کام پھر تشنہ رہ گیا فتاوی لکھنے میں آپ کو مہارت حاصل تھی چنانچہ مدارس دینیہ پر چرم قربانی کی قیمت صرف کرنے کے جواز میں "مصرف چرم قربانی" کے نام سے بہت ہی محققانہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا۔

یونہی بریلی شریف کے دوران قیام تلامذہ کے اصرار سے رفع یدین پر مذہب حنفی کی تائید میں ایک بے نظیر رسالہ "تشکیل الذہبین فی حکم رفع یدین" تحریر فرمایا۔ متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کے جواز میں ایک بہت ہی تحقیقی رسالہ تحریر فرمایا جس کے مطالعہ سے آپ کے وفور علم کا اندازہ ہوتا ہے اجازت وخلافت فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔

(بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

(بقیہ ص ۴۲۹ کا:- سے حاصل ہے ۱۳۸۹ھ میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ بیالیس ۴۲ سال تک ایک ہی جگہ رہ کر علوم وفنون کے دریا بہانے والا یہ متبحر فاضل ۲۹ رجمادی الاولی ۱۳۹۸ھ ۸ مئی ۱۹۷۳ء دوشنبہ کو سہ پہر چار بجکر دس منٹ پر اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ

اعظم گڈھ کا مردم خیز ضلع عہد ماضی ہی سے علم وفن کا مرکز رہا ہے۔ اسی گہوارۂ علم وفن کا ایک قدیم قصبہ گھوسی بھی ہے، جس کی علمی وادبی تاریخ بہت قدیم ہے جہاں متعدد علماء ومشائخ پیدا ہوئے۔ جن کی دینی وعلمی خدمات محتاج بیان نہیں۔ انھیں علماء ومشائخ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے اپنے وقت کے جلیل القدر اور ممتاز عالم دین، مرشد کامل شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج شاہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جنھوں نے اپنی پچاس سالہ تدریسی خدمات میں ہزاروں تشنگانِ علم ومعرفت کو اپنے چشمۂ علم وفضل سے سیراب کیا۔

شیخ العلماء کے والد گرامی

حضرت شیخ العلماء کے والد گرامی مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ استاذ العلماء حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مدرسہ مصباح العلوم مبارکپور میں (جو آج دنیا میں الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے مشہور ہے) تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اور اس ادارہ کا علمی معیار بلند کرنے کے لئے برابر کوشاں رہے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت صدر الشریعہ۔ مولانا عبد السلام گھوسوی، مولانا محمد شریف مصطفیٰ آبادی، مصنف الافاضات القدسیہ،

شیخ العلماء کی ولادت

حضرت شیخ العلماء ۱۹۰۲ء میں بمقام کریم الدین پور پیدا ہوئے۔ ابھی آپ آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہوگئے چونکہ کوئی موروثی جائداد نہ تھی، اور نہ ہی آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ تھا۔ اس لئے آپ کی والدہ محترمہ کے سر پر یکبارگی گھر کی تمام ذمہ داریوں کا بوجھ

پڑا، کنبہ تین افراد (شیخ العلماء، آپ کے چھوٹے
بھائی حضرت غلام یزدانی علیہ الرحمہ اور والدہ) پر
مشتمل تھا۔ ایسے کٹھن وقت میں آپ کی والدہ
محترمہ نے نہایت ہمت و حوصلہ سے کام لیا۔ اور
گھریلو صنعت کے ذریعہ آمدنی کے وسائل پیدا
کر لئے۔ اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بارِ گراں
اپنے کاندھے پر اٹھا لیا۔

تعلیم، اساتذہ، فراغت

حضرت شیخ العلماء نے ابتدائی تعلیم
محلہ کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر فارسی اور عربی کی
ابتدائی کتابوں کا درس گھوسی، کوپا گنج اور مبارکپور
کے مختلف مدرسوں میں لیا۔ اسکے بعد مزید اعلیٰ تعلیم
کے لئے حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ شوال ۱۳۳۹ھ
میں بریلی شریف گئے اور دار العلوم منظر اسلام
بریلی شریف میں داخلہ لیا۔ اور وقت کے ممتاز
علمائے دین اور لائق و فائق اساتذۂ کرام مثلاً
حضرت صدر الشریعہ، مولانا حسنین رضا خاں
مولانا عبد العزیز بجنوری علیہم الرحمہ سے تفسیر و حدیث
فقہ و اصول فقہ، علم کلام منطق و فلسفہ اور نحو و صرف
کی کتابیں پڑھیں ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۴ء میں حضرت صدر الشریعہ
کے ہمراہ اجمیر شریف تشریف لے گئے جہاں جامعہ
عثمانیہ میں حضرت صدر الشریعہ، مولانا عبد الحیٔ
افغانی، مولانا عبد اللہ افغانی سے مختصر المعانی
رسالہ میر زاہد، اور چند دوسری کتابیں پڑھیں۔
سالانہ امتحان میں آپ نے اول پوزیشن حاصل
کی، پھر دوسرے سال جامعہ نظامیہ فرنگی محل
لکھنؤ تشریف لائے جہاں مولانا عبد الباری
فرنگی محلی، اور حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب
مولانا صبغۃ اللہ صاحب، اور مولانا قطب الدین
صاحب سے شرح عقائد، دیوان متنبی، حماسہ، سبعہ
معلقہ، مدارک التنزیل، مسلم ثبوت، صدرا، حمد اللہ
پڑھیں۔ سالانہ تحریری امتحان میں آپ نے
امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی، جس سے
خوش ہو کر مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے نو روپئے
ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث کے لئے بریلی
شریف گئے اور دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف
میں داخلہ لیکر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام
مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا
رحم الٰہی مرحوم سے بخاری شریف، مسلم شریف
ابو داؤد شریف، بیضاوی شریف، توضیح و تلویح کا
درس لیا، اور اسی سال شعبان میں سند فراغت حاصل کی

تدریسی مشاغل، مدارس اور تلامذہ

فراغت کے بعد حضرت شیخ العلماء نے اپنی تمام عمر علوم اسلامیہ کی تدریس میں گذار دی بحیثیت مدرس سب سے پہلے آپ کا تقرر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں ہوا۔ پھر مدرسہ محمدیہ امروہہ مراد آباد میں بحیثیت نائب صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ جہاں سات سال تک تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد مدرسہ محمدیہ دیلور مدراس تشریف لے گئے۔ مگر وہاں کی آب و ہوا آپ کو راس نہ آئی۔ اس لئے صرف ایک سال قیام کے بعد دوبارہ امروہہ چلے آئے۔ اور پھر ایک سال امروہہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت صدر الشریعہ کے حکم کے مطابق مدرسہ احسن المدارس کانپور تشریف لے گئے۔ جہاں چھ سات سال تک مسلسل تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے کانپور کے بعد مدرسہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں ایک سال تدریسی کام انجام دیا اور ۱۳۶۲ھ میں حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض کی انجام دہی کے لئے بلالیا۔ یہاں ۵ سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد غالباً ۱۳۶۶ھ میں دار العلوم اشرفیہ میں آپ کا تقرر ہوا جہاں ۷ سال تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد ۱۳۷۳ھ میں جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے مگر وہاں کی ناسازگاریٔ آب و ہوا کے باعث دوبارہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حکم پر منظر اسلام بریلی شریف آگئے جہاں ۵ سال تک تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب کرتے رہے ۱۳۷۹ھ میں دار العلوم فیض الرسول براؤن شریف ضلع بستی میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کی تقرری ہوئی۔ اور یہاں زندگی کے آخری لمحات تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے حضرت کو اس زمین سے قلبی اور روحانی وابستگی تھی جس کا وہ اکثر اپنی گفتگو میں اظہار فرمایا کرتے تھے۔

وفات حضرت نے چند ماہ علالت کے بعد ۶ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ ۲۵ فروری ۱۹۷۷ء بروز جمعہ اپنے وطن مالوف گھوسی میں وفات پائی۔

آپ تقریباً ۵۱ برس کے طویل عرصے تک ہندوستان کی مختلف عظیم اور معیاری درسگاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اور ہزاروں تشنگانِ علوم دینیہ کو اپنے چشمۂ علم و فضل سے سیراب کرتے رہے، آپ کے تلامذہ کی مکمل فہرست پیش کرنا بہت دشوار ہے۔ تاہم چند اہم تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں

مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ، مولانا عبد المصطفٰے صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب

علیہ الرحمہ، مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب قادری، مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کچھوچھہ شریف، مولانا ریحان رضا خاں صاحب بریلی شریف، مولانا سید آل حسن صاحب مارہرہ شریف، مولانا قمر الدین صاحب قمر اشرفی، مولانا مجیب اشرف صاحب، مولانا کمیل اشرف صاحب کچھوچھہ شریف۔

ادبی ذوق اور شعر گوئی دار العلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی کی تاسیس کے موقعہ پر آپ نے فصیح عربی زبان میں چند اشعار کہے تھے۔ جو نذر قارئین ہیں۔

یا مرجع الانام ویا صاحب الھمم
صلّی علیک ربک ذوالفضل والکرم

یا من دعوت الی دین ربنا
وانت لک العرب ولانت لک العجم

فی لیلۃ الفراق لقد اظلم الفضا
نور بنور وجھک یا کاشف الظلم

شمس العلوم قد طلعت فی دیارنا
فارزق بھا الھدایۃ والرشد والحکم

الغم علی من اقتبس نور علمکا
واسلک بھم سبیلک یا ھادی الامم

۱۳۶۱ھ میں جب حضرت مولانا صوفی سید مہدی میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا انتقال ہوا۔ تو تاریخ وصال بڑی برجستگی سے نظم کی۔

ہے وصال حضرت مہدی کا چرچا سو بسو
آنکھ برساتی ہے اشکوں کی جگہ گویا لہو
جبکہ تاریخ وصال پاک کی تھی جستجو
قال قلبی اکتبوا التاریخ مغفور لہ
۱۳۶۱ھ

ویلور مدراس کے زمانۂ قیام میں آپ نے شاہ عبد اللطیف ویلوری علیہ الرحمہ کی شان میں ایک عربی قصیدہ لکھا تھا۔ جسکی شعری اور فنی خوبیوں سے متاثر ہو کر سجادہ نشین صاحب نے بطور انعام آپ کو ایک گھڑی عنایت فرمائی تھی۔ یہ پورا قصیدہ آج بھی خانقاہ ویلور میں موجود ہے۔

تصنیفی و تالیفی کارنامے آپ نے جو شرحیں، ترجمے اور مضامین لکھے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

شفاء امام قاضی عیاض کا اردو ترجمہ، رسالہ لامیہ، متن الکافی (عروض) کا اردو ترجمہ و شرح، متن عقائد نسفی (کلام) کا اردو ترجمہ و شرح مختصر المعانی (معانی و بیان) کی اردو تلخیص، العلم ان کان اذعانا للنسبۃ فتصدیق والا فتصور، منطق

کی پیچیدہ بحث پر رسالہ ، وجود رابطی ، حمداللہ کی پیچیدہ بحث پر مشتمل ۸۰ ر صفحات کا نوٹ ، حیات شیخ المشائخ ، سوانح صدر الشریعہ ۔

حُسنِ اخلاق ، تصوف و سلوک | حضرت شیخ العلماء

حُسن اخلاق ، حسن عمل ، اور تقویٰ و پرہیزگاری میں علمائے سلف کی بہترین مثال تھے ۔ آپ تجرد پسند اور منکسر المزاج تھے ۔ آپ کو نام و نمود اور شہرت کی خواہش نہ تھی ۔ گوشہ نشینی آپ کا خاصہ تھا ، اپنے ہوں یا غیر ، چھوٹے ہوں یا بڑے ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے سلام کرنے میں سبقت کرتے تھے ۔ سادگی ، کردار کی بلندی ، شوق عبادت ، سوز و گداز ، زہد و تقویٰ آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔

حضرت شیخ العلماء کو حضرت سید شاہ محمد اسمٰعیل علیہ الرحمہ مارہروی سے شرف بیعت حاصل تھا آپ کو تاج العلماء حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری صاحب سجادہ آستانہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور حضرت عزیز الاولیا رامپوری علیہ الرحمہ سے متعدد سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل ہوئی براؤں شریف کے پرسکون ماحول میں حضرت شیخ العلماء کا ذوق طریقت اور زیادہ نکھرا مگر تجرد پسندی ، اور عزلت نشینی کے سبب آپ کا سلسلۂ ارادت نہ بڑھ سکا ۔ آپ اپنے مریدین کو وقتاً فوقتاً ظاہری اور باطنی صفائی حاصل کرنے کے لئے نصیحت فرماتے رہتے تھے ، اور فرائض و واجبات کے علاوہ اوراد و وظائف کی بھی تعلیم دیتے رہتے تھے ۔ حضرت کے مریدین کی تعداد کوئی زیادہ نہیں ہے ۔ لیکن جو لوگ آپکے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے وہ حسن اخلاق و عمل اور حسن کردار کا بہترین نمونہ ہیں ۔

آپ کے خلفاء حضرت مولانا نعیم الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف اور حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ ارشاد العلوم ہیں ۔

(بقلم مولانا امیر اعظم شمسی گھوسی)
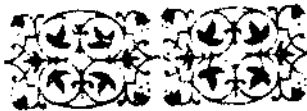
حضرت عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ

ولادت ہندوستان کی سرزمین پر بہت سارے عظیم المرتبت اور نابغۂ روزگار شخصیتوں نے جنم لیا۔ اور اپنے عظیم دینی و علمی کارناموں کے ذریعہ مذہب حق کی ترویج و اشاعت کی انھیں بلند پایہ شخصیتوں میں ایک نام حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کا بھی ہے، آپ مشرقی یوپی کے مشہور و معروف قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور میں ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم آپ نے جب ہوش کی آنکھیں کھولیں تو گھر میں ہر طرف غربت و افلاس کا سایہ دیکھا لیکن والدین نے عسرت و تنگی کے باوجود تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ناز و نعم سے پالا پوسا اور جوان کیا۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی کے پاس اور مقامی مدارس میں حاصل کی علوم عربیہ کی تحصیل کے لئے مدرسہ معروفیہ پورہ معروف چلے گئے جہاں میزان منشعب سے لیکر شرح جامی تک پڑھی۔

۱۰ر شوال ۱۳۵۲ھ کو مشفق اساتذہ کے نیک مشوروں سے مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ میں داخلہ لیکر متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی پھر صدر الشریعہ کے ہمراہ بریلی گئے منظر اسلام میں ملاحسن میبذی کا درس لیا۔ مولانا حامد رضا خاں مولانا محمد رضا خاں اور مفتی اعظم ہند سے کسب فیض کرتے رہے۔ جب صدر الشریعہ بریلی چھوڑ کر دادوں چلے گئے تو حضرت موصوف بھی روانہ ہو گئے اور دو سال مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں میں زیر تعلیم رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔

تدریسی زندگی علوم و فنون کی تکمیل کے بعد سب سے پہلے مدرسہ اسحاقیہ جودھپور میں ملازمت اختیار کی مگر حالات نے یاوری نہ کی اور چند ہی ماہ وہاں قیام رہا پھر مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ ضلع مرادآباد میں تین

سال تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۳۹ء میں دارالعلوم اشرفیہ ہنگامہ کا شکار ہوگیا مدرسین و ملازمین مستعفی ہو کر چلے گئے حافظ ملت نے بھی جامعہ عربیہ ناگپور میں ملازمت کرلی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ادارہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا ایسے نازک وقت میں ادارہ کے ارباب حل و عقد کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے ایک سال کی سعی پیہم اور عمل مسلسل سے ادارہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا حافظ ملت دوبارہ صدر مدرس کے عہدہ پر تشریف لائے حضرت موصوف ان کی نیابت میں رہ کر گیارہ سال تک پرخلوص خدمت انجام دیتے رہے۔

دارالعلوم شاہ عالم آپ بغرض تقریر احمد آباد تشریف لے گئے مسلسل بیس تقریریں ہوئیں جس سے شہر میں بیداری اور انقلاب پیدا ہوا مفتی اعظم ہند کے اصرار پر یہیں اقامت اختیار کی اور محلہ چھیپہ واڑ کی مسجد میں بخاری شریف کے درس کا افتتاح کیا شب و روز کی تعلیمی و تنظیمی سرگرمیوں سے بسم اللہ منزل خرید کر اسے دارالعلوم شاہ عالم کا نام دیا گیا۔ اس ادارہ کو پروان چڑھانے میں آپ کو بڑی ہی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا جس سے آپ کی صحت متاثر ہوئی۔ اور قسم قسم کے امراض میں مبتلا ہو گئے۔ آپ کے دم قدم سے اس ادارہ نے مرکزی حیثیت حاصل کرلی مگر حالات کی ناساعدت کیوجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔

ملازمت کی تلخیوں سے دل زخمی ہو چکا تھا لیکن سرہند کے عرس میں شرکت کے بعد آپ کی طبیعت پھر ملازمت کی طرف مائل ہوئی۔ دارالعلوم صمدیہ بھیونڈی بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے چار سال تک نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ملازمت سے کبیدہ خاطر ہو کر مستعفی ہو گئے۔

یکم اپریل ۱۹۶۴ء کو مدرسہ سکینیہ دھوراجی راجستھان گئے۔ درس کا آغاز کیا۔ آپ کی ذاتی کوشش اور لگن کی وجہ سے الحاج یوسف غنی ماکڑا نے ایک قطعۂ زمین مدرسہ کے لئے وقف کردی وہاں تین سال تک

قیام رہا۔ جس سے دنیائے سنیت کو بے حد تقویت پہونچی ۔

چودہ سال کی متواتر پردیس کی زندگی سے دل گھبرا چکا تھا وطن سے قریب کسی ادارہ میں ملازمت کی آرزو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو پوری کردی مدرسہ منظر حق کی دعوت پر ٹانڈہ تشریف لے گئے۔ اپنی مساعی جمیلہ سے ادارہ کو پروان چڑھایا تین سال کی قلیل مدت میں اس ادارہ نے اتنی ترقی کی کہ ۱۹۷۰ء میں دس طلبہ کی دستار بندی ہوئی ۔

شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی شیخ الحدیث ادارۂ ہذا کے انتقال کے بعد ۱۹۷۰ء میں منظر حق ٹانڈہ سے استعفیٰ دے کر براؤن شریف تشریف لے گئے زندگی کے آخری ایام تک اس ادارہ سے وابستہ رہ کر علمی خدمات انجام دیتے رہے ۔

وفات براؤن شریف کی ملازمت کے دوران دوبار آپ پر فالج کا حملہ ہوا لیکن ڈاکٹروں کے علاج اور فضل خداوندی سے فالج کا اثر جاتا رہا۔ مگر پہلے جیسی توانائی باقی نہ رہی وفات سے چھ ماہ قبل شدید بیمار ہوئے، متعدد ماہر ڈاکٹروں کے زیر علاج رہے لیکن موت کا وقت قریب آچکا تھا کوئی دوا کارگر نہ ہوئی ۔

بالآخر ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۵ رمئی ۱۹۸۵ء کو بروز جمعرات بوقت عصر علم و حکمت فضل و کمال کا یہ مہر درخشاں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا دوسرے دن بعد نماز جمعہ ہزاروں سوگواروں نے اس پیکر علم و دانش اور صاحب قلم مصنف کو ان کی ذاتی زمین میں سپرد خاک کیا گیا ۔

وعظ و تقریر آپ ایک بلند پایہ مقرر تھے وعظ و تقریر کا حلقہ بہت وسیع تھا مبدأ فیاض نے زبان میں وہ تاثیر پیدا کی تھی۔ کہ جو بات زبان سے نکلتی تھی دل پر اثر کرتی تھی انداز بیان سادہ و سلیس تھا مگر کشش اتنا کہ بس سنتے ہی رہ جائیے ملک کے طول و عرض میں آپ کی تقریروں کی دھوم مچی تھی۔

تصنیف و تالیف درس و تدریس پند و موعظت کے علاوہ آپ نے تصنیفی یادگاریں بھی چھوڑی ہیں

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد پچیس ۲۵ ہے، اس میں تکلف، تصنع نام کی کوئی چیز نہیں ہے، سادگی، سلاست، روانی، مؤثر انداز بیان دلنشیں جملے، سنجیدہ لب ولہجہ اور عام فہم الفاظ آپ کی تحریروں کا طرۂ امتیاز رہے۔

بیعت وخلافت امروہہ کے دوران قیام مرشد برحق الحاج شاہ ابرار حسن خان صاحب نقشبندی کی پاکیزہ زندگی کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوئے کہ داخل سلسلہ ہو گئے پھر ۱۳۵۸ھ میں عرس رضوی کے موقع پر مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ سے سلسلۂ قادریہ کی خلافت پائی، خلافت کے باوجود بہت کم مرید کرتے تصنیفی مشاغل کے باعث اس طرف توجہ نہ کر سکے

تلامذہ حضرت علامہ اعظمی صاحب نے تکمیل علم کے بعد تقریباً پچاس سال تک ملک کے دینی مدارس وجامعات میں تدریسی خدمات انجام دی ہے جس سے ہزاروں طالبان علوم نبویہ کو آپ کی تدریسی خدمات سے خوشہ چینی کا موقع ملا ہے آپ کے فیض یافتہ علماء وقت کے فقیہہ شیخ الحدیث، معتبر خطیب اور مستند مدرس ہوئے ہیں جو آج ملک میں علم دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(بقلم مولانا امیرالدین شمسی گھوسی)

از:- اظہر جمال

چلے آئے لئے ہم بھی یہاں تحفہ عقیدت کا
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر شریعت کا

گزاری زندگی کی ہر گھڑی جس نے بھی سنّت پر
اُترتا ہے وہاں ہر دم خزانہ دیکھو رحمت کا

خدا کے نیک بندوں کی دعائیں مجھ کو مل جائیں
تو اک دن پھر چمک جائے ستارہ میری قسمت کا

⁂ ⁂ ⁂

رئیس المحدثین حضرت مولانا مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ

امام المفسرین بقیۃ السلف حجۃ الخلف غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ شاہ الحاج مبین الدین صاحب امروہوی علیہ الرحمہ۔

حافظ قرآن، امروہہ ضلع مراد آباد کے ساکن تھے۔ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادون ضلع علی گڑھ حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے اخذ علوم کیا۔ خداوند قدوس نے حضرت کو علم ظاہر و باطن سے ایسا سرفراز فرمایا کہ وہ موجودہ دور میں اپنی مثال آپ تھے۔ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ اور دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد میں مدرس رہے۔

مرجع افاضل مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی مفتی اعظم ہند نے اپنے مدرسہ "جامعہ مظہر اسلام" کے لئے بعہدۂ صدارت المدرسین آپ کا انتخاب کیا۔ بریلی شریف مظہر اسلام میں آپ ۱۹۵۹ء سے علم و عرفاں کا دریا بہاتے رہے۔ اور تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے۔ مرشد کامل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے زیر سایہ رہ کر انھوں نے ایسا روحانی فیض حاصل کیا تھا کہ جس سے انکی دنیوی حیات تو روشن و تابناک تھی ہی ان کی اُخروی زندگی بھی تابندہ و درخشندہ رہے گی

سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ان کو والہانہ عقیدت و محبت تھی اسی وجہ سے تو آپ کو مفتی اعظم ہند نے آپ کو اپنا خلیفہ بنا لیا۔

زندگی کے آخری دور میں آپ نے الجامعۃ النعیمیہ مراد آباد کو منتخب فرمالیا۔ اور آخر وقت تک یہیں رہ کر فیض کا دریا بہاتے رہے۔ تدریسی مشاغل کے علاوہ یہاں آپ نے تصنیفی کام بھی انجام دیا۔ اور اپنے پیچھے قوم و ملت کیلئے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو آج ملت اسلامیہ کے لئے مشعل راہ ہیں ۱۹۵۹ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

تصنیفی خدمات

سب سے پہلے آپ نے ایک پادری کی رد میں "افضل المرسلین" تصنیف فرمائی جو آپ کی تحقیق و

تدقیق علم وفضل کا انمول شاہ کار ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء والمرسلین پر فضیلت مطلقہ کے اثبات میں ایک کتاب اعلیٰ درجہ کی تحقیق ہے آپ نے پادری کی جہالت و گمراہی کو اس کتاب میں بے نقاب کیا ہے، اور یہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل بتانا۔ پھر اس کو قرآنی آیات سے ثابت کرنا۔ آیاتِ قرآنیہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے اور پھر بے شمار آیات سے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین ہونا ثابت فرمایا ہے۔

دوسری کتاب "شہید معظم" ہے جس میں آپ نے انتہائی محققانہ و عالمانہ انداز میں بہت ہی مختصر طور پر ایک دیوبندی یزیدی کی کتاب محرم کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ جس میں دلائل و براہین اور تاریخی حقائق سے ثابت فرمایا۔ کہ امام حسین شہزادۂ گل گوں قبا رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ یزید اور اس کے حواریوں کو حق پر ماننا غلط بے بنیاد جہالت و بکواس ہے اور ایسا لکھنے والا یزیدی ہے

آخری ایام میں آپ داخل درس نظامیہ تفسیر کی نہایت معرکۃ الآرا کتاب بیضاوی شریف کی شرح تصنیف کر رہے تھے۔ یہ سلسلہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے اختتام تک ہی پہنچا کہ زندگی نے وفا نہ کیا اور فرشتۂ اجل حاضر ہوا۔

۲۵ / جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۸۸ء بروز اتوار آپ کا وصال ہو گیا۔ نماز جنازہ برادر زادہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج تحسین رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ نوریہ بریلی شریف نے پڑھائی۔ ہزاروں عوام اور سیکڑوں خواص نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

(بقلم مولوی محمد حسین جامعہ امجدیہ رضویہ)

حضرت مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام والمسلمین وقار الملت و الدین حضرت علامہ استاذ العلماء مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ یکم جنوری ۱۹۱۵ء بمطابق ۱۴ر صفر المظفر ۱۳۳۳ھ میں موضع کھمریہ گاؤں پیلی بھیت میں مشہور شیخ گھرانے میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام حافظ شیخ حمید الدین تھا آپ کے آباؤ اجداد زمینداری کرتے تھے اور مغلوں کے دور میں پنجاب سے ہندوستان آگئے تھے مذہب کے اعتبار سے صوم وصلوٰۃ کے پابند اور عقیدہ کے لحاظ سے صحیح العقیدہ سنی تھے آپ کے خاندان میں حفاظ قرآن کثیر تعداد میں تھے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں چار جماعت تک حاصل کی ۱۹۲۷ء یا ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک مولانا صاحب گاؤں میں تشریف لائے (بغرض تقریر وعظ) یہ آپ کا بالکل ابتدائی دور تھا والد ماجد کی عادت شریفہ تھی کہ اپنے بچوں کو جمعہ کی نماز کے لئے اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے آپ بھی ساتھ گئے اور مسجد میں مولانا صاحب کی تقریر سنی تو دل میں دینی علوم سیکھنے کا پاکیزہ ذوق وشوق پیدا ہوا گھر آکر اپنے والد ماجد سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ابتداءً تو والد ماجد نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ عربی پڑھنا بہت مشکل ہے اس میں بہت محنت بھی کرنا پڑتی ہے مگر جب آپ کا اصرار بڑھا تو والد نے پیلی بھیت کے مدرسے آستانہ شیریہ میں داخل کرا دیا یہ مدرسہ اپنے دور کے ولی کامل حضرت شاہ جی شیر محمد میاں علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب تھا اسی محلہ میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کا مدرسۃ الحدیث اور ان کا مکان بھی جو حضور صدر الشریعہ مولینا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کے استاذ تھے اس مدرسہ شیریہ میں آپ نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اور حضرت مولانا عبد الحق سے مشکوٰۃ جلالین کے علاوہ دیگر کتب دینیہ میں سے علم حاصل کیا یہ دونوں حضرات محدث سورتی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور محدث سورتی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ہم عصر علماء میں شمار کئے جاتے تھے پھر استاذ محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن نے خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے قائم

کردہ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں لیجا کر داخل کرایا
اس وقت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت صدر مدرس
جبکہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد مولانا احسان الٰہی
مدرسین بھی شامل تھے۔ یہاں آپ نے دن رات
محنت و لگن سے سلسلۂ تعلیم جاری رکھا جب صدر الشریعہ
بریلی شریف سے دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ جو ایک
نواب نے قائم کیا تھا تشریف لے گئے چونکہ صدر الشریعہ درمیان سال
میں تشریف لے گئے تھے اس لئے آپ سال مکمل کر کے اگلے
برس علی گڑھ میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں
حاضر ہو گئے یہاں تقریباً تین سال قیام فرما کر تمام
علوم و فنون کے علاوہ حدیث شریف کی تکمیل کی اور
یہاں علامہ عبد المصطفٰی الازہری علامہ عبد المصطفٰی
اعظمی مولانا مصطفٰی علی مولانا خلیل صاحب آپ کے
ہم سبق رہے (واضح رہے اس زمانے میں علامہ
ازہری بن صدر الشریعہ مصر سے الشہادت العالمیہ کی
سند لے کر واپس ہندوستان آچکے تھے) جب تمام
علوم و فنون سے فراغت حاصل کر لی تو ۱۹۳۸ء میں
خود صدر الشریعہ نے دستار بندی کی رسم ادا فرمائی
منظر اسلام بریلی شریف میں آپ نے تقریباً دس سال
تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد منظر اسلام ہی میں
پڑھانا شروع کیا۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء میں

بنگلہ دیش چلے گئے وہاں تجارت شروع کی پھر سر
سعید احمد ہری پور ہزارہ کے مریدوں نے اپنے پیر
صاحب کے حکم پر چٹا گانگ بنگلہ دیش میں مدرسہ
احمدیہ قائم کیا حضرت نے وہاں درس و تدریس کا
سلسلہ شروع فرمایا اور بریلی شریف کے علاوہ یہاں
بھی بدمذہب وہابی گستاخان رسول سے مختلف
مسائل پر کئی کامیاب مناظرے فرمائے اور سنیت
و رضویت کا بول بالا ہوا۔ آپ ہی کی تجویز پر اس
مذکورہ دار العلوم کا نام احمدیہ سنیہ رکھا گیا اس کے
بعد ناگزیر وجوہ کی بناء پر دار العلوم چھوڑ دیا تقریباً
مارچ ۱۹۷۱ء کو پاکستان آ گئے علامہ عبد المصطفٰی
ازہری مرحوم اور مفتی محمد ظفر علی نعمانی مدظلہ سے شدید
اصرار پر دار العلوم امجدیہ کراچی میں درس و تدریس
کا سلسلہ فرمایا اور امجدیہ کے پرنسپل و مہتمم سے وعدہ
کیا کہ اگر پڑھائیں گے تو صرف امجدیہ میں اور کسی
مدرسہ میں نہیں پڑھائیں گے یا پھر اپنے گھر بیٹھ جائیں
گے تاکہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی
علیہ الرحمۃ کے نام سے قائم دار العلوم (امجدیہ کراچی)
کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے کراچی آکر تاحیات امجدیہ
سے منسلک رہے اور ناظم تعلیمات و نائب شیخ الحدیث
و رئیس دار الافتاء کی حیثیت سے خدمات جاری رکھیں

آپ کی خدمت میں اندرون ملک کے علاوہ بیرون ممالک سے بھی استفتاء آیا کرتے تھے جن کا آپ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں جواب دیکر سائل کو مطمئن فرماتے اپنے دور کے اکابر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دینی مسائل پر گفتگو فرماتے اور آپ کے علم وفضل کے آگے سر تسلیم خم کرتے اور اس کا اعتراف برملا کرتے خصوصاً علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمہ جب بھی کراچی آتے تو آپ سے ملنے کے لئے آپ کے گھر ضرور جاتے تھے علامہ ازہری صاحب علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد امجدیہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور بڑے عالمانہ فاضلانہ انداز سے درس حدیث دیا مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ جبکہ خلافت و اجازت حضور مفتیِ اعظم شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمہ سے تھی مگر کبھی بھی آپ نے باقاعدہ پیری مریدی کا سلسلہ نہیں رکھا البتہ اگر کسی نے اصرار کیا تو اس کو مرید کر لیتے تھے اسی بناء پر آپ کے مریدوں کی تعداد دو تین سو سے زائد نہیں ہے آپ نے خلافت واجازت صرف دعوت اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ کو دی اور آخری فتویٰ جو ۳۰ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ بمطابق ۳۰ راگست ۱۹۹۲ء کو ارشاد فرمایا اور راقم الحروف (محمد صابر امجدی) نے مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ کی حمایت میں لکھا اور اس میں انھیں اپنا خلیفہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے شیدائی اور صحیح العقیدہ سنی ہونا ظاہر فرمایا ربیع الاول ۱۴۱۳ھ کے شروع میں علیل ہوئے بغرض علاج لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی میں داخل کئے گئے وہاں سے صحتیاب ہو کر گھر منتقل ہو گئے ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ فجر کی نماز کے وضو کے لئے اٹھے دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اسی دن بعد نماز عصر دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کی چورنگی پر آپ کے قابل فخر شاگرد و رئیس دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ علامہ مفتی عبدالعزیز حنفی مدظلہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور دارالعلوم امجدیہ کے احاطہ ہی میں علامہ ازہری صاحب کے برابر ہزاروں علماء طلباء وعوام اہلسنت کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جنھیں طوالت کے پیش نظر احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

(بقلم مولٰنا محمد صابر امجدی مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی)

جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمہ

آبائی وطن مانجھی پور سبور ضلع بھاگلپور (بہار) کے اعلیٰ خاندان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں حضرت مولانا سید شاہ محمد اشرفی کچھوچھوی سے درس نظامیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخل ہو کر صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ سے اکتساب علم کیا فقیہہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کا شہرہ سن کر جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف حاضر ہوئے دار العلوم کے دیگر اساتذہ کے علاوہ حضرت صدر الافاضل سے کتب متداولہ کا درس لیا اور درس نظامیہ کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے، اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے نائب شیخ الحدیث رہے اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کی نیابت میں انتہائی حسن و خوبی کے ساتھ دینی و تعلیمی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ بحر العلوم کٹیہار اور دار العلوم رضویہ حمیدیہ بنارس میں عرصہ دراز تک صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم مانجھی پور ضلع بھاگلپور کے صدر المدرسین مقرر ہوئے۔

درس نظامیہ کے جملہ فنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی علوم عقلیہ سے خاص شغف تھا چنانچہ علمی حلقوں میں جامع معقولات کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مزاج بہت ہی نفاست پسند اور شاہانہ پایا تھا آپ کے تلامذہ بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں شرف بیعت قطب المشائخ حضرت مخدوم اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے حاصل تھا۔

دنیائے سنیت کی یہ عظیم شخصیت دور ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء چہار شنبہ کو راہی ملک عدم ہو گئی۔

(بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

ابو المحاسن حضرت علامہ محسن صاحب فقیہ شافعی

مہاراشٹر کا مشہور اسلامی شہر بھیونڈی (ماضی میں جس کا نام اسلام آباد تھا) آپ کا آبائی وطن ہے یہیں ۱۹۰۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی آپ ایک انتہائی علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ابا عن جد آپ کا خاندان فقیہہ کہلاتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے آپ کے خانوادہ کے لوگ مدینہ طیبہ سے حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر وارد ہند ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نجم الاسلام بھیونڈی میں پائی چند سال مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی میں بھی تعلیم حاصل کی آپ کے والد گرامی مولانا محمد یوسف صاحب فقیہہ نے آپ کی تعلیم کے سلسلے میں اپنے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف رجوع کیا حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ نے دنیائے سنیت کے مشہور شخصیت حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا اور آپ کو دار العلوم معینیہ عثمانیہ روانہ فرمایا اجمیر مقدس میں فقیہہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کر کے درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ آپ کا شمار بھی حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے رفقائے درس میں ہوتا ہے فراغت کے بعد بھیونڈی ضلع تھانہ میں ایک مسجد کے خطیب مقرر ہوئے چند سال بعد مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کی تدریسی خدمات پر مامور ہوئے ۱۹۴۷ء میں حالات سے تنگ آکر پاکستان چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ کراچی کے شافعی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔

حکومت پاکستان کی جانب سے کراچی کے ایک بڑے حصہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے جو ہنوز برقرار رہے۔

صدر ایوب خاں کے عہد میں علماء کی ایک جماعت کے رکن کی حیثیت سے حکومت کی جانب سے عرب ممالک میں نمائندگی کے لئے تشریف لے گئے۔

آپ نے اپنے استاذ گرامی فقیہہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کی تصنیف بہار شریعت کے طرز پر فقہ شافعی میں ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا حصہ طہارت کے بیان میں بنام سامان آخرت ۱۳۵۳ھ میں منظر عام پر آ کر بہت مقبول ہو چکا ہے۔

مسائل عقیقہ اور قربانی میں آپ کا تحقیقی رسالہ "عقیقۃ النسیکۃ" بھی منصۂ شہود پر آچکا ہے۔ شرف بیعت شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔ (بقلم مفتی محمود اختر القادری صاحب قبلہ)

جامعہ امجدیہ رضویہ کا ایک منظر
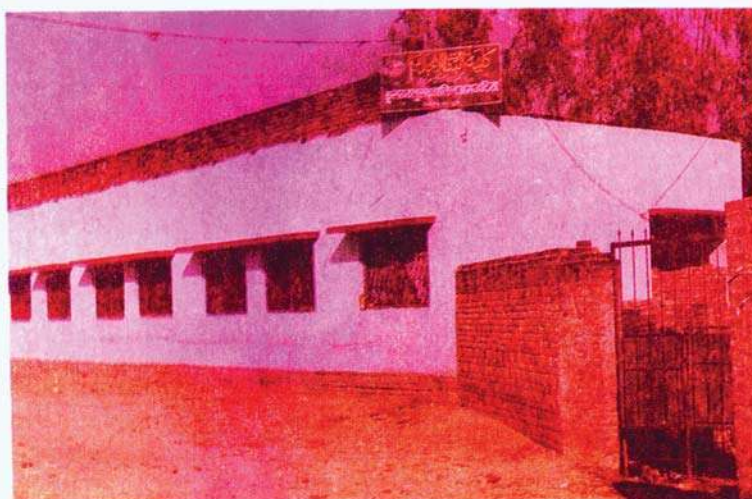
کلیۃ البنات الامجدیہ کا ایک پس منظر
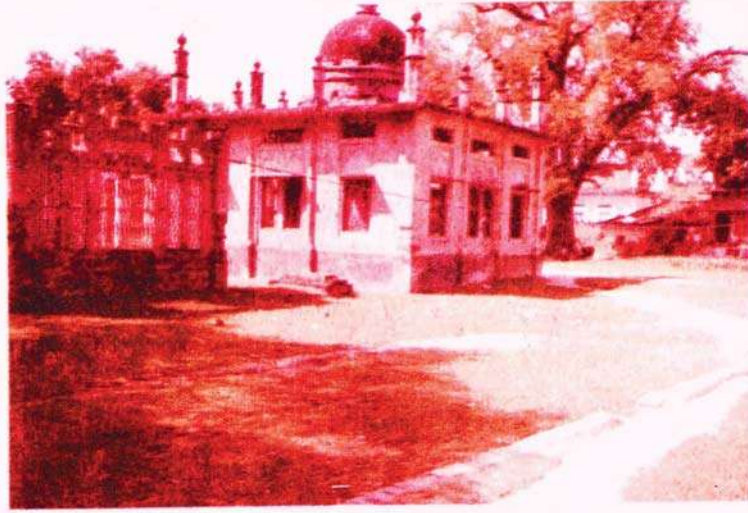
حضورِ صدر الشریعہ کے مزار کا بیرونی منظر
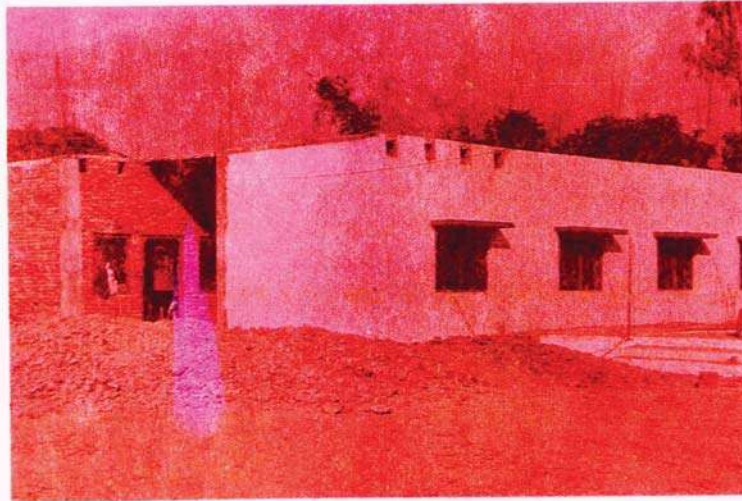
کلیۃ البنات الامجدیہ کے زیر تعمیر ہاسٹل کا ایک منظر

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

تقدس علی خان تاریخی نام ۱۳۲۵ھ ہے
والد کا نام الحاج سردار ولی خان دادا کا نام مولینا ہادی علی خان اور پردادا کا نام مولانا رضا علی خان (جد امجد اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) یعنی اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ آپ کے والد محترم کے چچازاد بھائی تھے اور والدۂ ماجدہ کی طرف سے آپ کے نانا تھے آپ کی ولادت رجب ۱۳۲۵ھ اگست ۱۹۰۷ئ میں بمقام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی شریف (ہندوستان) میں ہوئی مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ابجد کے حساب سے تاریخی مادہ نکال کر آپ کا نام تقدس علی خان رکھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی صدر مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف اور ان کے صاحبزادے مولانا نور حسین سے حاصل کی۔ متوسط کتب درس نظامی برادر زادۂ اعلیٰحضرت حضرت مولانا حسنین رضا خان سے پڑھی اور اعلیٰ تعلیم حضرت علامہ رحم الٰہی خان، مولانا عبدالمنان (ضلع مردان) مولانا عبدالعزیز خان، حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی (مصنف بہار شریعت) سے حاصل کی، اور تکمیل حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے کی انھوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ ردالمحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے آپ نے شرح جامی کا خطبہ پڑھا اور ۱۳۴۵ھ میں آپ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی۔

جس طرح حضرت شیخ الحدیث کا نام نامی (تقدس علی خان) تاریخی ہے اسی طرح آپ کی شخصیت اور آپ کا کردار بھی تاریخی ہے، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم بریلی شریف میں درس وتدریس کی خدمت شروع کی اور

مختلف فنون میں جوہر دکھاتے رہے، فن نحو کی کتاب شرح جامی کا خطبہ پڑھنے کا فیضان تھا کہ دیگر مدارس کے منتہی طلبار بھی آپ سے آکر شرح جامی یا اس کا خطبہ پڑھا۔ حضرت کے اس درس کا مادّہ تاریخ "تدریس تقدس علی ۱۳۴۸ھ" استخراج کیا گیا ہے۔ ایک روز راقم الحروف نے عرض کیا کہ سائنس اُس وقت آپ کے پڑھانے کی کیا نوعیت ہوتی تھی؟ فرمایا، "دیگر اساتذہ کے باعتبار میں جونیئر تھا۔ مگر ہر کتاب کے لئے اچھی طرح تیاری کر کے پھر پڑھانے بیٹھتا تھا، ستر اسّی طلبار مجھ سے پڑھتے تھے۔ نظم وضبط مثالی ہوتا تھا۔ اس وقت میری آواز یا کسی سوال پوچھنے والے شاگرد کی آواز سنائی دیتی اور طلبار کاپیاں لے کر بیٹھتے میری تقریر کی اہم باتیں اور سوال وجواب لکھتے جاتے تھے۔

فرمایا "شروع میں کسی استاذ نے ایک شاگرد کو میرے خلاف تیار کیا اور وہ دوران درس مجھ سے بےجا اور بعض دفعہ غلط سوال بھی کرتا تھا۔ محض یہ دکھلانے کے لئے کہ میں ناتجربہ کار ہوں اور پڑھانے کے قابل نہیں، ایک روز حضرت حجۃ الاسلام میرے درس میں آکر بیٹھ گئے۔ دستور کے مطابق اس لڑکے نے سوال کیا، جو کہ غلط تھا۔ میں نے اُسے ٹوکا تو وہ بحث کرنے لگا اس پر حجۃ الاسلام نے ڈانٹتے ہوئے اسے کہا کہ تیرا سوال ہی غلط ہے تب اس نے تسلیم کیا اور مجھ سے معافی مانگی وہ شاگرد تین سال تک پڑھتا رہا، مگر کتاب پوری نہ کر سکا اور ایسے ہی مدرسہ چھوڑ کر چلا گیا۔

فرمایا "ایک مرتبہ شرح تہذیب کا ایک مقام سمجھ میں نہ آتا تھا، شروح دیکھے مگر ایسے کا ویسا دیا طلبہ پڑھنے کے لئے آبیٹھے اور مطالعہ کی عبارت بھی پڑھ لی اس وقت میں نے اپنے استاذ کا تصور کیا اور مدد چاہی، پھر پڑھنا شروع کیا آخر میں دیکھا تو سبق بالکل صحیح پڑھا جا چکا تھا۔" آپ تعلیم کے ساتھ انتظامی امور میں بھی سرگرم اور فعّال رہتے تھے، اس لئے دوران تعلیم ہی دارالعلوم منظر اسلام کے نائب مہتمم مقرر ہوئے تھے۔ آپ کی نگرانی میں مشہور علمار کرام کی دستار بندی ہوئی، جن میں حضرت شیخ القرآن علّامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ قابل ذکر ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ دارالعلوم بریلوی بریلی شریف کے مہتمم مقرر ہوئے۔ الٰہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علوم شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع کرایا۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن اور الٰہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن رہے،

بیان فرماتے کہ جب میں نے شرقی علوم کے باقاعدہ امتحانات شروع کرائے تو اگلے سال مختلف مدارس سے تین ہزار طلبہ امتحان دینے کے لئے حیدرآباد دکن آئے جمعہ کا دن تھا نماز جمعہ کے لئے ایک بڑے باغ میں اہتمام کیا گیا، حاکم وقت نواب عثمان علی خان نظام دکن بھی نماز پڑھنے کے لئے وہاں آئے، لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر پوچھا یہ خلاف معمول آج رش زیادہ کیوں ہے بتایا گیا کہ طلبا امتحان دینے آئے ہیں، یہ جواب سن کر پوچھا کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ بتایا گیا مختلف مقامات پر یہ سن کر اسی وقت حکم دیا کہ ایک یونیورسٹی اور اس کے ساتھ ہاسٹل بھی تعمیر کی جائے، فوری طور پر اس پر عمل کیا گیا اور اس طرح حیدرآباد دکن یونیورسٹی وجود میں آگئی۔

اُن دنوں تحریک پاکستان زوروں پر تھی آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا، پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۵۱ء میں ہجرت کر کے کراچی پاکستان تشریف لے گئے۔

۱۹۵۲ء میں ضلع خیرپور (پاکستان) میں مستقل سکونت اختیار کر لی یہاں آتے ہی مدرسہ قادریہ قائم کیا۔

حضرت شیخ الحدیث کو ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت اور تمام سلاسل میں خلافت کا شرف حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ سے حاصل ہوا، اور آپ کو خاندان قادریہ کے اوراد و ظائف کی اجازت دیکر اپنا خلیفہٗ مجاز بنایا۔ ۱۳۶۷ھ میں آپ نے بغداد شریف، کاظمیہ شریف، کربلا معلیٰ، و نجف اشرف میں حاضری دی۔ اور ۱۳۶۸ھ میں پہلا حج ہندوستان سے کیا، ۱۳۹۵ھ آپ مسلسل ہر سال ماہ رمضان المبارک میں عمرہ و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ مدینہ طیبہ حاضری کے وقت آپ کا قیام قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ کے یہاں ہوتا۔ آپ کی زندگی کا سرمایہ یاد الٰہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کی تبلیغ خدمت خلق تھا، آپ کی روحانیت کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں فقہی مسائل حل کرنے میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

۳/ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ میں آپ کا وصال ہوا، پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور پاکستان میں مدفون ہوئے آپ ۴۱/ سال جامع راشدیہ کی خدمت کی اور ہزار و عالم، حافظ تیار کئے، آپ کا عرس مبارک جامع راشدیہ پیر جو گوٹھ میں عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

بقلم محمد حنیف اللہ والا
(ایڈووکیٹ)

حضرت صدرُالشّریعہ کے خُلفاء وَمُرِیدین

پوری حیات تدریس وتصنیف میں صرف کرنے کے باوجود ہند اور بیرون ہند میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے بیشمار خلفاء ومریدین ہیں۔ ان میں اکثر وبیشتر علماء دین اور عمائد ملّت ہیں۔ جن کے تذکرے دستیاب ہوسکے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت حافظ ملّت علیہ الرحمہ

(۲) حضرت علّامہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ

(۳) حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ

(۴) حضرت علّامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ

(۵) شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ

(۶) حضرت علّامہ سید شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمہ

(۷) حضرت علّامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ

(۸) حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امجدی علیہ الرحمہ

(۹) حضرت علّامہ قاری مصلح الدین صاحب علیہ الرحمہ

(۱۰) حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب قبلہ

(۱۱) حضرت علّامہ ارشد القادری صاحب قبلہ

(۱۲) حضرت فقیہ ملّت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ

(۱۳) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ

(۱۴) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب قبلہ

(۱۵) حضرت علّامہ مولانا عبدالشکور صاحب اعظمی

(۱۶) حضرت علّامہ مولانا غلام ربانی صاحب فائق الامجدی

اوّل کے پانچ بزرگ علماء کا ذکر تلامذہ میں گزر چکا ہے۔ بقیہ حضرات کا ذکر نذر قارئین ہے۔

فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی

حضرت علاّمہ شاہ عبدالحق صاحب قبلہ اعظمی امجدی

مبارکپور سے متصل موضع گجہڑا آپ کا آبائی وطن ہے جہاں حضرت عالمگیر علیہ الرحمہ کے دورِ حکومت میں خونوادہ غوثیت کے چشم وچراغ سید السالکین حضرت مولانا شاہ کمال الدین علیہ الرحمہ نے بغداد سے آکر سکونت اختیار کی جن کے صاحبزادے عہد عالمگیر میں پورے ہندوستان کے چیف جسٹس تھے۔ حضرت پیر طریقت اسی خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں۔

آپ نے ابتدا سے انتہا تک دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی اور ہمیشہ ممتاز رہے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپکی بہت ہی تعظیم وتوقیر فرماتے تھے۔ اور کبھی شاگرد کی حیثیت سے نہیں دیکھا، فراغت کے بعد کچھ علمائے کرام کو ساتھ لیکر ایک تبلیغی انجمن قائم کی جس کے زیرِ اہتمام سی پی کے علاقہ میں دو سال تک فی سبیل اللہ دینی خدمات انجام دیتے رہے اسکے بعد مدرسہ فیض الاسلام کاٹھیاوار دھوراجی میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور سیکڑوں تشنگان علوم کو سیراب فرمایا پھر حضرت علاّمہ ارشد القادری کے پیہم اصرار پر رانچی تشریف لائے جہاں مدرسہ غریب نواز آپ ہی کی جانفشانی اور خلوص کا نتیجہ ہے جس سے صوبۂ بہار میں مسلسل تبلیغی کام جاری ہے۔

آپ کی تصانیف ہیں، سلطان الاذکار، چراغ راہ، نغمات سید، بچیوں کی تعلیمی کتاب بہت مشہور ہیں۔

آپ کو فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے شرف ارادت وخلافت حاصل ہے اور حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم سے بھی سند خلافت واجازت ہے دوران سفر حج مدینہ منورہ میں حضرت علاّمہ ضیاء الدین صاحب قبلہ مہاجر مدنی اور مکہ مکرمہ میں خاندان اشرفیہ کے ممتاز فرد حضرت اچھے میاں صاحب کچھوچھوی نے سند اجازت وخلافت عطا فرمائی، علاّمہ موصوف کی ذات گرامی علوم ظاہری وباطنی کی جامع ہے اور بزرگان دین سے والہانہ عقیدت کا یہ عالم ہے کہ، ہندوستان پاکستان، افغانستان، عرب، شام، عراق، فلسطین اور جارڈن وغیرہ کے اولیائے کرام کے مزارات پر عمر کا

بقیہ ص ۴۶۱ پر ملاحظہ کریں

حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ

موضع بھوجپور پوسٹ سکھ پورہ ضلع بلیا کے رہنے والے تھے ۱۹۱۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی والد کا نام محمد اسلام تھا۔ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن اپنے وطن ہی میں مکمل کیا درس نظامیہ کی تکمیل کے لئے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے اور اپنی ذہانت و فطانت، محنت و لگن کیوجہ سے بہت جلد حضور حافظ ملت کے ممتاز اور ارشد تلامذہ میں شمار کئے جانے لگے یہی وجہ تھی کہ جب چند اندرونی وجوہات کی بناء پر حضور حافظ ملت قدس سرہٗ ایک سال کیلئے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے اور وہیں پر رسم دستار بندی بھی ادا کی گئی چونکہ درس نظامیہ کی تکمیل دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں کی تھی اس لئے جامعہ عربیہ ناگپور کی سند نہیں لی۔

علم فرائض علامہ محمد نظام الدین صاحب قبلہ سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور سے حاصل کیا اور مدرسہ بحر العلوم کٹیہار ضلع پورنیہ میں چھ ماہ قیام کر کے ملک العلماء حضرت علامہ محمد ظفر الدین صاحب بہاری قدس سرہٗ سے علم ہیئت و توقیت کا درس لیا۔

فراغت کے بعد ابتداً کچھ دنوں تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر فائز رہے آپ وہاں طلبہ و مدرسین خواص و عوام میں بہت ہی مقبول اور ہر دلعزیز تھے خصوصًا سرکار مفتئ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ آپ کو بے پناہ چاہتے تھے چنانچہ جب استاذ العلماء حضور حافظ ملت نے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کی تدریسی خدمات کیلئے آپ کو بلا لیا تو سرکار مفتئ اعظم ہند دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ "مولانا عبدالرؤف کا جانا ہمارے مدرسہ کی موت کے مرادف ہے" آپ نے تقریبًا بیس سال تک دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیں اور سیکڑوں تشنگان علوم کو اپنے چشمہ علم و حکمت سے سیراب کیا۔ آپ کو درس نظامیہ کے پورے نصاب پر یکساں مہارت تھی بلکہ روح علم سے کامل طور پر آشنا تھے۔ خصوصًا علم ہیئت و توقیت میں تو ملکہ حاصل تھا۔ معاصرین میں آپ کی شان تدریس ممتاز تھی۔ انداز تفہیم کی انفرادیت کا یہ عالم تھا کہ علم کلام

وفلسفہ کے دقیق سے دقیق تر مسائل بھی ذہن نشیں کرادیتے تھے آپکے پاس ذکی وغبی سبھی طلبہ اپنے اسباق کما حقہ سمجھ لیتے تھے اور وہ بھی اس خصوصیت کے ساتھ کہ تفصیل درس سے غبی کے ذہن میں پوری بات اتر جاتی اور ذکی طلبہ اس سے اکتاہٹ کے بجائے لذت محسوس کرتے تھے، ادارہ کے تمام مدرسین اہم اور لاینحل علمی مسائل میں آپ سے رجوع کرتے تھے. فتاویٰ کی اہم گتھیاں سلجھادینا آپکے ذہن رسا کا کام تھا، آپ نے جہاں سیکڑوں طالبان علوم کو علم وآگہی کی دولت سے مالامال کیا وہیں آپ کی زندگی کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے فتاویٰ بنام "فتاویٰ رضویہ" کی جلد سوم، جلد چہارم اور پنجم کی ضخیم جلدیں جو جگہ جگہ سے کرم خوردہ اور شکستہ ہوچکی تھیں آپ نے نہایت عرق ریزی اور سعی بلیغ سے ان کی تصحیح و ترتیب کا کام انجام دیکر "سنی دارالاشاعت" مبارکپور سے شائع فرمایا آپکے اس کارنامہ سے دنیائے سنیت پر جو احسان عظیم فرمایا ہے وہ تاریخ کے اوراق میں ایک زریں نقش ہے جسکا فراموش کردینا ممکن نہیں

آپ بہت ہی سادہ لوح اور سادہ بودوباش کے پابند تھے لیکن کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے آپ کے عزائم میں پختگی، مزاج میں استقلال اس درجہ تھا کہ کسی موقع پر آپ کو متزلزل نہ پایا گیا. اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے، جسکی بین مثال یہ ہے کہ شروع سے اشرفیہ میں قدم رکھا تو زندگی کی آخری سانس تک یہیں رہ گئے حالانکہ دور دراز مقامات سے اونچی اونچی جگہیں کثیر مشاہرہ کے ساتھ پیش کی گئیں مگر آپ نے حضور حافظ ملت کا قرب چھوڑنا گوارہ نہ کیا.

بیعت وارادت فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل تھی، علم وحکمت کا یہ نیر تاباں بروز جمعہ ۱۳ر شوال المکرم ۱۳۹۱ھ کو غروب ہوگیا. انا للہ وانا الیہ راجعون. آپ کی اچانک رحلت سے علم وادراک کی انجمن میں جو مسند خالی ہوگئی اس کا پُر ہونا نہایت دشوار ہے. آپ کی رحلت پر حافظ ملت نے فرمایا "ہمارا بازو ٹوٹ گیا."

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت علامہ محدث محمد ثناء اللہ امجدی علیہ الرحمۃ

نام محمد ثناء اللہ والد کا نام حاجی شرف الدین ۲؍ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء میں قاضی دامو پورہ مئوناتھ بھنجن میں آپکی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم مئو میں از اول تا آخر زیر تعلیم رہے سنہ ۱۹۳۵ء میں آپکی فراغت ہوئی اور سنہ ۱۹۳۶ء میں بسلسلہ تبلیغ رنگون تشریف لے گئے۔ اسی سال سنہ ۱۹۳۶ء میں ملک کی مشہور درسگاہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے تقرری ہوئی، ایک سال تک آپ اس عہدہ پر رہے پھر مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری آئے تو وہ نائب شیخ الحدیث ہوئے سنہ ۱۹۴۴ء تک آپنے دارالعلوم اشرفیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر ملک کی مختلف درسگاہوں میں درس دیا جسکی تفصیل درج ذیل ہے

بحر العلوم مئو سنہ ۱۹۴۸ء تا سنہ ۱۹۵۱ء شیخ الحدیث

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف سنہ ۱۹۵۲ء تا سنہ ۱۹۶۱ء 〃

دارالعلوم شاہ عالم آحمد آباد سنہ ۱۹۶۲ء تا سنہ ۱۹۶۳ء 〃

بحر العلوم لطیفیہ کٹیہار سنہ ۱۹۶۴ء تا سنہ ۱۹۶۶ء 〃

مدرسہ علیمیہ انوار العلوم سرکانہی شریف سنہ ۱۹۶۷ء تا سنہ ۱۹۶۸ء 〃

بحر العلوم مئو سنہ ۱۹۶۹ء تا سنہ ۱۹۷۲ء شیخ الحدیث

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف سنہ ۱۹۷۳ء تا سنہ ۱۹۷۵ء 〃

جامعہ فاروقیہ بنارس سنہ ۱۹۷۶ء تا سنہ ۱۹۷۸ء 〃

منظر حق ٹانڈہ سنہ ۱۹۷۹ء تا سنہ ۱۹۸۳ء 〃

بحر العلوم مئو سنہ ۱۹۸۴ء تا سنہ ۱۹۹۰ء 〃

۱۵؍ اگست سنہ ۱۹۹۰ء کو بوقت ۹؍ بجے شب بروز بدھ آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی رحلت کی خبر ملتے ہی پورے مئو اور قرب و جوار میں سناٹا چھا گیا اور تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے ہزاروں افراد علماء و مشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کی بحر العلوم مئو کے مغرب میں واقع اپنی آبائی زمین میں سپرد خاک کئے گئے، آپ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی متعدد تصنیفات بھی ہیں جن میں کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ آپکے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں اکثر موجودہ اکابر شامل ہیں۔

(بقلم مرتب غفرلہ ماخوذ ملخصاً از ماہنامہ اشرفیہ بابت اکتوبر سنہ ۹۰ء)

مُصلحِ اُمّت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

آپ ۱۱ ربیع النور ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کو قندھار شریف ضلع ناندیر حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے، آپکے والد کا نام غلام جیلانی تھا، ابتدائی تعلیم قندھار شریف میں ہی حاصل کی۔ چودہ سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا پھر پرائمری اسکول میں داخل کر دیئے گئے اور اپنی محنت و ذکاوت سے دو دو درجات ایک سال میں طے کئے تا آنکہ جماعت ہفتم میں جا پہنچے۔ حضور حافظ ملت نے اپنی نگرانی میں حفظ قرآن کرایا ابھی حافظ ملت اجمیر شریف میں تعلیمی مراحل طے کر رہے تھے چھٹی کے ایام میں قندھار تشریف لے جاتے تو حفظ قرآن اور تعلیمی امور کی نگرانی فرماتے، ابھی اسکول کی تعلیم جاری تھی کہ حافظ ملت نے آپ کو والدین سے علم دین کیلئے مانگ لیا۔ اس وقت آپ دارالعلوم اشرفیہ کے ہو چکے تھے چنانچہ حضرت قاری صاحب نے اشرفیہ میں حافظ ملت کے زیر سایہ آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی، حافظ ملت آپکے مشفق استاذ کے علاوہ آپکے مربی اور شفیق باپ کیطرح تھے بلکہ سب کچھ تھے دوران تعلیم آپ کو قریبی علاقوں میں ارشاد و تبلیغ کیلئے بھیجا کرتے چنانچہ مبارکپور میں آپکی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہوئی۔ درس حدیث کا سال تھا کہ حالات ناموافق ہو گئے، گاندھی کا ستیہ گرہ شروع ہوا، مدارس بند ہو گئے ہر طرف انتشار ہو گیا تو قاری صاحب گھر گئے اور اس ماحول میں پھر والد صاحب نے مبارکپور آنے کی اجازت نہ دی، کئی ماہ بعد حافظ ملت جب حالات کی ناسازگاری کے سبب مبارکپور چھوڑ کر ناگپور چلے گئے تو وہاں سے خط لکھکر قاری صاحب کو بلوایا تاکہ تکمیل درس حدیث کر لیں۔ چنانچہ آپنے ناگپور آکر حضور حافظ ملت سے تین چار مہینے رہ کر درس حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹۴۳ء میں دستار و سند فراغت سے نوازے گئے۔ فراغت کے چند ماہ بعد آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ فراغت سے قبل ہی آپ کی شادی ہو چکی تھی۔ اور اب ایک بچی بھی تولد ہو چکی تھی، چنانچہ فکر معاش نے مجبور کیا کہ کہیں کوئی ملازمت کریں۔ خوش نصیبی سے ناگپور میں ہی جامع مسجد کی امامت و خطابت کی جگہ مل گئی۔ پانچ سال تک آپ نے

خطابت کے فرائض انجام دیئے اسی دوران انجمن اسلامیہ ہائی اسکول ناگپور میں درجہ ۹ اور درجہ ۱۰ کے طلبہ کو عربی ادب کا درس بھی دیتے تھے۔ پھر ہائی اسکول کی ملازمت چھوڑ کر جامعہ عربیہ ناگپور میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ناگپور میں پانچ سال رہے کہ ہندوستان پاکستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ جس سے آپنے ناگپور چھوڑ دیا صدر یار جنگ کے توسط سے آپ شہر حیدرآباد کے نواح میں سکندرآباد کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے اور وہاں عظیم الشان دینی خدمات انجام دیں۔ مگر سقوط حیدرآباد کے چار ماہ بعد مفتی ظفر علی نعمانی صاحب (جوکہ آپکے دوست اور ساتھی تھے) کی کوششوں سے آپ پاکستان تشریف لے گئے ایک ماہ بعد اخوند مسجد میں خطابت و امامت شروع کی اسی دوران دارالعلوم مظہریہ آرام باغ میں تدریس کا سلسلہ بھی شروع کردیا اور واہ کینٹ جامع مسجد کی خطابت سنبھالنے تک آپ دارالعلوم سے وابستہ رہے۔ پھر واہ کینٹ کی جامع مسجد جو سرکاری فیکٹری کی مسجد تھی اور پاکستان کی مرکزی مساجد میں شمار ہوتی تھی۔ وہاں خطیب مقرر ہوئے اور ڈیڑھ سال تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اس عرصہ میں لوگوں میں اسقدر مقبول ہوئے کہ ڈیڑھ سال بعد جب چھوڑ کر آرہے تھے تو لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے پھر آپ اخوند مسجد تشریف لائے۔ اس وقت دارالعلوم امجدیہ بن چکا تھا کچھ عرصہ بعد آپ امجدیہ سے وابستہ ہو گئے اور یہ وابستگی آخری عمر تک رہی۔

بیعت مبارکپور میں طالب علمی کے دوران جب قاری صاحب نے خواہش ظاہر کی تو حافظ ملت نے آپکو اور مولانا سید عبدالحق کو ساتھ گھوسی لاکر حضرت صدرالشریعہ کے دست مبارک پر بیعت کرایا ساتھ ہی ان حضرات نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا سبق بھی پڑھا اور شرف تلمذ حاصل کیا۔

خلافت ایک بڑی محفل میں حضرت صدرالشریعہ نے آپکو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا یہ ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے قاری صاحب ۲۹ سال کے تھے عرض کرنے لگے میں اتنا بڑا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہوں۔ صدرالشریعہ نے فرمایا ,, جسکا کام ہے وہ اٹھائیگا۔ حضرت مصلح اہلسنت قاری مصلح الدین صاحب قبلہ ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء بروز بدھ ۶۸ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ کر گئے اور کھوڑی گارڈن پاکستان میں مدفون ہوئے۔ جو آب مصلح الدین گارڈن کے نام سے مشہور اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ (بقلم مرتب غفرلہ ماخوذ ملخصاً از مضمون علامہ مدرالقادری)

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی

شعبۂ دار الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

ضلع اعظم گڈھ (یوپی) کے مشہور مردم خیز قصبہ گھوسی میں غالباً ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی ابتدائی تعلیم ایک مقامی مکتب میں ہوئی، فارسی کی ابتدائی کتابیں اور گلستاں بوستاں حکیم احمد علی مرحوم برادر معظم حضرت صدر الشریعہ سے پڑھیں اسکے بعد شوال ۱۳۵۳ھ میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے اور ترمذی شریف، ہدایہ اخیرین، صدرا، حمداللہ وغیرہ تک کی تعلیم یہیں مکمل کی اپنی ذہانت وفطانت اور محنت ولگن کیوجہ سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بہت چہیتے شاگرد تھے چنانچہ آپ کی اہم کتابیں حضرت ہی کے زیر تدریس رہیں، منطق کی اکثر کتابیں فاضل معقولات حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب قبلہ بھاگلپوری قدس سرہٗ سے پڑھیں محرم الحرام ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں مدرسہ اسلامیہ میرٹھ جاکر صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب قبلہ میرٹھی مدظلہ سے حاشیہ عبد الغفور و شمس بازغہ، اور خیر الاذکیاء، حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب مرحوم سے خیالی اور قاضی مبارک کی تعلیم حاصل کی اسکے بعد شوال ۱۳۶۱ھ میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لے گئے جہاں حضرت علامہ سردار احمد خاں صاحب محدث اعظم پاکستان اور حضرت مولانا عبد العزیز خانصاحب علیہما الرحمہ سے دورۂ حدیث کرکے ۲۹؍ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ مطابق ۶؍ مئی ۱۹۴۳ء کو حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ، صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب بہاری قدست سرہم اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے دستار بندی ہوئی۔

فراغت کے بعد ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء میں مدرسہ بحر العلوم مئو کی تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ وہاں سے ۳۱؍ مئی ۱۹۴۴ء کو مستعفی ہوکر از ۱۵؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۳ھ تا ۱۶؍ ربیع الاخر ۱۳۶۴ھ مدرسہ خیر الاسلام ضلع پلامو

از ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۶۴ھ تا ۹ شوال ۱۳۶۴ھ مدرسہ عربیہ دارالعلوم حنفیہ مالیگاؤں ضلع ناسک از شوال ۱۳۶۴ھ تا ۹ شوال ۱۳۶۶ھ مدرسہ عین العلوم گیا اور از ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۶ھ تا ۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۷۳ھ دارالعلوم اہلسنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے گھوسی دوران قیام تقریباً ایک سال تک آپ کو فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت کا موقع ملا چونکہ حضرت کی بصارت انتہائی کمزور ہو چکی تھی اس لئے روزانہ تین گھنٹے تک باہر سے آئے ہوئے استفتاء کے جوابات اس طرح آپ کو املا کراتے کہ ایک ہی سال میں آپ کو فتویٰ نویسی کی اچھی خاصی مہارت ہو گئی اور اسی دوران احادیث تفاسیر، فقہ، اصول فقہ، اور شروح حدیث کی سیکڑوں کتابوں سے متعلق حضرت صدر الشریعہ سے استفادہ کیا ۲۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۳ھ سے رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ تک مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا میں دینی و تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے بعد ۲۴ شوال المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ جون ۱۹۵۶ء کو دارالعلوم مظہر اسلام میں تدریسی خدمات پر فائز ہوئے جہاں آپ نے منقولات و معقولات کی اونچی اونچی کتابیں پڑھائیں اور ملک و بیرون ملک کے کثیر طلبہ نے آپ سے اخذ علوم کیا

درس و تدریس کے علاوہ حضور مفتی اعظم ہند کے دارالافتاء کی خدمات بھی آپ کے سپرد تھی جسے آپ بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ گیارہ سال تک انجام دیتے رہے اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں نائب مفتی اعظم ہند کے لقب سے مشہور و متعارف ہو گئے

۲۷ ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف سے مستعفی ہوئے اور ۲۷ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کو مدرسہ انوار القرآن بلرام پور میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کا تقرر ہوا اور ۸ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں آپ کی بے پناہ لیاقت علمی اور جانفشانیوں کے سبب پچاسوں علماء دین سے فارغ ہوئے اور مدرسہ کو ہندوستان گیر شہرت حاصل ہو گئی، اس کے بعد دارالعلوم ندائے حق جلالپور میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے پھر کچھ دنوں بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے دارالافتاء کی خدمت پر مامور ہوئے۔ جہاں آج بھی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ کو درس نظامیہ کے جملہ فنون میں مہارت ہے خصوصاً فقہ میں ملکہ حاصل ہے، اس کے علاوہ آپ کا شمار ہندوستان کے صف اوّل کے خطباء میں ہوتا ہے۔ مہاراشٹر، یوپی، بہار، بنگال، مدھیہ پردیش

آندھرا پردیش،، اور نیپال میں اکثر وبیشتر آپ کا تقریری دورہ ہوتا رہتا ہے، آپ کی تقریر بہت ہی جامع اور دل پذیر ہوتی ہے۔

آپ کی تصانیف میں نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری، اسلام اور چاند کا سفر، التحقیقات اشرف السیر، اور اشک رواں، بہت ہی مشہور ومقبول ہیں ہندوستان کے موقر جرائد میں آپکے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

شرف بیعت فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے اور خلافت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

(بقلم مفتی محمود اختر القادری)

(بقیہ علامہ عبدالحق صاحب ص ۴۵۳ کا:-) ایک طویل حصہ گذار دیا۔ حضرت پیر طریقت کا حلقۂ ارادت بہت ہی وسیع ہے۔ ہند و بیرون ہند ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین و معتقدین موجود ہیں اور آج بھی آپ کی روحانی تبلیغ پورے شباب پر ہے۔

مولیٰ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کے سایہ عاطفت کو دراز سے دراز تر فرمائے۔ آمین۔

(مولانا علاء المصطفیٰ قادری)

ھمدردی

آپ کے چھوٹے صاحبزادے جو حضرت سے بہت مشابہ تھے اور حضرت ان کو بہت پیار کرتے تھے۔ ان کا اجمیر شریف میں انتقال ہوگیا۔ گرمی کا موسم تھا اور ہم لوگ (طلبہ) محلہ پرٹھا دارالاقامہ میں رہتے تھے اور حضرت ترکولیا دروازہ میں رہتے تھے۔ تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔ ہمیں بہت دیر میں خبر ہوئی۔ ہم پہنچے تو صاحبزادہ دفن ہو چکے تھے ہم نے عرض کیا۔ حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی۔ فرمایا خیال ہوا۔ کہ گرمی کا وقت ہے آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی لہذا دفن کردیا۔

(حافظ ملّت)

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ امجدی

بانی جامعہ فیض العلوم جمشید پور

سید پورہ ضلع بلیا (یوپی) میں ۱۹۲۴ء آپ کی ولادت ہوئی آپ کے والد گرامی مولینا عبداللطیف صاحب قبلہ ایک درویش صفت متقی اور سلسلۂ رشیدیہ کے سالک تھے ۔

اسی نسبت سے آپ کا نام ”غلام رشید“ تجویز فرمایا آگے چل کر ”ارشد القادری“ کے تخلص سے مشہور و متعارف ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی ۔ بچپن ہی سے ذہانت و فطانت کے سارے آثار ہویدا تھے اور بجا طور پر ”بالائے سرش زہوشمندی“ ”می تافت ستارہ بلندی“ کے مصداق تھے درس نظامیہ کی تکمیل کیلئے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے اور جلد ہی اپنی فطری صلاحیتوں کے سبب ادارے کے ممتاز طلبہ میں شمار کئے جانے لگے، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کے زمانہ تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”پوری زندگی میں ارشد القادری کی طرح بخاری شریف کی عبارت پڑھنے والا کوئی نہیں ملا“

آپ کو حضرت کا اس قدر قرب حاصل تھا کہ جب چند اندرونی اسباب کی وجہ سے ۱۳۶۱ھ میں حضرت حافظ ملت جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے ۔ ۱۳۶۵ھ میں درس نظامیہ کی تکمیل کرکے دارالعلوم اشرفیہ سے سند فراغت حاصل کی اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم ناگپور میں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ۔ جہاں مفتی جلال الدین صاحب قبلہ امجدی اور دوسرے طلبہ نے (جو اس وقت مقتدر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں) شرف تلمذ حاصل کیا۔

آپ بے پناہ علمی صلاحیتوں کے مالک ذہانت و فراست کا سرچشمہ تدبر و دوراندیشی کے شہنشاہ اسلوب تحریر و انشاء پردازی میں یکتائے روزگار تقریر و خطابت میں عدیم المثال، مناظرہ و مباحثہ

ہیں منفرد، قوت عمل میں بے نظیر اور مسلمانوں کے پرجوش سیاسی رہنما ہیں، یہی وجہ ہے کہ جلسہ ہو یا کانفرنس، مناظرہ ہو یا مشاورتی مجلس ہر مقام پر آپ کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

۱۹۵۰ء میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ایما پر دینی و تبلیغی خدمات کیلئے صوبۂ بہار کے مشہور شہر ٹاٹا نگر جمشید پور تشریف لے گئے جہاں لگاتار پانچ سال تک کھلے آسمان کے نیچے سڑکوں کے کنارے بوریا بچھا کر قوم کے نونہالوں کو تعلیم دیتے رہے اور ہزاروں مصائب و آلام کے باوجود پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ یہانتک کہ سالہا سال کی جدوجہد اور روز و شب کی کوششوں سے ٹاٹا کمپنی کی زمین حاصل کرکے دارالعلوم فیض العلوم کی بنیاد رکھی یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جسے جمشید پور کے بچہ بچہ کو آپ کا گرویدہ بنا دیا مگر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کے مساعی جمیلہ اور خواص و عوام کے تعاون سے ادارہ کو اس قدر ترقی ملی کہ اس میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کا شعبہ بھی قائم کیا جاچکا ہے جہاں بہار و بنگال اور ہندوستان کے مختلف مقامات کے سیکڑوں طلبہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ فن صنعت سے بھی خود کو آراستہ کررہے ہیں اس کے علاوہ ادارۂ شرعیہ پٹنہ (بہار) گلشن بغداد ہزاری باغ گلشن اجمیر ہزاری باغ، فیض الباری نوادہ گیا۔ مدرسہ حنفیہ بکارو اسٹیل سٹی، مدرسہ ندائے اسلام دمکا، اور سیکڑوں مدارس و انجمن آپکی فعال و متحرک ذہنیت کا زندہ ثبوت ہیں۔

۱۹۷۲ء میں آپ کا دوسرا سفر حج ایک اہم (دینی و تبلیغی مرکز کے قیام کا سبب بن گیا چنانچہ مکہ مکرمہ میں مختلف ممالک کے نمائندوں کی موجودگی میں عالمی طور پر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مذہبی بے اعتدالی کے خلاف ایک اہم گہوئیش منعقد ہوا اور مذہبی بیداری اور دینی انقلاب پیدا کرنے کیلئے ایک عالمی ادارہ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا جس کا آپ کو جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا اور متعدد سہولتوں کے پیش نظر اس عالمی تحریک کا مرکز انگلستان کا مشہور شہر بریڈ فورڈ قرار پایا۔

اس عظیم دینی تحریک کی پہلی تنظیمی کانفرنس بریڈ فورڈ (لندن) کے سینٹ جارجیز ہال میں ۲۱/ اپریل ۱۹۷۴ء کو منعقد ہوئی جس میں دنیا کے مختلف ممالک کے علمائے کرام و عمائدین عظام

شرکت کی اس کے بعد آپ نے ایک شاندار عالمی دورہ کیا جس میں دنیا کے مختلف ممالک میں الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ (دی ورلڈ اسلامک مشن) کی شاخیں قائم کیں اور ادارہ ہذا سے عالمی رابطہ قائم کیا۔ جگہ جگہ آپ کی ولولہ انگیز اور ایمان افروز تقاریر سے ہزاروں دلوں میں عشق رسالت کے چراغ جل اٹھے اور سیکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ عالمی دورہ سے واپسی پر بریڈ فورڈ (لندن) کے ایک گرجے کی طویل وعریض عمارت خرید کر اسلامک مشنری کالج قائم کیا جس میں آج بھی دنیا کی مشہور متعدد زبانوں کی تعلیم دی جارہی ہے۔ اور اس کے ذریعہ انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے، آپ عالمگیر شخصیت کے مقرر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اہلسنت وجماعت کے بہترین اور بے نظیر مناظر بھی ہیں ۱۹۵۴ء میں جمشید پور کی سرزمین پر مشہور دیوبندی مناظر مولوی عبداللطیف نعمانی شیخ الحدیث مفتاح العلوم مئو سے بہت کامیاب مناظرہ کر کے اسے شرمناک شکست دی اور قوم سے "فاتح جمشید پور" کا خطاب حاصل کیا۔ اسکے علاوہ متعدد مرتبہ

مختلف مقامات پر مولوی ارشاد مبلغ دیوبند و دیگر علمائے دیوبند سے شاندار مناظرہ کر کے انھیں شرمناک شکست دی ان خصوصیات کے علاوہ آپ ایک بہترین ادیب اور شاندار صحافی بھی ہیں۔ چنانچہ مذہب اہلسنت کی اشاعت وترویج کیلئے کلکتہ سے جام کوثر اور جمشید پور سے جام نور جیسے وقت کے موقر اور اہم ترین جرائد جاری کئے۔ علامہ موصوف کی ادبی صلاحیت اور قلمی قوت کا لوہا ہر ایک نے تسلیم کیا۔ آپ کے ادبی وثقافتی شاہکار دنیائے ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں تصنیفات میں زلزلہ، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، پالن حقانی کی کتاب شریعت یا جہالت کا جواب، رسالت محمدی کا عقلی ثبوت، وغیرہ محتاج تعارف نہیں ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو ہند و پاک سے شائع ہو کر بے پناہ مقبول ہو چکی ہیں۔ آپ کی یہی خوبیاں تھیں، جن کی وجہ سے حضور حافظ ملت آپ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اور آپکی علمی صلاحیت اور دینی خدمات سے حضرت کسقدر متاثر تھے۔ اس کا اندازہ حضرت کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ۔

بقیہ ص ۴۶۶ پر ملاحظہ کریں

مفتی جلال الدّین صاحب امجدی

آپ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام جان محمد ہے جو بڑے متقی تھے پوری حیات بلامعاوضہ جامع مسجد کی امامت کی آپ کی والدہ بی بی رحمت النسار بڑی دیندار اور نمازی تھیں۔ مفتی صاحب ۱۹۵۱ء میں والد بزرگوار اور ۱۹۷۹ء میں والدہ کے سائے سے محروم ہوگئے۔

آپ نے سات سال کی عمر میں ناظرہ مکمل کیا اور ساڑھے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔ اسکے بعد فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبدالرؤف صاحب التفات گنجوی اور مولٰنا عبدالباری فیض آبادی سے پڑھیں

بچپن اور نوجوانی کے ایام بڑے غربت و افلاس کے عالم میں گزرے۔ نوجوان بھائی محمد نظام الدین کے انتقال اور بجلی گرنے سے والد کے شدید زخمی ہوجانے کی وجہ سے گھر کا بوجھ یکبارگی آپ پر آن پڑا۔ اسی اثنار گھر میں چوری کے ایسے حادثے ہوئے جس نے مکمل کمر توڑ دی اور ہر طرف افلاس کے سائے منڈلانے لگے۔ ناچار آپ نے دس روپے ماہوار پر ملازمت کرلی۔ اور فیض آباد کے ایک مدرسے میں تعلیم بھی جاری رکھی۔ جب یہاں کا نصاب پورا کرلیا تو ناگپور گئے وہاں دن بھر کام کرتے بیس پچیس روپے ماہانہ کما کر گھر کی ضروریات پوری کرتے اس وقت رئیس التحریر حضرت علّامہ ارشد القادری صاحب قبلہ ناگپور میں ہی مدرسہ شمس العلوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ چنانچہ مفتی صاحب نے چند ساتھیوں کے ہمراہ مغرب بعد حضرت علّامہ موصوف سے کتابوں کا درس لینا شروع کیا اسی طرح آپنے اپنی تعلیم مکمل کی۔ اور مئی ۱۹۵۲ء کو سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد علّامہ موصوف جمشید پور چلے آئے اور فیض العلوم کی بنیاد رکھی اور مفتی صاحب موصوف کو مدرس مقرر کیا۔ مگر چند دنوں بعد حضرت علّامہ کی اجازت سے گھر تشریف لے آئے جنوری ۱۹۵۵ء میں حضرت شعیب الاولیار اور حضرت شیر بیشۂ اہلسنت علیہما الرحمہ کی اجازت سے مدرسہ

قادریہ رضویہ بستی میں مدرس مقرر ہوئے۔ اسی دوران حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے فیض الرسول کو دارالعلوم کی حیثیت دیدی۔ بعدہٗ مفتی صاحب کو طلب فرمایا چنانچہ ۱۰؍ جولائی سنہ ۱۹۵۶ئہ سے آپ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے باقاعدہ مدرس ہوگئے اور افتاء کا کام بھی شروع کردیا۔ چند ہی سالوں میں فتویٰ نویسی میں آپ کو اسقدر دسترس ہوگئی کہ ملک و بیرون ملک کے مسلمانوں کے مرجع بن گئے ۲۵؍ سال تک شعبۂ افتاء سے متعلق رہ کر ہزاروں فتادے لکھے جو فتاویٰ فیض الرسول کے نام سے شائع ہوچکے ہیں آپ کا شمار اہلسنت کے معتمد اور چوٹی کے علماء و قائدین میں ہوتا ہے، نہایت زاہد و متقی اور پاکیزہ سیرت و کردار کے حامل ہیں۔ آپ کی شخصیت لاحاصل تنازعات سے محفوظ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو مقبول انام ہونے کا شرف ملا۔

اپنے وطن اوجھاگنج ضلع بستی میں آپ نے ایک ادارہ دارالعلوم امجدیہ ارشد العلوم کے نام سے قائم کیا جو حضرت صدرالشریعہ اور حضرت علامہ ارشدالقادری کی طرف منسوب ہے۔ اور اب یہیں رہ کر مختلف دینی و علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

فارغین علماء کی فتویٰ نویسی کی ٹریننگ کے لئے ایک خاص شعبے کا قیام آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں انوارالحدیث، فقہی پہیلیاں، غیر مقلدوں کا فریب، وغیرہ بہت مشہور اور مقبول ہوئیں۔ آپ کا قائم کردہ کتبخانہ امجدیہ اوجھاگنج بستی۔ آپ کی تصنیفات اور دیگر مفید کتب کی اشاعت کی خدمات انجام دے رہا ہے۔

آپ کو حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

(بقلم مرتب غفرلہ ماخوذ ملخصًا از المغاز الفقہ)

بقیہ علامہ ارشدالقادری ص ۴۶۴ کا:-

"علامہ ارشد نے جو دین کی زریں اور نمایاں خدمات کی ہیں میں صرف اسے دیکھتا ہوں میں انکی کیا تعریف کروں ناخن پا سے موئے سر تک وہ علم سے بھرے ہوئے ہیں (بروایت مولانا نصیرالدین صاحب قبلہ)

شرف بیعت فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔

(بقلم مفتی محمود اختر القادری)

حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب امجدی علیہ الرحمہ
سابق ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ میں ۹ راگست ۱۹۲۴ء کو آپ کی ولادت ہوئی، رسم بسم اللہ خوانی میانجی ولی صاحب مرحوم نے اداکرائی اور پارہ عم وغیرہ کی تعلیم انھیں کے مکتب میں حاصل کی پھر دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں کافیہ تک پڑھنے کے بعد ۱۹۴۱ء میں امام معقولات حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ گھوسوی کے ہمراہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ جاکر حضرت ممدوح کی نگرانی میں مسلسل دو سال تک تحصیل علم کرتے رہے۔

۱۹۴۳ء میں دوبارہ تکمیل درس نظامیہ کے لئے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے۔ دوران تعلیم ہی میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے ایماء پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد جاکر فن قرأت وتجوید کی تکمیل کی۔ اسکے بعد دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے شعبۂ قرأت میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا اور یہیں سے ۱۹۴۶ء میں درس نظامیہ مکمل کیا اور درجۂ تجوید اور درجۂ عالیہ کی تدریسی خدمات پر باضابطہ مامور ہوئے۔ تقریباً ۱۷ رسال تک آپنے دارالعلوم ہذا ہی میں تعلیمی فرائض انجام دیئے اور سیکڑوں علماء وقراء نے آپ سے اکتساب علم کیا جن میں سے آج بھی بہت سارے ہندو بیرون ہند میں مسجدوں اور مدرسوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

پھر ۴ رنومبر ۱۹۶۳ء کو ادارۂ ہذا کی کمیٹی نے ادارہ کی نظامت کے لئے آپ کو نامزد کردیا۔ آپ اس عہدۂ جلیلہ پر عرصہ دراز تک فائز رہے۔ آپنے بہت ہی کامیابی اور جواں ہمتی کے ساتھ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سایہ کرم میں اس عظیم ذمہ داری کو سنبھالا اور ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دی۔

آپ باصلاحیت عالم ہونے کے علاوہ بہترین اور خوش الحان قاری بھی تھے۔ آواز میں بے انتہا کشش پائی جاتی تھی، چنانچہ اکثر وبیشتر

حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ
"میں نے قاری محمد یحییٰ جیسا ہندوستان
میں قاری نہ پایا"
حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو آپ سے
بے انتہا محبت تھی، جس کا اندازہ اس سے
لگایا جا سکتا ہے کہ اخیر ایام میں حضرت کی نقاہت
و کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی تو مبارکپور کی جامع
مسجد میں (جہاں حضرت خطیب تھے) باضابطہ
اعلان فرما کر آپ کو بحیثیت خطیب مقرر فرمایا
آپ تاحیات اس عہدہ پر فائز رہے
شرف بیعت فقیہ اعظم ہند حضرت
صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔ آپکی بیعت
کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے ہوا یوں کہ جب حضرت
صدر الشریعہ علیہ الرحمہ دوسرے سفر حج کیلئے براہ
بریلی بمبئی روانہ ہوئے تو آپ بھی حضرت کی
زیارت کے لئے مئو حاضر ہوئے۔ شاہ گنج کی ٹرین
کے جس ڈبہ میں حضرت سفر کر رہے تھے۔ اسی میں
علماء اشرفیہ کے ہمراہ آپ بھی موجود تھے دوران سفر
اچانک آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت
کے دست حق پرست پر توبہ کر کے داخل سلسلہ
ہو جاؤں جب حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا گیا
تو حضرت صدر الشریعہ نے اسی وقت بیعت سے
مشرف فرمایا۔ آپ کی اپنے پیر و مرشد سے یہ
آخری ملاقات تھی اور آپ ہی آخری مرید ہیں
جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ کو آپ کا وصال ہو گیا۔

(مولانا علاء المصطفیٰ قادری)

بہار شریعت

الحمد للہ مسائل رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل
پایا۔ آج کل ایسی کتابوں کی ضرورت تھی کہ
عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلہ پائیں
اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع و ملمع زیوروں
کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔ مولیٰ عزّوجل
مصنف کی عمر و علم و فیض میں برکت دے

امام احمد رضا قدس سرہٗ

حضرت علامہ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی صاحب

حضرت علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی تقریباً ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں سید پور ضلع بلیا میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا محمد ادریس تھا آپ اپنے نام کے ساتھ حضرت سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت اور نسبت کی وجہ سے "نعمانی" لکھتے ہیں۔ آپ کے آباء و اجداد کا مشغلہ تجارت جو اب بھی اخلاف کی روایت ہے آپ کا خاندان متوسط درجہ کا علمی گھرانہ تھا جس میں اکثر حضرات حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال تھے۔

تعلیم و تربیت پانچ سال کی عمر میں پرائمری اسکول سید پور ضلع بلیا میں داخلہ لیا اور دس برس کی عمر میں فراغت پائی۔ دینی تعلیم کے لئے شاہ پور بہار کے مدرسہ فیض الغرباء میں داخل ہو گئے صوبہ بہار کی اس علمی و دینی درسگاہ کے مہتمم مولانا رحیم بخش صاحب قادری رضوی تھے جو اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت العلام عبد المصطفیٰ الشاہ احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی نور اللّٰہ تعالیٰ مرقدہ کے کثیر الاوصاف خلفاء میں سے تھے ان کی سرپرستی میں قابل ترین اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شرح جامی تک کتابیں پڑھ لیں اس کے بعد مزید تکمیل کے لئے اہلسنت وجماعت کی عظیم ترین دینی تربیت گاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے مگر دوران تعلیم ہی کسی وجہ سے دیگر طلباء کی معیت میں احتجاجاً مدرسہ چھوڑ کر گھر چلے آئے۔ چنانچہ حضرت حافظ ملت علامہ حافظ عبد العزیز صاحب محدث مبارکپوری کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی تو آپنے فوری حاضر ہونے کا پیغام مفتی صاحب کے گھر بھیج دیا۔ ادھر گھر والوں کو پتہ چلا تو انھوں نے بھی استاذ الاساتذہ حافظ ملت کی خدمت میں پہنچنے کا حکم صادر کر دیا پھر کیا تھا مفتی صاحب جامعہ میں محدث صاحب کے روبرو حاضر تھے۔ حافظ ملت نے کچھ اس انداز میں پند و نصائح سے نوازا کہ مفتی صاحب

حسب سابق اس جامعہ میں تعلیم جاری رکھنے کے لئے حاضر باش ہو گئے یہ دیکھ کر دیگر برگشتہ طلبا ر بھی راہ راست پر آگئے ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے اور تین سال درجہ تخصیص کے لئے حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں مزید گزارے۔

تدریس تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہوتے ہی اسی جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا یوں آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہو گیا ڈیڑھ سال گذارنے کے بعد حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ حکیم ابو العلار محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر کاٹھیاواڑ کے مدرسہ دار العلوم اہلسنّت میں چلے آئے اور یہاں صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے لگے۔

۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں آپ نے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشرقی پاکستان (ڈھاکہ) جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا کہ تم ڈھاکہ مت جاؤ وہاں ہمیشہ اجنبی رہو گے تمہارے لئے کراچی بہتر ہے وہاں جا کر مدرسہ قائم کرو تو دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے اچھے رہو گے اور دعا فرمائی۔ مفتی صاحب کراچی کے لئے پا بہ رکاب تھے۔

مگر احباب کی خواہش پر کچھ عرصہ کاٹھیاواڑ گزارنے کے بعد مفتی صاحب کراچی چلے آئے یہ کراچی کی سرزمین پر قدم رکھنا دراصل حضرت صدر الشریعہ کی عظمت کے اعتراف میں حکم کی بجا آوری تھی

مدارس کا قیام ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں حضرت صدر الشریعہ فقیہ ملت اسلامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد مفتی صاحب نے حضرت کی یاد میں ایک عظیم پروگرام کے تحت گاڑی کھاتہ آرام باغ میں ایک مکان خرید کر مدرسہ قائم کر کے "دار العلوم امجدیہ" کا ایک بورڈ لگا دیا چنانچہ ابتدار مفتی صاحب خود ہی مہتمم مدرس منتظم اور نگراں سب کچھ تھے۔

ایک عرصہ تک یہ مدرسہ اسی مکان میں مذہبی خدمات انجام دیتا رہا مگر یہ جگہ ناکافی ہوتے دیکھ کر مفتی صاحب نے حاجی ہارون صاحب سے عالمگیر روڈ پر جگہ حاصل کی اور دار العلوم امجدیہ وہاں منتقل ہو گیا بعد میں امجدیہ کے لئے مزید جگہ لی گئی جستہ جستہ تعمیر ہوتی رہی آج مدرسہ کی پرشکوہ عمارت خوبصورت شکل میں موجود ہے جہاں سے سینکڑوں حفاظ قرار اور علمار کرام فارغ ہو کر اندرون ملک اور بیرون ملک خدمت دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میں مصروف عمل ہیں شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے تادم حیات اسی مدرسہ میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے راقم الحروف نے اسی دارالعلوم میں دورہ حدیث کرنے کے بعد علامہ ازہری رحمۃ اللہ کے ان تلامذہ کی فہرست مرتب کی جو دارالعلوم کے رجسٹر حاضری سے لے کر دستار بندی تک حاضر باش ہوئے تھے اور پورا سال علامہ سے درس حدیث لیا ۱۹۸۸ء ۱۴۰۸ھ میں علامہ کے انتقال تک ۴۲۰ بنتی ہے۔

کاروباری سلسلہ میں سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ منتقل ہوئے (یہ وہ سانگلہ ہل ہے جو بریلی شریف کے ایک فاضل مناظر اہلسنت علامہ مفتی ابو الفتح محمد عنایت اللہ صاحب قادری رضوی کی وجہ سے مشہور و معروف ہے) تو وہاں ایک بہت بڑی قطعہ آراضی لے کر آپ نے "مدرسہ اسلامیہ برکات القرآن" کی داغ بیل ڈال دی آج جس کی عمارت کئی کمروں اور کانفرنس ہال پر مشتمل ہے۔ جہاں تحفیظ القرآن کا کامیاب شعبہ جاری و ساری ہے اور اس کے تمام اخراجات مفتی صاحب اور آپ کے بھائی منظر علی نعمانی اپنی جیب سے برداشت کرتے رہے۔ راقم الحروف بھی اس مدرسہ میں تعلیم رہا ہے یہ ادارہ آج بھی حضرت الحافظ قاری محمد فضل الرحمٰن صاحب نقشبندی کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے کئی مدرسے خدمت قرآن انجام دے رہے ہیں اس مدرسہ میں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

سیاسی اور مذہبی سرگرمیاں

مفتی صاحب یوں تو سیاسی اور مذہبی طور پر متعدد تنظیم و تحاریک میں سرگرم عمل رہے جن کی تفاصیل کسی اور موقع پر پیش کی جائیں گی بخوف طوالت اختصار ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے دوبارہ انتخابات میں حصہ لیا اور ایک بار سینیٹ کا انتخاب لڑا۔ جماعت اہل سنت پاکستان، تنظیم ائمہ مساجد کراچی مرکزی ادارہ تعمیر اہل سنت پاکستان، مجلس علماء امجدیہ، نظام مصطفیٰ پارٹی امجدیہ گروپ، تحریک پاکستان تحریک استحکام پاکستان، تحریک نفاذ فقہ حنفیہ، تحریک نظام مصطفیٰ میں پیش پیش رہے اور تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے تمام علماء حق کی روایت کے مطابق قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، اس کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔

تبلیغ دین اور نشر و اشاعت

ابتداءً جب مفتی صاحب پاکستان کراچی تشریف لائے تو مذہبی فضا بہت اچھی تھی۔۔۔۔ جید علماء کرام اور نامور فاضل مقررین ملک بھر سے تشریف لاتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے مسلمانانِ کراچی کے قلوب کو منور فرماتے رہے قابلِ ذکر علماء میں شیخ القرآن علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی، مناظر اسلام علامہ محمد عمر اچھروی، فاضل جلیل علامہ قاری احمد حسنین فیروزپوری، سلطان الواعظین علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی خود کراچی میں علامہ مفتی محمد عمر نعیمی صاحب، مولانا محمد عمر الٰہی صاحب، علامہ محمد عبدالحامد بدایونی وغیرہ

دارالعلوم امجدیہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی اور عرس اعلیٰحضرت کی تقریب پر بریلی شریف کے طریقہ کے مطابق علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری صاحب کی خواہش پر ہر سال مجلس مشاعرہ کا بھی اہتمام ہوتا تھا اور اس میں پیش کردہ نعتیہ اشعار کے مجموعے بھی شائع ہوتے رہے۔ اس سالانہ جلسہ میں مفتی صاحب کی دعوت پر مقامی علماء اکابر علماء کرام تشریف لاتے رہے۔ مثلاً امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ علامہ سید ابوالمحمود سید محمد مختار اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ، غزالی زماں امام اہلسنت علامہ ابوالنجم سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ محدث اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالکلام پاکستان علامہ صاحبزادہ سید محمد فیض الحسن صاحب ایم اے حضرت علامہ محمد ہاشم فاضل شمسی وغیرہ وغیرہ

مفتی صاحب نے ابتدائی دنوں میں لٹریچر کی طرف بھی خصوصی توجہ دی اور مکتبہ رضویہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب حدائق بخشش جو نعتیہ کلام پر مشتمل ہے اس کتاب کی اشاعت کے بعد اعلیٰحضرت کا نعتیہ کلام اتنا مشہور ہوا کہ لوگ اعلیٰ حضرت کو صرف حضور کا ثناخوان اور شاعر ہی کی حیثیت سے جاننے پہنچاننے لگے اور اس میں مخالفین اہلسنت نے اپنی عیاری مکاری سے خوب کردار ادا کیا۔

کنزالایمان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ قرآن بھی سب سے پہلے پاکستان میں آپ نے طبع کرایا، کنزالایمان کی طباعت ہوئی تو گم گشتگان راہ کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں کتنے ہی خوش نصیب دیگر غلط تراجم کی بھول بھلیوں سے توبہ کر کے کنزالایمان کے فیضان کی بدولت جب

رسول دولت سے سرفراز ہوگئے۔

"حیات اعلیٰ حضرت" (مظہر الثاقب) بھی سب سے پہلے مفتی صاحب نے شائع کرائی یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر اٹھنے والے ہر قلم کار کے لئے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ حصۂ اول کی جلوہ آفرینیاں ہیں کہ کتنے ہی پہلو دن کے اجالے کی مانند روشن اور تابندہ ہوگئے کاش بقیہ تین حصے بھی منصۂ شہود پر آجاتے تو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمات پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت ہوتی۔

مفتی صاحب نے ایک ماہنامہ "الاسلام" بھی آرام باغ سے جاری کیا تھا۔ جس میں جید علماء کرام اور قلمکار دانشوروں کے پرمغز تحقیقی مضامین نے اہل سنت کی مذہبی سیاسی خبریں اور بالخصوص ملک بھر سے آنے والے استفسار کے جوابات شائع کئے جاتے۔ موخر الذکر شعبہ، وقت کے مایہ ناز عالم دین سندھ کی روحانی شخصیت علامہ مفتی محمد صاحب دادا خان کے سپرد تھا اور تصدیقات دیگر اکابر علماء کرام کی ہوتی تھیں۔ جن میں خود مفتی صاحب علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب، علامہ محمد عبدالحامد بدایونی وغیرہ وغیرہ

گھریلو حالات

مفتی صاحب کی شادی ۱۹ار ۱۳۷۰ھ میں حکیم شمس الہدیٰ بن صدر الشریعہ کی صاحبزادی سے ہوئی جس میں کراچی کے تمام علماء کی موجودگی میں قاضی نکاح خواں کے فرائض لطیفہ سنج عالم علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ صاحبزادے اور پانچ ہی صاحبزادیاں عطا کیں جن میں تین صاحبزادے وفات پاچکے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ دو صاحبزادے بقید حیات ہیں بڑے کا نام ریحان چھوٹے کا نام ذیشان ہے۔

> "میں اپنی زندگی کا نایاب ہیرا صدر الشریعہ آپ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔
> محدث سورتی

مولانا عبد الشکور صاحب اعظمی خطیب کوٹر گیٹ مسجد بھیونڈی

حسین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے ایک مکتب میں حاصل کی چونکہ تحصیل علم کا جذبہ بچپن ہی سے تھا اس لئے تنگدستی اور صغرسنی کے باوجود پانی پت تشریف لے گئے اور انتہائی محنت وجانفشانی کے ساتھ اخذ علوم کرتے رہے اسکے بعد درس نظامیہ کی تکمیل کیلئے ۱۳۶۵ھ میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور حاضر ہوئے اور اپنی ذہانت وفطانت کیوجہ سے جلد ہی اساتذہ کرام کے منظور نظر ہوگئے، ۱۳۷۱ھ میں دستار فضیلت حاصل کی اس کے بعد حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ نے مدرسہ عین العلوم گیا میں تدریسی خدمات کیلئے روانہ فرمادیا جہا تقریباً چار سال تک انتہائی کامیابی اور جانفشانی کے ساتھ تعلیمی فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر جامع مسجد برما مائنس ٹاٹا نگر میں خطیب کی حیثیت سے آپکا تقرر ہوا کچھ دنوں بعد امامت کے علاوہ دار العلوم فیض العلوم جمشید پور میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ تقریباً دس سال تک ٹاٹا نگر اور بہار کے دوسرے شہروں میں تقریر و تحریر کے ذریعہ تبلیغی فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر ٹاٹا کے تباہ کن فساد کے بعد اپنے وطن گھوسی ہی کے ایک مدرسہ خیریہ فیض عام میں تعلیمی خدمات پر مامور ہوئے۔ اسکے بعد حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ نے دار العلوم صمدیہ بھیونڈی میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز فرمادیا جہاں آپنے اپنے زور خطابت اور علمی صلاحیت کیوجہ سے خواص وعوام میں اسقدر مقبول دہر دلعزیز ہوئے کہ وہاں کی جامع مسجد (کوٹر گیٹ) کے خطیب مقرر ہوگئے۔

دار العلوم صمدیہ سے مستعفی ہونے کے بعد آپنے اپنے بے پناہ خلوص صبح ومسا تگ ودو اور احباب کے تعاون سے دار العلوم دیوان شاہ قائم کیا جو آج بھی حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب مجاہد کچھوچھوی کے نظامت میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی یاد میں الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی جیسے عظیم الشان ادارے کا قیام آپکی زندگی کا عظیم کارنامہ ہے ـــــ شرف بیعت فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل ہے اپنے پیرو مرشد کے گہرے عقیدت مند اور ان کی بارگاہ کے حاضر باشوں میں سے ہیں آپکو سب سے زیادہ فخر اس بات کا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی بڑی صاحبزادی سعیدہ خاتون مرحومہ جنکو خود حضرت نے درس نظامیہ کی اکثر کتابیں جلالین مشکوٰۃ وغیرہ تک پڑھائی تھی آپ کے عقد میں آئیں۔

(بقیہ اگلے صفحہ ۴۷۵ پر ملاحظہ کریں)

مولانا غلام ربّانی صاحب فائق الامجدی

محلہ ملانا قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد میں یکم جولائی ۱۹۳۶ء کو آپ کی ولادت ہوئی آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ ہے۔ غلام ربّانی نام اور "فائق" تخلص ہے، آپکے والد ماجد شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ قدس سرّہ العزیز فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ اسکے بعد حسن المدارس کانپور، دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، مدرسہ برکاتیہ مارہرہ شریف، اور دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں تعلیم حاصل کی اکثر و بیشتر کتابیں اپنے والد ماجد قدس سرّہ سے پڑھیں پھر درس نظامیہ کی تکمیل کیلئے دار العلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے اور دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۵ / جون ۱۹۵۶ء سے مسلسل چار سال تک مدرسہ بحر العلوم بہیڑی ضلع بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دیں اسکے بعد مدرسہ اظہار العلوم برہانپور، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور، تاڑپتری (آندھرا پردیس) اور دار العلوم معین الاسلام تھام ضلع بھڑوچ میں بہت ہی کامیابی اور جانفشانی سے دینی و تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے پھر دار العلوم اہلسنت غوثیہ ہبلی (کرناٹک) میں تقریباً دس سال تک مسند تدریس پر فائز رہے پھر نور العلوم ٹنڈوا ضلع بستی میں عالیہ و نظامیہ کی تدریسی خدمات انجام دیں پھر مدرسہ حنفیہ غوثیہ بنارس میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور آجکل دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی میں شیخ الحدیث ہیں۔ آپ اچھی تدریسی صلاحیت کے مالک ہیں اور زبان عربی و فارسی پر آپکو دسترس ہے، اسکے علاوہ ایک اچھے خطیب اور قادر الکلام شاعر اور بہترین ادیب بھی ہیں، یوپی بہار، مہاراشٹر، کرناٹک، آندھرا پردیش اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر آپ کے تقریری دورے ہوتے ہیں۔

شرف بیعت فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ سے حاصل ہے، اور خلافت و اجازت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے عطا فرمائی ۱۳۹۰ھ والد ماجد شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد انکے خلفاء و مریدین نے آپکو انکا جانشین اور صاحب سجادہ مقرر کیا۔

آپ سے حضرت صدر الشریعہ کو بے پناہ محبت اور قلبی لگاؤ تھا۔ جسکے نتیجہ میں حضرت کی چھوٹی صاحبزادی جو آجکل کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کی ہیڈ معلمہ ہیں آپکے عقد میں آئیں۔

بقلم:- مفتی محمود اختر القادری

بقیہ مولانا عبد الشکور صاحب ص ۴۷۴ کا

آپ ایک شعلہ بار مقرر بلند پایہ خطیب اور بہترین علمی لیاقت و صلاحیت کے مالک ہیں۔ آپ کی بے لوث دینی خدمات آج بھی مہاراشٹر اور اسکے گرد و نواح میں جاری ہیں۔

بقلم مفتی محمود اختر القادری

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ

ایک تعارف

مولانا ابوالحسن صاحب مصباحی

سنگِ بنیاد گھوسی سرزمین ہند کا ایک شمالی مردم خیز صنعت کار خطہ ہے۔ جو اتر پردیش کے مشہور ومعروف ضلع مئو کی بڑی تحصیل ہے۔ جہاں مسلمانوں کی کثیر گھنی آبادی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کا وطن ہونے کی وجہ سے یہ خطہ پوری دنیا میں معروف ہے۔ یہاں شہزادۂ صدر الشریعہ ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے مشاہیر علماء ومشائخ کی معیت وحمایت اور حضور فقیہ اعظم خلیفۂ مجدد اعظم صدر الشریعہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیوض وبرکات کے سہارے عزم محکم واخلاص نیت کے ساتھ ایک عظیم دینی وعلمی قلعہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود ۱۴۰۲ھ میں مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا خاں اور فقیہ اعظم صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی علیہما الرحمۃ والرضوان کی یاد میں حضور نائب مفتی اعظم جانشین مفتی اعظم نبیرۂ مجدد اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور دیگر علماء عظام ومشائخ کرام کے ہاتھوں طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا جبکہ حالات بڑے حوصلہ شکن تھے۔ مگر یہ محدث کبیر قبلہ مدظلہ العالی کی ثبات قدمی یا مردمی اور شجاعت کہئے کہ بے شمار عوائق وموانع کے باوجود دشمن طاقتوں سے ٹکرا کر انھوں نے عظیم دینی کارنامہ انجام دیکر دنیائے سنیت پر احسانِ عظیم فرمایا۔ ان کے قدم میں کچھ بھی لغزش اور تزلزل نہیں آیا۔

کچھ سمجھ کر ہی ہوئے موج دریا کے حریف
ورنہ ہم بھی جانتے ہیں عافیت ساحل میں ہے

افتتاحِ تعلیم ۲؍ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۱؍جولائی ۱۹۸۵ء بروز اتوار بڑے تزک واحتشام کے ساتھ عظیم الشان پیمانے پر

جشن افتتاح منعقد ہوا ہزاروں ہزار اہل علم و دانش عوام و خواص اہل عقیدت وارادت کی موجودگی میں نائب مفتی اعظم و جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے تعلیمی افتتاح فرمایا۔

طیبۃ العلماء۔ ایک تعارفی جائزہ

پوچھتے کیا ہو کر کیا ہے اس چمن کی داستان
گلستاں کا گلستاں گلزار کا گلزار ہے

٭ ٭ ٭

دور تک پھیلی ہوئی ہے اس گل تر کی شمیم
جس کی خوشبو سے معطر کوچہ و بازار ہے

جشن افتتاح کے بعد درس نظامی کی تعلیم و تعلم کی ابتدا کیا ہوئی کہ جنگل کی آگ کیطرح پورے اکناف ہند میں اس کا شہرہ ہوگیا۔ ہر چہار جانب سے طالبان علوم دینیہ تشنگان ادراک و معرفت کے قافلے آنے لگے۔ طلبہ کی بھیڑ ہونے لگی جامعہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود مہمانان رسول کی ضیافت کماحقہ کرتا رہا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ علوم و آگہی کا باغ ایسا ثمر بار رہوا۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ علم و معرفت کا گلستاں فکر و فن کا بوستاں و مرجع عوام و خواص ہوگیا۔ شہرت کی بلند بام عروج وارتقار کی شاہراہ پر گامزن ہوگیا اسے اپنے بے مثال حیرت انگیز کارناموں کے سبب دنیائے سنیت میں ممتاز مقام حاصل ہوگیا۔

بلا شبہ یہ نصرت خداوندی اور اکرم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مجدد مائۃ ماضیہ مؤید ملت طاہرہ محی السنۃ ماحی البدعۃ شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب اور خلیفہ مجدد اعظم فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ والرضوان کا روحانی و عرفانی فیضان ابر کرم بن کر موسلا دھار برس رہا ہے۔

دوسرے اس کے روح رواں مقبول بارگار رسول شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفٰے صاحب قبلہ دام ظلہ العالی ہیں جن کے عزم میں پختگی جذبہ میں صداقت نیت میں خلوص ہوتا ہے۔

پھر نظامت وادارت شہزادۂ محدث کبیر حضرت مولانا علاء المصطفٰے صاحب قادری فرمارہے ہیں جن کے سارے اوقات جامعہ کیلئے وقف ہیں اس لئے بڑی سرعت کے ساتھ اپنی قلیل ترین عمر میں اس نے متعدد ضروری مقاصد اور منصوبہ جات کی تکمیل کرلی۔ مگر ابھی خاموش اور ساکت نہیں

بلکہ مزید بلند مقاصد اور منصوبوں کی تکمیل کیلئے رواں دواں ہے۔

؎ میں کہاں رکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے
مجھکو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

اس چمن زار علم و فن کی دو منزلہ عالیشان درسگاہی عمارت ۱۰۱۲۰/دس ہزار ایک سو بیس مربع فٹ ہے۔ جو چوبیس کشادہ کمروں اور ۴۰×۲۵ فٹ کے ایک ہال پر مشتمل ہے۔ ہر کمرہ لائٹ پنکھا، صفائی ستھرائی زیب و زینت سے آراستہ ہے۔ صوری و معنوی محاسن سے مزین ہے۔ عمارت کے سامنے شمالا و جنوبا اور شرقا وغربا برآمدہ ہے۔ ساتھ ہی بجلی لائٹ نہ ہونے پر جنریٹر کا باقاعدہ انتظام ہے۔ فی الحال درجۂ اولی سے لیکر درجۂ عالمیت تک تعلیم ہوتی ہے۔ سال آئندہ درجۂ سابعہ کے اضافہ کا منصوبہ ہے ہندوستان کے دور دراز اطراف و جوانب سے آئے ہوئے ۲۲۵ طالبان علوم نبوت، تشنگان درک و معرفت جامعہ میں رہتے ہیں اور اس کے ماہر ذی استعداد باصلاحیت اساتذہ سے اپنی تشنگئ علم بجھاتے ہیں اور جوہر علم سے آراستہ ہوکر گوہر آبدار بنکے نکلتے اور دین متین کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

جامعہ لائبریری

جامعہ کی طرف سے جہاں طلبہ کے قیام و طعام علاج و معالجہ کی سہولت ہے۔ وہیں ان کیلئے درسی کتب کی بھی سہولت ہے۔ اس کیلئے درسگاہی عمارت کا ایک کمرہ وقف ہے۔ اس کا نام "جامعہ لائبریری" ہے جس میں ہر فن تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف، بلاغت، عروض، معانی، قوافی غرض کہ درس نظامی کی جمیع کتب اور دیگر گرانقدر تصنیفات کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔

اس کی خصوصیت اور شان مزید اس وجہ سے دوبالا ہو گئی ہے۔ کہ حضور فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ذاتی ذخیرہ کتب بھی اسی کی زینت بنادیا گیا۔ جبکہ یہ خود ایک مستقل لائبریری سے کم نہیں۔ کیونکہ آپ کی ذاتی متداول و ضخیم آٹھ سو ساٹھ کتابیں موجود ہیں۔ جن میں سے تفسیریں ۵۳ حدیث و اصول حدیث میں ۹ فقہ و اصول فقہ میں ۱۹۳ تاریخ و سیرت میں ۸۵ ردود مناظرہ عقائد علم کلام میں ۱۶۸ مذہبیات میں ۲ تصوف میں ۱۱، نحو و صرف میں ۱۵/ ادب میں ۲۲/ لغت میں ۱۲ منطق و فلسفہ میں ۳۰/ رسائل ۱۸ ہیں

اس لائبریری کی کتابیں جامعہ کے ذریعہ اور اہل خیر حضرات کے تعاون سے فراہم ہوئی ہیں اہل خیر حضرات سے التماس ہے کہ وہ دینی کتابیں وقف فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

امجدی لائبریری مسلم حقیقت ہے کہ محض درسی کتب کے مطالعہ سے دینیاتی معلومات تو ہو سکتی ہے۔ مگر دنیادی امور و معاملات زمانے کے حالات سے مکمل ناواقفیت رہتی ہے۔ جبکہ دینیات اور احکام شرع کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے حالات و مقتضیات کا علم بھی ہونا ضروری ہے۔ لان من لم یعرف احوال زمانہ فھو جاھل اور دنیا کے احوال و حوادث کا علم کتب درسیہ کے علاوہ فکری وادبی کتب رسائل دینی جرائد و اخبار کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ جامعہ لائبریری کے سوا ایسی لائبریری بھی ہو جس سے طلبا خارجی معلومات حاصل کر سکیں۔ اور ان کے علم میں وسعت فکر میں بلندی مطالعہ کا ذوق پیدا ہو سکے اس ضرورت کے پیش نظر امجدی لائبریری قائم کی گئی۔ جو "ضیا ہال" میں ہے جو ۲۵×۴۰ فٹ وسیع و عریض اور ظاہری آرائش صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اس میں آٹھ پنکھے اور کئی ٹیوب لائٹ اور بلب لگے ہوئے ہیں۔ جن سے اسکی ضیا اور آرائش میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں محافظ کتب کے لئے ایک بڑا سا کاؤنٹر ہے اور ساتھ ہی طول میں میزوں کی دو قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے دونوں طرف کرسیاں ترتیب وار لگی ہوئی ہیں ان پر طلبہ آرام و سکون کے ساتھ بیٹھ کر کتابیں مطالعہ کرتے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے اور مضمون نگاری کرتے ہیں یہ منظر قابل دید ہوتا ہے۔ اس لائبریری میں ملک و بیرون ملک سے شائع ہونے والے تقریباً اکثر عربی، اردو، انگلش جریدے ہندی، اردو روزنامے اخبارات عربی اودو ہفتہ وار صحائف آتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف زبانوں میں ادبی فکری تصنیفات علمی و فنی تالیفات فراہم کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ لائبریری طلبہ کیلئے مخصوص ہے۔ اس لئے یہ انھیں کے حوالہ کردی گئی ہے۔ وہ خود اسکی نگہبانی اور حفاظت کرتے ہیں۔ زیادہ تر وہ اپنی ہی رقوم سے کتابیں رسائل، اخبارات میگزین اور سوانحی و دینیاتی کتابیں فراہم کرتے ہیں مزید ضرورت پڑنے پر جامعہ بھی تعاون کرتا ہے

طیبۃ العلماء کے اساسی مقاصد

حضور محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفٰے صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے طیبۃ العلماء کا سنگِ بنیاد چند اہم اور ضروری مقاصد کے تحت رکھا ہے۔ جو مختصراً نذر قارئین ہیں

(۱) عصر حاضر کے اعتبار سے انگریزی اور عربی ادب میں ماہر افراد پیدا کرنا تاکہ ملک اور بیرون ملک میں دین اسلام کی خدمت انجام پا سکے۔

(۲) تدریس و تصنیف تالیف و خطابت وغیرہ مناظرہ و صحافت، امامت و قرأت افتاء و قضا ہر میدان میں ایسے جید افراد پیش کرنا تاکہ دشمنانِ اسلام و شاتمان رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہونے والے حملوں کا کما حقہٗ مقابلہ کیا جا سکے اور ضلالت و گمرہی، کفر و شرک، وہابیت و دیوبندیت بد مذہبیت و صلح کلیت کے مکر و فریب سے لوگوں کو بچایا جا سکے۔

(۳) زبان و بیان علم و استدلال سے مسلح علماء کرام کی صفیں تیار کرنا تاکہ ہر موڑ پر یہ علماء کرام ان گمراہ کن جماعتوں اور اسلام کے دشمنوں کے تخریب کار منصوبوں کو ناکام بنا سکیں اور عصر حاضر کے در پیش جدید مسائل کا صحیح حل کتب شرعیہ فقہیہ سے نکال سکیں۔

(۴) عربی ادب اور انگریزی زبان میں تقریر و تحریر کی تربیت کا مکمل انتظام۔ تاکہ ہند و پاک اور دیگر ممالک و بلاد میں تعلیم یافتہ طبقات میں رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت کا اہتمام آسان تر ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ مختلف زبان و بیان میں تصنیف اور صالح لٹریچر تیار کرنے کی باضابطہ تربیت ہو سکے۔

(۵) بے بضاعتی اور قلت وقت کے باعث تعلیم کی تکمیل نے معذور حضرات کے لئے "تجوید قرآن" اور دین کے مسائل ضروریہ کی تعلیم و تربیت کا معقول ترین انتظام تاکہ مساجد کیلئے ائمہ کی فراہمی آسان ہو جائے۔

طیبۃ العلماء عروج و ارتقا کی شاہراہ پر

جامعہ نے پندرہ سال کی قلیل ترین عمر میں جو ترقی کی ہے وہ نہایت حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ خواہ تعمیری میدان ہو یا تعلیمی میدان ہر ایک میں امید سے کہیں زیادہ ترقی حاصل کر لی ہے۔ اسے اہل علم و دانش کی نظر میں ممتاز مقام حاصل ہو چکا ہے۔ اب تک درجۂ عالمیت

سے فارغ ہوکر غیر معمولی تعداد میں علما رداد تحسین وآفریں حاصل کر رہے ہیں اور دین متین کی خدمات انجام دے رہے ہیں ان میں بہت سے علم وادب کے موتی فکر وعمل کے گوہر آبدار ہیں علوم عصریہ افکار دینیہ کے ساتھ عربی ادب کے شہسوار بھی۔

الحاق کی صعوبتوں اور اس کے مشکل مرحلوں کو طے کرتے ہوئے یکم اپریل ۱۹۹۶ء کو جامعہ اپڈلسٹ پر آگیا۔ آج بحمدہ تعالیٰ اساتذہ کی تنخواہ کے عظیم بار سے بے نیاز ہوکر پوری جد وجہد کے ساتھ اپنے دوسرے عظیم مقاصد کی تکمیل میں رواں دواں ہے۔ علاوہ ازیں جامعہ میں چار کمپیوٹر اور ٹائپ رائٹر کا بھی انتظام ہوچکا ہے اور سو کمروں پر مشتمل ایک ہاسٹل بہت جلد تعمیر ہوگا جس کے لئے انتظامات تقریباً ہوچکے ہیں۔

طیبۃ العلما اور شعبہ جات

جامعہ میں درس عالی نظامی کے علاوہ متعدد شعبے ہیں جن میں سے ہر ایک شعبہ نے بحمدہ تعالیٰ کافی حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے مزید اپنے بلند مقاصد کو لئے ہوئے رواں دواں ہے۔

شعبۂ حفظ

نونہالان اسلام کو قرآن کریم زبانی یاد کرایا جاتا ہے بالخصوص حدر وترتیل کا خاص التزام رکھا جاتا ہے فی الحال اس شعبے میں ۲۷ بچے ہیں جو پوری تن دہی محنت وجفاکشی کے ساتھ حفظ قرآن میں منہمک ہیں۔

شعبۂ نشر واشاعت

دائرۃ المعارف الامجدیہ جامعہ میں تدریس اور تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ علماء اہل سنت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا اور فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کی گراں قدر تصنیفات اور اساتذۂ جامعہ کی قلمی کاوش کو زیور طبع سے آراستہ کرا کے عوام المسلمین کے سامنے لانے کا اہتمام ہے اب تک اس شعبہ سے متعدد ضخیم متداول کتابیں عمدہ کتابت دیدہ زیب طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جن کو دیکھکر عوام وخواص نے اس کو تحسین وآفریں سے نوازا۔ وہ مطبوعات درج ذیل ہیں۔

(۱) فتاویٰ امجدیہ اوّل تالیف خلیفۂ مجدد اعظم فقیہ اعظم
(۲) ” ” دوم حضور صدر الشریعہ علامہ

(۳) فتاویٰ امجدیہ سوم ، مفتی امجد علی علیہ الرحمۃ و

(۴) ،، ،، چہارم ، الرضوان اللہ العلی

(۵) حضرت صدر الشریعہ کی حیات و خدمات
دورِ حاضر کے متبحر علمائے کرام و اہل فکر و قلم
ادبائے عظام اصحاب افتار و ارباب دانش حضرات
کے رشحات قلم کا بے مثال علمی فکری معلومات
افزا گلدستہ۔

(۶) زمین پر اللہ کا گھر۔ تالیف شہنشاہِ فکر و قلم
حضرت علامہ بدر القادری مدظلہ العالی ہالینڈ۔

(۷) نیک عورت ، تالیف حضرت مولانا عبد الرحمٰن
صاحب قبلہ مصباحی بستوی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ

(۸) مختصر سوانح صدر الشریعہ ، تالیف حضرت مولانا
آل مصطفےٰ صاحب استاذ جامعہ ہذا

(۹) الامجد میگزین شمارہ نمبر ۱ ۱۹۹۳ء ۔ طلبہ جامعہ کے

(۱۰) ،، ،، شمارہ نمبر ۲ ۱۹۹۴ء ۔ منتخب اور عمدہ

(۱۱) ،، ،، شمارہ نمبر ۳ ۱۹۹۵ء ۔ مضامین کا
حسین گلدستہ

(۱۲) اوقات صلوٰۃ مرتبہ مولانا آل مصطفےٰ صاحب مصباحی

(۱۳) خوف آخرت ۔ پمفلیٹ

(۱۴) بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت ۔ پمفلیٹ

اس ادارے نے اپنی بے سروسامانی اور
قلت ذرائع کے باوجود اپنے عزم میں پختگی کے سبب
اس قلیل عمر میں مندرجہ بالا گرانقدر تالیفات منظر عام
پر لاکر دین و سنیت کا عظیم خدمت انجام دی ہے
اور بفضلہ تعالیٰ روز بروز اس کے عزائم میں بلندی
اور ارادوں میں وسعت آتی جا رہی ہے۔

شعبۂ افتار

عوام اہل سنت کی ضرورت و حاجت کے پیش نظر جامعہ میں شعبۂ افتار
بھی ہے جس میں ہند و بیرون ہند اور مختلف
صوبوں سے وقت طلب مذہبی سوالات آتے ہیں
جن کا اولین فرصت میں قرآن و احادیث اور عبارات
فقہائے سے مدلل جوابات دیئے جاتے ہیں۔
ساتھ ہی جامعہ کے بانی و موسس محدث کبیر حضرت
علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی تصدیق
و تصویب ہوتی ہے فی الحال اس شعبے کا کام بندہ
حقیر راقم السطور کے سپرد ہے بفضلہ تعالیٰ اب تک
سیکڑوں فتاوے یہاں سے جاری ہو چکے جنھوں
نے مستفتی حضرات کو تسکین بخشا اللہ کرے یہ شعبہ
یوں ہی ترقی و عروج پائے ۔ آمین

شعبۂ دعوت و تبلیغ

قوم و ملت کی خدمت اصلاح احوال اہل سنت
رشد و ہدایت کا عظیم ذریعہ اور موثر ترین وسیلہ تبلیغ

ودعوت ہے اسی مقصد خیر کے تحت جامعہ میں شعبۂ دعوت و تبلیغ بھی ہے طلبہ ایام فرصت بالخصوص ہر جمعہ کو اطراف ونواحی کے متعدد بستیوں میں جاکر جمعہ پڑھاتے اور تقریریں کرتے ہیں۔

حسب ضرورت اساتذہ بھی دیہی علاقوں کا دورہ کرتے ہیں۔ اس طور پر جہاں ان تک دینی فکر وعمل علم وہدایت کی روشنی پہنچتی ہے وہیں ان کے ایمان میں پختگی دل میں خوف خدا وآخرت اور عشق رسول کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ادارے کو اس کا شدت سے احساس ہے کہ ان علاقوں کیلئے مستقل مبلغین کی تقرری ہو جانی چاہیئے مگر وسائل واسباب کی قلت کے سبب مجبوری حائل رہتی ہے انشاء اللہ فراخی ووسعت کے وقت اس پر ضرور توجہ دی جائے گی۔

ہر سال یکم ودو ذی قعدہ کو فقیہ اعظم خلیفۂ مجدد اعظم صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کا عظیم الشان عرس منایا جاتا ہے جس میں علوم وفنون کے شناور اصلاح وہدایت کے شہنشاہ فقہ وحدیث کے ماہر مشاہیر علماء و مشائخ تشریف لاتے ہیں اور اپنی اصلاحی و اور موثر تقاریر سے قرب وجوار اور دور دراز سے آئے ہوئے اہل عقیدت وارادت حضرات کو مستفید ومستفیض فرماتے ہیں جس سے ان کے ایمان کو جلا قلب کو ضیا روح کو بالیدگی ملتی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا۔ بریلی شریف ہی کو اپنا گھر سمجھا وہ صاحب اثر بھی تھے اور کثیر التعداد علماء کے استاذ بھی، چاہتے تو بہ آسانی اپنا ذاتی دار العلوم اور مکان بنا سکتے تھے۔ لیکن وہ ان چیزوں سے بے نیاز رہے۔

(حضرت مفتی اعظم ہند)

طیبۃ العلماء کا نصابِ تعلیم

درجہ اولیٰ

ششماہی اوّل	ششماہی دوم
بہارشریعت اول	بہارشریعت دوم
القراۃ الواضحۃ اول	القراۃ الواضحہ دوم
نحو میر	النحو الواضح اول
میزان الصرف	پنج گنج
فیض الادب اوّل	فیض الادب دوم
اسلامی اخلاق وآداب	اسلامی اخلاق وآداب
المحادثۃ العربیہ	المحادثۃ العربیہ
انگلش پرائمر	انگلش پرائمر

درجہ ثانیہ

ششماہی اوّل	ششماہی دوم
القراۃ الراشدہ اوّل	القراۃ الراشدہ دوم
ہدایۃ النحو	شرح مائۃ عامل
علم الصیغہ	فصول اکبری
معلم الانشاء اوّل	معلم الانشاء اول
المحادثۃ العربیہ	المحادثۃ العربیہ
کبریٰ	مرقات
عام معلومات	ایجادات کی کہانیاں
انگلش ریڈر بک ون نصف اوّل	انگلش ریڈر بک ون نصف دوم

درجہ ثالثہ

ششماہی اوّل	ششماہی دوم
نورالایضاح	مختصر القدوری
اصول الشاشی	مؤطا امام محمد
مجانی الادب	ازہار العرب
کافیہ	شرح جامی
تاریخ اسلام	مختصر تاریخ ہند
معلم الانشاء دوم	معلم الانشاء دوم
المحادثۃ العربیہ	المحادثۃ العربیہ
شرح تہذیب	قطبی تصدیقات
انگلش ریڈر بک ٹو نصف اول	انگلش ریڈر بک ٹو نصف ثانی

درجہ رابعہ

ششماہی اوّل	ششماہی دوم
شرح وقایہ اوّل	شرح وقایہ ثانی
منشورات	شرح جامی بحث اسم
شرح جامی بحث اسم	معلم الانشاء دوم
معلم الانشاء ثانی	المحادثۃ العربیہ
المحادثۃ العربیہ	دورس البلاغۃ
قطبی مع المیر	قطبی مع المیر
ہدایۃ الحکمت	ہدیہ سعیدیہ

ششماہی اوّل	ششماہی دوم
درجہ رابعہ	
انگلش ریڈر بک تھری نصف اول	انگلش ریڈر بک تھری نصف ثانی
تاریخ اسلام دوم	تاریخ اسلام سوم
درجہ خامسہ	
شرح عقائد	شرح عقائد
نور الانوار	نور الانوار
دیوان المتنبی	تلخیص المفتاح
تاریخ الخلفاء	الادب الجمیل
معلم الانشاء سوم	معلم الانشاء سوم
المحادثۃ العربیہ	المحادثۃ العربیہ
ملّا حسن	تاریخ الخلفاء
درس القرآن	درس القرآن
انگلش ریڈر ہائی اسکول نصف	انگلش ریڈر ہائی اسکول نصف
تاریخ اسلام چہارم	مبادئ سیاسات
درجہ سادسہ	
تفسیر جلالین	تفسیر جلالین
ہدایہ اولین	ہدایہ اولین
مشکوٰۃ المصابیح	مشکوٰۃ المصابیح
مختصر المعانی	مختصر المعانی
المدیح النبوی	المدیح النبوی

ششماہی اول	ششماہی دوم
درجہ سادسہ	
الانشاء	الانشاء
المحادثۃ العربیہ	المحادثۃ العربیہ
شرح ہدایۃ الحکمت	رشیدیہ مناظرہ
دنیا کی حکومتیں	جمہوریہ ہند کا دستور اساسی
انگلش ریڈر ہائی اسکول نصف ثانی	انگلش ریڈر ہائی اسکول نصف ثانی

کلیۃ البنات الامجدیۃ

مسلمہ حقیقت ہے کہ خواتین اسلام کو تعلیمات اسلامی سے آراستہ کرنا اور انھیں مذہبی شعور وآگہی بخشنا بے حد ضروری ہے کیونکہ انھیں تعلیم دینے سے معاشرہ پاکیزہ اور صالح ہوتا ہے انسانی سوسائٹی میں عظیم انقلاب برپا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اصلاح وتبدیلی دعوت وتبلیغ کا زبردست کام بھی ہو سکتا ہے

چنانچہ چنانچہ اس مقصد خیر کے پیش نظر حضور محدث کبیر ممتاز الفقہاء حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے سرزمین گھوسی بڑا گاؤں (نزد قادری منزل) ضلع مئو میں ۱۳؍جنوری ۱۹۸۲ء بروز چہارشنبہ مطابق ماہ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو کلیۃ البنات الامجدیہ قائم فرمایا۔

اولاً کوئی مستقل زمین اور عمارت نہ ہونے کے سبب قادری منزل کے شمالی جانب تاریخ مذکور میں ایک بوسیدہ مکان (مملوکہ قادری منزل) میں تعلیم کی ابتدا ہوئی اور چند سالوں تک اسی میں ہوتی رہی پھر طالبات علوم نبوت وتشنگان درک ومعرفت کی کثرت ہو گئی

اس لئے قادری منزل کی غربی جانب ایک وسیع وعریض زمین خریدی گئی اور متصلاً ایک بڑا قطعہ زمین مملوکہ قادری منزل اسکے لئے وقف کیا گیا۔ اس کے بعد چار کمروں پر مشتمل ایک عمارت کی تعمیر عمل میں آئی اور تعلیم اسی میں ہونے لگی۔

یہ کلیۃ البنات الامجدیہ محترمہ ومخدومہ شہزادی صدر الشریعہ کی صدارت وماتحتی میں

طالبات کی صحیح تعلیم وتہذیب، تصنیف وتربیت کے سبب بلند بام عروج وارتقاء پر پہونچ چکا ہے اور امید سے زیادہ شہرت ومقبولیت کا حامل ہو چکا ہے۔ اور شمالی ہند کے نسواں تعلیمی اداروں میں سب سے عظیم ادارہ ہے۔ اس میں درجۂ پرائمری سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہوتی ہے بالخصوص عقائد واعمال کی اصلاح اور تہذیب وتمدن پر زیادہ توجہ ہے۔

اب تک عالمہ فاضلہ ہو کر طالبات کے کئی قافلے نکل چکے ہیں جو ملک کے متعدد اضلاع

واطراف میں دین متین کی خدمات مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت میں منہمک ہیں۔

اب تک وسائل کی قلت اور عمارت کی تنگی اور رہائش کا صحیح انتظام نہ ہونے کی وجہ سے صرف مقامی طالبات کو تعلیم دی جاتی تھی لیکن بیرونی طالبات کے رہنے سہنے اور پڑھنے کا مکمل انتظام ہو چکا ہے۔

حضرات اہل سنت وجماعت کو مسرت کا پیغام ہے کہ ۸ر شوال ۱۴۱۵ھ سے انشاء اللہ بیرونی طالبات کا داخلہ ہوگا۔ اور دور دراز سے آئی ہوئی طالبات زیور علم وفن سے آراستہ ہونگی۔

درسگاہی عمارت اس کا رقبہ ۱۳۶۵ مربع فٹ زمین پر ہے۔ اس میں تین کمرے ۱۵ × ۱۲ اور ایک ۱۷ × ۱۲ ہے۔ اور ۶۲ × ۱۲ کا طویل وعریض برآمدہ ہے۔ فی الحال ایک کمرے میں آفس کا بھی کام ہوتا ہے۔

دارالاقامہ گذشتہ سال اس عظیم الشان دارالاقامہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ بحمدہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ، یہ دارالاقامہ بیشمار عوائق وموانع کے باوجود کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت تعمیری مرحلوں سے گذرتے ہوئے عنقریب پایۂ تکمیل کو پہونچ رہی ہے۔ اس کا رقبہ تین ہزار چار سو اٹھتیس مربع فٹ ہے مشرقاً غرباً کمرے اور درمیان میں ۸ ر فٹ چوڑا برآمدہ ہے۔ کمرے ۱۲ × ۱۱ اور کمرے ۱۵×۱۶ ہیں

لائبریری کلیہ کی طرف سے بچیوں کے لئے ایک لائبریری ہے۔ جس کا نام ضیاء لائبریری ہے۔ یہ ۱۷ × ۱۲ ہے۔ اس میں درس نظامی کی تمام کتابیں اور دیگر سیرت و سوانح، فقہ واصول، منطق وفلسفہ، اخلاقیات مشروح وتفسیر اور مذہبیات کی قابل مطالعہ رسائل وکتب موجود ہیں۔

علاوہ ازیں استنجا خانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ، اور چہار دیواری کا کام بھی جاری ہے

صدر الشریعہ کی ایک دعا

اللھم اعطنی حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الیک

محدّثِ کبیر، حیات وخدمات

مولانا صدرالوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضور محدث کبیر علاّمہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ ان علمائے اعلام میں سے ایک ہیں جو گوناگوں خوبیوں وکمالات کے مالک ہیں، تدریس، تقریر، تصنیف وتالیف، انشار پردازی، دعوت وارشاد بحث ومناظرہ میں آپ کی ہمہ گیری وجامعیت خاص طور پر قابل ذکر ہے، آپ کی ذکاوت ودقت نظر کا عالم یہ ہے کہ کتنی باتیں آپ اپنی خداداد ذہانت سے ارشاد فرما دیتے ہیں اور جب کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس وقت یہ رائے قائم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ یہ حضرت کی وسعت مطالعہ ہے یا توارد ذہنی ہے اور حاضر دماغی کا حال یہ ہے کہ مسلسل شب بیداری اور عدیم الفرصتی کے باوجود مروجہ علوم وفنون میں سے کسی بھی فن کا کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو فی البدیہہ جواب دیتے ہیں۔

نام ونسب علاّمہ ضیاء المصطفےٰ، بن صدرالشریعہ علاّمہ مفتی ابوالعلیٰ محمد امجد علی قدس سرہٗ (مصنف بہار شریعت) بن مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدابخش بن مولانا خیرالدین۔

تاریخ پیدائش تعلیم وتربیت آپ کی پیدائش ۲ر شوال المکرم ۱۳۵۴ھ بروز یکشنبہ مدینۃ العلماء گھوسی کے مشہور ومعروف علمی وثقافتی خانوادہ میں ہوئی ابتدائی تعلیم والد ماجد حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی اس مرحلہ کے آغاز ہی میں ذہانت وفطانت۔ بحث وتحیص، دقیقہ سنجی نکتہ رسی کا ستارہ جبین

اقدس پر نمایاں تھا کہ عوام تو عوام رفقائے درس تو رفقائے درس حضرت شیخ قدس سرہ کو بھی اس حقیقت کا دعائیہ لب ولہجہ میں اعتراف کرنا ہی پڑا میرے اس دعویٰ کی تائید واقعہ ذیل سے بھرپور ہوتی ہے۔

"ایک مرتبہ پارہ عم پڑھتے وقت سورہ فیل کے سبق میں دریافت کیا کہ یہ "ابابیل" یہی تو نہیں جسے ہم دیکھتے ہیں "سجیل" کا کیا مطلب؟ جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے سمجھایا تو آپ نے عرض کیا کیا یہ انھیں ابابیل کا واقعہ ہے جنھوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا؟ اس پر حضرت صدر الشریعہ بہت ہی مسرور ہوئے اور فرمایا میرا یہ بچہ انشاء اللہ آئندہ بہت بڑا عالم ہوگا۔

ابھی آپ نے عقل ہیولانی کی منزل طے کی ہے پارہ عم کا ناظرہ ہو رہا ہے مگر صرف حروف کے صحیح تلفظ ہی کی فکر نہیں بلکہ کلمات قرآنیہ کے معانی پر بھی غور وخوض ہو رہا ہے ادب کے ساتھ جرأت و بے باکی کا یہ عالم کہ صدر الشریعہ جیسے باعظمت اور پر جلال استاذ سے سوال ہو رہا ہے کہ ابابیل وہی معروف پرندہ تو نہیں ہے اور سجیل کا کیا مطلب؟ جب کہ اس صغر سنی میں عام بچوں کا حال یہ ہے کہ معانی پر غور وخوض تو دور کی بات ہے حروف کے صحیح تلفظ پر بھی قدرت نہیں رکھتے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے جواب پانے کے بعد ابھی تشنگی بجھی نہیں بلکہ اور بڑھتی گئی سوال وجستجو کا جذبہ اور ابھر آیا چنانچہ پھر دریافت کیا۔ کیا یہ انھیں ابابیل کا واقعہ ہے جنھوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا۔

میں مبالغہ وغلو سے اجتناب کرتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ یہ رائے قائم کر رہا ہوں کہ کہ ابرہہ کی تباہی کا واقعہ آپ نے والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ سے سنا ہوگا جو اس وقت ذہن میں مستحضر تھا کیسی زبردست قوت حافظہ تھی کہ نا معلوم کتنے پہلے واقعہ سنا اسے ذہن میں محفوظ رکھا پھر جیسے ہی ناظرہ عم پارہ کے وقت اس کا ذکر آیا فوراً اسکی جانب تبادر ذہنی ہو گیا۔ آج بیشتر لوگوں کے حافظے کا حال بالکل ناگفتہ بہ ہے کتنی باتیں روزانہ عنفوان شباب

میں پڑھتے اور سنتے ہیں کتابوں کی ورق
گردانی کرتے ہیں مگر ایک ہفتہ کے بعد یہ
امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے کہ وہ باتیں خواب
میں نظر آئی تھیں یا کسی کتاب میں مطالعہ
کیا تھا۔

یہاں صغر سنی کے باوجود وہ حفظ و
استحضار کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ
خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے دعائیہ لہجے میں
فرمارہے ہیں ،، انشاء اللہ تعالیٰ میرا یہ بچہ بہت
بڑا عالم ہوگا ،،

اس واقعہ سے جہاں آپ کا مبلغ
ذہانت معلوم ہوتا ہے وہیں یہ بھی بخوبی عیاں
ہے کہ آپ کو حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ کے
شاگرد بھی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

دوسرے سفر حج کی روانگی سے قبل
حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ نے آپ کو ناگپور
بھیج دیا وہاں فیض العارفین علامہ غلام آسی
اطال اللہ تعالیٰ بقاءہم سے عربی کی ابتدائی
کتابوں کا درس لیا۔

پھر شوال المکرم ۱۳۶۹ھ درس نظامیہ
کی تکمیل کیلئے جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ
تشریف لائے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ
والرضوان نے آپ پر خصوصی نگاہ رکھی پوری
توجہ کے ساتھ آپ کو تعلیم و تربیت دی اسکی
واضح دلیل یہ ہے کہ امور عامہ وغیرہ بغیر کسی
رفیق درس کے تنہا پڑھائیں۔

۱۳۷۷ھ میں سند فراغت حاصل کی
مگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ابھی آپ کی
تعلیم کا سلسلہ بند نہیں فرمایا بلکہ مزید دو سال
تعلیم جاری رکھی۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں بھی
آپ نے اپنی ذہانت و فطانت کا بھرپور ثبوت
دیا چنانچہ یہاں تمام رفقائے درس میں ممتاز
رہے طلبہ نے بھی اس ذکاوت و بیدار مغزی
کا اعتراف کیا اور اساتذہ نے بھی، حضرت
علامہ سید شاہ عبدالحق صاحب قبلہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
نے ایک مرتبہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے
دریافت کیا ،، بابو کیا پڑھتا ہے ؟ حافظ ملت
نے انتہائی مسرت کے عالم میں ارشاد فرمایا۔
انھیں (علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری) تنہا امور عامہ
پڑھانے میں اتنی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ
سو طلبہ بھی ہوتے تو وہ خوشی نہ ہوتی ،،
جس کو بھی تدریس کا ذوق اور اس کا

مشغلہ ہے وہ طلبہ کی بھیڑ سے کبھی متاثر نہیں
ہوتا اور نہ بھیڑ دیکھ کر وہ خوش ہی ہوتا ہے
بلکہ اسے خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے
جب ذہین و محنتی طلبہ اس کے زیر درس
ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ قلیل مقدار ہی میں
ہوں۔ صاحب بصیرت غور فرمائیں کہ شیخ
کیا فرمارہے ہیں۔ "سو طلبہ کو پڑھانے
میں اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی ضیاء المصطفےٰ
کو تنہا پڑھانے میں ہوتی ہے" گویا کہ سو طلبہ
کی ذہانت و محنت پر بھی آپ کی ذکاوت و
محنت بھاری تھی۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اکثر
فرمایا کرتے۔

"میں نے جو کچھ بھی حضرت صدر الشریعۃ
سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفےٰ کو دیدیا"

حافظ ملت "جو کچھ بھی" فرمارہے ہیں
اور یہ عربی زبان میں کلمہ "ما" کا ترجمہ ہے جو
عموم کیلئے آتا ہے اس میں وہ سارے ظاہری
و باطنی علوم شامل ہیں جو حافظ ملت نے
صدر الشریعۃ سے حاصل کئے تھے۔ اب ان
علوم و معارف کی کیا مقدار تھی اس سے میں

صرف نظر کرتے ہوئے۔ صرف یہ کہہ کر گذر جا
رہا ہوں کہ وہ کوئی بحر ناپیدا کنار تھا جو
حافظ ملت کو صدر الشریعہ سے ملا تھا۔

پھر یہ نہیں فرمایا کہ "صدر الشریعہ سے
جو کتابیں میں نے پڑھی تھیں وہ ضیاء المصطفےٰ
کو پڑھادیں" بلکہ فرمایا "جو کچھ صدر الشریعہ
سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفےٰ کو
دے دیا" محسوس ہورہا ہے کہ وہ کوئی عظیم
امانت صدر الشریعہ کی حافظ ملت کے پاس
تھی جسے ضیاء المصطفےٰ کے حوالہ کی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ علم شریعت ہو یا علم طریقت سب
میں آپ کو یکساں درک درسوخ ہے۔

اجازت وخلافت

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور حافظ
ملت نے آپ کو یاد فرمایا۔ شیخ کا حکم ہوا
آداب حاضری بجا لائے ارشاد فرمایا۔

"آپ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کے پاس
جائیے اور ان سے کہئے کہ میں نے بھیجا ہے
چنانچہ آپ قبلہ مفتی اعظم کی بارگاہ میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا مجھے حافظ ملت نے

> بھیجا ہے حضور مفتی اعظم قبلہ اندر تشریف
> لے گئے پھر باہر تشریف لائے فوراً آپ کو
> سند خلافت و اجازت عطا فرمائی خاص
> طور پر دعائے سیفی شریف اور تمام اوراد
> و وظائف کی بلا شرط اجازت عنایت کی"

ظاہر ہے کہ آپ کا قلب و جگر مزکی و
مصفی ہی تھا جبھی عارف کامل قطب ربانی
نے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت محسوس نہ
کی اور نہ کوئی شرط ہی متعین فرمائی۔ پھر حضور
حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بھی حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر خلافت اور تمام
ظاہری و باطنی علوم کی اجازت عطا فرمائی۔

فرفرہ میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر

آپ کی پختگی علم خاص طور سے فن حدیث
میں آپ کی مہارت کا حافظ ملت کو یقین
ہو چکا تھا یہی وجہ ہے کہ چھبیس ۲۶ سال کی
مختصر سی عمر میں دار العلوم فتحیہ فرفرہ شریف
ضلع ہگلی، بحیثیت شیخ الحدیث آپ کو روانہ
فرمایا۔ وہاں جب آپ پہونچے تو آپ کی
کم سنی سے وہاں کے لوگ کبیدہ خاطر
ہو گئے سوچا کہ یہ نوخیز طالب علم شیخ الحدیث
کا عظیم منصب کیسے سنبھالے گا۔ مگر ان
لوگوں کو یہ نہیں معلوم تھا یہی نوخیز طالب علم
عنفوان شباب ہی میں علوم و معارف کا
گنجینہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی رگوں میں
فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا
خون سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اپنے باپ
سے علم و فضل کی عظیم میراث ملی ہوئی ہے
چنانچہ دوسرے روز جب آپ نے جلالین شریف
میبذی، مقامات حریری، اور اصح الکتب
بعد کتاب اللہ بخاری شریف کا بغیر مطالعہ
کے درس دیا تو دار العلوم کے اساتذہ، طلبہ
اراکین حیرت و استعجاب میں انگشت بدنداں
ہو گئے اور آپ کی جلالت علمی کا اعتراف
کرنے پر مجبور ہو گئے اور یہ کہنا پڑا کہ یہ عمر میں
اگرچہ نوخیز ہے مگر علم و معرفت میں نوخیز
نہیں ہے، بلکہ یہ وقت کا کوئی عظیم علامہ
ہے جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں یکساں مہارت
رکھتا ہے تقریباً دس سال وہاں بحیثیت
شیخ الحدیث اپنے فرائض انجام دیتے
رہے۔

ہوڑہ میں احیاء سنیت

اسی دوران معلوم ہوا کہ ہوڑہ میں اہل سنت و جماعت کے خلاف شورشیں اٹھ رہی ہیں عقائد حقہ کے خلاف ہوش ربا آندھیاں چل رہی ہیں فتنہ وہابیت دیوبندیت کی آگ بھڑک رہی ہے بیچارے سنی مسلمانوں پر بدعتی و گمراہ کا بدترین الزام لگایا جارہا ہے۔ تو حضرت محدث کبیر مدظلہ ہوڑہ تشریف لے گئے اور جرأت و ہمت ثابت قدمی کے ساتھ تمام فتنوں کا مقابلہ کیا باطل فرقوں کو سرنگوں کیا اور آپ کے جاتے ہی وہاں کی کایا پلٹ گئی دیوبندیوں وہابیوں میں ہیجان برپا ہوگیا ایوان باطل میں زلزلہ آگیا۔

دارالعلوم ضیاء الاسلام کا قیام

پھر آپ نے سوچا کہ یہاں سنیوں کا کوئی ادارہ نہیں ہے جبکہ عوام کی بہت سی دینی و دنیاوی ضرورت مدرسہ ہی سے پوری ہوتی ہے لہذا کسی ادارہ کا قیام ضروری ہے۔ تو وہاں کے ارباب حل و عقد کے مشورے سے دارالعلوم ضیاء الاسلام قائم کیا یہ مدرسہ آپ کے زمانے ہی میں اپنی دینی و ملی خدمات کی بنا پر غیر معمولی شہرت کا حامل ہو چکا تھا اور آج بھی اپنی نمایاں شان و شوکت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث

۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں جامع علوم عقلیہ و نقلیہ محقق عصر حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کا سانحہ ارتحال ہوا اور جامعہ میں ایک غیر معمولی خلا محسوس کیا جانے لگا اور حافظ ملت کو دلی صدمہ ہوا تو وہ خلا پر کرنے کیلئے حافظ ملت نے ۱۹۷۲ء میں دعوت تدریس دی۔ شیخ کا حکم تھا بلا تردد آپ حاضر ہوئے حافظ ملت نے آپ کو بحیثیت نائب شیخ الحدیث مقرر فرمایا اور وہی ذمہ داریاں سونپ دیں جو سابق نائب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سر تھیں اور ارشاد فرمایا کہ میری عدم موجودگی

میں میری جگہ بخاری شریف کا درس دیا کریں ،
محدث کبیر نے عرض کیا حضور میں اس شرط پر
بخاری شریف کا درس دونگا کہ آپ جب تشریف
لائیں تو میرے پڑھائے ہوئے اسباق کا اعادہ
فرمادیں۔ حافظ ملت نے فرمایا ہاں مجھے بھی
مسئلہ معلوم ہے کہ فاسق ہو تو اس کے پیچھے نماز
واجب الاعادہ ہے (یعنی امام اگر فاسق نہیں
تو اعادہ کی ضرورت نہیں) ناظرین غور فرمائیں
کہ حضرت محدث کبیر پر حضور حافظ ملت کو کس
قدر اعتماد تھا کہ آپ کے پڑھائے اسباق کو دوبارہ
پڑھانے کی ضرورت محسوس نہ کی جیسے کوئی متقی
امام ہو تو اس کے پیچھے ادا کی ہوئی نماز کے
اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مروجہ علوم و فنون
میں مہارت کیوجہ سے طلبہ نے کوئی تشنگی
محسوس نہ کی بلکہ آپ کی قابلیت و صلاحیت
کا لوہا مان لیا کتنی بار طلبہ نے ترمذی شریف
ڈسک پر نہیں رکھی تو آپ نے بغیر کتاب دیکھے
ہوئے جامع ترمذی کا درس دینا شروع کردیا
خود میرے ہم وطن ایک عالم اس چیز کے عینی شاہد ہیں

جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت شیخ الحدیث سنہ ۱۹۸۴ء میں
بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مستعفی ہوئے تو
جامعہ کی مجلس انتظامیہ نے آپ کو جامعہ کا
شیخ الحدیث مقرر فرمایا اور شیخ الحدیث و صدر المدرسین
کی تمام تر ذمہ داریاں آپکے سپرد کردیں۔
حضرت محدث کبیر قبلہ نے انتہائی ذمہ داری
کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے اور تادم
تحریر انجام دے رہے ہیں۔

تدریس گوناگوں مصروفیتوں و مشاغل
کے باوجود تدریس میں کوئی
فرق نہیں آیا بلکہ آج بھی وہی تحقیق و تدقیق
اور نکتہ آفرینی کی جھلک نظر آتی ہے جو پہلے
نظر آتی تھی۔ چنانچہ ترمذی شریف کا ایک
اہم عنصر فی الباب ہے یعنی امام ترمذی رحمۃ
اللہ علیہ کی عادت ہے کہ ایک حدیث ذکر
کرنے کے بعد اس کی بھی صراحت کرتے ہیں
کہ اس باب میں اور کتنے صحابہ سے روایت
ہے۔ ان کا نام بھی بیان فرماتے ہیں۔ اور
باب کے تحت جن صحابہ کا ذکر ہوتا ہے ان
میں یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ حدیث کی کن
کن کتابوں میں ان سے روایت کی گئی ہے

ترمذی شریف پڑھنے والے طلبہ اس بات کے شواہد عادلہ ہیں کہ حضرت محدث کبیر قبلہ جب جامع ترمذی کا درس دیتے ہیں تو فی الباب پر مفصل کلام فرماتے ہیں کہ فلاں صحابی سے فلاں نے تخریج کی فلاں سے فلاں نے۔ ذیل میں ہم ایک نظیر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ سئل عن المسح علی الخفین فقال للمسافر ثلث وللمقیم یوم امام ترمذی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے موزے پر مسح کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا مسافر کیلئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن۔

امام ترمذی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں۔

فی الباب عن علی وابی بکرۃ وابی ھریرۃ وصفوان بن عسال وعوف بن مالک وابن عمر وجریر۔

اس باب میں حضرت علی حضرت ابوبکرہ حضرت ابوہریرہ حضرت صفوان بن عسال حضرت عوف بن مالک حضرت ابن عمر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے۔

میرے پاس جہاں تک محفوظ ہے حضرت محدث کبیر قبلہ نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد نے تخریج کی حضرت ابوبکرہ سے ابن خزیمہ نے حضرت صفوان بن عسال سے امام احمد، نسائی ترمذی، ابن خزیمہ نے اور حضرت عوف بن مالک سے امام احمد نے۔

یہ ہے طرق روایات پر حضرت محدث کبیر قبلہ کی وسعت نظر۔ یونہی روایات میں جو اضطراب ہوتا ہے امام ترمذی نے اسے بھی کافی حد تک بیان کیا۔ حضرت محدث کبیر اضطراب پر مفصل کلام فرماتے ہیں۔ چنانچہ آداب خلا سے متعلق حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حدیث زید بن ارقم فی اسنادہ اضطراب

حدیث زید بن ارقم کی سند میں اضطراب ہے۔

یہ اضطراب عموماً تین طریقے سے بیان

کیاجاتا ہے بلکہ تقریر ترمذی میں تین ہی
کے ذکر پر اکتفا کیا۔ مگر حضرت محدث کبیر اس
موقع سے چھ طریقوں سے اضطراب بیان
فرماتے ہیں گفتگو بہت لمبی ہو جائے گی
ورنہ میں دوران تدریس حضرت کے بیان
کئے ہوئے سبھی طریقوں کو ضرور ذکر کرتا
تاہم اگر کسی کو ضرورت پڑی تو ان شاء اللہ
بیان بھی کر سکتا ہوں۔

یونہی جب بخاری شریف کا درس
دیتے ہیں تو ظاہر اپنے معارض احادیث
کی توجیہ پھر اپنی تائید میں اس کثرت کے
ساتھ حدیثیں بیان فرماتے ہیں کہ سمجھ
میں نہیں آتا کہ یہ کوئی موجودہ دور کا مدرس
ہے یا امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا کوئی شاگرد ہے جو اپنی تائید میں حدیثیں
وافر مقدار میں مستحضر کئے ہوئے ہے شاید
انھیں سب بنیادوں پر اصاغر و اکابر سب
نے آپ کو محدث کبیر کے لقب سے یاد کیا
اور اس طرح آپ اس لقب کے ساتھ مشہور
ہوئے کہ اب یہ علم کا درجہ اختیار کر گیا ہے
یہ حال ہے حدیث دانی کا۔ اس کے علاوہ
آپ فلسفہ، منطق، ہیئت وغیرہ کا بھی درس
دیتے ہیں ان میں بھی کافی مہارت معلوم
ہوتی ہے زمانہ طالب علمی میں بارہا میں
مذکورہ فنون کی کتابیں اوقات درس کے
علاوہ میں لے کر جاتا فوراً ہی برجستہ آپ
پڑھا دیتے جبکہ معلوم نہیں کتنے برس پہلے
ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔

تقریر

حضرت محدث کبیر جہاں ایک
نابغہ روزگار مدرس ہیں وہیں
ایک عظیم خطیب بھی ہیں۔ اس وقت آپ
کی خطابت کا ڈنکا صرف ہندوستان ہی
نہیں بلکہ بیرون ہند، برطانیہ، افریقہ، ماریشش
ہالینڈ، پاکستان، ابوظبی، وغیرہ میں بھی بج
رہا ہے۔ آپ کی تقریر خالص علمی، تحقیقی
فکری ہوتی ہے بے شمار جواہر پارے اس
میں ہوتے ہیں جہاں کہیں آپ کی تقریر
کا اعلان ہوتا ہے لوگ سننے کے لئے کشاں
کشاں چلے آتے ہیں۔ کتنے مقررین تو اس
لئے سنتے ہیں کہ انھیں خود تقریر کرنے کیلئے
نادر و نایاب مواد بغیر کسی محنت کے مل جاتے
ہیں جو سالہا سال کی ورق گردانی کے باوجود

جامع ہر علم و فن - مفتی اعظم اہل سنت ماحی شرور و فتن حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب لا زالت فیوضکم

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ - مکرمت نامہ ۲۲ ذی الحجہ کا تحریر فرمایا ہوا تشریف لایا مافیہا سے مطلع ہوا
بیشک کار زار تدریس و تعلیم سے فرصت دم زدن نہ ہوگی اور اس کی کمال مشغولی کسی اور کام کی طرف
متوجہ نہیں ہونے دیتی ہوگی مگر اس ہیچمدان نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے میں نے سعی
[illegible] تمام کی مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علمائے کرام میں ایسی کون ذات ہے کہ جس کی تحریر سے میرے
قلب کی تسکین ہو بجز آپ کی ذات گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی یہ وجہ تکلیف دینے کی
ہوئی - اگرچہ آنمکرم کی جانب سے اس قدر تاخیر ہوئی اور ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وقف نامہ کہ اشد ضرورت تھی

معرض التوا میں ہے مگر اس شدید ضرورت پر آپ کے جواب کا بڑا انتظار ہے شاید ہی کوئی روز ایسا گزرتا ہو کہ
[illegible] آپ کے جواب کا انتظار نہ کیا جاتا ہو - یہ احقر نہایت عاجزی سے عرض گزار ہے کہ زبردستی تھوڑا وقت
نکال کر جواب مرحمت فرمائیے - میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرور کوئی جزئیہ ضرور مل جائیگا - اگر خدانخواستہ کوئی جزئیہ
نہ ملا تو آپ [illegible] علم اس پایہ [illegible] کہ کسی [illegible] [illegible] اشباہ النظائر [illegible] تتبع المخطوطات حکم

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی معاصر صدر الشریعہ کا خط بشکل استفتاء
حضور صدر الشریعہ کے نام

نورچشم سلمہٗ دعا کل تمہارا خط وصول ہوا۔ بچے سلمہٗ کی طبیعت
میں ابھی تک افاقہ نہیں ہوا اسکی فکر ہے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ
جلد صحت وعافیت دے۔ ہر چیز کی [illegible] پڑھا ہوا پانی
قبلے کی جانب ہو گا تم تین سات مرتبہ پڑھکر روز اسے آنکھوں پر
دم کردیا کرو۔ [illegible]
بچے کی طبیعت ابھی تک ویسی ہی ہے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ دس بارہ روز
سے زیادہ ہوئے جب چار روز تک بخار نہیں آیا تھا اس سے
بہت اطمینان ہو گیا مگر پھر آنے لگا۔ موتی جھرہ کے دانے ابھی
باقی ہیں۔ پانچ روز ہوئے سینہ اور پسلیوں میں درد ہو گیا تھا
تین روز سے بچے [illegible] پاؤں پر کچھ
خفیف سا ورم پیدا ہو گیا۔ ایک نہ ایک بات ہوتی رہتی ہے
جس سے سخت پریشان ہوں۔ یہ بھی خیال کیا کہ تبدیلی آب وہوا کی
غرض سے مکان پر بھیجوا دوں مگر اتنا لمبا سفر کیونکر کر سکے گی اور
گاڑیوں کے بدلنے میں بہت دشواری ہو گی کچھ افاقہ ہو جائے
تو یہی کیا جا سکے۔ تم لوگ بھی دعا کرو کہ خدا ان سب کو صحت دے
اور ہماری پریشانیاں دور فرمائے۔ سب چھوٹوں کو [illegible] دعا

[illegible]

حضور صدر الشریعہ کا خط بڑے صاحبزادے مولینا شمس الہدیٰ کے نام

بھی نہ ملتے۔ علمی حلقوں میں آپ کی تقریر ہردلعزیز سمجھی جاتی ہے۔

تصنیف

حضرت محدث کبیر ایک اچھے مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معیاری مصنف بھی ہیں۔ ایک زمانے میں آپ نے ترمذی شریف کی عربی میں شرح لکھنی شروع کی مختصر سی مدت میں ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا۔ شرح کا جو بھی کام ہوا بہت وقیع ہوا جس میں احادیث کی تشریح متعارض احادیث کے درمیان تطبیق اپنی تائید میں احادیث کا ذکر، اسماء الرجال اور فی الباب، اضطراب پر مفصل کلام فرمایا مگر عدیم الفرصتی کے باعث وہ کام فی الحال ملتوی ہے۔

سال گذشتہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا حاشیۂ شرح معانی الآثار ایک زمانے سے رکھا ہوا ہے ہند و بیرون ہند سے اسکی طباعت و اشاعت کا پیہم اصرار ہوتا ہے مگر اس میں ابھی بہت سا کام باقی ہے مثلاً آغاز میں احادیث کی تخریج مذکور نہیں اسماء رجال پر گفتگو نہیں مزید بعض مقامات میں خود احادیث کی شرح میں بھی اضافہ ضروری ہے۔

لہذا یہ سب کام پہلے کر لیا جائے تاکہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ علمی شاہکار منظر عام پر لایا جا سکے۔ اس طرح شرح ترمذی کا کام ملتوی کر کے مذکورہ امور کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔

حضرت محدث کبیر نے شرح معانی الآثار پر زبان عربی میں حاشیہ کا حق ادا کر دیا۔ حاشیہ نگاری کے وقت میں استفادہ کی غرض سے اپنا پورا وقت صرف کرتا ہوں کبھی کبھی بعض حدود فقہیہ میں حضرت کسی چیز کی تعریف بولتے ہیں مگر قصور نظر کی وجہ سے مجھے اطمینان نہیں ہوتا لیکن جب میں کتابیں اٹھا کر دیکھتا ہوں تو بعینہ وہی تعریف ملتی ہے جو حضرت نے فی البدیہہ لکھوائی۔

> ”ایک بار کا واقعہ ہے لفظ نجاستہ ایک حدیث میں آیا نجاست کی تعریف کی ضرورت پڑی، حضرت نے فرمایا لکھو اس کی تعریف ما یستقذر شرعاً مگر

میرا دل اس تعریف سے مطمئن نہیں ہوا میں نے سوچا کہ استقذار کیلئے نجاست لازم نہیں ہے۔ پھر میں نے الاشباہ والنظائر کے آخر میں علامہ زین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کا اکتالیسواں رسالہ (جو حدود فقہیہ کے بیان میں) دیکھا تو اس میں بھی مجھے نجاست کی وہی تعریف ملی جو حضرت نے فرمائی تھی صاحب اشباہ رقمطراز ہیں۔ النجاسة لغة ما استقذرته واصطلاحًا مستقذرة شرعًا (الرسالة الحادی والاربعون صفحہ ۱۱۹ اشباہ)

اس وقت میں دنگ رہ گیا فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہ حضرت کی وسعت نظر ہے یا توارد ذہنی؟ بہر حال حضرت محدث کبیر قبلہ کا یہ حاشیہ طحاوی مندرجہ ذیل خوبیوں پر مشتمل ہے

(۱) حدیث کی جامع شرح۔
(۲) احکام شرع کا استنباط۔
(۳) اصطلاحات فقہیہ کی تعریف۔
(۴) متعارض احادیث کے درمیان تطبیق
(۵) اپنے مسلک کی تائید۔
(۶) حدیث کی تخریج۔
(۷) اسماء رجال پر کلام۔
(۸) صدر الشریعہ کے حواشی کی تنقیح۔
(۹) اپنی خداداد تحقیقات۔

یہ سب ایسے عناصر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک مستقل مضمون لکھا جا سکتا ہے مگر قلت وقت پھر تنگی مقام دامن گیر ہے۔

بحث و مناظرہ

حضرت محدث کبیر قبلہ ایک اچھے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دندان شکن مناظر بھی ہیں ملک کے مختلف حصوں میں آپ نے متعدد بار مناظرے کئے جن میں باطل فرقوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ لوگ قرآن و حدیث کے علاوہ کسی کتاب کو مانتے نہیں جن سے ان کے خلاف حجت قائم کی جائے۔ مگر ۱۹۷۸ء میں آپ نے سرزمین بحرڈیہہ بنارس میں ایک زبردست غیر مقلد عالم صفی الرحمٰن سے بہت ہی کامیاب مناظرہ کیا جس میں عبادت کی تعریف غیر مقلد سے طلب کی گئی مگر اسے ناکوں چنے چبانا پڑا آخر دم تک عبادت کی تعریف نہ کر سکا بالآخر شرک کی تعریف کی اور وہ

بھی غلط کی اس مناظرہ کی روداد "صارم الحق القاتل علی قلب جازم الباطل" کے نام سے شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔

پھر ۱۳۹۹ھ میں حفظ الایمان کی مشہور کفری عبارت پر خلیل احمد بجنوری سے بدایوں میں مناظرہ ہوا۔ اس میں مخالفین کی ایسی شکست فاش ہوئی کہ ان کے ہزاروں اپنے بیگانے ہو گئے۔ اس میں خلیل احمد بجنوری نے اشرف علی کی عبارت کفری کی تاویل میں حاشیہ حموی غمز العیون کی عبارت ذیل پیش کی

یدل علی ذالک اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعا علیہ (ص ۲۸۹ ج ۱)

اس عبارت سے اس نے یہ کہا کہ تکفیر کیلئے اجماع درکار ہے اور اشرف علی تھانوی کی تکفیر پر اجماع نہیں ہوا لہذا اسکی تکفیر نہیں ہو گی۔

اس پر حضرت محدث کبیر قبلہ نے فوراً معارضہ کیا کہ زید اپنے کو اللہ کہتا ہے اس وقت آپ اجماع کا انتظار کریں گے یا فوراً اس کی تکفیر کریں گے۔ اگر تکفیر کریں تو پوری امت کو ابھی اطلاع نہیں ہوئی کہ اجماع منعقد ہو پھر بغیر اجماع کے یہ تکفیر کیسے ہوئی۔

پھر حضرت نے اس عبارت کی تشریح فرمائی کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس وجہ سے کسی کی تکفیر ہو گی اس وجہ پر اجماع ضروری ہے۔ اس طرح خلیل احمد بجنوری ایسا خاموش ہوا کہ اس سے کوئی جواب نہ بن سکا اور اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

کلیا چک مالدہ میں بھی آپ نے دیو بندیوں سے "حاضر و ناظر" کے موضوع پر مناظرہ کیا وہاں بھی مخالفین کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔

پھر ڈربن ساؤتھ افریقہ میں بھی مناظرہ ہونے والا تھا مگر جب حزب مخالف کے مناظر طاہر القادری کو معلوم ہوا کہ سنیوں کی جانب سے علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری مناظر ہیں تو اسے راہ فرار اختیار کرنی پڑی سامنے آنے کی جرأت نہ کی اس طرح اور

بھی مقامات میں آپ نے متعدد بار مناظرے کئے یہی وجہ ہے کہ میدان مناظرہ میں بھی آپ ایک نمایاں شان رکھتے ہیں۔

جامعہ امجدیہ کا قیام

ہر دور میں زبان و قلم کی اہمیت مسلم رہی ہے باطل عناصر زبان و قلم ہی کے زور پر سر اٹھائے ہوئے ہیں حضرت محدث کبیر نے دیکھا کہ فتنہ وہابیت اپنی قلمی و لسانی مہارت کی بنیاد پر ہمیں دانت دکھا رہا ہے ہمارے خلاف ورق کے ورق دفتر کے دفتر سیاہ کئے جارہے ہیں، زبان و قلم کا ناجائز استعمال کرکے عوام الناس کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ بریلویہ شرک کرتے ہیں قبر پوجتے ہیں۔

اب ایسی صورت حال میں ضروری ہے کہ نئی پود کو زبان و قلم دونوں ہتھیار سے مسلح کیا جائے تاکہ اسلام کے خلاف تمام سامراجی عناصر اور طاغوتی قوتوں کا ہر موڑ پر مقابلہ کرسکیں۔

اس مقصد سے طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ قائم کیا اور ۱۹۸۵ء میں سیدی و مرشدی حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی زبان فیض ترجمان سے اس کا افتتاح کیا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ فضل و احسان کہ مختصر سی مدت میں یہ ادارہ اتنی ترقی کر گیا کہ درجہ عالمیت تک باقاعدہ تعلیمی سلسلہ جاری ہے تقریباً دو سو بیرونی طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

اس ادارہ کا سارا انتظام و انصرام حضرت کے خلف اکبر ہمدرد مدرس حضرت مولانا علاء المصطفےٰ قادری صاحب کے سر ہے۔ موصوف جامعہ کی تقدیم و ترقی میں ہمہ دم مصروف عمل رہتے ہیں۔

جامعہ امجدیہ ہی سے منسلک لڑکیوں کا بھی ایک تعلیمی ادارہ ہے جو بنام کلیۃ البنات الامجدیہ پورے ملک میں معروف و مشہور ہے۔ اس میں بخاری شریف تک باضابطہ بچیوں کا تعلیمی سلسلہ جاری ہے لڑکیوں کے کئی قافلے وہاں سے فضیلت کا کورس پورا کرنے کے بعد سند فضیلت و ردائے فضیلت حاصل کرچکی ہیں۔ اور ملک کے طول و عرض میں

دینی خدمات انجام دے رہی ہیں
اس ادارہ کا بھی سارا انتظام شہزادۂ
گرامی حضرت مولانا علاؤ المصطفےٰ قادری
صاحب ہی کے سر ہے۔ اخیر میں دعا
گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مخدوم گرامی حضرت
محدث کبیر قبلہ کی عمر میں برکت عطا
فرمائے اور ان کا سایہ پس ماندگان
پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید
المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
آلہ وسلم۔

بقیہ صفحہ ۲۲۳ کا:۔

شائع کئے گئے ہیں اور چونکہ اردو
زبان میں اس کتاب کا کوئی جواب
نہیں اس لئے اصلاح معاشرہ کے
میدان میں بھی حضور صدر الشریعہ
علیہ الرحمہ سب سے منفرد وممتاز مقام
کے حامل ہیں۔

از اقبال احمد اقبالؔ

کفِ پا مشعلِ راہِ خدا صدر شریعت کا
چراغ علم کا بحرِ سخا بدرِ طریقت کا

بجا ہے اس کو گر کہئے علومِ دین کا شارح
ولایت کا طریقت کا امامت کا طریقت کا

وہ جس نے اپنے ہاتھوں اٹھایا دین کا پرچم
کتاب اللہ کا سنت کا اور اجماعِ امت کا

"شریعت کی بہار" اسکی پڑھو تو ہوگا زندہ
حقیقت کا فصاحت کا، بلاغت کا سلاست کا

فتاوائے حکیم امجد علی سے درس ملتا ہے
اطاعت کا، صداقت کا، عدالت کا ہدایت کا

وہ کوہِ علم وحکمت تھا مگر اس پہ بھی تھا پیکر
تواضع کا۔ قناعت کا، مروت کا، محبت کا

مثل ہے ہاتھ کنگن کو بھلا کیا آرسی دیکھو
نظارہ نور کا، چادر کا، گل پوشی کا، تربت کا

فقیہِ عصر تھا ایسا کہ پردہ چاک کر ڈالا
عداوت کا، بغاوت کا، کدورت کا، ضلالت کا

قصیدہ میں لکھوں اقبالؔ مولا جو سلیقہ دے
بیاں کا، لفظ کا، حسنِ ادا کا، شعر وصنعت کا

جامع ہر علم و فن، مفتی اعظم اہل سنت، تاج سرور وقت حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب لا زالت فیوضکم
السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ۔ مکرمت نامہ ۲ ذی الحجہ کا تحریر فرمایا ہوا تشریف لایا مافیہا پر مطلع ہوا
بیشک کار اہم تدریس و تفہیم سے فرصت دم زدن نہ ہوگی اور اوسکی کمال مشغولی کسی اور کام کی طرف
[illegible] ہونے دیتی ہوگی مگر اس ہیچمدان نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے میں نے
[illegible] تلاش کیا مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علمائے کرام میں ایسی کون ذات ہے کہ جسکی تحریر سے میرے
قلب کی تسکین ہو بجز آپ کی ذات گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی یہ وجہ تکلیف دینے کی
ہوئی۔ اگرچہ آنکرم کی جانب سے اس قدر تاخیر ہوئی اور ہو رہی ہے جسکی وجہ سے وقف نامہ کہ اشد ضروری [illegible]
معرض التوا میں ہے مگر اس شدید ضرورت پر آپکا جواب اشد سمجھا گیا۔ شاید ہی کوئی روز ایسا گزرتا ہو کہ
[illegible] وقت آپکے جواب کا انتظار نہ کیا جاتا ہو۔ یہ احقر نہایت عاجزی سے عرض گزار ہے کہ زیر [illegible]
[illegible] مرحمت فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ آپکو ضرور کوئی جزئیہ ضرور مل جائیگا۔ اگر خدانخواستہ کوئی جزئیہ
نہ ملا تو آپکا علم اس پایہ کا ہے کہ کسی [illegible] امثلا الفضیلت تبع المخطوطات حکم

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی معاصر صدر الشریعہ کا خط بشکل استفتاء
حضور صدر الشریعہ کے نام

۷۸۶
۹۲

محترم المقام محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمتہ

بحمدہ عزوتعالےٰ طالب خیر مع الخیر ہے مسلسل علالت کے باعث ضعف روز افزوں ترقی پر ہے کہیں دور و دراز مقام پر جانے کے قابل نہیں رہا حسب فرمائش شاہزادہ عالی وقار کچھ آپ بیتی سرگزشت لکھ دی ہے اگرچہ نقاہت اور عدیم الفرصتی کے باعث تاخیر زیادہ ہوگئی۔ معذرت خواہ ہوں۔

فقط والسلام

الفقیر محمد لطف اللہ قادری

خادم دارالافتاء شاہی جامع مسجد شہر متھرا یوپی

۱۴ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ شب شنبہ

۷۸۶
۹۲

عزیز گرامی قدر مولوی فیضان المصطفیٰ قادری سلمہٗ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

الحمد للہ تعالیٰ کہ یہ ناچیز اس کے فضل وکرم سے بعافیت و بہ سلامتی ایمان ہے اُمید قوی کہ اس دنیا سے سفر بھی بہ سلامتی ایمان ہوگا۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

آپ کا مکتوب موصول ہوا مندرجات سے آگاہی ہوئی سیمینار کی عظیم کامیابی پر مبارکباد۔ اس سے قبل عزیزم مولوی علاء المصطفیٰ سلمہٗ کا جوابی کارڈ موصول ہوا تھا جس کا جواب نہ لکھا جا سکا۔ دراصل لکھنے کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی قلم ہاتھ میں لینے میں تکلف ہوتا ہے۔ اس درجہ تساہلی پیدا ہوگئی ہے کہ بیٹے کو بھی خط لکھے ہوئے کئی ماہ ہو گئے۔ عجیب کیفیت رہتی ہے۔ ایک کتاب بنام ''لذت عبادت و معرفت'' لکھنا شروع کی تھی وہ بھی یوں ہی رکھی ہے اب اسکی وجہ میرا تقاضائے عمر ہو یا میری تکالیف یا سستی و کاہلی یا یہ تمام امور۔ بہر حال آپ اپنا کام جاری رکھیں اور میری تحریر کا انتظار نہ کریں۔ اگر طبیعت مساعد ہوئی تو جو کچھ ہو جائے گا بھیجدونگا۔

شاید آپ حضرات کی اطلاع میں آچکا ہو کہ جنوری ۱۹۹۵ء میں میرا داہنے پیر کے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی مگر بفضل تعالیٰ دوسرے ہی دن آپریشن سے جوڑ دی گئی دو تین پتیاں فٹ کردیں اسی سے پیر چھوٹا ہوگیا اور اب تک بلا تکلف چل نہیں سکتا چلنے میں تکلیف بھی ہوتی ہے لمبا فاصلہ بھی نہیں طے کر پاتا اس کے علاوہ بھی کچھ پریشانیاں ہیں لیکن اللہ عزوجل کا شکر بے نہایت کہ اس نے محتاج نہ فرمایا اور بے شمار

نعمتوں سے نوازا ہے ہر کام میں اسکی عظیم مصلحتیں ہوتی ہیں اور یقیناً اس میں بھی اسکی بہترین مصلحتیں ہیں ہم جان سکیں یا نہ جانیں۔

دعا کرتا ہوں کہ رب کریم اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صدقہ میں آپ حضرات کو اخلاص نیت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق دے ہے خدمت کرنے کا اہل بنا کے اور آپ حضرات کی دینی خدمات کو قبولیت عطا فرمائے اور اجر آخرت عطا فرمائے۔ آمین میری نیک خواہشات اور دعائیں آپ کے لئے ہیں۔

احباب و مخلصین کی خدمات میں تحیات مسنونہ

والسّلام

الفقیر ظہیر احمد زیدی غفرلہ

۲۵ / مارچ ۱۹۹۶ء

بیت السادات دودہ پورہ علی گڑھ

---

۲۴ / جولائی ۱۹۹۶ء ۹۲/۸۶ء

عزیز گرامی مرتبت مولوی فیضان المصطفٰے صاحب

اسعدک اللہ فی الدارین۔

معروضہ محررہ ۲۴ / صفر المظفر ۱۸ھ موصول ہوا مشتملات پر اطلاع پائی رب رحمٰن و رحیم اپنے کرم خاص سے ہمیں ثبات فی الدین اور حسن عاقبت کی نعمت سے سرفراز فرمائے آمین

اب نہ غم جان ہے نہ غم جہاں حیات مستعار کی آخری منزل میں ایک مومن کی ساری توجہات مغفرتِ اعمال و اجر آخرت اور حصول رضاء الٰہی ہوتی ہے یہ فقیر اپنے اکابر و اصاغر سے ان ہی امور کیلئے دعائے خیر کا طالب ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا سے نوازے اور حسن خاتمہ عطا فرمائے تو اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے امید کہ احباب دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

مقالہ کیلئے آپ کے اصرار مسلسل نے آخر اس امر پر آمادہ کر ہی لیا کہ جیسے بھی ہو اور جیسا بھی ہو استاذ محترم مرحوم و مغفور و عند اللہ ماجور سے متعلق اظہار عقیدت نہیں اظہار حقیقت و صداقت کیا جائے انشاء اسی ماہ نور ماہ مبارک کے بعد متصل ماہ کے عشرۂ اوّل تک اپنے مافی الضمیر کو منصۂ قرطاس پر لا کر ارسال کردوں گا۔

یہ فقیر جس حال میں بھی ہے اس کا اظہار (یعنی اپنی صحت و تکالیف جسمانی سے متعلق) اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کی ناشکری تصور کرتا ہے اسکی نعمتیں بے شمار و بے نہایت ہیں۔ تکلیف اور بیماری بھی اُس کی نعمت ہیں اور ان پر بھی اسکا شکر

واجب ہے کہ ہرچہ از دوست مرسد نیکوست
اگر حدیث پاک میں دعا کی ترغیب اور حکم نہ ہوتا تو یہ فقیر
ہرگز دعا نہ کرتا اور نہ اس کیلئے کہتا۔ اسکی نعمتوں کو
نظر انداز کر کے اسکی دی ہوئی ایک دو تکالیف کو بیان
کرنا دراصل ایک شکوہ ہے جو مومن کے شایان شان
نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا میں راضی رہنے کی
توفیق عطا فرمائے آمین
احباب و مخلصین و متعلقین کی خدمات میں
سلام مسنون سب ہی سے دعائے خیر کا طالب ہوں
مولائے کریم اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے صدقہ و طفیل میں ہم سے اپنے دین کی خدمت
لے اور ہماری عاقبت بخیر فرمائے۔
ایں دعا از من و از جملہ آمین آباد۔ الفقیر ظہیر الدین احمد
زیدی غفرلہ

۴۸۶

محب مخلص مولانا محمد علاء المصطفیٰ قادری سلمہ ربہ
سلام مسنون دعائیں بیشمار
خدا کرے آپ ہر طرح بخیر و عافیت ہوں اور آپ کے
اہل خانہ بھی رب تعالیٰ کے حفظ و امان میں ہوں۔
یہاں پر ہم لوگ بفضلہ تعالیٰ زندہ بخیر ہیں ـــ آپ کا
ٹیلیفون رات کو پونے دو بجے آیا۔ ان دنوں یہاں
وقت عشاء حنفی کا آغاز تقریباً بارہ بجے ہوتا ہے
میں وہی نماز پڑھ کر سویا تھا۔ اور پہلی نیند کے جھونکے
میں تھا۔ پھر آپ سے باتیں ہوئیں جو ہوئیں۔
عزیزم! حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پچاسویں
عرس مبارک کے لئے آپ لوگوں کا پروگرام بہت خوب ہے
مولا پاک کامیابی بخشے۔ یہ میرے علماء اکابر اور احباب
کا حسن ظن ہے کہ انھوں نے اس عظیم کام کے لیے میرا
نام پیش فرمایا۔ مولا کریم مجھے اپنے ان تمام مؤقر
بزرگوں اور دوستوں کی امید کے مطابق بننے کی توفیق
بخشے آمین۔
سوانح صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے بارے میں میری
دلی خواہش یہ ہے کہ میں اگر اس پر کام کروں تو
اُس دور کی فتنہ سامانیوں کی تاریخ ساتھ لیتے ہوئے
کم از کم ۳ یا ۴ سو صفحہ کی کتاب تیار کروں۔
آپ اس وقتی ضرورت کو خود پورا کریں۔ اور
جہاں تک ممکن ہو مزید ماخذ کی فراہمی کرتے رہیں
اگر آپ یا کوئی آپ جیسا دادوں کا سفر کرے تو وہاں
کے متعلقہ رجسٹروں کی فوٹو کاپیاں اس دور کے مدرسہ
کے معائنے مدرسہ کی تصویر اسی طرح اگر ممکن ہو تو
اجمیر شریف میں رجسٹروں کے عکس حضرت کی قیامگاہ
اجمیر شریف۔ مدرسہ وغیرہ کی تصاویر۔ نیز تمام

تصنیفات اور حواشی کے عکس۔ صدر الشریعہ کے
تمام مہیّا مکتوبات کے عکس۔ نیز متعلقہ معلومات
جمع کریں۔ اس کے لئے مخصوص فائلیں بنالیں
اس کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ پر آج تک
ہندو پاک میں جہاں جو کچھ لکھ کر طبع ہوا۔ وہ سب
فراہم کریں۔ جامعہ امجدیہ کراچی و گانجہ کھیت وغیرہ
وغیرہ سب کی مختصر تاریخ فراہم کریں۔ صدر الشریعہ
نے ہمعصر علماء اور مشاہیر پر جہاں جو کچھ ملے اسکو
جمع کریں۔ ندوہ سے ”صدر یار جنگ“ کے نام
سے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی پر کتاب چھپی
ہے اسے ضرور حاصل کریں۔ اور تمام فرزندوں اور
دختران وغیرہ کے مختصر سوانح یکجا کریں۔ پھر
انشاء المولیٰ کام جیسا کام ہوگا۔ مولانا صدر الوریٰ
صاحب نیز اساتذہ کو سلام مسنون عرض ہے۔

جس طرح مولانا قمر الحسن نے بہار شریعت کی
۱۷ جلدوں کا شماریاتی خاکہ نمبر میں دیا ہے بقیہ
تین جلدوں کا۔ نیز فتویٰ کا بھی اسی طرح کا شماریاتی
خاکہ طلبہ سے تیار کرائیں۔

سعید اختر نے مجھے یہاں خط لکھا تھا۔ اس سے
پوچھ کر جو کچھ ضروری ہو اسے فراہم کرنیکی زحمت کریں عین کرم
ہوگا اسی طرح ادھر بچوں کا بھی خیال رکھیں۔ بدر القادری غفرلہ

۲۱/۷/۱۹۹۶ء

۹۲/۸۶ء

عزیز القدر زیدت معالیکم سلام مسنون

مزاج شریف

”جشن زرّین“ کی شاندار کامیابی مبارک ہو
مبارک ہو، مبارک ہو۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

یقیناً حضور صدر الشریعہ کی شخصیت پر تاریخی کام
کا اصل سہرا آپ کے سر پر ہے۔ نہایت شرمندہ
ہوں کہ مطالعہ کی میز کے سامنے آپکے خط کے ساتھ
منسلک موٹے قلم سے عنوان ”صدر الشریعہ اور
اشرفیہ“ لکھا رکھا ہے۔ وطن سے لوٹنے کے بعد
ایسا قلمی تعطل رہا کہ بالکل کوئی کام نہیں ہو سکا۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا معنوی نمک خوار
ہونے کے لحاظ سے میں اپنی غیر حاضری
کو عار سمجھتا ہوں اور نہایت شرمندہ ہوں۔ تاہم
حضرت کی شان میں لکھی ہوئی کئی سال پرانی منقبت
اور سوانحی مضمون جو شاید آپ کی فائل میں نہ ہو
بھیج رہا ہوں تاکہ کار آمد تحقیقی مضامین کے ساتھ
یہ بھی کہیں شاید جگہ پا سکے۔

حضرت علامہ صاحب، مولانا صدر الوریٰ صاحب وغیرہ جملہ مدرسین
کی خدمات میں سلام باادب عرض ہے۔ سعید اختر، ماہتاب
اور منہاج پر خصوصی نگاہ رکھئے گا۔ کرم ہوگا۔ ۲۵/۳/۹۷ء

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ ۴۸۶/۹۲

۲/۲/۹۷

مخدوم زادہ محترم مولانا علاء المصطفیٰ صاحب زید مجدکم

سلام مسنون۔ حکم نامہ صادر ہوا۔

۲ ذیقعدہ کے اجلاس میں شرکت کی سعادت حاصل کروں گا۔ محبت و شفقت کیلئے مشکور ہوں۔

محدث کبیر حضرت علامہ مدظلہ و دیگر پرسان حال کو سلام مسنون معروض ہے۔

یکے از نیازمندان بارگاہ امجدی

غلام عبد القادر نزیل بمبئی

۴۸۶/۹۲

عزیزم علاء سلمہ دعائیں امید کہ بخیر ہو گے

تمہارا کئی خط حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے متعلق مضمون کے بارے میں ملا مگر اپنی کاہلی اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے جواب نہ دے سکا اور سچ تو یہ ہے کہ مضمون نگاری میرے لیئے بہت مشکل امر ہے اور نہ میں اہل قلم ہوں یہ حقیقت بھی ہے کہ میری جیب میں قلم نہیں رہتا دوسروں سے مانگ مانگ کر یہ چند سطریں اپنی یادداشت کے مطابق سپرد قرطاس کر دیا ہے اس امید پر کہ میرا نام بھی صدر الشریعہ کے ثناخوانوں میں درج ہو جائے۔ میں نے عنوانات متعین نہیں کئے ہیں کسی اہل قلم سے اس مضمون کا نوک پلک درست کرا لو۔ یہ مضمون اپنی نوعیت کا منفرد ہے شاید احباب کو پسند آئے۔ فقط

دعا گو

بہاء المصطفیٰ قادری

۱۳/۸/۹۷

۴۸۶

عزیزم فیضان المصطفیٰ سلمکم المولیٰ

آپ کا تقاضا نامہ ملا۔ بلفظ دیگر کئی سمنوں کے بعد وارنٹ گرفتاری موصول ہوا۔ کوئی دعاء تو نہیں کر سکتا۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ لوگ میرے حق میں وقت، علم، اور عمل میں برکت کی دعا کریں۔ ماہ رمضان میں المعتقد کا مقدمہ لکھ رہا تھا وہ نامکمل رہا اور رجب سے مبارک پور آیا ہوں اس پر ایک سطر کا بھی اضافہ نہ ہو سکا۔ بس مولیٰ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے۔ اور توفیق خیر سے نوازے

میرے لئے جو موضوع مقرر تھا اس پر مولانا صدر الوری نے لکھ دیا۔ اور بہت جلد لکھا۔ میں سن بھی نہ سکا نہ دیکھ سکا۔ امید ہے کہ اچھا ہی لکھا ہو گا مولانا آل مصطفیٰ نے بھی کئی عنوان پر خاصی محنت صرف کی ہے۔ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب سے بہار شریعت پر لکھنے کی بات تھی۔ وہ سیمینار میں بھی نہ آئے۔

پتہ نہیں کیا وجہ ہوئی۔ وہ اگر لکھ دیتے تو بہت خوب ہوتا
مولانا ارشاد کا بھی یہی عنوان۔ مقالۂ تحقیق کیلئے تھا
لکھنے کا شغل برابر رکھتے ہیں اس لئے امید اچھی ہے
مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کو اگر فرصت مل جائے اور کچھ
کردیں تو بہت وقیع ہوگا۔ مفتی نظام الدین صاحب کے
مقالے کا عنوان کیا ہے؟ یاد نہ رہا۔ وہ بھی بہتر ہی ہوگا
اپنا حال تو میں لکھ ہی چکا۔ اگر حضرت سے
متعلق کوئی اچھا مضمون لکھنے میں کامیاب ہوگیا تو یہ
آپ لوگوں کی مخلصانہ و ہمدردانہ دعاؤں کا ثمرہ ہوگا۔
ورنہ میں یہ سمجھوں گا کہ میری درخواست پر آپ لوگوں نے
کوئی توجہ نہ دی۔

احباب کو بمضمون واحد سلام عرض ہے۔

محمد احمد مصباحی
اشرفیہ مبارک پور، ۲۷/۱۱/۱۴۱۷ھ / ۲۷/۳/۹۷ء

۴۸۶
۹۲

عزیز گرامی قدر زید لطفہ سلام مسنون و دعائے خیر
آپ کے خطوط ملے۔ میں ان ایام میں علیل تھا اور
مسلسل سفر پر کئی بار جانا پڑا۔ اس لئے مضمون کی
تیاری نہ کرسکا۔ مجھے افسوس ہے مگر معذرت خواہ ہوں
علالت کے سبب جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ اب

میں ۲۵ مئی ۹۷ء کے بعد مکان سے آؤں گا۔
اس وقت شاید کچھ فرصت ملے۔ جب تک شاید
نمبر تیار ہوجائے فقط والسلام

قانی عبدالرحیم سعید غفرلہ
۸ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

۴۸۶
۹۲

مولانا المحترم ذوالمجد والحشم زید مجدکم
سلام مسنون

مزاج گرامی! میں بخیریت ہوں آپ کا جوابی کارڈ
موصول ہوا دو روز پہلے عزیزم مولانا فیضان سلمہ کا
بھی لفافہ موصول ہوا تھا۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ
میری طبیعت بقرعید کے بعد سے ٹھیک نہیں رہتی
ہے ایک ماہ قبل چیک اپ کرایا تھا دوا چل رہی ہے
خدا کے فضل سے پہلے کی بہ نسبت اچھا ہوں۔
عمر کے اعتبار سے کمزوری ہے۔ براؤن شریف
والوں نے شیخ العلماء نمبر شائع کیا تھا میرا بھی اس
میں مضمون تھا وہ نمبر یہاں میرے پاس نہیں ہے
(شیخ العلماء کا عرس گیارہویں کے ماہ میں ہوگا) اسی
میں سے اقتباس کرکے مضمون تیار ہوسکتا ہے
انشاء المولیٰ تعالیٰ کوشش کروں گا آپ بھی توفیق کی دعا کریں

عم محترم حضرت علّامہ مولانا غلام یزدانی صاحب
قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں مجھے معلومات
صفر کے درجہ میں ہے۔ ان کے شاگردوں سے یا
مولانا مجیب الاسلام ادروی یا حضرت مفتی صاحب قبلہ
کو میرا خیال ہے کہ پوری معلومات ہوگی یہ چیز انھیں
حضرات سے ممکن ہے۔ مرشدی حضور صدر الشریعہ
علیہ الرحمۃ والرضوان کے گھریلو حالات زندگی پر مضمون
بھی گھریلو معلومات سے تعلق رکھتا ہے کوئی صاحبزادگان
میں سے تیار ہو جائے بہتر ہے۔ پرسان حال لوگوں
کو سلام کہہ دیجئے۔
جوابی کارڈ نہ بھیجا کیجئے میرے لئے یہ باعث ندامت
ہے۔ والسلام دعا گو
فقیر غلام ربانی قادری عفی عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

۴۸۶
۹۲

محب مکرم مولانا علاء المصطفےٰ صاحب
السّلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ
خط ملا، مولانا فیضان المصطفےٰ کا خط بھی ملا تھا
جو مضمون سیمینار میں کیا تھا اس پر نظر ثانی اور
فوٹو کاپی کا کام باقی ہے۔ مصروفیات کی وجہ سے
وقت نہیں نکل پا رہا ہے۔ ان شاء المولیٰ جلد ہی
میں اس کو دیکھ کر ارسال کرتا ہوں۔ پھر مطبوعہ
مضمون کی ضرورت نہ رہے گی۔
حضور سید العُلماء پر کوئی کتاب بروقت
سامنے نہیں۔ حضرت حسنین میاں نے مصطفیٰ
سے آل مصطفےٰ تک مختصر کتاب لکھی تھی۔ مولانا
مفتی مظفر احمد بدایونی نے بھی اپنی کسی کتاب کے
آخر میں سید العلماء کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کا نام
یاد نہیں آتا۔ والسلام
محمد عبد المبین نعمانی قادری
چریاکوٹ ۲۹/ ۶/ ۹۷ء

از اڑیسہ ۴۸۶
۷/ ۷/ ۹۷ ۹۲

صدیق مکرم السّلام ورحمۃ!
مزاج شریف!
آپ کا کرم نامہ کل موصول ہوا۔ پڑھکر
بے پناہ مسرت ہوئی اس قسم کی پیشکش پر شکریہ
کے رسمی الفاظ بے معنی و بے کیف معلوم ہوتے ہیں
بخدا اگر عرس امجدی سے قبل اسطرح کی بات میری
سمجھ میں آتی تو اپنی معلومات کا سب سے قیمتی
نذرانہ لئے صدر الشریعہ کی بارگاہ کا ادنیٰ غلام حاضر ہوتا

آپ کا منتخب عنوان "صدر الشریعہ اور مجاہد ملت"
علیہما الرحمہ مجھے بے حد پسند ہے، خط ملتے ہی معلوماتی
کتابیں اور احباب سے ملاقات شروع کر دیا ہے۔
ہفتہ بھر کے اندر انشاء المولی الکریم اپنی معلومات کو
سپرد قرطاس کر کے آپ کے حوالے کرنے کی کوشش
کروں گا۔ اگر آپ کتابت کا سلسلہ نہ شروع کئے ہوتے
تو اس سلسلہ میں طویل سفر کا ارادہ تھا اب جتنی توفیق
ہوئی پیش خدمت کرونگا۔ آپ سے ملت کو یہی
توقع ہے کہ علمی، ادبی، دینی و مذہبی خدمات بیش از
بیش سرانجام پائیں آمین

اس عنوان پر وافر مواد آپکے بزرگوں کے پاس ہے
اگر اتنی عجلت نہ ہوتی تو ان سرکاروں میں حاضر ہوتا
اس سلسلہ میں یا دیگر کسی بھی معاملہ میں کوئی حکم ہو
تو بندہ حاضر ہے۔ تکلف نہ کیجئے گا۔ خیر اپنے بزرگوں
کی خدمت میں سلام نیاز۔ وسیدی و آقائی علیہ الرحمہ
کے حضور سلام عقیدت و دعا کی درخواست ہے۔ فقط

محمد حنیف حبیبی اڑیسہ

۷/۷/۹۷ء

دار العلوم مجاہد ملت ۸۶/۹۲
۱-۸-۹۷

مولانا المکرم فیضان القادری زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ ا

مزاج شریف؟

بڑی عجلت ہے۔ اسی وجہ سے کچھ باتیں
قاعدے کی نہ ہو پائیں۔ مقالہ ہر دو طرف لکھ دیا
اصل میں اسے بھیجنے کا ارادہ نہیں تھا۔ مزید صاف
کر کے روانہ کیا ہوتا۔ کیا کروں کچھ پریشانیاں ساتھ
ہیں۔ معلومات کی فراہمی اڑیسہ جیسے علمی بنجر
میں مشکل امر ہے۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ اس نے
اپنے پیاروں کے ذکر کی توفیق بخشی۔ جس قدر ہوسکا
عجلت میں حاضر خدمت کیا۔ ایک بار دیکھے بغیر
کتابت مت کرائیے گا۔ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ
کے مزار اقدس اور آپکے اس خط کی تصویر جس کا ذکر
مقالہ میں ہے روانہ کروں گا انشاء المولی تعالی۔
اس مجموعہ میں صدر الشریعہ کے مزار مبارک کے علاوہ
قادری منزل اور امجدیہ کی تصویر رہے تو اچھا ہے۔
لیکن حضرت صدر الشریعہ کے خطوط وغیرہ قلمی تحریر
مثلاً کنز الایمان کے املا کی تحریر کی تصویر کے کچھ
نمونے شامل مجموعہ ضرور کئے جائیں۔ حالات قابل
شکر ہیں۔ میرے مقالے کا عنوان بھی چاہیں تو
بدل دیں۔ مزید کیا عرض کروں اپنے بزرگوں کی
خدمت میں سلام پیش کیجئے۔ مولانا جمال مصطفٰی

صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔
اس قسم کی خدمت کا موقعہ عنایت فرمائیگا
فقط ! آپ کا محمد حنیف حبیبی

۴۸۶
۹۲

محترم علامہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاجِ عالی! بشیر صاحب کے نام آپ کا خط ملا۔ آپکی خواہش کے مطابق مستقبل قریب میں حضرت علامہ سلیمان صاحب اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات روانہ کئے جائیں گے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے سلسلہ میں جس ضخیم مجموعہ کی تیاری کا آپ نے اعلان کیا ہے اس کے لئے مبارکباد مولیٰ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو باآور کرے۔ والسلام
سیف خالد اشرفی
شیخ الاسلام اکیڈمی ماچوپچھی۔ بھاگلپور

مکرمی سلام مسنون
خط ملا۔ شکریہ، امید کہ آپ خیریت سے ہونگے مصروفیات کی وجہ سے کچھ نہ لکھ سکنے کا افسوس ہے تاہم صدر الشریعہ نمبر میں شامل مضمون میں چند چیزوں کا اضافہ کرکے روانہ کروں گا۔ انشاء المولیٰ۔

باقی حالات لائق شکر ہیں
والسلام
شہاب الدین رضوی غفرلہ ایڈیٹر سنی دنیا بریلی
۱۰ ربیع الاوّل

۴۸۶/۹۲

گرامی قدر حضرت مولانا علاء المصطفےٰ صاحب قبلہ
سلام ورحمۃ،
مزاج وہاج!
عرس حافظی کے موقع سے آپ نے فرمایا کہ آپ کے نام خط گیا ہے اور آپ کے ذمے فتاویٰ امجدیہ دوم کے اوپر مقالہ لکھنا ہے۔ خط کا انتظار رہا وہ نہ ملا لیکن خادم نے آپ کے حکم کو ذہن میں رکھا اور اسے عمل میں لانے کی کوشش کی۔ حسن اتفاق کہ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب نے نظر ثانی کیلئے آمادگی ظاہر فرمائی اور ان کی تصحیح کے بعد وہ مقالہ حاضر خدمت ہے دعاؤں میں یاد رکھیں۔
والسلام
آپ کا مخلص:۔ عابد حسین
خادم فیض العلوم جمشید پور
۱۵ر صفر المظفر ۱۸ھ

۴۸۶
۹۲

محترم و مکرم حضرت علامہ علاء المصطفےٰ قادری صاحب
اکرم اللہ تعالیٰ و دعاہ۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
مزاج شریف

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہو کر باعث سرفرازی ہوا، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت صدر الشریعہ نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ اور یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ ان کے بارے میں کام کا آغاز ہو چکا ہے، صدر الشریعہ سیمینار میں شرکت میرے لئے باعث مسرت و سعادت ہے۔ لیکن ہندوستان کا ویزہ حاصل کرنا مشکل ہے۔ آپ حضرات انڈیا کی وزارت داخلہ سے اجازت لے کر مجھے مطلع کریں۔ اور وزارت داخلہ اپنی پاکستانی ایجنسی کو اطلاع دے تو آسانی ہو سکتی ہے۔ ورنہ بہت مشکل ہے راقم کی مصروفیات اتنی بڑھ چکی ہیں کہ اب لکھنے لکھانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ایک عرصہ قبل راقم نے صدر الشریعہ پر ایک مقالہ لکھا تھا جو باغیٔ ہندوستان کے آخر میں چھپ چکا ہے میری طرف سے اسی کو سیمینار میں شامل کریں۔ اگر ممکن ہوا تو آپ کے دیئے ہوئے عنوان پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ۔ تمام احباب اہل سنت کی خدمت میں السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

والسّلام محمد عبد الحکیم شرف قادری

۴۸۶/۹۶ ۷ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

محترم جناب مولانا علاء المصطفےٰ صاحب زید مجدکم

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ مزاج؛

مرسلہ پروگرام موصول ہوا۔ فقیہ اعظم محسن العلماء و عوام صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظیم و قد آور شخصیت پر آپ اور آپکے ادارہ نے کام کرنے کا جو عملی اقدام کیا ہے وہ لائق تحسین ہے شخصیتوں کو تحریر میں محفوظ کیا جاتا ہے مگر ہمارے ہندوستان میں خطابت نے قلموں کو منجمد کر دیا تھا جس کا شدید نقصان ہوا مگر ادھر کچھ سالوں سے قلمی میدان میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ اسی لئے دل کی دعاؤں کی سوغات قبول فرمائیں اور ارباب محبت کو مبارکباد پیش کریں۔ میں انشاء المولیٰ الکریم ضرور خدمت کروں گا۔ مگر ابھی تھوڑا وقت لگیگا۔ کیونکہ یہاں ایک غیر مقلد کی تردید میں لگا ہوا ہوں۔ ہفتم و ہشتم کے مقررہ خطوط پر اشارے مرتب کر لئے ہیں۔ اس سے فراغت کے بعد اس پر توجہ دونگا۔ حالانکہ دو ایک مکانوں کی ادھر بھی فرمائش ہے۔ خدا کرے آپ ہر طرح بخیر ہوں۔ مخدوم محترم محدث کبیر قبلہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تربتِ انور پر سلام کے بعد توفیق قلم کی خیرات بھی مانگ لیں۔

فقط والسّلام قمر غفرلہ ۱۹/۱۱/۹۶

۴۸۶
۹۲

مکرمی مولانا علاء المصطفیٰ قادری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

عوانی طرفین مطلوب اس سے قبل ایک تحریر بھیج چکا ہوں جو امید قوی ہے کہ مل گئی ہوگی۔ قدرے تاخیر سے آپ کی فرمائش پوری کرکے بھیج رہا ہوں خدا کرے وقت پر مل جائے۔ گوناگوں مصروفیات نے موقع نہ دیا کہ وقت پر بلکہ قبل از وقت آپ کو کچھ لکھتا۔ تاہم حسب حکم یہ مختصر مقالہ حاضر خدمت ہے۔ وصولیابی سے مطلع فرمائیں۔ ارباب محبت سے سلام۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی بارگاہ اقدس میں سلام مؤدبانہ۔ مخدوم مکرم حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اور کرم فرما محترم مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب کو سلام خصوصی عرض کریں۔ فقط والسلام

محمد قمر الحسن قمر
۲/۲۵/۹۷

باندا
ھو الکریم
یکم رجب ۱۴۱۷ھ

برادرم مولانا علاء المصطفیٰ صاحب زید فضلہٗ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہٗ۔

آپ کا پہلا محبت نامہ ۹۶/۱۰/۱۷ کا۔ دوسرا ۹۶/۱۱/۱۴ کا نظر نواز ہوا۔ انشاء المولا الکریم بشرط صحت وفرصت آپ کی فرمائش پوری کیجائیگی۔ ویسے فقیر کو مقالہ نگاری کی عادت نہیں۔ مگر حضور استاذ معظم صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں دادوں سے لیکر بنارس تک جو ۵، ۶ سال کا زمانہ گذرا وہ فقیر کیلئے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ تھا آج تک اسی تعلیم و تربیت کے نقوش فقیر کیلئے مشعل راہ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کچھ لکھنے کی کوشش کرونگا۔

والسلام
سید مظہر ربانی غفرلہ
۱۹/۴/۹۶

از سیوان
۴۸۶
۹۲
۹۶ - ۱۲ - ۲۱

سرمایہ فخر اکابر حضرت علامہ مولانا علاء المصطفیٰ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا نوازش نامہ آیا۔ آپ نے صدر الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی پر کچھ پڑھنے لکھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جس کا میں شکرگذار ہوں۔

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سارے عالم سنیت کا شریان ہیں۔ جس سے سنیت آج زندہ اور پائندہ ہے میں نے اپنا عنوان ,,صدر الشریعہ کا فقہی مقام،، متعین کرلیا۔ اللہ کرے حضرت کے شایان شان میرے قلم کو کچھ لکھنے کی جرأت مل جائے۔

مضمون انشاء اللہ پہلے پیش کردونگا اور سیمینار میں بھی عرس امجدی کے موقع سے حاضری کا شرف حاصل کروں گا۔ سگ بارگاہ رضویت۔

شبیہ القادری پوکھریروی
بانی و ناظم اعلیٰ غوث الوریٰ عربی کالج مخدوم سرائے علی گنج سیوان (بہار)

منقبت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

نتیجۂ فکر:۔ فخر المحدثین حضرت علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان

آہ اے صدر الشریعہ صدر بزمِ اہلِ دیں
آہ اے بدر طریقت سرورِ میرانِ یقیں
آہ اے غمخوار ملّت عالمِ شرعِ متیں
آہ اے احمد رضا خلد آشیاں کے جانشیں

سرزمین ہند رحلت سے تیری مہجور ہے
اب جہانِ زندگی بے کیف ہے بے نور ہے

آہ اے مسند نشیں، مسند علم و عمل
لے گئی آغوشِ رحمت میں تجھے تیری اجل
ڈھونڈکر لائیں کہاں سے ہم کوئی تیرا بدل
تیری رحلت سے نظامِ سنیت میں ہے خلل

جنت الفردوس میں تیرا بسیرا ہو گیا
یہ جہانِ رنگ و بو لیکن اندھیرا ہو گیا

آہ گلشن میں گلوں کی حکمرانی کیا ہوئی
گلستاں میں بلبلوں کی نغمہ خوانی کیا ہوئی
آسماں والو! قمر کی ضوفشانی کیا ہوئی
اے زمین ہند تیری شادمانی کیا ہوئی

ذرہ ذرہ کس لئے عالم کا شیون جوش ہے
ہائے کس عالِم کی میّت آج زیبِ دوش ہے

آہ رخصت ہو گیا وہ فخرِ دیں فخرِ وطن
کون سینچے گا بھلا احمد رضا خاں کا چمن
مٹ گئی ہندوستان سے درسگاہِ علم و فن
آہ سونی ہو گئی اب فضلِ حق کی انجمن

خاک میں اب یادگارِ بزمِ خیر آباد ہے
آہ اے دستِ اجل فریاد ہے فریاد ہے

میکشو پیر مغاں کی ارغوانی اب کہاں
مجلس تدریس کی نکتہ بیانی اب کہاں
اٹھ گیا اپنا مسیحا زندگانی اب کہاں
آہ بزم معرفت کی وہ روانی اب کہاں

مٹ گئی بزم طرب ، مئے ہے نہ اب مئے نوش ہیں
میکدہ سونا ہوا ، جام و سبو خاموش ہیں

اپنے رنج و غم کا دکھڑا اب سنائیں گے کسے؟
بےکسی میں مونس و غمخوار پائیں گے کسے؟
جب پڑے گی کوئی مشکل ہم بلائیں گے کسے؟
آہ ہم گم گشتہ میں رہبر بنائیں گے کسے!

آج دشمن ہر طرف بیٹھے ہوئے اس تاک میں
اور اپنا میر لشکر سو رہا ہے خاک میں

سرزمین ہند میں اب اس کا ثانی کون ہے
ہو مسلم سب کو جس کی نکتہ دانی کون ہے
بھر دے جو اک لفظ میں لاکھوں معانی کون ہے
کر دے جو تقریر سے پتھر کو پانی کون ہے

صد محاسن صد فضائل کس کی تنہا ذات تھی
کون ہے وہ جس کی ہر ہر بات میں اک بات تھی

یاد عہد میں رفتہ دل میں لیتی ہے انگڑائیاں
درس گاہِ علم و فن کی انجمن آرائیاں
وہ رخِ انور پہ ہنستی کھیلتی دانائیاں
وہ لباسِ سادگی میں سیکڑوں رعنائیاں

ہائے وہ رخسار کتنا جاذب و خود دار تھا
وقتِ خفگی ہر شکن میں جس کی لاکھوں پیار تھا

آہ اے صدر الشریعہ الاماں فریاد ہے
چشم پُرنم ہوش گم دنیائے دل برباد ہے
آج تک ہر قلب میں اس غم کی تازہ یاد ہے
ذرہ ذرہ سرزمینِ ہند کا ناشاد ہے

اس کا ثانی اب کہاں سے لائیگا ہندوستان
تا قیامت مٹ نہیں سکتا یہ غم کی داستان

اے امیر کارواں اے اہل سنت الوداع
اے علمبردار قوم و ملک و ملت الوداع
واقفِ دیں ہادیٔ راہِ شریعت الوداع
عارف حق محرم راز طریقت الوداع

الوداع اے صاحب فضل ومعانی الوداع
الوداع اے گلشن ملت کے مالی الوداع

السّلام اے صدر ملت ہادی حق پیشوا
السّلام اے ناخدائے کشتئ دین ہدیٰ
السّلام اے نور چشم حضرت احمد رضا
السّلام اے فخر دیں پروردۂ غوث الوریٰ

السّلام اے اعظمی کے دین و دنیا کے ولی
السّلام اے حضرتِ علّامہ امجد علی

منقبت

نثار کریمی گھوسی

بٹ رہی ہے تیرے در پر حضرت صدر الشریعت
دولت سمنان و سنجر حضرت صدر الشریعت

نوشہنشاہ ولایت خاک تیرے آستاں کی
آبروئے ماہ و اختر حضرت صدر الشریعت

زور باطل کے مقابل تم کو بخشی تھی خدا نے
قوت بازوئے حیدر حضرت صدر الشریعت

گھول دی ہے تم نے گویا اپنی تحریروں کے اندر
لذت تسنیم و کوثر حضرت صدر الشریعت

مایۂ احمد رضا ہو سایۂ غوث الوریٰ ہو
نائب فخر پیمبر حضرت صدر الشریعت

کتنے سنگ رہگذر کو کرگئی قدموں کی ٹھوکر
تاج سلطانی کا گوہر حضرت صدر الشریعت

حشر تک یونہی رہے گا گلستان اہلسنّت
تیری خوشبو سے معطّر حضرت صدر الشریعت

ہم در دولت پہ آکر لوٹ جائیں یونہی کیونکر
ناز ہے تیری عطا پر حضرت صدر الشریعت

میں نثار خستہ جاں ہوں آستانے پر کھڑا ہوں
کاسۂ امید لے کر حضرت صدر الشریعت

MUHAMMAD AMJAD ALI AAZAMI

KHALIFA MAJAZ (ACCREDITED SUCCESSOR) AALA HAZARAT IMAM AHMAD RAZA BARELVI

Sadre Sharia (chief of Shariat) Badre Tariqah (Shining Moon of spiritual Mythology or Tariqah) Shah Muhammad Amjad Ali Azmi bin Hakim Jamaluddin bin Maulana Khuda Bakkhsh bin Maulana Khairuddin (1296 AH) (1296 ,AH 1878-9) was born in Qasba Ghoosi Mohalla Karimuddin Dt. Azamgarh. His father and grand father (both) were renowned scholars in religious theology and expert specialists in Unani System of medicine. He received his elementary education from his grand father. After that he studied books on general education for the beginners from his elder brother Maulana Muhammad Siddique. At the end of the elementary course and on the advice of his elder brother he joined Madrisa Hanafiyah Jaunpur for further education under the supervision and guidance of Hazrat Maulana Allama Hidayatullah Khan Rampuri-Jaunpuri (d. 1326AH/190AD). On completion of the prescribed course at Madrisa-e-Hanafiah Jaunpur, he presented himself before the great scholar Shaikhul Muhaddisseen Maulana Shah Wasi Ahmad Surati (d. 1334 Ah/1916 Ad) for further education in Ahadees and with that end in view,he joind Madarsatul Hadees, PiliBheet and received the Sanad (authenticated certificate or degree) from that Madrisa in 1320 AH/1902 AD. He acquired Knowledge in the Eastern Medicine (Tibb-e-Unani) in 1323 AH under the guidance of Hakim Abdul Wali Jhuwatee Tu, Lucknow. He imported education (as a teacher) from 1324 AM to 1237 AH in the Madrisah of Hazrat Muhaddin, Surati-After that he praetised Tibbe unani for on year in Patna.

During this time ala Hazrat Imam Ahmad Riza Qadiri barelvi needed the services of a teacher at Madrisah Manzae-e-Islam Bareli. At the instance of his learned teacher was Mualana Wasi Ahmad Muhaddis Surati, Maulana Amjad Ali Aazami left his clinic and proceeded to Bareli. At Bareli, he first worked as a teacher. Later on he was also entrusted with the supervision of Matba (printing press) Ahl-e-Sunnat as also the presidentship of the Education Branch of the Jama'at riza-e-Mustafa, Bareli. These responsibilities he conducted with devotion in addition to the issuance of Fatwas which he continued as his newly acquired Mission. He took Oalh of Allegiance (Baiyet) at the hands of Aala Hazrat Imam Ahmad Riza Qadri Brelive and was soon honoured with the Besttowment of Khilafat (headship of a mystic clan). He derived affectionate blessing and guidance from his Mentorin-chief and rose to the heights of perfection.

In the matters of fatwa, Aala Hazrat Imam Ahmed Riza Khan had complete reliance and full confidence in Amjad Ali Aazmi on account of his deligence and competence in the Mission entrusted to him. Paying tributes to his capabilities Aala Hazrat on one occasion said.

"You will find the quality of understanding the religion (Tafaqquh) to a greater degree in Molvi Amjad Ali than others present here (in the field of learning). The reason is that he is an adept in announcing fatwa. He writes down what I say in response to the inquires sought in this behalf. He has the adoptative nature: he grasps the point of issue without much effort. He has acquired familiarity with methods and procedures (which is an asset for him in this profession).

During the stay of Hazrat Sadrul Shariah at Bareli the work-load demandering immediate attention had increased tremendously, even to the extent of wonderment because of the multi-dimensional verieties of the work involved such as supervision of the press, proof-reading, guidance (briefing) to Pressmen, despatch of parcels, writing/ dictating Fatwas etc. etc. each of which demanded uniterrupted attention. On top of it he had to conduct all these work almost single-handedly. The blessings of Aala Hazrat Imam Ahmad Riza had revitalised and rejuvinated his spirit of work for the sake of the Deen to such an unbelievable degree that he did not feel any kind of tiredness, mental exhaustion and physical disindination for the work at hand. People often wondered at this phenomenon and would exclaim

Maulana Amjad Ali Sahib is a working machine

Maulana Amjad Ali contributed enormous service in the initiation and finalisation of the grandiose volume of the Translation of the Holy Quran by Aala Hazrat Imam Ahmad Riza Khan, Barelvi under the chronological (Tarikhi) title " Kanzul imaan fi Tarjumatul Quran (1330 AH/1911 ad)

He adopted teaching as the professional career at his early youth and continued to serve as such till the end of his life. He produceed such unique and illustrious students/ disciples who left an indelible and evershining marks in the annals of proficient crusaders and research scholars which even the sublime erudition and meteoric learning itself shall be proud of (as achievement by deciples/ students which fact will itself be a prideworthy tribute to the learning and its potentials to attain the high mark of proficiency For a considerable length of time he served as a

teacher in the Madrisah Manzar-e-Islam Bareli. In the year1924 AD/ 1343 Ah he went to Ajmer Sharif to join as Sadar Mudarris Darul Ulum Moieeniyah Usmaniyah In 1933 AD/ 1351 AH he came back to Bareli and stayed here for three years. " After that he joined as Sadar Mudarris of Darul Ulum Hafiziah Shervani inresposnse to an invitation of Nowab Haji Ghulam Muhammad Khan Sheryan ruler Dadoon (Ali garh) and stayed there in that capacity for full seven years. rendering yeoman service for the cause of learning and for the uplift of the institution. The great scholar and administrator Maulana Habibur Rahman Shervani while delivering presidential speech on the occasion of Annual Function of the school in 1937 AD/ 1356 he paid glorious tributes to the personal and professional qualification of Maulana Amjad Ali, he said " Maulana Amjad Ali is one of four or five teacher in the whole Subcontinent whom I recognise as having been oppointed on merits.

At that time Maulana Abdul Mushahid Khan was working as an assistant teacher in the same school He has expressed his impressions in these words.

Maulana Muhammad Amjad Ali Aazmi was a Head Master (Sadar Mudarris) in this Madrisah for seven years. He had also worked as Head master in schools at Bareli, Ajmer and at other places. Being an experienced teacher for a number of years, has full command over the profession of teaching.

Upto 1943 AD/ 1327 AH he stayed at Dadoon, then he remained at Banaras for one year; thereafter till 1945 AD/ 1364 AH he taught at Manzar-e-Islam School Bareli.

In the vicienity of Ajmer Shrines the descendants and offprings of Prithvi Raj had settled as permanent unhabitant. Though these settlers were converts to Islam, they retained and followed practices which were openly anti. Islamic, at times bordering the fringe of atheism and cults of idolatry. They ware also deficient and negligent about the fundamential modes of worship and their fulfilment with due regard to the Faraiz and Wajibaat (essential features and commandments which are binding on every Muslim, regardless of their cast, creed habit or ancestral practices which were at cross roads of basic principles of Islam). At the instance and spritual guidance of Hazrat Sadrus shariah his students and disciples chalked a programine of Tableegh (conveying the Message of Islam, especially its fundamental and basic principles), among these nominal Muslims. The programme was religiously implimented. It had the pleasant effects The visits and preachings of young students under the command of religious leaders worked magic on those eagre and God fearing minds, beacuse their Islamic nomenclature was at stake unless it was corrected in time and tuned to islamic ideology. The verve and zest displayed by these people soon transformeed their entire outlook and they clustered round these enthusiastic preachers and they open-heartedly welcomed their "Eiman arousing sermons and resolved to to act upon them.

Professor Muhammad Ayub Qadri writes.

" During his stay at Ajmar Sharif, Maulana Amjad Ali carried out an extensive 'tabligh' among the non Muslim Rajputs and the results brought forth by these endeavours were very useful (and encouraging).

Apart from this, Maulana Amjad Ali and his students undertook extensive tours to the adjoining cities and villages Such as Nasirabad, Biyawar, Ladnoon, Jaipur, Jodhpur, Palimanwar, chator etc in connection with the Tabligh activites which where carried out with due enthusiasm and devotion among the primitive and uninitiated groups of neo Muslims and illiterates leaving their impressions on the hearts and minds of the people at each place of their visits. They preached the salient non-controversial features of Mazhab-e-Sunnat wal-Jamaat, with particular attention to contradict and disprove the fabricated issues on which the followers of Qadiani and Wahabian cults mostly depended and preached among the simple minded villagers and rustie people who were prone to fall in the traps laid by them through glib-tongued propagande. The speeches of Maulana Amjad Ali Aazmi were mostly based on academic issues or the meaning and interpretation of Holy Quran and Sunnat. The creed (maslak of Ahle Sunnat was explained and presented on solid and incontrovertible facts and arguments which the listeners were compelled to accept as genuine and praise worthy. There was hardly any room for contradiction or refutation.

Hazrat Sadrus Shariah was basically and mentally tuned as a religious scholar, but he was also at home and conversant with the politics of the day (which was raging throughout the langth and breadth of the Sub continent). And whenever and wherever necessity chose, he defended and extalled the Islamic Millat, even as a political entity, with sound reasning and in political parlance. His Murshid-e-Tariqat (Mystic leader) Imam Ahmad Barelvi was a stunch supporter of the "TWO NATION THEORY" Which was based on the fundamental issue that the nations of the idol worshippers (but parast) and idol breaker (but-shikan) can not be joined into a single nation This was the basic foundation of the demand for pakistan Hazrat Sadrus Shariah was political believer in the Muslim Nation hood as a separate entity and he spared no endeavours for the cause of Muslim entity. He preached this theory with full force of his commands on the 14th Rajab 1339 corresponding 24th March 1921, Jamatul Ulma-e-Hind (which consisted mostly of Nationalist Muslims) held their convention, at Barelvi in which Maulana Abul Kalam Azad and other leaders participated The leaders of the Jamiat had come fully prepared and

confident that they will outwit and defeat the opponents of Hindu-Muslim unity. Maulana Muhammad Amjad Ali, as the Presidant of Academic Branch of Jamiat Riza-e-Mustafa took up the challenge and presented to the leaders of Jamiat Ulma-e-Hind a comprehensive questionnaire based on seventy question relating to the so Hindu Muslim unity and demanded their reply to the said questionnaire. But the pro-Hindu Ulema of the Jamiat failed to send a reply inspite of repeated reminders sent to them.

The great learned scholar Mualana Syed Muhammad Naimuddin Muradabadi, expressed the under noted opinion in respect of the said questionnaire in a letter addressed to Aala Hazrat Imam Ahmad Riza Barelvi He worte.

"Syedi! may your blessings abound."

After presenting my greeting of salam I beg to submit that after taking leave of yours. I reached my residence and studied the comprehensive questionnaire. Really these questions are based on 'Divince Dispensation' Surely these question do not provide the opponents any room for a convincing reply (and definitely they are defenceless at the moment).

At the time of departure, Maulana Abul Kalam Azad said, at the Bareli Rly station "All the it objections (raised in the questionnaire) are real and correct. Why should people commit errors which can not be (adequately) replied and defended. Such errors (falsehoods) provide the other party an apportunity to seize upon it.

On 19-20 Shaban/ corresponding 3-4 October (1350 AH/ 1339 AD) a meeting was held in Murdabad, under the chairmanship of Aala Hazrat Hujjat-ul-Islam Maulana Hamid Raza khan Barelvi. In that meeting a Jamaate the evils creaping in the Muslim society and adopt definitive measures against the attacks on Muslim entity by the opponents. In this meeting, Hazrat Sadrush-Shariah was prominent by his August presence "All this Jamiat later became popular with the name all Inida Sunni Conference."

In April 1946 a convention on a grand scale was held at Banaras, under the auspices of Sunni Conference. The session so held was unique and unparallaled as a very lage number of Ulama and Mashaikh, to the tune of over five thousand in number participated. This Convention had assumed the fundamental significance for the establishment and consolidation of Pakistan. In that session a committee was set up compresing prominent Ulama and scholars to suggest ways an means for the smooth running of Islamic government. Among the distinguished participants was also Hazrat Sadrush- Shariah.

Allah the Almighty had graced Hazrat Sadrush- Shariah with the bestowrnement of all kinds of knowledge and craft to perfection But he had an intrinsic inclination awards Tafseer, Hadees and Fiqih (Islamic Juris prudence). He had the detailed fragments of the Fiqh on the tip of his tongue. In recognition of his multidimentional acquisition of various branches of knowledge, Aala Hazrat, the Mujaddid of the Current Time Imam Ahmad Riza Barelvi has conferred the title of Sadrush Shariah on him during his stay at Dadoon (District Aligarh)

Hazrat Sadrush Shariah started writing marginal notes (Annotation) on the voluminous book of Imam Abu Jafar Tahavi (d. 321 AH/ 933 Add) on Ahadees, entitled Sharh Ma'alil Aasaar and in a short period of seven month, completed the comprehensive Annotation. The special feature and note of surprise is that the Annotation was hand written with a fine pointed pen and that too with one pen; it comprised of four hundred and fifty pages each page having 35-36 lines. It means that having retired after each days arduous preoccupation which consumed and enormous time and energy he found time to write about two and half pages each day. The heart rending tragedy in this connection is that the composition of margnal notes (Annotation) could not remain preserved. (If the works had survived it would have surely revolutionised the word of Islamic erudition as a monument of universal accalaim. It is really unfortunate that Muslim Ummah has been deprived of an ever-lasting source of learning and guidance). His second book Fatawa-e-Amjadiya is a unique book of Academic Researches. Then he turned to writing books for the children when the illustrated book of Primer (Urdu) was introduced contain in pen drawn pictures to illusrate and familiarise the Alphabetical Letters (Huroof) with the aid of the Picture. Hazrat Amjad Ali wrote a primier (urdu Qaidah) containing pictures of lifeless objects. The Qaidah (Primer) had the blessing that the child experienced no dfficulty in recognising and getting familair with the Alphabets. He could read the book of his standard in a much shorter time than through other methods. Aala Hazrat Sadrush- Shariah had the lack of explaining difficult passatges in simple and quicker language.

Bahar-e-Shariat is that universally acclaimed book of Hazrat Sadrush Shariah which can be justifiably called the Encylopaedia of Faiqah-e-Hanafiah. Its seventeen parts have been repeatedly printed and sold out; this shows the popularity and fair renown of this voluminous pulication. This has made the comprehension of Islamic Jurisprudence intelligible not only for the Ulama but the layman with reading ability can also draw upon it as a book of interest and full of information. As for the Ulama it is a handy book of reference. The book is said to have been started in writing some time in 1915 AD\ 1334 AH and was complete (upto the seventeen parts then written)

in 1943 AD 1362 AH. He had the desire to write 3 more parts, but the circumstances did not permit it. Within a shot span of four year, eleven dear relations in the family breathed their last. These breavements took such a heavy toll of his mental and physical capability that he lost his sight and all the work of writing and completing any thing came to a sudden halt.

The initial six parts of the Bahare Shariat were personally heard (the author reciting them) by Hazrat Maulana Shah Ahmed Riza Barelvi. He corrected or modified at carious places and embellished them with his introductory notes. The significat aspect of the Bahar-e-Shariat is that each chapter begins with the verses of the Holy Quran, then Ahadees, then Moqadama or introductory note followed by detailed anouncation of the jurisprudential problems and the explanation/reply there to.

In his group of studies hundreds of home and foreign students were enrolled who assiduously participated in Madrisah studies alongwith the field work as 'Muballighs' (preachers) thus establishing the contact with the outside world beyond the four walls of the Madrisah, and attained perfection in their field off studies in both academic and practical sectors.

Names of some of the illustrious students of Hazrat Sadrush Shariah are given hereunder.
(1) Muhaddis-e-Azam. Pakistan Maulana Abul fazl Sardar Ahmad of layal pura now faisalabad.
(2) Manazir-e-Azam Maulana Hashmat Ali of Lucknow.
(3) Maulana Muhammad Ilyas Sialkoti.
(4) Maulana Mufti Muhammad Ejaz Al-Rizvi.
(5) Maulana Ghulam Yazdani former Sadr Mudarris (Head Master) Jamia Rizviah Mazhar-e-Islam Bareli.
(6) Maulana syed Ghulam Jilani Compiler Bashin ul Kamil, Shairh Sharh Maie-Kamil in Bashirul Qari Sharh Bukhari.
(7) Maulana Abdul Aziz, Sadr Mudarris, Madrisa-e-Ashrafiah. Mubarak put.
(8) Mujahid-e-Azam Maulana Habitur Rahman President All India, Tabligh Seerat.
(9) Maulana Rifaqat Hussain, Mufti-e-Azam Kanpur.
(10) Maulana Viqaruddin, Darul Ulum Amjadia Karachi.
(11) Maulana Taqaddus Ali Khan Shaikh-ul-Jamiat, Jamiah Rashidiah, Pir Goth (Sind)
(12) Maulana Mukhtar-ul-Haq Bikiturdir Sharif (Mardan). NWFP.
(13) Maulana Mukhtarul Haq. Khatib-e-Azam Darul Salam (Toba Tek singh. Dt Lyallpur) etc. etc.
Names of some of the famous Khalifaas of Huzur Sadrush Shariah.
(1) Huzur Hafiz-e-Millat Ustadul Ulama Maulana Hafiz Abdul Aziz (the late)
(2) Allama Maulana Ghulam Jilani Ghoosavi (the late).
(3) Allama Maulana Ghulam Yazdani Ghoosavi (the late).
(4) Allama Maulana Abdul Haq, Mubarak puri.
(5) Allama Maulana Qari Muhammad Maslihuddin Siddiqi. Karachi.
(6) Allama Maulana Mufti Muhammad Shariful Haq Al Madani, Ghoosavi.
(7) Allama Maulana Zafar Ali Nomani Karachi.

The above named spirtual leaders and learned scholars provided great impetus and immense renown as regional heads or Khalifas of Hazrat Sadrush-Shariah in expanding and extending the limits and the number of people as entrants on oath of allegiance, in the silsila of Huzur Sadrush Shariah It was really trajic that three sons of Hazrat Sadresh Shariah died and left him bereaved in his life time. At the moment his four sons are surviving, as honoured and illustrious descendants of their world famous spiritual leader and religions scholar..
(1) Maulana Allama Abdul Mustafa Azhari. Shaikhul Hadees. Jamia Amjadiya karachi. (2) Maulana Quari Raza-ul-Mustafa. Khateeb Jam-e-Masjid Memon Karachi. (3)Maulana Zia-ul-Mustafa. (4)Maulana Sana-ul-Mustafa (5)Maulana Baha-ul-Mustafa Quadri Muddarris Manzare Islam Barali (6) Maulana Fiadul Mustafa Quadri

Hazrat Allama Azhari, is a distinguished leader of the Jamiatul Ulama Pakistan. He has been a member of National Assembly (MNA) Pakistan.

Hazrat Sadrush Shariah performed Hajj and Ziarat for the first time in the year 1337 AH/1822 AD. In order to be blessed by the Hajj and Ziarat for the second time, he had arrived at Bombay and during his stay there, he undertook a celestial journey, instead of the intended pilgrimage, upward at the heaven and as a prelude thereof, he breathed his mortol last on Monday 2nd Ziqaa 6th September 1367 AH 1948 AD. at night The Qur'anic verse
INNAL MUTTAQEENA FI JANNATIN WA OYOON
(Indeed the righteous will be in the gardens and Springs (of Paradise in the Hereafter). Solemnizes the death of the Late Sadrush Shariah, according to the Alphabetical calculation of this verse, namely 1367 AH.
A poet of reknown Shafiq Jaunpuri also eulogized the greatness of Hazrat Sadrush Shariah in a poem recided by him on the occasion of chehlum of the great departed leader.